

# رنگ خوشبو و هوا بادل

افسانه آفریدی



# مکمل خوشگوار

آج کی صبح بڑی خوشگوار اور بکھری بکھری لگ رہی تھی، ماما نے یہ اس کے اندر کی خوشگواریت تھی یا پھر واقعی آج موسم ہی سنا تھا۔

اس نے کمر کی سے باہر لان میں کھلے رنگ برنگے پھولوں پر نظر ڈالی اور مسکرا کر واش روم کا رخ کیا۔  
شاور لینے کے بعد ستری کیونے کپڑے جو ماما اس کے اتھنے سے پہلے ہی پر لیں کروا کر رکھوا دی تھیں، پہننے اور تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے ڈیک پر ہلکی آواز میں اپنا من پسند کیسٹ لگا دیا۔  
تقریباً روزانہ کا یہ معمول تھا۔ مدم سروں میں گشتا تے ہوئے وہ اطمینان سے تیار ہوتا حتیٰ کہ ماما اسے ناشتے کے لیے پکارا لیتیں۔

اس وقت بھی سیٹی پر دھن بجاتے ہوئے ٹائی کی ٹاٹ درست کرنے میں مصروف تھا کہ ماما کی حسب معمول آواز آگئی۔

”آ رہا ہوں ماما۔“ جواباً اس نے کہا اور خود پراسپرے کر کے بریف کیس میں رکھی فائلز چیک کیں اور گھڑی کلائی پر باندھتا باہر نکل آیا۔

چونکہ اسے اطمینان تھا کہ آج باپا جلد نکل گئے ہوں گے۔ اس لیے بھی وہ عجلت میں نہیں تھا البتہ باہر ماما اس کے ناشتے کے لیے پریشان بیٹھی تھیں۔ ذرا بھی چلے ٹھنڈی ہو جاتی تو وہ ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا جب کہ ڈاننگ روم تک آتے آتے وہ اتنی دیر ضرور لگا دیتا تھا کہ ناشتا ٹھنڈا ہونے لگتا تھا۔  
”صبح بخیر ماما۔“ انھیں کولن کی خوشبو بکھیرتا چہرے پر مسکراہٹ لیے وہ اندر داخل ہوا۔

”صبح بخیر۔ تم بہت دیر کر دیتے ہو سمعان، آج تو بہت ہی لیٹ جاگے ہو تم۔“ ماما نے جواب دیتے ہی سرزنش کی تو وہ سر کھچا کر ہنس پڑا۔

”در اصل ماما، فرما دی فلائیٹ کل اتنی دیر سے آئی کہ واپسی کا ٹی رات گئے ہوئی، بقیہ وقت اس سے باتوں میں نکل گیا لہذا جلدی اسکے نہیں نکل سکی؟ وہ بریف کیس ساتھ والی کرسی پر رکھتے ہوئے انہیں بتانے لگا۔

”کب واپسی ہوئی تھی تمہاری؟“ انہوں نے چلنے کپ میں انڈلیتے ہوئے پوچھا۔

”میری کوئی تین ساڑھے تین بجے۔“ سلاش پر کھنکھاتے ہوئے اس نے بتایا۔

”ٹھیک تو تمہارا دو، پورے دو پہینے بعد آیا ہے۔“ ماما کے لہجے میں فرما دے کے لیے محبت تھی۔ کیوں نہ ہوتی جھلا۔ آخر کو وہ سمعان کے بچپن کا دوست تھا۔ دونوں میں بے حد پیار تھا لہذا ماما بھی اسے سمعان کی طرح چاہتی تھیں، وہ بھی انہیں اپنی والدہ کی طرح سمجھتا تھا۔

”ہوں۔ بالکل ٹھیک۔ اس بار بہت اچھا پرائنٹ لے کر آیا ہے وہ؟“

”ماشاء اللہ۔ اللہ سے اللہ ترقی دے۔“ ماما کے لبوں پر ہمیشہ دعا میں رہتی تھیں وہ مسکرا دیا۔

4





چاہئے کامو ہو رہا تھا۔ وہ کچن کی طرف آگئی۔ وہاں پہنچ کر شام کی چائے کا انتظام کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ وہ جہاں ان کے ساتھ شامل ہو گئی اور دھیان بھی میں رہا کی طرف تھا جس سے وہ ساری شبی رات میں جا بقی۔

اسکول کا پیرس بہت آسان تھا۔ وہ پتا ہی دشواری کے وہاں تک پہنچتی تھیں۔ ابھی کچن کے گرد بیٹھیں کچھ وقت تھا، وہ دھینگہ روگ کمپیوٹر کی ہجری میں پھنسی۔

کافی آمبار پلٹے موجود تھے، جن میں آخرت لڑکوں کی تھی، وہ سب نے آخر میں آئی تھی۔ ایک نظر اس نے سب لڑکوں کو دیکھا، جو تیرا ش فرانس کے کچنوں میں بیٹھوس ہوئی ایک ایک اپ اور قد سے نمایاں شکر کی چوڑی سے کی جاتی لڑکوں کے مقابلے میں اسے اپنا آپ سے بعد سا دھ سال۔ کو باٹ جھوکھٹ سے سوٹ میں بیٹھیں ہر رنگ ہڑے سے دوپٹے کے لئے میں اس کا ایک ایک سے ماری سادہ پیرا سب سے متفرصوں پر ہوتا تھا۔

جنوری کی پینٹ کے اسے عادت نہیں تھی البتہ کالوں میں گاڑی کی چوڑی چوڑی نمایاں وہ مشعل پہنچ کر باقی تھی مگر اس وقت سامنے موجود تمام لڑکوں کی تیار سے ایسا ہرگز بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اسکول میں پہنچ کر کیوں سے آئی ہیں۔

ان سب کو اگر وہ کہیں اور دیکھتی تھیں کسی کشش میں مدعوں وہ سب ہر جہاں ان کا ہونوگی اس امر کی گواہ تھی کہ وہ قد میں کے قد سے کچھ آگے کیلئے کا تھیں ہیں۔

غیرہر بیکے ہی ایک ایک کہ سب کی اپنی اپنی باہر جا رہا تھا رہیں۔ وہ چوکر سب سے آخر میں آئی تھی لہذا ایک جگہ پر نظر پڑی آگے چلتے کوئی کو دیکھ رہی تھی۔ زیادہ تر لڑکیاں بڑی خوش باش اور خوش مزاج لگ رہی تھیں۔

کتنے خوش قسمت ہیں یہ لوگ کہ ان کی خوبصورت شکل ساری دنیا میں ان کے لیے ہوتی ہیں۔ بے ساختہ میں اس کے ذہن میں خیال آیا۔

اب سے جس مشکل سے اسے یہ جاہ کرنے کی اجازت ملی تھی میں وہی جانتی تھی آج میں بھی ناشتہ کی ٹیبل پر ان کی منتظر رہا تھا اور ہوا تھا۔

اگر شرمین نے اس کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو ان اسے یہاں آنے کی اجازت بھی نہیں ہوگی کیونکہ الے سے بنا کرنے ان سے کوشش کے جرات اس میں تھیں نہ رہی تھی کہ جب انہوں نے پوچھا کہ وہ کب کیوں نہ چاہا ہے تب بھی جواب شرمین نے ہی دیا تھا۔

اب چونکہ کچن کل یہ فارم میں اس لیے سوچا کہ۔

کیا سوچا وہ اس کا جواب دینا ہونے سے پہلے ہی وہ گرج آئے تھے۔ شرمین سمیت وہ بھی ہمیں ہمیں کی کو وقت گزاری کے لیے جاہ کیلئے۔ مگر یہ کہنے کوئی ڈکوی موقع ہونا چاہیے۔

فلاٹ سٹاک انکار سے وہ انھوں کی صلہ بیگنے سے نہ پا سکتی تھی۔

آئی سیریز الے۔ یہ بات نہیں، ہینگہ پیرا فوق ہے۔ میرا پتا علم پھیلا تا چاہتی ہوں۔

نندہ سے ہونے سے وہ شیکل پر نہیں کھنچتی۔

پہنچا الے، اب میں جانیے۔ شرمین کا ہی دل ڈل رہا تھا کہ ان سے بول رہی تھی۔

وہ اپنی جگہ فارم کی گاڑی میں آگے سے ملنے لگتی تھیں اس کی۔

کوئی سا اسکو کہہ جانا ٹھیک کیا میں وہاں کے ہو۔ بیچے کی دشتہ آگے بھی جاتی تھیں البتہ انھوں نے غلط قیافہ قیوم نہم تھے۔

آپ بولو بھی۔ شرمین نے ٹھوکا دیا۔

یہی وہ سلمان النکل کا اسکول ہے۔ سب آٹھ بجے سے ایک بجے وہیں تک کا۔ کیلپا کی آواز میں اس نے بدلت بتایا۔

ٹھیک ہے میں وہاں کی ریوٹیشن معلوم کروں گا، پھر ویکس جانے گا کہ یہ کیا ذی سے انہوں نے کیا۔



”وہیے یہ بتاؤ، میرے پاس آئی کس لیے تھیں تم؟“ اسے سر پر سوار دیکھ کر اس نے پوچھا۔  
 ”وہ دراصل مجھے تھمراڈائیون کی سوٹ چاہیے تھا۔“ اسے بھی بخرا یاد آ گیا۔  
 ”کیوں؟“

”مجھے واداد جان کے یہاں چاہیے۔“  
 ”کیا؟“  
 ”جہ زوہ کا چھینا جب توقع تھا۔“  
 ”آرام سے بولو کیوں؟ کوئی خاص ذکر کرنے نہیں جاری ہیں؟ وہ یہ مٹا گئی۔“  
 ”تو میرا جب کبھی بات پر ناراض ہوتی ہوں تو پوچھ جاتی ہوں۔“ وہ دہرہ سوال ہوا۔  
 ”تھیں نہیں۔“ کوئی ناراض نہیں ہوتی تھی کہ سمجھتی ہو میں واداد جان کے پاس ہمدردیاں بھی کرتے جاتی ہوں۔ وہ بڑبڑلائی گئی تھی۔

”کیے کیا معلوم، تم زیادہ جانتی ہو اپنے مشتاق؟“ اس کے چلانے والے پیر پہ وہ بیکور کشیش میں آئی۔  
 ”ہاں ہاں، میں بھی زیادہ جانتی ہوں شکوہ۔“ محبت کوئی بھی چیز ہوتی ہے آخر اس سے تم

تواؤ واقع ہو۔ غصہ اور جھلاہٹ، کچھ اس سوار تھے اس پر۔  
 ”وہ قہر ہے۔“ زوہ اپنے سر پر ہاتھ مار رہی تھی۔  
 ”میرا مطلب واداد جان سے تھا۔ عاشقوں کے عاشق فرما دیتے نہیں۔“ خیران سے مشتق کرنے میں  
 تو جہاں کوئی گناہ نہیں ہے۔ وہ سبھی کے کہتی ہوئی شوق ہو گئی۔  
 ”اب کے بڑا ماننے کی بدلی زوہ کی تھی، نیلے چتون سے اسے گھرا۔“  
 ”محبت بدلتی ہو مگر میں نہیں تو جہاں زوہ کا بیکور کشیش تھی۔“ وہ روایتی ہونے لگی تھی۔ اس پر کچھ خاک  
 اڑ رہی تھی، قہقہہ لگا رہتے ہی۔

”لاڈلہ دارہ باتیں تو ادا کیا کرتی۔“ واداد جان کے یہاں میرے سوا جان کو تھا۔ میں ایک باری تھی  
 تھیں، بے چارے معصم سے فرماؤں صاحب کو کھائی کر کے خود کو بھی مائل کر ڈالنے کی جانب،  
 زوہ اپنے بے بسی سے مستحکم لیا تو وہ چپ ہو گئی۔

”اچھا، تیرے بٹ پھڑ۔“ مجھے اپنا سوٹ لے دو۔ جانا ہے مجھے۔“ وہ قدرے توقف کے بعد وہ  
 دوبارہ اصل صورتوں کی طرف لوٹی تھی گھر زوہ نے جنش ڈالی۔  
 ”کیا سائینس رہیں کہ کدی ہیں۔“ وہ اس سے گھبراہٹا ہوا لڑکی تھی۔  
 ”کوئی جواب نہ پکارا۔“ جھجھکے ڈالا تو زوہ کو نپیار اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔  
 ”پہلی کھڑکی میں۔“ اس سے تھمتے تھا ہوں۔  
 ”اسے اسے بے یار، پینز بلاواض مت ہو۔“ اس نے منانے کی خاطر زوہ کے گھٹے میں، ہاتھیں ڈال دیا۔

زوہ ٹپٹے میں بیٹھ رہی۔  
 ”گھر کا ڈیک زوہ، تم گفتگو نہ ہو۔“ ایک توجیہ واداد جان کے ہاں جانے کا پرگرام تھا، گھر میں بے  
 اپنا ڈیشیاں کا رول چلے کر گھٹے میں۔ ایسے ہیں تم تو تیرا ساتھ ڈا کرو گار۔

”بے راز بھی کھلا سائینس کے بعد۔“  
 ”تم گھر میں نہیں تو کوئی مہم ہاں نہیں۔“  
 ”اس کے بے ساختہ انداز پر زوہ نے سکاڑھ شطرت کرتے ہوئے اسے ایک دھپ رسید کی۔“

”خرا کی قسم جڑوں کی جڑ ہو۔“ اس میں سڑھ ٹیک کر تپا پڑا۔ وہ غاصتے کا لکڑ کھانے لگی۔  
 ”لاڈلہ زوہ کھلے۔“ اسے لکھنا چاہیے۔  
 ”اوہو۔“ بڑا فرماؤ لاڈلہ اعلان شاہی ہے۔ اندر گھر کرے۔“ اس نے شوق کی کچھ نظروں سے زوہ کو

دیکھا، پھر بے نیازی سے شانے اچکاتے۔  
 ”جہ زوہ میں کیا۔“ ہتھ بگڑا میں واقعہ دھلیں۔ بعد کچھ بعد میں، دیکھی جانے کی  
 ”وہیے تھیں۔“ بیٹھے جھانے سوچی کیسے واداد کی طرف جانے کی؟ وہ خاموشی سے پڑے

ملکیت کر رہی تھی تو زوہ پانچ پچھتی۔  
 ”میں یہی سوچا فرماؤں صاحب آئے ہوئے ہوں گے وہاں۔“ چل کر قسمت آزمائی کی جانے۔ جو  
 ملکاتے اسے اس باران کا دل تھامنا جو میری شہین لڑکی کے لیے چل آئے۔

”بار کا ہوا صہبی کی پچھتی زوہ پچھتی۔“  
 ”جھڑکھن ہونے سے پہلے ہی ایک اور زوہ کی تھیں اسے عقب سے مارا کیا تھا گروہ بولتی رہی۔“  
 ”بار کی آوازوں کی۔“ فرما لیں تو ایک بار لڑائی ضرور کروں گی اور تم دیکھنا۔“

”اس کا ہوا کھن نہ ہو سکا تھا کیونکہ اب کے زوہ کے نازک ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں اس کی ہڈیوں  
 گھول آچکی تھیں اور ہتھکڑوں ڈالنے کے علاوہ کئی چار نہ تھا۔“

”سماعی آخری کلاس کے کر آفس واپس آیا تو فرماؤں کا پناہ شغور پایا۔“  
 ”اسے؟“ اس کے چلنے۔ میں تو تھوڑی دیر ہی جا رہا تھا۔“ فرماؤں کے مقابل اپنی رنگ پٹیر پر بیٹھے

ہی وہ لڑا۔“  
 ”مجھے معلوم تھا گھر چکر گھر پر خاص ہی ہوتی تھی لہذا ادھر آ نکلا۔“  
 ”خاکے پونے کے کراؤ رنگ؟“ اس نے بے نیلے پکار کر پوچھا۔  
 ”کیونکہ میں نہیں۔“ اس وقت مٹھنیں ہو رہی تھیں۔  
 ”فرماؤں کے سہلہ سے دونوں ہاتھوں کا ٹیکہ سنا کر کوس کی پشت پر ٹکایا۔“

”خیریت۔“ یہ سڑھ کر گیا ہوا ہے تھلہ؟“ وہ جھکا۔  
 ”فرماؤں کا کاپٹن کا دوست تھا۔ ایک دوسرے کے سزا سن سے آتی آشنائی تھی اور دونوں کا کہنا کہ جان

پہلے سے کر گیا ہوا ہے ضرور۔“  
 ”کیونکہ ایسا خاص نہیں۔“ فرماؤں بڑا کر لے لیے ہیں بولا۔  
 ”ہوں۔“ گھبراہٹ سے زوہ نے بات ہوئی ہے تمہاری۔“ اس کا تھانہ سو فیصد درست تھا۔ فرماؤں پچھلی سی

ہتھی ہنس رہا۔  
 ”تو بولا، اس میں اس قدر دردناک شعلیں بنانے کی کیا ضرورت ہے؟“ وہ میز پر جھک کر بولا۔ ”میرا تھانہ  
 ہے کہ زوہ نے بات کرنے کے بعد تو تھوڑی دیر تک پڑا رہے، وہ نہیں جھٹکتے ہیں۔“

”جواب فرماؤں آ نکلیں انہوں میں نہیں۔“ انداز ذوق گفتگو اس کی خاموشی پر تھا۔ سماعی نے  
 بے چہرہ ہوا کرے لکھا اور سوچنے سے اس کے بدلے کا انتظار کرتا رہا۔  
 ”کیا کہوں باری۔“ زوہ سے بات کر کے تو میں پریشان ہو جاتا ہوں۔ اپنے راستے کا کشمکش اور  
 مشکلات کا کشمکش آنا ہے پریشانی ہوتی ہے۔“ فرماؤں کا کابیر اور چہرہ دونوں اندرون گفتگو کی

تعمیل کر رہے تھے۔  
 ”کیونکہ؟“ انہوں نے کچھ نہ کیا؟“ وہ دہرے سے نیچے گئے استفسار کر رہا تھا۔  
 ”تھیں۔“ گھر وہ لڑکی۔“ ذرا اس کے چلنے جاتی ہے۔ وہ بہت نازک اور سراس ہے مانی، میں

اس کے چلنے کا پناہ جاتوں۔“ فرماؤں بھی کچھ پتہ نہ ہوتا تھا۔  
 ”میں جانتا تھا فرماؤں اور تھانہ سے ساتھ ہیں۔“ وہ فرماؤں کے قریب ہی میز پر ٹیک لگا پناہ  
 مضبوط ہاتھ اس کے شانے پر دوستانہ انداز میں رکھتے ہوئے ذرا ساربا ڈال ڈال کر بولا۔

”محبت مہاں درد تھا۔“ میں بھی تو فرماؤں ہوں۔ راتیں عاشق۔“ تیشٹے ڈنے جوتے شیر تو نکلاں  
 ہی رکھتے ہو۔“ اس نے پشیمں پر جوں نکلا پھر دیکھ کر دیکھ کر نکلا۔  
 ”ہاں شاید۔“ ایسا کہ تو سنا ہو مگر یہ محض اتفاقات اور غلط فہمیاں سمندر ہے بیچ میں اسے

پناہ ثابتہ شکل تھا ہے مجھے۔“  
 ”میں کہ فرماؤں، تم تو ہو کر بات کہہ رہے ہو۔“ سوچ، زوہ کا کیا حال ہوتا ہوگا؟“ اس نے نت بڑھائی۔  
 ”میں بات تو مجھے متھکر کرتی ہے۔“ سہلہ کر دینے کا یہی ہیں، زوہ کا اس کا دلنے کا یہی ہے

میں نے کہا نا کہ وہ بہت حساس ہے۔ وقت برداشت نہیں کر سکے گی۔  
 اسے احساس تھا، فرما دوائی سے مدد پریشان ہے اور اسے حمل سہت کی سخت ضرورت ہے۔  
 ہوں۔ وہ کہہ کر سوچ کر غامض ہو گیا، پھر بولا۔  
 "تم نے دادا جان سے بات کی؟"  
 "نہیں۔ ان سے بات کرنے کا بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ نہ میری بی بی، نہ ان کے اور بڑے کے گھر والے۔  
 یوں بھی زندگی کی والدہ تو اپنی دادی کی جیسی بھی ہیں اور میرے ایسے صورت میں ان کا ڈوٹ آف نیوہ  
 تو پھر زندگی کی دادی کے ساتھ ہی ہو گا نا، جو میں بھی اس رشتے پر راضی نہ ہوں گی؟  
 فرما داس وقت بڑا یادیں گنگ رہا تھا۔  
 پیٹر راپ یار۔ اب ایسی ہیں کیا بادی۔ کوئی کام نہ کھن نہیں ہوتا۔ سچے۔ اس نے شاد تھپتھپا کر  
 اسے بھینسا۔  
 "شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ فرما دکاندار کھرا بھرا تھا۔  
 اسے کب دم نہیں یاد آ رہا تھا، کچھ منٹ پہلے وہ بھی تو کچھ ایسی ہی اس کیفیت کے زیر اثر اس کے  
 فقرے کے جواب میں اس طرح بولی تھی۔  
 شاید بادی اس اور ان کے خوف انسان کو اس طرح متنبہ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے اندر کی کردی کے غلاب  
 آبلے سے خوفزدہ ہو کر دوسروں کے اخلاقی ہمارے اور عقلی ہمارے ڈھونڈنے لگتا ہے۔  
 کیا ہوا، مگر کیا کھو گئے؟  
 فرماتے اسے تو کہ وہ میری نقطہ پر چلی آگاہ اس کی جانب پھر کھنڈا سکھایا اور پھر مضبوط  
 پچھے بولا۔  
 "کچھ نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایک دست بیٹھ کھڑا ہے۔ بس میں اسے خوش کرنا چاہتا ہے۔ زندگی  
 کے اس سنے کو ملنا بڑا مشکل ہیں بڑا کھن نہیں۔  
 اس کے کہنے سے زندگی اور اندر کی روشنی چھوٹ رہی تھی۔  
 "جہاں چاہو وہاں رہا۔ بس تھم اٹھنے کے دیو ہے۔  
 فرما داس کے انداز پر بالوں پر ہاتھ پھیر کر کہیں دیا۔  
 "بھیا۔"  
 "والے۔ آواز ملو۔"  
 "اوکے۔ تم کہتے ہو تو یہ بھی کر دیکھیں گے۔ وہ بالی تو اٹھو۔" فرما داتھ کھڑا ہوا۔  
 "کیوں؟"  
 "تھک گئی ہے۔ میری۔ کچھ بیٹھ چکا تھا نا، باتم کیا جانے۔" فرما دیکھ دو ٹوڈل کر بولا۔  
 وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔  
 "مکمل ہے۔ سہم نے تو سنا تھا کہ تخت میں صرف دل دھڑکتا ہے، مدد نہیں دیتا۔ آج اس نے بڑی  
 مصروف حرکت کا مظاہر کر لیا۔  
 "مگر کے دیکھ تو تم بھی ایک مدد دہشتی۔ پتا چل جاتے گا گیا۔  
 "اے آجائو کے حالات کی زد پر جو کسی روز  
 ہو جائے گا معلوم خرابے کہ نہیں ہے  
 "ارے ارے تم تو وہ دیکھنا بڑا تر آئے ہو جانی۔" فرما دے بڑے جنب سے شر پڑھتے پڑو  
 قصداً بولا۔  
 "جو جدا نہیں ہے میرے بار بہت بڑی دماغ یعنی بھول شاعر۔  
 "عشق، تیرا بیٹا دشمن بھی کہنے  
 "نار کر زندگی کا پستہ اسے گیا

جوانا وہ تھک گیا کہ نہیں پڑا۔  
 "واہ۔ واہ۔" پھر گھر۔ پھر گھر ٹوڑ دیا لی کہ جوتا ہے جس نے تم جیسے اور نکل اور  
 شورش ہوئی ہے بڑے والے بندے کو شام بتا دیا۔  
 وہ ہنستے جا رہا تھا، ساتھ فرما دیک۔ مسکراہٹ بھی شامل تھی۔  
 "اب؟" دیوانہ درود شین بڑے دلور چلے، کسی ریشیونٹ کا رخ کرتے ہیں، وہ اس کے کندھے پر ہاتھ  
 مار کر بولا تو فرما دے شکر کر شانے اچکا دیے۔  
 اسکول کی چینی میں ابھی کچھ منٹ باقی تھے مگر وہ پایا کو بتا کر فرما دے ساتھ نکل آیا۔  
 "نئے کار بٹ مت کر مگر بھی، ایک بار میں ہی بات کھول کر دے، زسانہ بیگم تیرے سے سوئیہ بیٹے  
 ہوئے اسے کھانا ہی نہیں۔  
 "مگر کیوں اتنی؟" فرما دے اس میں حرج بھی کیا ہے؟  
 "وہ چھوٹا دل ہے، کسی طرح میں اتنی کو کھا لی کہ اسے میں کیا کیا نہیں ہو رہی تھی۔  
 "میں نے کہا کہ کب کب مرے ہے۔ وہ ذرا کی ذرا کریں۔  
 "تو پھر۔"  
 "پھر کیا مطلب؟" زسانہ بیگم کی تیریاں پڑھ گئیں۔  
 "پڑھ آئی۔ موت اور دل کی بات ہے۔"  
 وہ کارٹ پر ان کے تیروں کے پاس آجی ادا ہو گئے دبتے ہوئے۔ بڑی حاجت کے کھا کر  
 زسانہ بیگم کے تیر پر گرتے والے نہیں گھر رہے تھے۔  
 "بھبی۔" اب کے وہ نادان بیگم میں گھر کر رہیں۔  
 "افو۔ میں دادا جان کے یہاں جانے کی اجازت مانگ رہی ہوں، کوئی سیاجن پر تو نہیں جانا چاہئے؟ اس  
 نے بھی جھکا کر ہنہ بیٹے کہا۔  
 "تو میں نے آئے کے ان کے جانے سے کب منع کیا ہے۔ بیٹھ جاتی رہی ہو تم، اب بھی جاؤ اور جا کر ملنا آؤ  
 ان کے گھر دو دن تو کیا، ایک دن بھی وہاں کے گھر کی اجازت نہیں ملے گی نہیں۔  
 انہوں نے دو ٹوک فیصلہ بڑے قطعی انداز میں کر ڈالا۔  
 "مگر کیوں؟" وہ روپائی ہوئے تھے بھی، زسانہ بیگم کو دل پر پھر گھر وہ نظر انداز کر گئیں۔  
 "مگر گھر کرنے کی تم جانتی ہو مگر بھی، بڑا کھانا دیا جائے اسے سنا کیا کرو۔ میں بھی گھر میں بہت کام  
 ہوتے ہیں، تم بہت دور ہو گا کھانا کھانا کرو۔  
 انہوں نے فرما دے پھر اور چھوٹی چینی کا حوالہ دیا۔  
 "میں بھی کام کر رہی ہیں اتنی۔" اس نے منہ دی۔  
 "معلوم ہے، مجھے کیا کام کرنا ہو گا۔" سارا دل میں بیٹھتی ہو یا پھر زسانہ کا دماغ کھاتی ہو، یونیورسٹی  
 سے گھر آکر کھن ترانے ہی ہوتی ہے، مگر پچھلے پڑاؤ کرنا ہی ہو، انہوں نے بھی گھر آنا سنا دیا۔  
 "اب تو تم کو تسکین بھی تو ہوتی ہے۔" سارا دل چل چل کر دماغ خراب ہو جاتا ہے، "یہ  
 "تجربہ کبھی نہیں ہونے کا کاموں میں بہت بڑا گرو۔ اب جا کر سوچو، میں جلدی اٹھنا ہوا تھا، یہ وہ  
 بھی آؤں سنا سنا شاپر میں ڈالے ہوئے آٹھ نظری ہو رہی۔  
 وہ ان کے ساتھ ساتھ بیٹھ کر دروازے تک آگئی، زسانہ بیگم نے فحشی نظروں سے پٹ کر اسے دیکھا  
 تو وہ کارڈ میں اس میں دھنڈال کر کہنے لگی کہ اب نہ کھائی۔  
 "میں زسانہ کے آس کا سنا دیکھا تو بات سمجھ گئی کہ نہیں۔" ڈانگ دم میں دادی جان، اتنی  
 پایا، چاچا جان، بی بی جان، چھوٹی بی بی اور چھوٹی بی بی کی کوئی سالانہ اپنی شامت کو صومے لینے  
 کے سزا دے تھا ناٹنے کے دوران باتیں کرنے سے سب پڑتے تھے۔





کراہنے اندر غرضی تبدیل کرنے کی جس کو قسم نہیں ہوتے دنیا چاہتے۔ اپنی دل (WILL) زندہ رکھتی چاہیے بہر حال ہیں۔

بیشک طرح زندگی اور امیدوں کے چراغ سے منور بہر شریعت اس کی حالتوں کو پیش نظر رکھتی زمین نے سادہ نگاہوں سے نہ دیکھا اور گذرے لشکر کسکا کرنا۔

اُسے سمجھیں، ایک دوسرا بات پر تم نے تو لطفے کا دفتر ہی کھول لیا۔ وہ بہر بدل کر ہوئی تھی شریعت نے قدم سے عقب اور نیکی نظر سے آئے دیکھا۔

اب آٹھ کی گھنٹے کے وقت کو بھی بند دہشت گردی یا پڑی بھوکا روگ لگے۔ وہ شریعت کو دھکیلتی مٹنے سے آٹھ دس پانچ پڑے گھڑ خفا پڑے ہیں کھڑے ہیں۔

دوسرے ہی یوں کہا بھی۔ سیر کو ذرا۔ میں نے بھی یہ یونورشی سے آکر کچھ نہیں کیا ہے۔ وہ دوڑتا ساتھ ہی کچن میں بیٹھ گیا۔

اسی ہی نے کیا کہا۔ کیا؟ یہ بیکر دو یو ارون میں کہا تا گرم کرتے ہوئے زمین کھیل آیا تو فوراً پڑ پڑا۔

ان تھارے آنے سے کچھ دیر پہلے ہی میرے ساتھ کھانا کھا تھا؟

شریعت نے میز پر برتن رکھتے ہوئے سرسری انداز میں بتایا۔

اوپر۔ تو اس کا مطلب ہے میرا کھانا۔ کھیر ہی تھا۔ وہ خامی متعجب تھی۔

ہاں سوئے اتفاق۔ شریعت اس کی بات کو سرخ اور ستیزہ انداز میں بولی۔

چلو آؤ کیسی۔ کھانا شروع کرو۔ اس مرا تھے میں ہو۔ اسے گم دم دیکھ کر شریعت نے آواز بلند کیا کہ

تو وہ چپ چاپ کرسی کھسک کر بیٹھ گئی۔ مگر نہ سب سیر کی طرف منتقل ہو چکا تھا۔

اب بات ہوئی تھی میرے۔ اس کے سوال کے شریعت کا ہاتھ رنگ گیا۔

بے کار سوال ہے۔ جیسا، سب دم دوڑنے سے بات کرنا بھی گوارا کرتا ہے۔ اب کی بحث میں اچھی ہے

اسے کم دھوکے کے خلاف میں بولنا شروع کر رہا ہے۔ کاشا واپس بیٹھ میں رہتے ہوئے شریعت تکی سے بولی۔

زمین خاموشی سے میز کھینچ رہی تھی۔

اب اس سوچ میں پڑ گئی ہو، کھانا شروع کر دو۔ پھر اندر چل کر مجھے تفصیل بتانا شروع کر دیا

سوال ہوئے۔ اس کا خفا بدل کر شریعت نے کہا۔

تم کیا روگ کی ساری تفصیل پر کچھ نہ؟ وہ بھی سر جھٹک کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اور تھوڑے

سے چاول، کباب کے ساتھ میز پر لائے ہوئے دیکھ کر سر ہل کر میں پوچھا۔

میں نے بھی۔ معلومات میں امتداد کروں گی اچھا۔ دیکھتے ہیں جو ہوش تھا ہے کبھی اس کی ضرورت

پڑ جائے اور تھا وہ طرح طرح میں بھی کسی جگہ شروع کر کے لیے جاکو؟ بات کا رن بے رہنے سے، حوالہ دے کر بول پیا

متم ہو گیا تھا۔

اور یہی طرح دوسرا لٹائی جاؤں۔ وہ رستہ بولی۔

جی نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ میں شریعت اور خان ہوں، لفظ اندر کا قطعی آسان نہیں ہے شریعت کے

سجدہ ہو جیسے میں غور نہیں بلکہ یقین بول رہا تھا۔ وہ یونورشی کھانے دیکھنے کی، میں شریعت نے عقیدہ

کہا۔

بلکہ نظر انداز تو نہیں کرنا بھی آسان نہیں زمین یاور۔

جانتے اس کی آنکھوں اور چہرے پر کیا قرین تھا کہ شریعت کچھ پتا نہ رکھی۔ اس کی بات پر ایک

بے ساختہ مسکراہٹ نے زمین کے لبوں کا حصار کر لیا۔

راستی؟ وہ آئے گلاس لیوں سے لگاتے ہوئے شروع سے پوچھا تو شریعت نے سر جھانکے میں

ذرا تھیرا دی۔

تھینک یہ سوچ رہے۔ وہ کرسی دھکیل کر آٹھ کی طرف بولی۔

کیا ہوا؟ اس جلدی کھانا کھایا؟ وہ شریعت متعجب تھی۔

ہاں۔ میں دل نہیں چاہ رہا۔

اور اس سے پہلے کہ وہ میز پر کچھ بہتے۔ کال بلی کی تھی۔

کون ہو سکتا ہے؟ یہ نظروں کی نظروں میں دھوکے سے ایک دوسرے سے سوال کیا، جواب نہ ملا۔

میں دیکھتی ہوں۔ شریعت نے زمین کیسے سے باہر نکل آئی۔

بل پر سب منتقل مڑا لی سے یہی جاتی جا رہی تھی اس سے بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ نوادر بہت محبت

جیسا ہے۔

میں نے ہاتھ پاؤں گھما لیے اب دم سے سفاہ۔ شریعت نے ہانگ لگائی۔

وہ مشکوئی پہنچی جلدی جلدی انداز لاس کر کے باہر نکلی۔ پرنیک کی روش سے گزرتے ہوئے

اسے لائن میں گونجی آواز سنائی دے رہی تھی۔

کون ہے؟ یہ گیت کون سے ہے اس نے پوچھا۔ اور جواب نہ پا کر گیت ٹھوڑا کھول دیا۔

آپ۔

بکھر کھڑے ایزد پھرائی کو دیکھ کر وہ گردے حیران ہوئی۔

ان شاء اللہ۔

ایزوں نے اس قدر انداز اختیار کیا ہوا تھا۔

دیکھ اسلام۔ وہ دھیرے سے بول کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ جیسی وہ بولا۔

ان کتابت باور اکل سے مجھے گرن نائل لانے کے لیے بجھا ہے۔ آپ کا وزن شاید بڑی ہے؟

اس نے تقریریں دیر تک کر خاموش کلاہی زمین کو دیکھا۔

نہیں فون توڑی نہیں ہے ہمارا۔ شاید غراب ہوگا۔ اس نے فوراً جواب دیا۔

بہر حال۔ آپ پشتر مجھے وہ گرن نائل لایں۔ وہ شاید بہت محبت میں تھا۔ تیزی سے بولا۔

جی ابھی لائی۔

وہ جلدی سے کمر گمے دھکی، پھر کچھ یاد آئے پر دوبارہ اس کی طرف رخ پھیرا اور جانے کیا سوچتے

ہوئے کون سے کی ٹوہ سے زمین کھنچ رہا تھا۔

کون کی نائل ہی تھی آپ نے؟

وہ تہہ بہ تہہ پوچھ رہی تھی۔ دراصل وہ اس کی اپنا ایک آمد پر پزلن جو رہی تھی جب ہی ٹھیک

سے سن نہیں سکی۔

گرن نائل۔ پراپرٹی والی۔ ایزد نے چوک کر سر اٹھایا اور قدرے اکھڑے ہوئے بلجے

میں کیا۔

جی۔ میں تلاش کر کے لاتی ہوں۔ آپ جب اندر تشریف رکھیں۔

اس کے گرد لکے انداز کے باوجود وہ دھیرے سانت سے بولی۔

نہیں مشکریہ۔ میرے پاس اس وقت اتنی فرصت نہیں ہے۔ بہت (ارنٹ کام) نہ تو تین

میں آنا بھی نہیں یہ انداز میں خود نائل لے آئے۔

وہ اپنے مخصوص رکابی سے صبر اور بلجے میں کہہ رہا تھا خفت اور فحالت سے اس کا چہرہ اشرار پٹ

گیا۔ بہت کچھ جانتے والا انداز تھا ایزد کا۔ اسے اس کا اہانت آئینہ ناگوار کرنا۔

کون ہے زمین؟ شریعت اس اعتبار میں باہر نکلی تھی۔

وہ خاموشی سے لان کے نرم گھاس پر اس سے، روز کی شریعت کی طرف چل آئی۔

ایزد دھمائی صاحب ہیں۔ ابی نے پراپرٹی والی گرن نائل منگوائی ہے؟

ایزد کے نام پر شریعت کے ماتھے پر پشیمانی پڑ گئیں۔

”انہیں بھیجیں کیا بد وقت تھی۔ انہوں کو دیکھتے ہیں، انہیں دیکھ کر ہاتھ بھجوا دیتی“  
 شرمین نے ملازمہ کو اسے نہ لڑا۔ ایزد کو شاید وہاں ہی ان کی طرف سے کام سے سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ  
 دونوں اس کے لیے کڑواہٹ اور افسوس کا شکار بن گئیں۔  
 شاید فرخ صاحب سے ہوا۔ الی نے لڑائی کیا تھا، انہیں ملا لیا تھا۔ بہر حال امی جی سے وہ بوجھنا  
 کے بارے میں، میں اس سب سے بددیتی ہوں۔ وہ شرمین کی کاروباری سمجھنے کے لیے باوجود رمانت  
 سے بولی۔  
 ”نہیں۔ میں اچھی جی سے بات نہیں کر رہی، تم کا جو خدو ان سے معلوم کرو، میں اس سب سے  
 دیکھ لیتی ہوں۔“ شرمین نے غصے سے وہ ناپ انکار کر کے اس سب سے طرف بڑھ گئی۔  
 پانچاراسے اوپر اچھی جی کے پیروں کی طرف نا پڑا۔

”آ جاؤ۔“ اس کے دستک دینے پر نہ است آواز نہی۔  
 اچھی جی کی مخصوص بیزار کن آواز پر وہ چند لمحوں کے لیے باہر کی گئی۔ پھر واپس  
 دروازہ کھول کر اندر آئی۔  
 ”کیا بات ہے؟“ وہ بیڑ پر نیم دراز اپنی نظروں کے نوکس میں اسے لیے ہوئے استفسار کر  
 رہی تھیں۔  
 ”وہ دراصل ایزد بھائی صاحب آئے ہیں۔ پر پراپی والی قابل ٹھکانے ہے۔ اے الی نے“  
 اس نے واپس سے ساری بات بتادی۔ خیال تو یہیں تھا کہ اپنے لیے انہیں سلام کرے گی کہ انہیں  
 نے بہت ڈی اور سوال داغ و سواسے میں جواب دینا پڑا۔  
 ”کیسے کیا معلوم، کہاں ان کی فائز۔ میں کوئی سیکرٹری بھی ہوں ان کی؟“ حسب سابق وہ چلا پڑا  
 ہو گئی تھیں۔  
 ”مجھے بھی پتا نہیں ہے۔ اس لیے آپ سے پوچھتے ہو گئی تھی۔“ وہ نظریں تو کھانے ہوئے سخت  
 سے بولی۔

”جسے دو جا کر نہیں ہے۔ یہاں کوئی فانی۔“ خود دیکھ کر یہ اپنی چیز پر میرے پاس آئی فرصت پہنچا  
 کر فضل کا سون میں ہلکان ہوئی پھر۔  
 ”وہ کہاں سے پاس؟“ کہیں کتا نہیں، جانتے تھے، فانی کا نشانہ رکھنا اور تھا ان کا۔  
 ”اور ایزد کو بھیجیں گے بھلا کیا ضرورت تھی۔“ دریاں نہیں انہیں کہ گھر میں صرف دو لڑکیاں موجود ہیں۔  
 ”جس کو دل چاہتا ہے، اچھا کر کے دیتے ہیں۔“ وہ گھر سے باہر سے لایا تھا۔  
 ”وہ ان کے غصے کا اصل محرک جاننے سے قاصر تھی۔ سو سو بیوی خالی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی  
 مگر ان کے لیے تو سراسرے ہی ہے۔ یہاں سے کہاں کا جوا نہیں گھرانے کا خیال ہو۔“ دیکھ لیا تھا  
 سے پہلے نہیں لوٹیں گے وہ اور جب انہیں گئے تو ان کو ان کی شرمین کو دیکھنے کے لیے مگر  
 وہ غائب تو نظر پڑا۔ اس سے گھر کا گڑبڑ بڑا لے لایا تھا۔  
 ”وہ تیرے یا تیری میں بھلا کیا کہیں کہ تو تقریباً روز کا معلوم تھا۔“ الی اور اچھی جی کے درمیان جو  
 تھا۔ ”اما تھی۔ اس کا اندازہ اس سب سے ہو رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ ان دونوں نے اپنے مابین موجود نا  
 اور بڑھتی ہوئی گھٹنے کی بھی کشش ہی نہیں کی تھی۔  
 ”کیا ہوا تیرے میں، ان کا خیال مگر؟“ شرمین نے خالی ہاتھ کر کے میں داخل ہوئی اور سوال کر ڈالا۔ مگر  
 اس سب سے وہ موجود نہ تھی۔  
 ”نہیں۔“ وہ پلٹ کر مختصر آ بولی۔  
 شرمین نے نظروں ہی نظروں میں گھڑے لیے بیٹھی اچھی جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سوال

کہ: ”انہیں کیا ہوا ہے؟“  
 ”پتا نہیں ہے۔“ مگر اس نے شلمے انچکا دے اور اچھی جی کی طرف زور پھیرا۔  
 ”آپ مجھے لاکر چاہیوں دے دیں، میں اس میں دیکھ لیتی ہوں۔“  
 ”نہیں ہے اس کا۔“ شرمین نے جاکر بتا دیا کہ اس کا فائدہ اس کے لیے ہر دھرم گئی تھی۔  
 ”مگر ایک بار چیک کر لینے میں کیا حرج ہے؟“ شرمین سے رہا دے کیا تو فوراً بولی، غصہ جاتی  
 تھی کہ اچھی جی کی طرف سے اس کا فائدہ اس کے لیے ہر دھرم گئی تھی۔  
 ”شرمین!۔“ اچھی جی نے اسے تادیبی اور تنبیہی نظروں سے گھورا۔ ”اپنے کام سے کام رکھا کرو  
 سب سے۔“ جب کہ وہ لاکر نہیں ہے لاکر میں فانی تو پھر بحث مت کرو اور جاکر وہ دیکھ کر  
 تم سے کہا ہے۔  
 ”وہ انہیں بار بار دیکھ کر گھٹ گھٹ کر رہی تھی۔“ گویا گھٹنیں تھا کراہ جاؤ۔“ مزید بحث کی گنجائش نہیں تھی۔  
 ”چلو۔“ شرمین اس کا بازو دیکھ کر ہارے آئی۔  
 ”مجھے پتہ ہے،“ فانی موجود ہے لاکر میں گرائی جی نفس۔“ شرمین باہر آتے ہی دیے وہ  
 پیسے بھی غصے سے بولی۔  
 ”پیارے شرمین! تم کو کچھ مدت پولا کرو۔“ وہ اس کی ہات کاٹ کر مت سے بولی۔  
 ”کیوں نہ ہوں۔“ وہ دونوں بلاوجہ برسرِ کار پڑے ہیں۔  
 ”یہ ان دونوں کا آپس کا معاملہ ہے۔“ وہ بیڑ چھان آتے ہوئے یوں بولی جیسے اس بات  
 سے اس کا کوئی سروکار نہ ہو۔  
 ”نہیں۔“ شرمین نے اس کا بازو دیکھ کر پوچھنے سے انکار کیا۔  
 ”یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے زمین باور اور میں تمہاری طرح کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر تمہیں  
 موندنے حقیقت سے روکتی ہیں۔“ وہ بیڑ چھان آتے ہوئے یوں بولی جیسے اس بات  
 شرمین درحقیقت سخت براؤ فرقت ہو رہی تھی۔ تا ساف اور آرزو تو وہ بھی تھی مگر زمین کے  
 سامنے خود کو کیڑا دکھانے کی بیوری تھی۔  
 ”جب ہم منتظر رہنے پر تیار نہیں تو گھر کے لیے میرے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں۔“ وہ ٹھکے اور  
 اٹکے ہوئے انداز میں کہہ کر اسے دیکھنے کی جہ اس وقت سخت ملاں میں تھی۔  
 ”تم اسے نگاہ پھیر لینا کہتی ہو جب کہ میں اسے نگاہ چرانے کے مترادف سمجھتی ہوں زمین باور“  
 شرمین ہمیشہ کی مذاہج تھی، اس وقت بھی سخت پھل پھل رہا اور کوئی کاشا نہ تھی۔ اچھی جی اس  
 اس طرح روٹی اور صاف گوشت سے غافل رہتی تھیں۔ شاید اس لیے الی اس کی بات کا بہت دیا کرتے  
 تھے، وہ بھی یہی کہیں کہیں کوئی کاشا نہ تھی۔  
 ”جب کہ زمین اپنی نظریں خاموش طبی اور حالات کے باعث پیدا شدہ بزدلی کی وجہ خاموشی اختیار  
 کیے رہتی تھی، اس لیے الی اور اچھی جی دونوں اس کے معاملے میں ہمیشہ کوتاہی ہی پرستے تھے۔  
 یہاں بھی شرمین اس کے کام آ کر تھی گزیرہ تو خود راہنے لیے کہ نہیں کہہ رہی تھی۔  
 ”پیارے شرمین! دیکھیں ہوجاؤ۔“ ہوسکتا ہے، وہ فانی، سامنے کوئی نہ تھی۔  
 ”کہہ کر کہیں گے ہوں۔“ وہ نرم پیسے میں اسے بھجوا رہی تھی۔  
 ”معاذ! ایسا ہرگز نہیں ہے۔“ یہ بات بھی باقی ہوا زمین میں۔“ شرمین نے ٹوک گئی۔  
 ”اسی اشد میں دور دل و دلدارہ کے بارہ بنگ آٹھی۔  
 ”چلو جا کر ان کو صحت کو نہ شکر دے،“ شرمین نے کہا۔ ”اگر وہاں کوئی نہ ہو تو کہے میں بیٹھی کاتی  
 رہتا۔“ شرمین نے سخت نظروں سے دیکھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔  
 اس کا دل کھلا، اسے روک لے کر وہ اس وقت سخت بھائی ہوئی تھی، اس سے کچھ کہنا افضل تھا۔

”وہ فرمایا۔“ وہ گہری سانس بھر کر چند لمحوں کے اندر آگے بڑھ کر آیا۔ پھر اٹھ کر تہ تیغ دیتے ہوئے باہر نکل آیا۔ آواز بھرائی گئی تھی کہ باہر سے برافروزش آ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی غضبناک ہوا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ خالی تھے۔ جب کہ وہ آگے دوسرے ایک اہم منیجر کے کمرے کو گرا گیا تھا۔ اس فٹ بال کھیل کو لاکر چالی نہیں ملے، یہی اور قابل لاکر نہیں ہے۔ وہ یوں نظریں نیچا کر بھڑانہ انداز میں بولی کہ اپنی دکان کی بائیں بالکل ہی لوز ہو گیا۔ میں مطلب ہے آپ کا؟ میں یہاں یہ سہولت کلمات کہنے آیا ہوں۔“ وہ بالکل اپنی کار پر ہوتا تھا۔

سیکڑوں میں قبر پر سانس لگا۔  
”دیکھئے۔ میں کیا کر سکتی ہوں جب کہ چالی ہی موجود نہیں؟“  
وہ اس کے شعلے انداز سے کھڑکی میں۔ سنت کبیر توش روگوں سے اسے ہمیشہ خوف محسوس ہوتا تھا، جیسوں وہ اب اسے بھی دھروڑ رہی تھی۔  
”یہ کیا نہیں آپ کا مسئلہ ہے سہیں آپ۔ میں جا کر اٹھ کر بیٹا ہوں، وہ خود ہی ہٹ لیں گے اس مسئلے سے۔“ وہ چند نظروں سے۔ دیکھ کر غصہ اور صحت۔ مجھے بچے میں اسے سنت مست سنا سنا ہوا۔ اپنی گڑبگڑ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کھینچ کر اندر آ کر بند کر کے اندر نکلتا آئی۔ اسکو سے واپس پر ویسے ہی تھکن ہو رہی تھی۔ اگر اندر نہ آتا تو وہ جا کر اب تک سوئی ہوئی ہوتی۔ اس نے شرمین کے کمرے میں جانا، وہ کھٹے میں سر نہ پینے لگی تھی سو وہ اسے دھڑلے کے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی۔

”اب کیا ہو گا؟“ کی گزردان سے سنت پریشان کر رہا تھا۔  
”یہ تو ہے تمہارے کشم کو اب نے گھر کا ایک شہر گھر کر دینا تھا اور شاید اسی لیے آج ہی نے قہراً یہ حرکت کی تھی۔ سو وہ دل ہی دل میں بہت بھی ہوئی اور ہم اسان تھی۔  
گو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مچھن سے یہ سب کہ قہر دیکھ کر آ رہی تھی مگر ہر بار اس کے اندر انتہائی خوف جنم لے لیتا تھا جتنا کہ وہیں سے ڈر رہا ہوتا تھا۔  
آج وقت تو کہ نہ سن تھی لہذا وہ جاتی تھی مگر اب جب کہ وہ با شہور ہوئی تھی، اب وہی ایسی باتوں پاس کا دل خزاں رسیدہ ہے کہ اندک کا بیٹا تھا۔  
وہ سیر نہیں تھی کہ وہی Who came here کہہ کر شالے پہنچائی، ادرہ سے ادرہ ہو جاتی۔ وہ شرمین بھی نہیں نہیں تھی کہ کھٹے سے کب جھک کر آتا تھا عین حال میں۔  
وہ زمیں پر وار خان تھی جسے ملے ملے خوشی کا غریب ڈرا تھا۔ وہ کچھ کہ نہیں تھی کہ آتی جرات ہی نہیں تھی اس کی گھر سب کچھ دیکھتے ہوئے خود کو سب با قاعد سے سمجھ کر رکھ کر مضبوط بھی نہیں تھیں سکتی تھی۔

پچھن سے جو خوف اس کے اندر کھڑی اسے بیٹھا تھا، وہ آج بھی اس پر محکوم تھا۔

”سنو زہا۔ میں تمہارے ساتھ گھر نہیں جا رہی۔“ وہ دونوں پر انٹش کی طرف بڑھ رہی تھیں اس لئے بڑے سکون سے اعلان کیا۔  
”ا۔ نہیں۔“ ومارخ تو درست ہے تمہارا؟ زہا بچے پیشانی پر چھو کر اسے دیکھا۔  
”میں ہوں۔ بالکل درست ہے۔“ ہوا وہ بھی شعلہ باز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔  
”پاگل ہوئی ہو۔“ گھر نہیں جانا تو کہاں جانا ہے نہیں؟ زہا اس نئی آواز پر بوکھلا رہی تھی۔  
”دادا اہان کے بال جہاڑی ہوتی ہیں۔ تم آجی اور آجی کو بتا دینا۔“  
”آس کا اطمینان قابل رہتا تھا، خرے سے چیر چم چپا تے ہوئے اس نے یوں کہا جیسے یہ کوئی بات ہی نہ ہو جب کہ گھر سے بتا کر نہیں جاتی تھی۔

”پڑھیں صبر، فضل باتیں سنت کر اور میرے ساتھ گھر چلو۔ اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے زہا نے قطعیت سے کہا۔  
”نہیں۔“ اس نے ہرٹ دھرمی سے ہاتھ چھڑا لیا۔  
زہا نے غصیل نظروں سے ٹھک کر اسے دیکھا۔  
”میں شام کی جانوں کی دادا جان سے مل کر تمہاری بات کو سمجھا دینا۔“  
اب کے ذرا ہم نرم ہیں، یوں مگر زہا دیکھ ہی کھڑی تھی لال جھپک جھپک چہرے جیسے اسے سن ہی نہ رہی ہو۔

”سن رہی ہوں۔“ اس نے زہا کا شانہ ہلایا۔  
”نہیں۔“ وہ بھی آجی کی طرح پکھینے پر تھی۔  
”خار کا لڑکے کو دلو۔“ یہ بھی وہ سنجیدہ ہو گئی۔  
زہا نے اسے دیکھا تو پسلی کا اختیار کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نظر نہیں آیا مگر پھر بھی ایک اور کوشش کرتے ہوئے اسے سمجھنے لگی۔  
”تم بعد میں آنا سمجھو۔“ جیسا کہ وہاں کے ساتھ کچھ جگہاں خود تھیں لے آئیں گے۔ اس وقت گھر چلو کیونکہ تم کسی کو گھر پر جاتا ہی نہیں ہے۔“  
”تو تم بتا دینا۔“ اس کا اطمینان بخند نہ تھا۔  
”پھر وہی بات۔“ زہا جھٹکی۔ ”تمہارا جھٹک نہیں لگتا، تم گھر چلو۔ بعد میں تمہیں کوئی ڈراپ کر دے گا۔“ غصہ تو اسے بہت آیا مگر پھر بھی زہا اختیار کیونکہ صبر اور اطمینان کھیر تھی۔ یوں بھی وہ یوں سو رہی تھی کہ سرور تھیں لہذا خود پر کشم و کشم کرنا پڑا تھا۔

”ابھی تو میں ہمیشہ ہی آتی تھی زہا۔“ آج کیا کوئی بات ہے۔ میں بھی دادا جان کے ہاں میرے علاوہ کوئی جانا پتا ہے؟“ وہ آڈری سے بولی۔  
زہا نے غصہ سے ہو کر نظر کھٹائی۔ وہ بھی تو اور وہ کی طرح دادا جان کے یہاں جاتے تھے۔  
”ادب اور تو فراق دو۔“ یہ سن کر زہا نے آج کیا کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔  
”بقول صبر۔“ فرما کہ جیسے کھٹوں میں سے چھوہ کھٹے تو دادا جان کی طرف ہی گزرتے تھے۔  
”وہ تو ٹھیک ہے مگر۔“  
”اگر مگر گھر نہیں۔“ اس نے آجی کو بتا دینا۔  
زہا کو فراق دو۔ یہ سن کر وہ کھیر کر اس نے جلدی سے کہا اور پھر شکر کر شوق سے اسے دیکھتے ہوئے قدرے دھکاک کھائی۔  
”البتہ نہیں اگر کوئی پیغام بھی ہو تو بتا دو۔ میں پہنچا دوں گی۔“ بڑا فراق لانا انداز تھا اس کا، لہذا بدشکل شکراٹھ ضبط کر گئی۔  
”کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے کہنے کی سمجھیں؟“

”خٹکے کے اظہار کے طور پر اس نے ہاتھ پر شکنیں ڈال لیں تو صبر دھڑکا۔ اسے ہنس چڑی۔  
”چچ۔“ بڑے افسوس کی بات ہے، وہ بچے جیسے تمہارے بھتیجے میں سچے ڈرا دینے جارہے ہیں اور تم کو کوئی پروا ہی نہیں ان کی۔ ٹھیک ہے کہ میں کے کوکھ دوں گی کہ پھر میں تم میں سے فضل لوں گی۔“ ہزاروں اچھی اور خوبصورت روایاں۔  
”چپ کر تم ہی جا لو۔“  
اس کا پھر کئی ہونے سے پہلے ہی زہا نے اس کے ہاتھ پر پکھیر کر شرارتی میٹھی لے روئی سے کھینچ ڈالیں تو اس کی زبان کو پرک ٹنگ گئے۔  
”سوچو نا، مجھ سے میرے کرم اچھا نہیں کہ رہیں؟“



وہ مسکراتے ہوئے سر جھٹک کر چلنے کے لیے بولی تو وہ دلا دل کا سر پر ٹھٹھے لے  
خوافی کی کرن کی آنکھ اٹھی تھی اس کے۔ سادات فرما کر کام لے کر ننگی آزار بناتی رہتی  
تھی۔ اگر زود پا کر دیکھ دیتی تو غضب ہو جاتا تھا۔  
"دفعہ ہفتم۔ جاؤ جہاں جانا ہے۔ مگنا پھر شام کو واپس ہے۔ سبھی جان ایسی کا سر سلیبی کی کہ نانی  
پاد آجائیں گی یہ زود بھلا ہٹ سے تمنا ہے چہرے سے ہٹا دیتی۔  
"شر نانی کو تو تم بعد میں یاد کریں گے، ان کا دادا بابت سے خوش تعلقا حاصل کر لیں یہ فائل میگ  
میں غولتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے کہا۔  
زود سوانے بے جا کر کے گھر کے لیے کہہ کر نہیں سکتی تھی۔ اس اثناء میں پوانٹ بھی آ گیا۔  
"تم کو تو صرف سلام دوں بھلا؟ وہ اسے پھیرنے سے باز نہیں آ رہی تھی۔  
"کوئی ضرورت نہیں یہ زود کا موداب واقعی آ ہو چکا تھا۔  
"دادا جان کو بھی نہیں یہ معصومیت سے انھیں پچھانی تو زود کا کر را دتھ ساری معصومیت  
ہو کر گیا۔

وہ دانی بھرتی بنجوں  
کہیں پھر کسی سر پاؤ آیا!  
جواب میں اس نے اپنے منسوب لب و لہجے میں غصہ پڑھا تو زود مسکرا ہٹ دبتے ہوئے بظاہر  
مادیات سے پلا تے ہوئے پوانٹ میں سوار ہو گئی۔

ایک فیض و غضب سے بھری آواز میں کہہ کر بڑا گڑبڑیٹھی کہے کا دروازہ بند ہونے کے  
باوجود ان کا قہر سانا لہجہ اس کی ساقوں کو خلیلا رہا تھا۔  
"تم مجھ کے لیے تو اسے سمجھ رہی نہیں آ کیا کہ بول رہا ہے پھر کمر کی پ نظر پڑی تو اتنی شام کو دیکھ  
کر دن کا تمام منظر آنکھوں میں آ کھڑا ہوا۔  
"وہ کیا ای آئے؟

"کچھ بے بال سبک ہوئی نظروں سے اُس نے دروازے کی جانب دیکھا۔  
ایک غصیلہ لہجہ اور انہی جی کی پیش سے بھری آواز میں اس کے اندر سراسیمگی پیدا کر رہی تھیں۔  
یقیناً فائل والی بات پر وہ دونوں میں ٹکرا ہو رہی تھی۔  
ایک لمحہ کو اس نے سوچا۔ آٹھ کر پڑ جانے کو مہربت جواب دے گئی۔  
گو کہ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ پیش سے ای ای اور انہی کی کبھی نہیں بنی تھی۔ شوگر کی پڑھو  
پرقدم رکھتی پھر شربین اور زمین کے اذنان اس سورا کال سے واقف ہو گئے تھے۔ اور پھر سارا لہجہ  
اس کے لیے کے سامنے ہیں پر دان پڑنا تھا۔  
گھماپ بھی ای ای اور انہی کے اختلافات لے اسی طرح غور ہو اور اسان کو دیتے تھے جیسے کہ

ساون پیلے نہیں ہیں وہ ہم کا تھی۔  
"ارے تم کڑ لہجے۔ وہ وہ خدشہ میں سر تھا ہے میٹھی تھی کہ زمین دروازہ کھل کر اندر چلی آئی۔  
ہوں؟ اس نے سر اٹھا کر گولی ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔  
"ظاہر ہے جب صور اسرافیل پھونکا جائے تو پھلا غرے کیسے سوئے رہ سکتے ہیں؟  
شرین کے کاٹ دار اور اسٹاف پیچ اور طنز جو لے کر وہ بات کاتے تھی۔ اپنے ہی سوال کے  
جواب پر وہ استغناء پر ہو گئی تھی۔  
"کیا ہوا؟ اس نے جرات کر کے پوچھ لیا۔  
"کچھ ایسا خاص نہیں۔ روٹھیں کا کاروائی نہیں ہو رہی ہے۔

بظاہر شربین بہت نامل انداز میں بولی تھی۔ گمروہ جانتی تھی کہ اس کے اندر اس وقت کتنے گرواب  
بن رہے تھے۔ دونوں نے زبردست طوفان کیا ہوتا تو بھی وہ یہی بات سمجھ کر اندر نظر آتی تھی۔  
پڑ سکون اور مٹھتی۔

"فائل کی اور کیا؟" اس نے شربین کا لہجہ اور جملہ نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔  
"ان میں کوئی۔"  
"کہاں ہے؟"  
"وہیں۔" لاکر مہیا ہے۔" طنز بھری مسکراہٹ شربین کے لبوں پر اٹھ رہی تھی۔  
"اوہ۔" وہ اندر دھڑکی۔

گو کہ اسے بھی یقین تھا کہ انہی کی مقتصد صرف ان کی کو زور کا ہے اس لیے انہوں نے فائل چپا  
لی تھی مگر سبھی دل میں یہ خواہش بھی تھی کہ اس بات قطعی ثابت ہو جائے۔  
"کہاں ہے تم تو میں سٹاف نظر آ رہی ہو جیسے قہریلے سن کر حیرت ہوئی ہو۔"  
شرین کی آنکھوں میں انہی اور لبوں پر شربین بھری مسکراہٹ تھی۔ وہ اسے کچھ کہانے کیوں بکھرنے  
مندی تھی۔

"آئیے دکھ اور مالال کے اظہار کے لیے اس کا بھی اپنا ہی طریقہ تھا۔ خود کو بھلائی۔ اپنے آنسوؤں  
کی تفریق اور زمین کے سامنے اپنا دل بھلائی تھی۔  
"پہن شربین۔" لہجے میں بات مٹ گیا کہ وہ تہی ہوئی۔  
"کیوں؟" اس کے دہانہ ہنس۔  
"آزادوں اور کٹ شکے سے بڑی اس کی کھوکھی ہنسی زمین کا درد بڑھا دیتی۔

"اپنے اوپر اتنے غرور نہ پڑاؤ شربین، خود سے کچھ جاؤ گی۔  
شرین کا ہاتھ پکڑ کر وہ روٹی تو ایک ٹانے کے لیے شربین میں سے نچھو ہوئی مگر اسے ہی لے  
اس نے خود کو سنبھالا اور اپنے ہاتھ پر رکے زمین کے ہاتھ پڑھنے سے دباؤ ڈال کر اس کا چہرہ  
اوپر کی طرف کیا۔

"پہن شربین یہ آنسو صاف کرو، میں بالکل ٹھیک ہوں۔" اس نے اپنا کتھا کس کر اس کی  
کلیں کے آنسوؤں کے وہ چھلک میں تھی اور دایہ نشی تھی کہ اسے اپنا کتھا کس کر اس کی  
عادت اور اب تو میری جنتا بنا گیا تھا۔  
"نہیں خود پر غرور نہ پڑنا ہی ہوں اور نہ ہی خود سے کچھ نہیں ہوں بلکہ تو مجھے کہہ کہ میں اپنا آپ  
تلاش کرنے کی کوشش میں ملکان ہو رہی ہوں۔" شربین کا انداز کھوٹا تھا۔

"تم خود بناؤ شربین اور زمین کے اذنان اس سورا کال سے واقف ہو گئے تھے۔ اور پھر سارا لہجہ  
عزت نفس خودی اور ہار کی حیثیت خودی بات سے تھلے ہے پر جا رہا ہے انہیں تمام عمر لے اختلافات سے  
مرکوب رہا اور اس سامنے کھیل میں ہار کا ان نقصان ہوا۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ تو ہم بھی  
روٹی کیوں خود کو زور نہایت کرنے کی کوشش کریں؟

"زمین کا شانہ نہات ہے وہ وہ سوال پر پھر دیکھی تھی کہ جواب زمین کے پاس نہیں تھا۔  
"مگر میں اپنی ذلت کے ساتھ یہ ظلم نہیں کرنا چاہیے۔ ہر جہیں ویسا نظر نہیں آتا چاہیے ہیں۔  
خود کو بظاہر مضبوط نہایت کرنے کی اس کوشش میں ہی اپنا آپ اندر سے کھوکھلا مت کرو۔"  
شرین اس آنسو صاف کر کے جیسے اس سے التجا کر رہی تھی۔  
"تمہارے اندر اسونچ ہوتے ہیں انہیں بہ جانے دیا کہ شربین۔" نہیں تو یہ اندر در و دیکر  
عزت کو کیوں زور کریں گے۔  
وہ شربین کے اندر بچے ہونے والے لاوے سے ڈرتی تھی جیسی بھی روز چھوٹ سکتا تھا شربین

اس کی بات پر یک دم بے مدلول نظر آئے تھے۔ اتنی ہی ادراک کا ٹکڑا ابھی تک جاری تھی۔ آواز میں یہ سہماتوں کا بوجھ ہی نہ تھا۔

”میرے اندر آسٹوہین ایک سمندر ہے زمین، اسے اندر ہی رہنے دو، اگر یہ باہر گیا تو سب کچھ تیرا نہیں کرتا چلا جائے گا؟ وہ درمیان دوپے ہوئے جیسے میں ہوں اور پھر چھٹی کھلے زمین کی طرف دیکھا۔ شاید مجھے بھی۔

زمین کے اذیت کی شدت سے مغلوب ہو کر آٹھیں بند کر لیں۔

”ہیں خود کو بھر لے نہیں دینا زمین کو کھینچیں سینے والا کوئی نہیں۔ ہم اگر ٹوٹ کر رہ نہ رہو بھی ہو گئے تو میں بجائے کوئی نہیں آئے گا۔ سمجھیں۔“

زمین کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اس نے کہا تو زمین نے توب کر اسے دیکھا۔  
”ہاں ٹھیک ہے، ہاں ہوں میں، میں تو خود کو بند کر رکھا ہے۔ چاہے کشا ہی کوکھ ہو، خود کو اپنے حوصلے کو بھال رکھنا ہے۔ اپنے زکوں کا سہم رکھنا ہے یعنی۔“

”وہیں تک آ کر دوسے مضبوط قسم ہے

جہاں تک شکریا جا رہا ہے!

یہ جانتے زمین کے اشلوں کا شر تھا چاہے او، وہ واپس اپنے بہت افزا اور حوصلہ بڑھانے والے جیسے کو بھال کر نہ میں کیا سب ہوئی تھی۔

زمین نے چند لمبے تیرت اور خاموشی سے اس کے بل بل بلے ٹوٹو کو دیکھا اور پھر اس کے آٹھنے پر خود بھی آٹھنے لگی تھی۔ تیرت جلد ہی چڑھتا تھا یعنی شر میں خود پر۔ وہ حیران تھی۔

”تم جاؤ۔ منہ دھو۔“ تھوڑا فریش ہو جاؤ، دیکھو تو روبرو کرم نے اپنی کیا حالت بنائی ہے۔ وہ کرم سے جانتے جانتے پلٹ کر اسے دہات دیتے ہوئے ہوئی۔

”نہیں پہلے میرا اپنی اور اتنی ہی کو دیکھ آؤں۔“

گھول پر غہری بڑھوں کو انگلی سے صاف کرتے ہوئے اس نے باہر جانے کا قہقہا کیا تو

شرمیلے نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ابی لیلیا اڑتی ہیں پناہ لے چکے ہوں گے اور اتنی ہی اپنی خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے لیٹ گئی ہوں گی۔ لہذا تم زحمت نہ کرو اور اب اپنے گھر کی روایات کو سمجھ لو۔ ہمیشہ جنگ کے بعد میرا دل کارزار کا ہی جھٹکا ہوتا ہے۔ آج کوئی نئی بات نہیں ہوئی ہے۔ تم فریش ہو کر کھینچو آ جاؤ۔“

خوشی چاہتے ہوئے اس کا ہاتھ مارا منتظر ہے۔

”شرمیلے نے تیزی اور روانی سے کہتے ہوئے اسے داخلہ دہم میں دھکیلا تو اسے اتنی ہی ادراک کے پاس جانے کا ارادہ ملتی کہ تار پڑا۔

”اڑو اور باز بٹو شاید بیٹھے کے بعد میں نہیں زمین کا سیکش کیسے کہے پاؤ؟ وہ سلمان گروہی کے کمرے میں بیٹھا اپنے بیٹے کے آگے کمرے کے کمرے سے تیار تھا۔

”ہوں۔“ سلمان صاحب نے فائل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے سر اٹھاتے میں بلایا۔  
”یقیناً کچھ بڑا کام ہے اور فرصت تمام ہو چکے کرم کی گھر مجھے یقین ہے کہ یہ خود کو سونالیں کی آئی تھک شہنشاہ اڈا شیلیٹ۔“

وہ اپنی پرفیشنل رائے دیتے ہوئے بولا تو سلمان صاحب نے زمین کا بیٹو دیا پڑتے ہوئے کیم کمرہ بھاڑا اسے دیکھا۔

”زمین کو کس سے پہچانتے تم۔“  
”مک آنا کر ایک طرف رکھتے ہوئے پاپا نے اس سے سوال کیا تو وہ قدرے چمکا اور پھر

لامعنی کے اظہار کے طور پر شانے آچکا کہ جواب طلب نظر ہی ان پر مرکوز کر دیں۔

یہ یاد رکھنا یہی میرے پرانے دوست یاد رکھنا تھا۔  
”جوں نے اسے بتایا تو وہ حیرت سے سمجھیں آچکا کہ وہ کیا جب کہ سلمان صاحب کے چہرے

پر سیدہ کی لالچ صاف بڑھا جا سکتا تھا۔  
”تم نے اچھا کیا اس کا شکریہ کر لیا۔“ واقعی یہی بہت سمجھلدار اور حساس ہے۔ ایک حساس

ٹیچر علم کے فروغ اور ترقی کے لیے بے حد محنتوں ہوتا ہے۔  
وہ اسے سمجھا رہے تھے اور وہ پاپا کی ایک بات کسی اہم نہ تھی۔ افسانہ میں میرا محفوظ

کرنا چاہا تھا۔  
”اب تو یاد رہے میرے ٹیچر رہے نہیں۔“

”کیوں؟“ وہ بے اختیار پوچھ رہا تھا۔ پاپا نے چند ثانیے تک اسے دیکھا اور پھر بولے۔  
”وہ بڑا کرا کرا کر نہیں سمجھ سکتا۔“ جب کہ میرے بچے اصول و ضوابط سے بہت کم تھیل کے

لیے میں نے اس کو قائم کیا تھا سواس کی اور میری بن کر کسی البتہ اس کی دونوں پیشانی کے پیش  
”اچھی گفتگو تھی ضرور ہے زمین تو بہت معصوم رکھی ہے۔ آج سے پانچ سال پہلے جب میں بھی

یاد کی طرف توجہ دیتی تھی مجھے معلوم ہوتی تھی۔ ان کی ٹیچروں پر افسانہ میں رہتی تھی، ابھی تھا، ابھی تھا  
سلمان صاحب کے ساتھ۔“

سلمان صاحب اتنی محبت سے اس کا ٹکڑا کر رہے تھے کہ وہ یہ سوچے بغیر نہ سکا کہ آج بھی  
اسنے سال گزرنے کے باوجود اس کا نقشہ جس کے دل میں چھوڑ دیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں پلازمینت الو

شفقت یعنی اس کے لیے جو ان کے سامنے عروج میں تھی۔  
”واقعی بعض لوگوں میں مقامی کشش ہوتی ہے اور زمین یاد رکھنا بھی۔“

ایک ایک رنگ کر رہے ہوئے۔  
”کیا ہوا، تم کیا سوچتے گے؟“ وہ جانتے کیا سوچے جارہا تھا کہ پاپا نے اسے ٹوک دیا۔

”تھک گیا۔ صرف یہ خیال آ رہا تھا کہ آپ نے انہیں ایک رنگ یاد دھکا ہوا ہے؟“  
وہ غور میں بہت طویل وقت آتا تھا، ابھی بھی سرف سے حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا۔

”ہاں۔“ سلمان صاحب کرسی کی بیک سے سرٹکا کر سکرادے۔ تو دیکھ لیتے بہت ابھی تھی  
بلکہ میں نے اس کے لیے جانتے کیا کیا پلان بنا رکھے تھے مگر۔ بہر حال۔“ وہ خود غلطی سے نکل کر

اس کی طرف متوجہ ہوئے۔  
”تم نے زمین کا اپنا ٹیچر سمجھا ہوا؟“

”نہیں، ابھی میں تو آپ سے ٹکس نہیں کیا تھا۔“  
”ٹھیک ہے، اب تم اسے خون پر اڑھنا کہے دو کہ میں سے جو اتنی کرے۔ مزید تاخیر نہیں

ہونی چاہیے۔“ وہ دیکھ کر اسے لہو سے کھڑکھڑا کر فائل بند کرنا آگیا۔  
”اؤکے۔“ اسے تاملی رہے کہ پھر وہ اپنے آٹھ کی طرف آیا اور ساتھ والے کمرے میں بیٹھ کر

کو درایت کی کہ وہ زمین کے گھر فون کر کے اسے جو اتنی کرنے کا کہے اور ساتھ ہی اپنا ٹیچر بھی  
مناہج کر دے۔

”میں بلاؤں پھر کس نے کال بیل پر ہاتھ رکھا تو پٹانے کا نام ہی نہیں لیا یہاں تک کہ خان بابا نے  
اکر دروازہ کھول دیا۔“

”ابا۔“ صہبہ بیٹی آئی ہے۔“ آؤ آؤ۔“ خان بابا اس کی آمد پر ہمیشہ غرض ہوتے تھے۔ فوراً راستہ  
دیتے ہوئے بڑی محنت سے بولے۔

”واجاب کہاں ہیں؟“ وہ سخت بھٹکتا ہوا تھی۔ اندر آئے ہی باؤا بڈنڈ پوچھا۔  
”اپنے کمرے میں ہیں۔ تم بیٹھو میں بلاتا ہوں۔“



ہر ماہ بھی سوچتی کہ اس مرتبہ داجان کے سینے کا راز ضرور حاصل کرے گی مگر ہر مرتبہ وہ بڑی خوبصورت سے ٹال دیتے تھے۔

ابھی بھی وہ اسے ادھر ادھر کی باتوں میں لگا چکے تھے۔ اسی اثناء میں خان بابا نے کھانا گانا دیا تو وہ اظہارِ کراہٹ کے ساتھ روٹنے لگی۔

وہ دانش روم سے اُترتا ہوا تھکے دھوکر بالوں کو پریش کر رہی تھی جب ڈائمنڈ روم پہنچی تو داجان کے ساتھ والی کرسی پر فرما کر بیٹھ کر کہنے لگی۔

”اسلام علیکم۔“ کھانا کھنا کر اس نے اپنے آگے کی اطلاع دے کر فرما دے چنگیز کہ اسے دیکھا اور پیچہ خریدنے سے بہا بہ دے کر خرید و عاقبت پوچھی۔

”الحمد للہ باکل شکمک ہوں۔“ اس کے لوگ ہیں کہ ہمارے ہیں۔

کرسی پیچہ کی طرف سے نظارہ وہ بے نیگی کے کہہ رہی تھی۔ بڑ بڑا ہٹ خاص ہوئی تھی صرف فرما دین سن سکتا۔ اور یہ بول کر رو رہی۔

پوچھ کر کیا مطلب ہے؟“ سوالی اس کی آنکھوں میں صاف پڑھا جا سکتا تھا، صبیحہ کو تہی ضبط کرنا مشکل ہو گئی۔

”کھانا کھاؤ بیٹا، کیا سوچ رہے ہو؟“

داجان نے ان دونوں کو دیکھا تو وہ فوراً اپنی جانب جا کر دیکھ کر کہنے لگی کہ کھانا کھاؤ بیٹا۔

فرما دے شادی نظروں سے دور کر دیا تھا، کبھی کبھی اس کا مذاق جان پر بنا دیتا تھا۔

کھانا کھانا دیا جان کی پچھلی اور صبیحہ کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ ان کا کیا کیا۔ اس کے بعد داجان کوئی کلمہ نہ کہنے لگا۔

وہ تنہا ہی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے ساتھ چلا آئے۔

داجان کی باتوں میں مشتعل رہی مگر اب جی بوجی موقع ملا، فرما داس کے پاس آگیا۔

”ہاں تو کیا کر رہی تھیں تم اس وقت؟“ اس نے کسی قدر تشویش سے بلا تہدید ہی پوچھا تو وہ حیرت سے انھیں دیکھنے لگی۔

”کب، کس وقت کی بات کر رہے ہیں آپ؟“ وہ میں تو ہر وقت ہی۔“

”چیز صبیحہ۔“

وہ اسے رستے کے موڑ میں بھی کر فرما دے اسے ٹھوک دیا اور مٹی نظروں سے اسے دیکھا۔

مگر اب آنکھوں ہی آنکھوں میں دغراہٹ تھی۔

”میں پہلے ہی سخت اب، سیٹ ہوں، تم مزید پریشان مت کرو۔“

اس کے عاجزی سے کہنے پر صبیحہ نے چند سیکنڈ اسے تنبیہ کے دیکھا اور پھر راز داری سے بولی۔

”آپ ایک کام کریں؟“

”کیا؟“ فرما دے نے سینے پر بازو لیٹتے ہوئے نگاہیں ہوں ہی نگاہیں سے سوال کیا۔

”کچھ کام کیا کریں۔“ وہ کیا خوبصورت گھٹکتے کہ۔

”میں پریشان ہوں مجھے اور پریشان نہ کرو۔“

”آواز نہ دو۔ آواز نہ دو۔“

وہ خوشی سے گنگناہٹ کر فرما دینی کوئی نہ دھل ظاہر کے بغیر کھڑا رہا۔ یہ اس کی ناراضگی کا اظہار تھا۔

”آپ اب ساری۔“ وہ ہنس پکی ہنس کے صبیحہ چہرے کی طرف ذرا کی ذرا توجہ دینا دیکھتی تھی۔

”چند ڈال اس کی طرف بھیجی۔“

”اب کبھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟“ اس نے بشکل سنجیدہ شکل بنائی۔

میں زہد کے متعلق سوچ رہا تھا ؟ وہ سنہیدہ ہوئی تو فرما دے اس موقع کو ہاتھ سے گزرتا  
نہیں کیونکہ ایسے نادر موقع شاید دوبارہ ہی آئے تھے۔  
تو یہ کہیں کسی نئی بات ہے۔ وہ آپ کے متعلق سوچتا ہے۔ یعنی دونوں طرف سے آپ ہمارے  
بولے۔ زیادہ دو اپنے مزاج کے بنناوت کو تا اس کے بس کا کام ہیں تھا۔ فراد نے سکرٹاٹ لیوں میں  
دہلی اور سکندر کا نام دیا ہے۔ مگر جہاں سے لڑا تھا۔  
کیا اس نے گھر میں کسی سے اس سلسلے میں بات کی؟ آئی مہین مجھ سے متعلق؟ اس نے عجیب  
کر پچھا۔  
نہیں تو نہ اس نے دوکپ بنا کر ایک اسے تھا یا اور دوسرا خود لے کر پکچیاں بھرنے گئی۔  
ساتھ ہی اکھنوں میں استغاثہ ہیں تھا۔  
جلا زہد فراد کے بارے میں کسی کو بتا سکتی تھی۔ ہرگز نہیں تھی۔ وہ تو اپنے سلسلے سے خوفزدہ  
رہتی تھی، اس لیے اسے خود ہی سمجھ کر فراد کو ایسا بار اس کے کہیں پکا تھا کہ اپنی بڑی خانی شہرہ  
بہن خیر و خیر تو فرما دیتا۔ اشارتاً بتاتے تو گھر میں اس کی بہت نہیں ہوتی۔  
ہوں۔ وہ آپ تمام کر پچھا۔  
میرا خیال ہے فراد جی کو کلام آپ کو کڑا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ آپ شراعتی سے بات  
کر لیں۔ زہد کی بات تو بدعت کی ہے۔ پہلے آپ تو اپنی امام کو بتا کر لیں۔  
وہ شیک کر رہی تھی فراد فراد نے اسے اذیت میں کر دیا۔ وہ لکری نظروں سے فراد کا ہانڈہ لینے  
گئی تھی کہ اکھنوں سے پریشانی ستر تھی یقیناً کوئی بات تھی نہ۔  
کہتی تو تو شیک ہو سیکر لکری اس سلسلے میں مانے بات بھی کرنا چاہتا تھا مگر آج کل وہ بار باری  
کی کشادگی کی تیار نہیں موقوف ہیں، ساتھ ہی مجھے بھی فرس کر رہی ہیں کہ ان کی منتقب کر دے کسی بھی  
لڑکی کے لیے ہاں کی دہوں؟  
بالا فراد بچ بہر کیا جس نے اسے اتنے دنوں سے پریشانی کر رکھا تھا۔ اس کا سکون سبوتا کر کے  
رکھ رہا تھا اس پیشانی سے۔  
کیا۔؟ وہ حقیقتاً پریشانی ہوا تھی۔  
فراد نے ایک انفراس کے دروازے پر پریشانی چہرے پر ڈالی اور اسے رلیکس ہونے کا اشارہ  
کر رہے ہونے دیکھے انداز میں کہنے لگا۔  
"میں بہت سارے دفن سے تھکا ہوا ہوں۔ پریشانی تھا۔"  
آپ نے زہد کو چاہا؟ وہ بات کا کتنی سے بولی۔  
نہیں۔ وہ پریشانی ہوجانے کی ہر چیز کو بھڑک کر۔  
نشا کیا؟ وہ خود شکر ہوئی تھی۔ فراد کو اس کے غلوں پر پچھا گیا۔  
صرف اتنا کہ زہد کی سائبر سلسلے کی کوشش کرو۔ میں مانے بات کرتا ہوں مگر مجھے انداز ہے  
کیسے اس سبوت سے بیڑا اٹھانے ہو سکے گا۔ فراد مرد ہو کر سب آپ سیٹنگ دیا تھا۔  
مجھے اس نے دل دیا تھا کہ میں بہت سی خرافات میں پڑنے کا جھکاؤ۔  
تم تیرے لیے بات گھر کے بڑوں تک پہنچانے کی کوشش کرو۔ میں ادھر سے مانا کوئی  
کے پورے دل سے دیتا ہوں۔ شاید کوئی اور نکل ہی آئے۔  
آپ دوا سے بات کر کے دیکھیں۔ اس نے شہرہ دیا۔ گھر والوں سے کہہ کے پریشانی  
بھی ہو سکتی تھی۔  
نہی نا ہو نہیں۔ خود دوا جانے لیے اس گھر کے عجیبوں کے دلوں میں جگہ نہیں تو پھر ان کی رائے یا



فیصلے کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟ یہ وہ جتنی سے حقیقت کو غفلتوں کا جامہ پہنانا کی توجہ نظر نہ کر لے گی، پس اس لیے میں زور سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا تو اس سلسلے میں کیونکر شریک ہو؟ وہ بڑی آس سے ہلچل رہا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے بہت مستثنیٰ، دس شرطیں یا دسویں پا قانون کا دودھ کرنا گراس وقت پیپ چاپ سوچنے لگتی کہ کیا کیا جائے کیونکہ گھریں کی احوال کسی سے بات کرنا مشکل تھا۔

اسے یہاں سے آؤں؟  
 • داجانی کا موبو جی میں اس کے لیے مجھے بات کرنا مشکل ہو گیا۔  
 • تو میرے موبو میں کسی آگاہی نہ آئے۔ کیا مشورہ دیا۔

• وہاں۔ وہ مجھ تک گیا۔ کیونکہ زور کا موبو میری جیب میں اس سے ملنا صحت ناپسند تھا۔  
 • ہاں وہاں۔ آپ فراموش کیا کہ جو رہے ہیں تو بالکل پریشان نہ ہوں۔ جی تو اسٹارٹ ٹیکسی کے بندے ہیں۔ پھر آپ کے چھوٹے بھائی ہیں، ڈاؤن ڈیٹ کر چپ کر دے دیجئے گا بلکہ کوئی اچھا سالانہ دے دے دیجیے گا۔ اس نے ہاتھوں کو میٹھے ہوئے مٹھی منہ سے لٹکانا۔  
 • ششہا کا لالچ دینا آئے؟ فرماؤ اس بات کی قیمت ہونے مٹھی منہ پر چیرے میں بولا تو وہ ششہا کو مٹھی منہ سے کھول کر کھنگر رہے کہ پتہ دھونے لگی۔  
 • غوراً مٹھی منہ لیے۔ سو اسے تنہا کی طرف سے بولا۔  
 • بڑے افسوس کی بات ہے فرما دیجائی جتنی جلد وہاں کے ساتھ رہ سلوک؟

• بڑے افسوس کی بات ہے فرما دیجائی جتنی جلد وہاں کے ساتھ رہ سلوک؟  
 • وہ اس کی شروع کھسکا پٹ کے جواب میں شریک کی لپچہ میں پٹ کر بولی تو فرما دیے اشتراک نہیں چاہا۔ کیا بات ہے بیٹی؟ بکس یا ہینسا جا رہا ہے؟ اس نے داجانی چلے آئے اور فوراً ہی سوال کر ڈالا۔ فرما دے اسے شروع غفلتوں سے دیکھا۔

• کچھ ایسی خاص بات نہیں داجانی، فرما دیجائی اپنے اس بارے کی ٹور کی زور دنا سنار ہے تھے؟  
 • اس سے پہلے کہ وہ کوئی مٹھی منہ خیرات پھینکا، وہ فوراً کہہ گئی اور ساتھ ہی مٹھی منہ کی نظر فرما دی۔  
 • ڈالیں جواب بھی اسے دیکھ کر کھسکا رہا تھا۔

• کم آن زمین۔ تم اتنی نہیں کیوں پوری ہو؟ جیسٹ ٹیکسیں کسی محاذ پر تو نہیں جاری ہو تم؟  
 • میں ناشتے کی کٹیل پر وہ دست گھرائی ہوتی ملک رہی تھی۔  
 • شریک نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے حوصلہ دیا تو وہ گردن کیلے اسے دیکھنے گا۔  
 • سسٹلہ ادا کرنا نہیں، جیسٹ! وہ انگلیاں چٹکاتے ہوئے بولی۔

• کیوں، کیا گھر تیار ہے بغیر یہ چل سکتا؟  
 • جیسٹ یہ بات نہیں۔ گھر اب الٹی اور الٹی جی سے کون کہے گا کچھ آج سے اسکول جانا ہے؟ ذرا بات پر وہ سخت متشکر نظر آ رہی تھی۔  
 • تو کیا اور کون کہے گا؟ جیسٹ! الٹی اور الٹی جی سے کون کہے گا کچھ آج سے اسکول جانا ہے؟

• شریک سب سابق ملحق تھے۔  
 • اور الٹی جی جو شرفاء ہوں گی۔ اس کی پریشانی کسی طرح کم نہیں ہو رہی تھی۔  
 • جیسٹ کیلکس؟ شریک متوجہ نہ ہوئی۔

• الٹی نے اجازت چور سے دی تھی۔ اس نے کچھ ایسے جراثیم انداز کیا کہ جیسے ان دونوں کے سر روکیے کی تصور واروی ہے۔ شریک نے اس کی سانس بھر کر ایک سیکنڈ کے لیے رکھی۔  
 • زمین کا کتنا بھی جھکے تھا۔ الٹی اور الٹی کے اختلافات عجیب نوعیت کے ہوتے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے کہ وہ اس قدر عقلی تھے کہ اپنے تنازعوں میں بچوں کے معاملہ

میں ان کو لکھ لیتے تھے۔

• خیر۔ تم کھرمٹ کر دو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم الٹی کی کوئی نہیں کریں گے جب کہ الٹی نے تو خود اجازت دی ہے۔ شریک نے اسے تسلیم ہی تو وہ تو دسے مطمئن نظر آئے گی۔  
 • میں اطمینان کی بات کرتا ہوں، جیسا کہ اس کے مطلع کرنے پر کہ وہ آج سے اسکول جانا کر رہی ہے، الٹی نے اسے سخت تھوڑوں سے ٹھوڑا۔  
 • کیوں، ایسی کیا ضرورت ہے کہ یہی تو کر لی؟ ان کا فیصلہ لپچ اسے بھول گیا۔

• وہ۔ وہ۔  
 • میں نے اجازت دی ہے اسے۔ الٹی نے اس کے آگے پر دو ٹوک اور مالکانہ لپچ میں کہا تو بیگم کیلکس کا فتنہ دو چند ہو گیا۔ انہوں نے تو میری نظروں سے باہر باری دو دلہنہ بیٹیاں اور شوہر کر دیکھا۔  
 • میری بیٹی کی طرح رات دیر سے آنے کے باعث اپنے کے مہمانوں سے سو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ناشتا کرنے کی ضرورت بہت کم آتی تھی۔  
 • تو اب اس کھرمٹ میں یہی ہو گا۔ بیگم کی اجازت لینے کا نکتہ یہی کیا، مجھے بتانا کہ کون لپچ کیا گیا؟  
 • بیگم یاد رہے پیٹ میں کا شریک کر زمین پر بیٹھی نظر میں جا رہی۔  
 • میں نے کہا کہ تو بے کیمینے اجازت دے لے۔ الٹی کا بچہ تو آواز بلند ہوئی تو وہ گھبرا کر آگے کھڑی ہوئی۔

• پھر آپ دونوں میری دے آپ میں غما غما ہوں۔ میں نے تو صرف یہ  
 • ہاں، اب تم بیٹی کی باتیں کر رہی ہو کہ وہ کچھ کہتا جا رہی تھی کہ بیگم یاد رہے بڑی طرح آگے جھک گیا۔

• اس کی بیٹی کی باتیں کر رہی ہو کہ بوجھ سے ٹھیکے لگیں۔ ان کا دلچسپ اس کے دل کی رگوں کیسے لگیں۔ ڈال کر تھا۔ شریک کا پس چاہتا تو زمین کو لے کر ڈال دے چلی جاتی۔  
 • تم دونوں بیٹوں کی تو عدالت ہی ایسی ہے۔ جو نہیں میں پرنگاری ڈال جاؤ دو کھڑی۔ اب جلد ہی دیکھنا چاہیے کہ جب کچھ میرے پرہیزگار کی جاتی ہی۔

• وہ نفرت۔ میرے فتنہ باز بیٹے میں کشا ہے پر آپ میں تو ششہا کی لپچیں، زمین سے ضبط نہ ہو سکا تو لپچ کر رہے گی شریک نے کچھ ہاتھ چا کر زمین سے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا کہ اسے بولنے سے باز رکھا۔  
 • زہرہ بیگم۔ بالآخر زہرہ صاحب کے شخص سے بیچ پر پڑنے پر وہ شدیداً بد نظروں سے انہیں دیکھتی خاموش ہو گئیں۔

• میری بیٹی کی ضرورت نہیں۔  
 • شریک نے زور دے ہوئے انہوں نے زہرہ بیگم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ وہ دونوں متوش ہو گئیں جب کہ زہرہ بیگم کی لپچیں ادا کرنے سے زیادہ بلند نہیں چاہتے تھیں۔  
 • اب یہ دونوں ان کی بات کی ہو گئیں۔ اور کوئی کوئی کہتے رہا، جس نے پالنے اور جرنل دینے کی کوئی آزمائش نہیں، جن کی پیدائش پر ششہا اور زہرہ بیگم کی لپچیں آج وہ آپ کی ہو گئیں اور مجھے کھن سے ہاتھ کی طرح نکالنا چاہا ہے۔ ششہا ہی دونوں اپنے والد زہرہ بیگم کی لپچیں لٹکے۔

• یور صاحب پر اپنی طرح برس کر انہوں نے ایک طرف کی خاموش زمین اور شریک کو مخاطب کیا  
 • طنز پر اور انہوں نے شریک جلال انہیں رعایت کی اور انہیں ششہا کی لپچیں لٹکے۔  
 • میں کہتا ہوں دیاں کو لگم دو زہرہ بیگم ورنہ مجھ سے بڑا کوئی نہیں ہو گا۔

• جواباً یاد رہے جی دیکھنے پر کوئی پشیمت ڈال کر کہاں جا رہی ہیں بولے تو شریک روٹی سسکتی

زمین کو چھین ڈانٹک ہاں سے باہر نہ تھی۔  
اسے اپنے کمرے میں بٹھا یا اور دروازہ بند کر کے پانی کا گلاس لے تھمتا ہے ہوئے محبت اور نرمی  
سے اس کے کندھے کو لگاتا۔

”شرمین۔ وہ آس کا ہاتھ آٹھوں سے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رہی۔

کیوں دور کر زندگی کو آزار بنا رہی ہو، پیٹنا خوش ہو جاؤ۔

چلتے شرمین واقعی سادار اور مضبوط تھی یا اسے زور پر یا دیکھ کر خود کو کھینچا لیتی تھی۔ بچپن سے  
وہ یونہی اسے دلا اور اس کی دہی مٹا کر دی تھی سو اب بھی اس کی اشک شلوں میں تھی۔

”اب کیا کروں شرمین؟ وہ تھکی ہو بعد واپس آ کر بچاں کھانسی۔

”تمہارا دل کیا چاہتا ہے؟ وہ اس نے اس سوال کر دیا۔

”میں کہہ رہی سکون قائم ہو جائے۔ وہ بڑی حسرت سے بولی۔

”اوتھ۔ خراب مت رہو، تمہاری اچھوت کی منت سے نکلو اور پھر۔ جب کرنا چاہتی ہو کہ نہیں؟“

اس کی بات پر شرمین نے تیزی سے استغاثہ انداز میں کہا اور پھر اس کی خواہش دریافت کرنے لگی۔

”کرنا تو میں چاہتی ہوں شرمین کو گمانی۔

”خار ہوں ایک زمین۔ اب زندگی کو اپنا آٹھوں سے دیکھنا شروع کرو۔ اگر اب بھی تم اپنی جی اور

اپنی طرف منتظر نظروں سے رکھتی رہیں تو یقیناً کر خود کو شیشے کے دروازے پر دھک دینا چھوڑنے

لگی، اپنے فیصلے خود کرو، جب اپنی تھری تھری کی تھری سے مل کر خواہشات کی دو تھاپیں تو یقیناً بھون

کر زمین اس کی بات کا شکریہ ادا کرے گی اور اپنی وہی وہی مل ہو گئی کہنے لگے کہ کی بات تھی کہ

آٹھ کے والدین آپ کی ریشم اور ان کی جنگ کی خاطر آپس اذیت دے رہے جا رہے تھے۔

”اگر اس طرح تم اس بندہ کے گھٹے ہوئے احوال میں قید رہیں تو یقیناً جلد یا بدلی ہو جاؤ گی۔ ان دونوں

کا کہنے وہ تو اپنی زندگی گزارنے کے بغیر اپنی ایشیا خفاقت و خفاقت کی نذر کر دیں گے کہ میں ابھی

بہت کچھ کرنا ہے۔ اپنے بچوں کو اگر اس قابل کرکنا چاہتی ہو تو اس گھر سے باہر نکلو۔ یہاں نہیں سولنے

نفسیاتی اذیت اور تشدد دیکھ رہی ہیں گنا۔

”شرمین کی بچی آٹھوں میں بیٹھتے ہوئے شرمین بہت ترش لیمو میں صاف گولی سے کہہ رہی تھی۔

اس کے الفاظ سننے سے شرمین حقیقت میں اس کے سامنے بھی ہنسنے سے بچنے سے نقاب دہی نہیں کر دے

خود سے بھی نظر پڑا ہوا تھا۔ لیکن جب بھی شرمین کے لفظ اسے حقیقت بتاتے تو اسے خود پر کمر

آٹھ لگتا۔

”شاید تم شیک جی کہتی ہو جو ہاتھ میں پکڑا گلاس سا بیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے گہری سانس

بھر کر لیا۔ اور شرمین کی طرف دیکھا۔

”شاید میں یقیناً۔ خود کو رگ مت لگاؤ۔ تم اپنی اور ان کے درمیان جواکب لڑائی جنگ پھڑ

پے اس میں اپنا وقتا نہیں خود کرنا ہے۔ تم سبھی ہونا کہیں کیا کہہ رہی ہو۔

شرمین کے استغاثہ پر اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر سر اٹھاتے میں بلا دیا۔

”تو خراب کیا ہو کر ام ہے؟“

”میں یہ چاہ ضرور کر رہی ہوں۔ اس نے ایک لمحہ سے کہا۔

”دشمن دہی اس پر۔ شرمین سکون کی بات کر رہی تھی مگر مت کرو۔ انہیں صرف آٹھ کے لیے

ایک ہمانے کی ضرورت تھی۔ شیک ام کی کوئی ریزن نکال لینے کے لوٹنے کا۔ ان کی تو یہ دھمک ہے

سوتلہ دھن پر جو بھرت دلا اور اس کے چلنے کی تیزی کر لو۔

شرمین نے آٹھ سے ہونے اس سے کہا تو وہ پھر سہم۔

”آج نہیں کل سے چلی جاؤ گی۔ فی الحال میں خود کو بہت ان ایزی محسوس کر رہی ہوں۔ شرمین  
کے شک سے دیکھتے ہو اس نے انکار کر کے جلدی سے وچ بنائی تو وہ کندھے پر چٹائی باہر نکل کر۔  
ڈانٹک روم سے آواز آنا بند ہو گئی تھیں مگر وہ شرمین کی طرف بہادری سے تھیں کہ کمرے سے باہر نکلتی  
سو بیچی اب کے آگس اور شرمین کے پیر کیسی جاتے گا۔ نکلا کر رہی۔

”آفریاس کی بات ہے جو فرا دون پر نہیں کر سکتے۔ مجھ سے ملے آئے ہیں؟“

جب سے اس نے یونیورسٹی پر پڑھنے کے لیے تھاکا کہ فرا داس سے ملنا چاہتا ہے، وہ مستقل سوالیہ

نشان بن چکی ہوئی تھی۔

”افرو۔ یعنی ان کا دل چاہ رہا ہوگا نہیں دیکھنے کو آٹھوں کے رستے میں ان آٹھ کے؟“

”اٹھ اپنا ہاتھ نہیں۔ وہ اشارت سے رہی تھی کہ زولہ نے شرع ہو کر اسے ٹوک دیا۔

”موسوہ حضرت خود آٹھ ہیں۔ اب کر لینا سارے سوال و جواب، میں چلی۔“ وہ سے فرا دو کو

آٹھ دیکھ کر وہ بولے ہوئے ہاتھ کے لیے آٹھ نکلی ہوئی تھی۔

”تنت۔ تم کہاں جا رہی ہو؟ زولہ نے پوچھا کہ اس کا ہاتھ تمام لیا۔

”واپس کو خوات۔ جہاں سے جی آئی تھی۔“ اس نے انگلی ادا توں کے بدلتے ہوئے شرمنے کی

ایک ننگی۔

”مہدی بیٹو۔ شعلہ بار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے منت کر کے اسے دلا۔

یوں تو فرا داسے اکثر فون پر بات ہوتی رہتی تھی مگر اسے سامنے دیکھ کر جانے کیوں حواس ساٹھ

چھوڑنے لگتے تھے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے رہ جاتے تھے۔

”تو یہ ہے زولہ۔ تمہارا تو بون دم نکل رہا ہے جیسے سامنے فرا دیا ہوا نہیں بلکہ حضرت عزرائیلؑ گھر

ہوں۔“ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

وہ جو یوں بات ہی تھی، کھنچا کر دیا ہی تھی۔ زولہ نے نیکی نظروں سے اسے گھورا اور اس کے ہاتھ

پر گرفت مضبوط کر لی۔

”بیٹو۔“ اس نے سرا فرا دان دونوں کے قریب آ گیا تھا۔

”وہ ملکہ بیٹو۔ وہ خوش رہے فرا دیا بولی اور شرع نظروں سے ہونٹ چاتی نظریں جھکا کے کھڑی

زولہ کو دیکھا کہ ابھی بھی خاموش کھڑی تھی، سلام بھی نہیں کیا تھا جب کہ اسے دیکھ کر فرا داس اندر فزول

سکون آ کر آ گیا تھا۔

”بیٹو فرا دیا، آپ کی امانت۔ اس نے زولہ کا سینے سے جھٹکا ہاتھ ایک ہی فرا داس کے مضبوط

ہاتھ میں تھام لیا۔ زولہ بڑی نرم ہو کر لگتی۔ ہاتھ پھڑانے کی کوشش کی مگر بے کار تھا، دوسری طرف گرفت

جو بے مضبوط تھی۔ وہ جیسے پھلنے لگی۔

”میں اب چلی ہوں۔“ شرع زولہ کا ہاتھ ان کی طرف اچھالتے ہوئے وہ جانے کے لیے پرتلے

گئی۔ زولہ نے بڑی آس اور بے چارگی سے اسے دیکھا مگر اس نے نوش نہیں لیا۔

”تم جیسے کہہ جاؤ گی؟ وہ فرا داس کے سوال کیا۔

”پروڈانٹ سے۔ فی الحال تو کلاس ہے پری۔ اور آپ کو تو معلوم ہے کہ میں کتنی اچھا سٹوڈنٹ

ہوں۔ کوئی کلاس بنگ (Bunk) نہیں کرتی۔ پچھلے کتنی ہی اہم کام منتظر ہو میرے۔“

”ظاہر تھیں گے کہ بہت دور دروازہ وہ زولہ کو چھین رہی تھی۔ فرا داس صاف سہا۔

”اگر وہ تویر دے، اس طرف تھمنا تو انتظار کر لیں گی۔ عدا کو آٹھ کیوں کہنے لگی تھی اس

روز بننا چاہتا ہے۔ اچانک سے گھر جانے والی بات پر سخت غصا ہوا، آج وہ بھولی تو کچھ نہیں، چٹنی بنا

دیں گی میری۔“

فرزاد ادا نہیں ہے کر آگے بڑھا تو اس نے تھک چلا کر ساتھ چلتی ہوئی زہد کو مخاطب کیا اور آپس نے  
 کہا جانے والی نظروں سے گھس کر۔  
 ”اچھا بھگوا۔“ وہ جھنجھلا کر بولی تھی، صبر اس کے اس طرح کہنے پر نہیں دیا۔  
 ”اے بہت بڑا زانا،“ جاگلیکے، تمہیں نے ساتھ دینے والوں کا سادھو ہونے لگا ہے۔“  
 فرزاد کی کاٹری پانگ لٹا کر طرف تھی، اس جگہ پہنچ کر اس نے سڑا جھرتے ہوئے کہا۔  
 ”کیوں کرواؤ شیش سڑا سے قرض چکا دوں گا۔“ فرزاد نے کہا ہی چیت اس کے سر پر لگا۔  
 اور گاڑی کا فرٹ فرٹ کر زہد کو کھینچا اور خود ڈرائیونگ سیٹ سمجھانے کے بعد حافظہ کھتا ہوا زانا  
 سے لڑ بڑھا لیا۔  
 کچھ فرزاد کی سمجھت اور کچھ گھر والوں کے خوف سے زہد بالکل خاموش بیٹھی تھی۔ فرزاد نے دوسری  
 بار اسے دیکھا گھر وہ بھی کوئی شہنشاہی خاں نہیں تھی سوائے پھر زانا صاحب دیکھا اور دوسری  
 آواز میں لکھت لگا۔ ”جی جی، کیا آواز گاڑی میں گھسنے لگی۔“  
 ”ہم تو یہیں اپنا زندگی سے لے  
 اچھیں جیسے انہیں سے بیٹے  
 پر وفا کی دھرم ہو گیا  
 ہر کچھ اتنی بے زنی سے بیٹے  
 غزل کے بول زہد کو نام کر گئے۔“ جیسے سرگوشی سے جنتیش دے کر کہیں انھیں سے فرزاد  
 کو دیکھا۔  
 ”ہوں تو ایسی ہو گئی خیالوں کے سفر سے،“ وہ ہنسا تو اسے بھی شکر انا پڑا۔ ”بقیہ رات وہ  
 اس سے اس کی اسٹوڈی کے بارے میں پوچھتا رہا اور وہ جواب دیتی رہی۔  
 ”چلو آؤ۔“ پلٹا پلٹ پھرنے کے بعد فرزاد نے دروازہ کھولا اور اسے باہر آنے کی دعوت دی۔  
 وہ کچھ جھجکتی ہوئی باہر نکل گئی۔ فرزاد گھر میں فرار ہو گیا اور گاڑی لاک کر اس کے پاس آیا  
 تو وہ پری طرح بولنے لگی۔  
 ”فرزاد وہ سائے۔“  
 فرزاد کا بازو تمام کر اس نے سائے اشارہ کیا تو فرزاد بھی سائے دیکھتے ہوئے ایک دم ساکت  
 رہ گیا۔  
**ساتھ** کڑے پاپا کو دیکھ کر زہد آخر تھک کر ناپ رہی تھی۔ فرزاد نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے  
 زہد کو اپنے عقب میں بٹھایا اور خود اس کے ساتھ کچھ ایسے کھڑا ہوا کہ ان کی نگاہیں زہد اس کے شاہ  
 شاہوں کے پیچھے جا پھری۔  
 ”زہد،“ اس کی بیڑیوں پر کھڑے سے فرزاد کے ساتھ کھنگر کر رہے تھے۔ زہد کا  
 دل تو بے لوث تھا، دھڑک رہا تھا، ایک ہاتھ سے اس کے فرٹ فرٹ کر کھنسی میں بانے ہوئے  
 وہ زہد کی شکل اپنے دھڑکے ہوئے تھی۔ چہرے پر ناز کے آثار موجد تھے۔  
 اس سے چند گز کے فاصلے پر باپا مدم دیں، یہ خیال ہی نہ ان فنگس کے رہا تھا جب کہ فرزاد کا چہرہ  
 نہ سون تھا۔ انعام صاحب شاید کسی بڑے ڈینک کے سٹے میں بیٹھ آئے تھے۔ جیسے چند فقر اور اسی  
 کلمات کے کہ ان کے سامنے سے گزرے۔ وہ بھی شاید غصے میں تھی۔  
 فرزاد نے جڑی اٹھائی آتے دیکھا، فوراً جیب سے والٹ نکال کر اس میں سے پیسے نکالتے ہوئے  
 خود کو مدد فراہم کرنے لگا۔ انعام صاحب کی نظروں پر اس کا ہاتھ سے پیسے۔  
 اگر وہ متوجہ ہوتا تو انہیں ضرور سلام کرتا لہذا انہوں نے پلٹے ہوئے سر پر سناٹا، ڈرا کی غذا اس پر  
 ڈالی اور اسے متوجہ دیکھ کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔

”ٹیکس گاؤ۔“ چلو۔

انعام صاحب کی گاڑی بروس ہوئے، ڈینک کے جہم میں گم ہوئے، ہی فرزاد نے مالیت سے  
 پھر پور گری سائنس بیکر شکر ادا کیا اور اس کی جانب پلٹا۔  
 ”تھک۔ کہاں؟“

ابھی تک زہد کے حواس معطل تھے۔ ہراساں نظریں فرزاد کے چہرے پر جاتے ہوئے اس نے  
 انتہائی سراسیمگی سے استفسار کیا تو فرزاد کو اس کے زہد کے چہرے کو دیکھ کر منت تاسف ہوا۔ وہ اس  
 وقت اس جڑی طرح کھینچا ہوا تھا کہ سہارا لے لیا بھی نہیں اس کا شانہ رز سے ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھی۔  
 ایک دو تری وہ اسے اپنے ساتھ سڑا لے کر فرٹ فرٹ میں لے گیا تھا۔ فرزاد اس کی ایسی ہی حالت ہوئی  
 تھی۔ خوف اور ڈر سے تمام وقت وہ کچھ نہ کہتی رہتی۔ فرزاد جانتا تھا کہ وہ بہت بزدل بولی ہے۔  
 اس کی رفاقت میں سے یہ بولی نہ تو فرزاد کی بات تھی نہ کراچ سے یہاں لانا ثابت ضروری تھا۔  
 ”اندھ چلو، کوئلہ ڈنک کی خبر کوئلہ کوئلہ کرو۔“

فرزاد نے نرمی سے کہا تو وہ ابھی کچھ سر ہلاتے ہوئے اس کی سمجھت میں آگے بڑھی۔ بیروں  
 میں تو گھٹتی تھا، ابھی تک جان نہیں ہے، کئی بار عقب میں دوں دواں دواں ڈینک کی جانب اس نے زہد  
 نظروں سے دیکھا اور پھر اندر داخل ہو گئی۔  
 مخصوص دھک اور خوبصورت ماحول نے ایک لمحے کو اس کی پریشانی خود میں جذب کر لی مگر اگلے  
 ہی لمحے وہ غماز نہ نظروں سے ہل کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب کوئی شٹا سا پھر ان نظریں آیا تو انھوں میں  
 اطمینان دریا۔  
 ”کوئی نہیں ہے یہاں، تو آرام سے بیٹھ جاؤ۔“

فرزاد نے اس کے چہرے کے انحراف کو جانپا کر نرمی سے بھاری پیچ میں کیا تو وہ ڈرامائی خفیف  
 ہوسر اس کے تعاقب سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ دل البتہ اس وقت بھی بڑی طرح دھڑک رہا تھا۔  
 زہد کی آنکھوں میں ابھی بھی کھنسی تھی، فرزاد نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے  
 ٹیل پر گئے اس کے ہاتھوں کو اپنے بھاری ہاتھوں سے تھام لیا۔

اس کے کس کمال ہی اثر ہوا کہ اس کی پتیلیں کی پشیمت پر ہاتھ لگا کر اسے اختیار ہو رہی۔ وہ چند  
 منٹ جو آب سے ذرا پر پیچھے وہ نہا کر آئی تھی، اس قدر جان لینا تھے، صرف وہی جانچ تھی۔  
 ”زہد، پلینز۔“ دیکھو اس طرح تو مت کرو؟

فرزاد اس فریئرنگ سے بالکل برسات پر پریشان ہوا تھا۔ بہت نرمی اور پیار سے اسے بھیا بھی  
 گھر وہ پڑی رہتی رہی۔

”پلینز۔“ اگر خاموشی نہ ہوتی تو تمہیں کچھ کر گزرتا گا؟  
 اسے دانی سے گھٹے گھٹے انداز میں آؤں بہا، دیکھ کر آخروہ جھنجھلا کر گیا۔ ”زہد نے گھبرا کر نرمی  
 سے سر اٹھایا، سرخ ترنخ تھم آکھوں کی جھری جھپٹیں نے صبر کے لیے فرزاد کو خود میں ڈونگنی۔  
 ”دیکھو، اس طرح روئے سے کوئی غلطی نہ کریں۔“ نگ متوجہ ہوا جیسے کہ اور پھر اب تو کوئی غلطی  
 بھی نہیں ہے۔“

اس نے خاموشی پر کچھ بے دردی سے آنسو صاف کیے، انداز سے برہی جھکتی محسوس ہو رہی تھی۔  
 تو وہ دوبارہ بے دردی سے بولا۔ ”زہد، کوئی موقع کل کا احساس ہوا۔“

فرزاد نے کچھ کوئلہ ڈنک کا ڈر دے دیا، جیسے کچھ کوئلے پر کچھ کے بعد اپنے معطل ہوئے  
 اداس حال کر اسے کچھ کہا۔

”اب کیسائیل کر رہی ہو؟“ ذرا وہ بعد فرزاد نے اسے استفسار ہی نظروں سے دیکھا۔  
 ”ٹھیک ہوں۔“ وہ بدھتے ہوئے لگا۔

ہ وہ شکر اے تو نہیں پس پرین کئی موسم

وہ گھٹنا سے تارو صبا مقدر چلتے

فرادے سے ساختہ شہر چھا۔ روم کی مجلس بھگ گئی۔ اس کا گلابی ہوتا سدا اور صبر ہنا چہرا  
فراد کو سارے رنج و ملال تھا۔ اس وقت بھی گلابی مداح پر رزری کلن کا کیا کہ وہ نشوونہ کھتی ہوئی  
فراد کو یک دم اچانک ہی مل گئی۔

دل تیزی پا کر اسے دل میں چپا لے لندی دنیا کی نظروں سے چڑا کر کہیں ڈولے جائے مگر یہ  
نہیں نہیں تھا۔ وہ جتنے قریب تھے اس سے گئی گنا زیادہ فاصلے اُن کے درمیان عامل تھے۔  
اور فاصلے ہی وہ جن کو نہیں سرا نہیں تھا، چلتے کہاں سے کہاں تک پچھلے ہوئے تھے۔

”آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟ کوئی خاص بات ہے کیا؟“  
وہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ ذرا دیر کی یہی دور گئی۔ فراد کی آنکھوں میں گہری سورج اور نکلیں

کی تحریر واضح طور پر چھٹی جاسکتی تھی، جیسے وہ متحرک ہو کر نکلیں۔ پر سبب میں پوچھ بیٹھی۔  
”ہوں۔“ فراد گہری سوچ سے لنگر کسیدہ جا رہا تھا۔

فراد پر پہلے میں آنکھوں میں بہت واضح تھی، اب وہاں سنجیدگی ڈیرہ چلے بیٹھی نظر آئی۔  
فاصلے بابر جیانی کی شادی کے تار پکے نہ دی ہے۔ اس نے بتایا اور توقف کر کے اس کی جانب

دیکھا، جانے وہ کیا سمجھ کر کہنے لگی۔

”بہت تیارک ہو آپ کو۔“ جلد آپ کی پوری تھیں کو۔

”جیتیں بھی تیارک ہو۔“ آخر کو تم بھی تو کون ہو اور ہونے والی۔“

پلیز نہ۔ وہ شوقی انداز میں کہنے لگا کہ وہ دوسرا اختیار اسے ٹوک گئی۔

اس نے زوہ کے چہرے پر ہاتھ ڈال کر خوبصورت رنگ کیلے تھے کہ فراد پرندہ پٹانے والہ نظروں سے

اسے دیکھتا رہا۔ وہ اپنے چہرے پر اس کی نظروں کی پیش محسوس کر رہی تھی، جیسے انگلیاں چٹکانے

مگھی۔

”میں یہی بتانا تھا۔“ وہ بالآخر نظر اٹھا کر اس سے ہی طلسم توڑا۔

”میں۔“ فراد نے ایک لمحہ رازک کر اظہار ترتیب دیا۔ جلد اصل بات تو یہ کہنا تھی کہ وہ ساتھ

ساتھ بھی جیتے نیتانے کی فکر میں ہیں؟

اس کے ساتھ بے خبری کے لیے چلے پر زوہ کے گھبرا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ڈھیر سارے سوال

اُتر رہے تھے۔

”تو پھر۔“

”ان ٹکٹ میں یہ جا رہا تھا کہ تم اپنے گھر میں کسی طریقے سے میرے بارے میں بتا دو کیونکہ اگر میں

مے مانا کو کسی طرح واضح کر کے بھیجا اور نہ کہتا ہے گھر میں غیر متعلقہ طور پر ملنا کو دیکھ کر کسی نے کچھ کہہ

دیا یا مناسب رسیاں دیا تو ششکل ہو جائے گی۔ فراد خوب سیٹھ ہوتا تھا۔

زوہ اس کا اکتشاف اور بھی افسانہ پر تیزی طرح پر لگا گئی۔ اس نے سمجھ لیا تھا کہ سمجھ کیوں پتہ نہ

سے گریز آتی تھی۔ بات یہی اس کی دشمنی تھی کہ وہ خود اپنا گھر بھی

”کہا آپ کی مامانہ میں ہیں؟“ کتنی ہی دیر وہ وہ ناخوشی سے ناخن سے شیل کھرچتی، سوچتی رہی پھر

دھیرے سے دم پر پہنچا سوال کیا۔

”نہیں، میں نے ابھی اس سے بات نہیں کی۔“ مگر یہ مددی کی اور نہ سب بتانے والا ہوں؟

اسے فراد کے پیو میں اسید اور مٹی کی محسوس ہوتی کر جانے کیوں دل چڑھا رہا تھا، اچھے نیتان تھا

کہ کچھ گھر میں ہی اس کی نہیں نہیں کی۔

اُن کی غمت اور دوسری کے توفیقے مشہور تھے، چھوٹی داد کی زندگی میں ہی وہ انہیں اور داجان کو

چھوڑ کر شوہر اور بیٹوں سمیت ایک گھر میں شفقت ہو گئی تھیں۔

ہاں یہ ایک بات ہے کہ اس کے باوجود بچے اب بھی دا جاجان سے ملنے جاتے تھے مفسر اُردو کا تو

زیادہ تر وقت اُن کے پاس گزرتا تھا۔

اس نے لے لے قیچہ لگا کر اس سے فراد کی جانب دیکھا تو وہ خود سانس تک کر اُس کی جانب دیکھنے لگا۔

”نہیں میرا اعتبار نہیں ہے؟ وہ بہت تیار تھا۔ وہ بہت تیار تھا۔ وہ بہت تیار تھا۔ وہ بہت تیار تھا۔

یہ بات نہیں فراد۔“ مگر میں گھر میں کسی سے بھی بات نہیں کر سکتی۔

وہ ازمد نظر پیش زدہ تھی، اس دوران اُسٹا انجیر خوشید کجیر تینوئی اُن کے آگے چُن دیا گئی تھا گھر وہ

دو دن متحیر ہوئے۔

”یہ بہت ضروری ہے زوہ۔“ تو ماما کو نہیں جانتیں۔“ بیوی، ”ابھی تو نہیں کرنا دے گی یہی بہت مشکل ہے“

اس پر رشتہ دار اُسٹا کے گھر میں کوئی بات اُن کے خلاف مزاح ہو گئی تو پھر اس معاملے کا منتفی ہونا دشوار

ترتیب ہو گیا۔

فراد بھی کچھ کم پریشان نہیں تھا۔ اپنی ماں کو بھی جانتا تھا اور نصیحت لا ج کے کیوں سے بھی طاقت

تھا لہذا خوش نہیں کسی دوسرے شخص کی داخلی دل نہ ہوئی تھی۔

”مگر میں نہیں کہوں؟“ وہ تھوڑے سیوئی۔

”جیو کا پی کوسان صاٹا زوہ اور کہو کہ وہ تھوڑی اُتی کا اشتراک سمجھا دے تاکہ جب میں ماما کو بھیجوں تو۔“

کوئی شک نہ تھا۔ فراد نے رسالے سے کہا۔

”آپ کی کیا کہیں گے کہ اس طرح یہ مسئلہ ہو جائے گا؟“ وہ قدرے مایوس تھی۔

”میں نہیں کہتی۔“ اس نے نہیں نکلا تو دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔“ وہ بہت مضبوط اور سرکش بیچ

میں پولا تو زوہ نے غمت سے ہر چھری۔

”تھک کے مطلب؟“ آپ کیا کریں گے؟“ ہر اسان سی دما مزید غمزہ ہو گئی۔

”تھوڑی انتظار کرنا گا۔“

بالکل تیار اور طور پر اس نے خوشی سے کہا تو زوہ کی رگت زرد پڑ گئی۔ نیکی نظروں سے اسے گھور کر برہی

کا اظہار کیا تو ایک بے ساختہ میں سکھا ہٹ فراد کے لیوں پر آ گئی۔

”آپ کو مزاح سوچ رہا ہے اور یہاں۔“ وہ غصے سے بولے جاری تھی مگر اب فراد نے گہری اور غمی مزہ

نظروں کا اظہار اس کے ذہن پر آتا تھا تو اسے چپ ہونا پڑا۔

”میری جان پر میں جیسے ڈیڑ۔“ تم کیا سمجھتی ہو، میں آس میں ہوں، مجھ پر اثر نہیں ہوتا۔“

وہ قدرے شامی پیو میں گویا کہ وہ بھی نام ہو گئی۔

”میں یہ نہیں کر رہی ہوں مگر۔“ وہ ذہن بک کا شکار ہو کر خاموش ہو گئی۔ جلا وہ گھر میں کیسے بات کر سکتی

تھی۔

”اگر اب نہیں کر سکتی تو سمجھ سے کہو۔“ وہ بات کر کے تیزو پائی سے پھر تیار دای جان سے۔“ کچھ

دیر بعد فراد نے سوچ بچار کر کہا۔“ تقدیر سے اچھل ہی پڑی۔“

”کیا۔“ سمجھ، وہ اس اعتبار سے بولے۔“ اُس کی فیر سنجیدگی کو دیکھنے کے بعد میں آپ یہ کہہ رہی ہیں؟“

”وہ فیر سنجیدہ نہیں کہہ رہے غصوں سے، تمہارے اور میرے لیے جتنی دیر جلا وہ کہتا ہے، کوئی

نہیں کر سکتا۔“ غصہ کا زور ابھی بھی کی شکاقت ابھی اس کے توسط سے ہے؟ فراد اس کا بے مد

منون تھا۔ متشکر تو وہ بھی تھی مگر سمجھ کی لاڈالی طبیعت سے کسی سنجیدہ عمل کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔

یوں ہی سمجھ ہی طاقت کی رنگ باندھتی تھی جس تک نہیں تھی، اس نے بے ڈٹ جانی۔ بظاہر مد

لا رہا تھا۔ مگر دل میں پختہ حزم رکھنے والی تھی، دوا اس کی رنگ رنگ سے واقف تھی، جانتی تھی، اس سے

بید رہیں کہ پورے گھر کو متباہا بنانے کے لیے کوئی ششکام چلا دے۔



”وہ تو ٹھیک ہے مگر“

[illegible]

”تجربیک پر زود۔“ اسی دلیل کو یہ۔“  
 بھاری اور گھبراپوش میں کیا گیا اشتراک زوہد کے دل کو جہاں اطمینان دلا گیا، وہیں ماتھے پر غمی بھی آگئی۔  
 اور اس کا خاموش تائیدی آنکھ نہاد کے دل میں پھول کھلا گیا۔

مہال آتے ہوئے تھوہ کافی پریشان تھا۔ مگر میں گھٹ کے اندر قدم رکھا، سارا کافیشیئرس دودھ کے آئینال کی طرح چمک کر اسٹول کے دینیک کی آؤٹ میں اسٹوڈنٹس ٹوئین کی صورت میں ابھر کر معلوم رہی تھیں۔

ابھی اسکی شروع ہونے میں یک وقت تھا۔

میں گھڑی کو پڑھتا ہوں اور اس کی طرف مائل ہوں۔ آج اس کا پلاؤن تھا، اسی لیے دودھ کے ٹریس تھے۔ چوٹ سے پیٹ چلا کر مسلمان ابھی آئی تھیں۔ تھا۔ دو گراؤڈیش کے کمرے میں بیٹھی تھی۔

بہن گھر میں کچا اس سے بڑے تپاک سے کس کا کامزاد تعلق پر فیشل نہیں تھا۔ دوستان بچہ

میں دوستان سے ملنے کی سیریل سے دوستانہ تھی۔

”اچھا! آج ارہی ہیں، صبحان سرے تو اکیس لکھ جوانی کرنے کو لکھا تھا۔“  
 ”جی۔۔۔ بس وہ ہیں کچھ معروف رہی۔“ غیر متوجہ سوال پر وہ ٹھیک طرف سے بات بھی نہ بنائی۔  
 ”اوکے۔۔۔ اوکے۔۔۔“ وہاں دھیرے سے ہنس پڑی۔  
 ”فریمن! اس کے تو جیسا کہ تو کہہ رہی تھی، اس کے شکراتے پہرے کو دیکھا، بعض لوگ کسی قدر فضل و رفیع  
 ہوئے ہیں، بس یہ رشتہ اپنی ہنسی ٹانے جاتے ہیں۔“

[illegible]

”ایک کڑواؤں تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا اور اگر ہر سو بھیج کر توبہ کی انعام دینا ہی میں سے کہیں گے۔“  
 منٹوں میں سرسلمان سے کہہ کر محل کرادیں گی؟ وہ اسے معلومات بہم پہنچا رہی تھی۔  
 اور سحان صاحبہ۔۔۔ وہ اسے اختیار بوجھ بیٹھی۔

”وہ۔“ ہمارا کی ذراڑکی۔ آپ کا انٹرویو تو انہوں نے ہی کیا تھا ناں؟ وہ اس نے سوالیہ انداز میں کہا تو زمیں نے ذرا سا سر اٹھاتے ہیں ہلا دیا۔

ان سے تو شوق و ناز دہری بات ہوتی ہے۔ ان فیکٹ وہ کچھ دہرو رسم کے متعلق ہیں، آپ سے تو ان کا کافی واسطہ رہے گا کیونکہ وہ صرف میزک کی ہی کلاسز لیتے ہیں اور آپ بھی انہیں ہی دوست اور محفل میں لے جاتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر لوگوں پر ان کا کارڈ ارمب ہے۔ بیچر جو ذوقیہ وہ ان سے مزاج تو خیر ان کا بھی بہت اچھا ہے۔

کم کی مخالفت ہوتی ہیں۔ وہ جیسا بھی ایسے۔ دو ٹوک جیسے میں بات کہہ کر قہر کر دینے والے یہ اسے لگا، ماسیت سب ہی لوگ شاید سحران سے گھبرائے ہیں حالانکہ پہلی ملاقات میں اس پر بھی کچھ ایسا ہی امپریشن رہا تھا۔ جو کہ بعد میں اس کی نرم اور مثبت بھری گفتگو نے زائل کر دیا تھا۔ اسی لیے اسے ہما کی فراہم کردہ معلومات پر کچھ حیرت ہوئی۔

کچھ دن تک جہاں سے وفات پھیرے سے غائبانہ ستاروں کا دل، بس اس آسمان میں اُکھلی کے لیے بیل  
نقش کشی کر دے اس کے ساتھ اپنے گھر کی ہوئی۔  
شاید ”اسلمی“ میں سمعان شہر شامل نہیں ہوتے۔ آپ ان سے مل کر اپنا شدید دل و دھڑ دوسک کر لیں۔ شاید  
آج وہ آپ کو ٹرائل ملے گا۔ جہاں اس کے ساتھ چلنے ہوئے بتایا اور اسے سمعان کے پرنسپل ”روم“  
کے قریب پھانسی لگائے گئے۔ بڑھ چکی۔

اس نے ایک نظر اسکول کی دیر پر ڈالی، ساری اسٹوڈنٹس بے حد سچن کے ساتھ لائن اپ ہو چکی تھیں۔ جیسے انہیں دیکھ کر اس کا ذہن بچے کی جانب کیوں سفر کرے گا اور وہ شاید بچی کے ہی مکتوی رہی، اگر اسکول میں آج آپ کے گھر سے چونکا کر دیتے۔

اسکول کی بیٹا، آپ یہاں کی کارڈز میں ہیں؟

اندر، ڈائری سے۔

تو یہ کہہ کر وہی غائب ہوا۔

سکرٹ کی سیمت سے جہاں وہ غائب ہوا۔

انہیں تھا لہذا نرم روی سے سوال کیا، وہ ان کی آواز پر چونک کر مڑی۔  
السلام علیکم۔ اُس نے تعجب سے سلام کیا۔

سلسلہ صاحب نے اسے بغور دیکھا تو انھوں میں شناسائی کی چمک لہرائی۔ وہ بھی اہلین پوپان چکی تھی مگر جب تک کہ کرکے کہنے سے خود کو باز رکھا۔  
 بیٹیا آپ - ان کے بچے میں سوال سے زیادہ یقین تھا۔  
 جی - میں زمین ہوں انکل - زمین پاورخان ۶

وہ بہت کم سسکراتی تھی  
مگر جب اس کے لبوں کو تھیم چھوتا تو چہرے پر ڈھیر سارے رنگ اُتر آتے تھے، آنکھوں کی مردم  
نودی چمک کچھ یوں آجا کر ہوتی کہ ناظر کی نگاہیں سیراب ہو گئی۔ اس وقت بھی وہ انہیں سامنے پا کر  
بے اختیار سسکاتی تھی

اور عین اسی لمحے سلطان کرے سے باہر نکلا۔ شاید باہر سے آئی آوازوں نے اسے متحسّس کیا تھا،  
مجھ وہ سوالیہ چہرے باہر آکر تو نظر سامنے سے گزر چکے تھے۔ کاش کے کڑھائی والے نے کاف کے شلوار  
سبز میں طبریزی زمین یاور پر جا کر کہیں۔ بڑا سافٹ لگا دوپٹہ چار سے دو جوڑ پر پھیلا ہوا تھا۔  
وہ اوڑھنا ایک دوسرے سے ہمہ جہات صحت کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ سب سہاگہ خاصہ ہے۔

آکھرا ہوا زمین میں لے آئے وہ کیا تو دوبارہ اپنے خرم میں بند ہو گئی۔  
 اچھی ذرا رہیں پتے وہ کسی کو تک نازل اور یہ تکلف افزا زمین ان کی باتوں کا جواب دے رہی  
 تھی مگر جب مکان پر نظر پڑی تو وہ یک دم قارل ہو گئی۔  
 "وہی سچا سلطان ہوا، اس سے ملو، زمین ہے، میری مٹ سیاری بیٹی"۔



وہ یوں کہیں آجائے، ان کی بہن کی دودھ کرے، بھائی کے سحر چکے پائے۔ وہ جانتے ہیں اس کے دل کی دردست، پتھری ہوئی نہ تھی، شاید ہی وہ کبھی انہیں ملے مگنی ہو۔ زولما نے اس کی بات پر سرسرا جھکا لیا۔

پہلے کے لیے کھڑکی کی جانب رخ کر لیا تو سب سے پہلے اس کو احساس ہوا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔  
 ہم آئیہ، آئیہ ایم سدا کی۔ میں تو مذاق کر رہی تھی؟  
 اچھی طرح ہنس لینے کے بعد اس نے معذرت خواہانہ التجا کی تو زوہلانے بے حد سنجیدگی سے اُسے دیکھا۔

”و تو شیک ہے مگر ہلا بھی تو کیے فوض بناتا ہے کہ نہیں کیا ہیں ان کا فیاض نہیں کرنا چاہیے۔“  
 اس نے لٹاؤنے والے انداز میں کہا تو سب غلبہ پر اٹھیں۔  
 ”اور چاہے ملک ان کے بیٹے کو کاغذ سے سب کو معلوم ہے کہ ان کی ہوا یک خود پرست عورت  
 تھیں۔ اب وہ رائے شہر کو کاغذ سے بیٹے نہ اپنی اہلاؤ کو۔ یہ ایک بات کہ ان کے بیٹے  
 آج بھی واد جان سے ملنے آتے ہیں، ان کا فیاض رکھتے ہیں۔  
 ”پتا نہ جان لو کہ بیٹے کے کیسے کیسے ملے۔ ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔“ شفق نے زبانی  
 بھری لکھی جیسے میں سمجھ کر کہا۔  
 ”میں، انہوں نے ایسا کہ ساہم کی تھا یہ شفق کی بات پر اسے بے حد غصہ آیا۔  
 ”دوسری شادی۔ مدت سے جھٹ کہا۔  
 ”خوشی شادی کا یہ پیم نام۔ ہمارے مذہب میں اس کی آزادی ہے؟“ اس نے تانت سے جواب دیا۔  
 ”مگر یہی ہوتی ہے ایسا کہ فیاض شہر ہی ہے۔ یہ قانون کا کام ہے۔ شفق نے کہا۔  
 لیکن واد جان نے دوسری شادی کے بعد بھی وادی جان کے ساتھ ایسا ہی برسلو کہ میں نہیں کیا تھا کہ  
 انہیں دین و دنیا کے سامنے شہر نہ ہونا چاہیے۔ یہ سمجھتا ہے بھی تو اس کا عیادت کہ  
 یہ بات کہ سطران کو کہتی ہو۔ جو کہ وادی جان نے برداشت کیا ہے، وہ ہی جانتی ہیں۔ غیر اسے  
 اشراف کے کہ۔  
 ”مکان کے کہوں سے تو آج تک ایک لفظ بھی واد جان کے خلاف نہیں نکلا۔ وہ میری ہے۔ بولی۔  
 ”یہ تو ان کی اہلاؤ کی ہے اسے اس تک اپنے کہوں کو چھینا کر بیٹے جاری ہیں حالانکہ اگر وہ چاہتیں تو اپنے  
 بچوں کے ذہن واد جان کی طرف سے بغیر کسی شک کی بغیر انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔“ مدت نے  
 سجدہ کر کے کہا۔  
 ”بہر حال جو بھی ہو اس میں سطران نقصان وادی جان کا ہوا ہے۔ ان کا گھر تو آج گیا گیا؟“ میرا نے  
 شہر کی سانس بھری۔ گھروں کے شیشے کا دکھ وہ ان سب سے زیادہ محبت کی تھی کہ اس سب میں صرف  
 وہ ہی شادی شہر تھی اور جانتی تھی کہ نہ پتا، لگاؤ نے سے زیادہ مشکل ہے۔

”یہاں کی تقریریں۔“ فوریہ نے بھی دیکھی تھی۔  
 ”تقریریں سب کی نہیں ہوتی۔ تقریریں اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے۔ وادی جان اگر تیرے کام  
 لیتیں انکھ جو گھر کر دین تو ان حالات مختلف ہوتے۔ یہ اس نے مدلل انداز میں کہا۔  
 ”تقریر کے آگے تقریر کا پس نہیں جیتا۔ جو کہ ہونا ہوتا ہے۔ وہی ہو کر رہتا ہے۔ شفق نے غصہ کی  
 اور کہیں میں یہ بات نہیں جانتی، انسان چاہے تو اپنی تقریر سے لاسکتا ہے۔ جیت بدل سکتا ہے،  
 اسے بدل لال اور تیرے کہہ دیتے۔ وہ میرے ہر کلمہ کو ہر گزور انداز میں بولی۔  
 ”میں خام خیالی ہے کہ وہ انسان کی کیا بسلاہ کہ وہ قدر کی بنیاد ہی تقریر سے مٹا سکے۔ اس کو ان کی فعل انکھ  
 مرنے کے بغیر انہیں نہیں لاسکتا۔ شفق نے لہجہ میں۔  
 ”تو یہ انسان کو چاہے کام پر بڑا اور تیرے کام پر سزا کوں ملے؟“ اسی نے کہا کہ وہ فعل پر بار  
 ہوتا ہے۔ گویا انسان اپنے عمل کا مختار ہے۔ اور اس کے لئے کہ وہ فیاض کی گواہ اور خواب کے لیے  
 فوریہ تھی ہی ہے؟ اس نے مدلل کے ساتھ کہا۔  
 ”میں غصہ محالہ تھا۔ انسان تقریر کے آگے سمجھتا ہے۔ یہ تم نے حضرت عائشہ کا وہ قول نہیں  
 سنا کہ آج سے نہ فراموش۔ میں نے ارادہ کیا کہ شفق سے کہیں نہ کہیں۔ یہ فیاض انسان کی تدبیر  
 عقل اور قدرت ہے، انکھ کے کہے آگے اس کی منشا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی، شفق کے  
 دلائل پر زور ہے۔“  
 ”اور تیرا کیا خوب کہہ گئے ہیں۔“

”ماحق ہم بیروں پر محبت ہے مختاری کی  
 جو اپنے ہیں سو آپ کرنا ہم کو ملے۔“  
 فوریہ نے منگھو گھٹیں اور سیدھا ہوتے ہوئے دیکھی تو شکر کہا۔  
 ”لیکن وادی جان کو اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ اپنی بات پر فیاض تھی۔  
 ”گھر اپنا رک تھا۔ پتا نہ جان کہ اس کی دوسری بولی کے سر پر رائے کیسے میرے لے تھی۔ یہاں تک کہ نہ جان  
 کو بھی اپنی ستمی میں کر لیا تھا۔ شفق نے فوراً کہا۔ یہ عیادت اسے اپنی ماں سے ورثے میں لے تھی ویسے  
 بھی اسے وادی جان سے بہت محبت تھی تیسرا دیا ہے کہ وہ ان کی اہلاؤ کو اس کی تھی۔  
 ”لیکن اس طرح بارمان لینے سے بھی تو کہہ حاصل نہ ہوا۔ دیکھتے ہیں ہمارے معاملے میں مو دو دو  
 واد جان کرتے ہیں۔ کہ میں بھی سمجھتا ہوں کہ وادی جان کی بات پر رائے کیسے میرے لے تھی۔  
 ”اب واد جان کے کہے کہ خلاف پائل اس سے زیادہ بڑی تھی مگر وہ پھر بھی ڈٹی ہوئی تھی۔  
 ”تم حالات کی وقت اور محبت کے نظریات کا نہیں سمجھ سکتی۔ نہیں کیا معلوم کہ سطران کا فوض  
 بہر صورت کے سر پر تیار کی طرف کشا رہتا ہے۔ اس کے وجود میں سوسیاں چھوڑ دیتا ہے۔ محبت میں بڑا  
 ہر ایک برداشت نہیں کر سکتا۔ خصوصاً عورت کا دل سطران کی طرف خوار ہوتا ہے۔ اس معاملے میں بہت  
 کمزور جاتی ہے۔ دوسری گواہی محبت میں شریک نہیں بنا سکتی۔ یہ میرا نہ سمجھا جاتا۔  
 ”مگر یہ بات صرف اسی سمجھ سکتا ہے جو اس دور سے گزرا ہے۔ ہم نہیں۔“ فوریہ نے بولی۔  
 ”مگر یہ بات نہیں کہتی ہیں کہ ان کی اس طرف اہلاؤ کو بھی اسے دور دنیا شیک نہ تھا۔ واد جان نے  
 دوسری شادی ہی تو کی تھی کہ مذہب میں تو نہیں ڈال دیا تھا وادی جان کو۔ انہیں کچھ ومانتر کرنا چاہیے  
 تھا۔ وہ قدر سے دیکھا پڑے ہوئے بولی۔

”یعنی معاملات میں اعتبار ہی بنیاد بناتا ہے۔ اگر وہ میرے تو سمجھتے کہ کوئی صورت باقی نہیں  
 رہتی مگر یہ بات تم نہیں جان سکتی۔ کیونکہ اس کے اس دور سے گزری ہو جو صورت اپنی آنکھوں سے  
 دیکھنے کا سبق دیتا ہے اور بدداشت کے باوجود بغیر حقائق نظر انداز نہ ہوتا ہے۔ یہ میرا نہ سمجھتا کہ اسے  
 دیکھا جو واد جان کی محبت میں مذہبی ہو رہی تھی۔  
 ”یہ بات تو تم صرف اسی وقت جان سکتی جب خود اپنا گھر بساؤ گی۔ اپنا گھر اور شہر پاشا آسان نہیں  
 ہر گزور دیکھا کرتا ہے۔ گھر نہ تھا اور اس میں تمام جہات متبرک اور کام ہے۔“ میرا نے اس کا ہاتھ تھام  
 کر زبانی کہا۔  
 ”پھر وادی جان میں عورت میں کو اپنی اہلی عورت تھی۔“ زور سے سہج گئی ہے۔  
 ”تو میں کو کہ وادی جان نے اپنی انا پر رشوت اور اسے گھر کو تیار کر دیا۔“  
 ”خاک ہر ہے۔ ایک ایسے گھر میں جہاں کسی کی عزت نفس کو نہیں لگائی جائے وہاں رہنا اپنی قربان  
 کے متبادل ہے۔ یہاں جانے کا ہر وہ گھر نہیں آتیا۔ اب نہ جاننا کہ اندازہ ہوا نہ اپنی انصافی  
 کا۔ یہ شفق نے نہر خود بھیجے میں جواب دیا۔  
 ”انصافی کی کیا بات ہے؟“ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کی ذہنی دنیا بھی نہ ہوتی ہو۔ اس نے ایک دنیا  
 نکلتا اٹھایا۔ وہ ہر طرح سے واد جان کا دفاع کرنا چاہا رہی تھی۔  
 ”محبتیں وہ ہر طرح سے آتی ہیں۔ بڑے گھر کی ہیں۔“ وادی جان نے تمام ہیمن کے نام پگڑا اور  
 شادی کے بعد بھی اپنی ہر خوش واد جان کے لیے ہی تھی گھر ان کی نظروں میں تھا نہ کسی۔ جب ہی تو انہوں  
 نے دوسری شادی کر لی۔ ”میرا نہ دیکھتے ہیں کیا۔“  
 ”تو اب اس کی نظروں میں اس کے اوپر دل میں جگہ بنانے کی کوشش کرنا چاہیے تھی تو کہ گھر چھوڑ  
 آئیں۔“ وہ جھلکا کر بولی۔  
 ”نہ دقتوں کی باتیں مت کرو۔ واد جان کی بولی کی حیثیت سے محبت اور عزت ان کا حق تھا اور

میں نے احرازِ کی طرح حاصل کی جاتی ہیں۔ خیرات کی طرح باقی نہیں جاتی ہیں۔ شفق نے آگ بجھ کر بولے کہ  
ہوئے غصے میں کہا تو وہ بھی ڈٹ گئی۔  
مگر باجمت حق سے اور حق تو باک نہیں جاسکتے ناں اپھیت کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے لڑنا پڑنا ہے  
کوئی خسرے میں بھی سہا کر غریب نہیں کرتا  
یعنی تیار ہے کہنے کا قصد ہے کہ رادی جان نے اپنا گھر جانے کی کشش نہیں کی اور جو شی و رما  
سے چھوڑا میں نے، شفق نے خطرے انداز میں کہا کہ تو وہ تھکائی۔  
میں نے یہ نہیں کہا کرتا شہر کوں کہ کہ رادی جان کو تو عوامبر کرنا چاہیے تھا۔ ضبط کر کے اس وقت  
کا انتظار تو کرنا ہی سہی۔  
میں باقیان ان کی بھولی میں نام نہاد محبت کی ہیکل ڈال دیتے۔ تب تک وہ بیوی دوست و دواز  
کے کشمکش تھامے ان کے تروں میں پڑی رہیں، یہ شفق نے اس کی بات کاٹ کر کہنے لگی یہی کہا  
کہ ایک لڑکی ہو کر بیاہت کر رہی ہو تو یہی کیا تم چنی کسی چیز میں شرف و رفاقت کر سکتی ہو؟ تو میر  
نے استغناء سے نفوں سے اسے دیکھا۔  
اور اگر ایسا ہو تو میں وہ چیز ہی ختم کر دیتی ہوں تاکہ وہ میری ذرے ہو کسی اور  
کے قبضے میں بھی نہ جا سکے اور بیل خیال بھی یہی ہے کہ رادی جان کو بھی یوں شکست نہیں ماننا چاہیے  
تھی۔  
مگر ہوا تیسرے طرف سے ملانچ اتھیں راجان کو قفل کر دینا چاہیے تھا تاکہ نہ سہ ہنس نہ بچے  
بانیس۔  
فخر کو بے وقت کی شرفی تو بھی۔  
تم الفاظ کو تو موزوں کر قط زرع صمت دو۔ اے شیش آگیا۔ مجھے رادی جان سے محبت ہے اور  
میں راجان سے شغل سے بھی متفق نہیں تاہم مجھے رادی جان کی محبت ملی ہے بھی اختلاف ہے۔ اسناد  
کو ہر حال میں اپنی چیز میں اپنا گرفت مضبوط رکھنی چاہیے۔ اور شغل اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی  
کوئی بات لینا ہے۔ جس سے یہ تصور نہیں کیا۔  
چلو خیر چھوڑنا باتوں کو۔ وہ نہ جانے ہاں کے بھیل چن کو محسوس کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز  
میں کہا۔  
وہیں سے ہی کسی کی زور کے بارے میں بے لگ تبصرہ کرنے سے پہلے پھر کو اس کی جگہ رکھ کر سوچنا  
چاہیے۔ وردی حشد کی کورف وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس کو تھپتا ہے  
خیرات نے بھی کاجا کر کے اپنی غلامی سے کہ اور کشمکش کا زرع رادی جان کے منے سے موڑ کر دوسری  
طرف پھیر دیا تو خیراتی ہی دہر میں باقی کیڑوں اور جواری سے ہوئی ہوئی مدیر فیشن تک جا پہنچی۔  
اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ وہ سب تھیم ہو کر راجان کے خلاف اور رادی جان کی حمایت میں دلائل سے  
کو اسے تائید کرنے کی کوشش کرتی تھیں جس سے جیسے کہ اب راجیشین لڈر کی حیثیت قبول کر لی تھی۔ اسے  
رادی جان سے اختلاف نہیں تھا۔ اتنے کہ گھرجوئے نے راجیشین کو کسی طرح راجان والا دے  
ہوئے ہوئے میں اکیلے ہو گئے تھے۔ اسناد، اکرام، انعام صاحب اور سیدہ بیگم نے والد سے کہنے کہنے  
رہتے مگر عزت و احترام اپنی جگہ تھا۔ اپنے بچوں کو بھی انھوں نے راجان کے شعلات بتا رکھا تھا اور ان  
سے ملنے کی آزادی بھی دے رہے تھے حتیٰ کہ سب اپنے خیالات کے مالک تھے، کوئی ان سے نہ مٹنا چاہتا  
لوگے نہیں کے۔  
اچانک سب بچوں کے والدین ہی جب راجان سے شہ زور نہا رہے تھے تو چھوٹا لڑکے کیسے اپنے  
فرق کا احساس ہوتا۔ سب کی ہمدردیاں غصیہ خاتم کے ساتھ تھیں اور بلاشبہ ہمارے جی تھیں۔

”کیلو کیا حال ہے ہمیشہ، کیچہ خزانہ ہیں؟“  
 اعدائے اسے چونک کر متوجہ ہوئے دیکھ کر ترستے سے سوال کیا۔  
 ”شک ہوں۔ تم سناؤ۔ یہ نہ کہی انھیں کوئی اس داستان شناری ہیں؟“  
 وہ خیالات کی دنیا سے نکلا کر پندی لڑن امدکی طرف متوجہ تھا۔ سیکڑوں میں اس کے چہرے کی کڑی پر بھر کر سوال کر ڈالا۔

”میں پوری آنکھوں میں کیا دیکھتا ہے؟“

اعدائے چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا ”میں ٹھونکتا ہوں۔“

”کیا پانی کی کسی کیفیت نگہ داری ہے۔“ قلمیہ سے ہنگ لڑا ہے ہوا آگ کلے۔

اب وہ باقا دور کچر پر نگاری پر اتر آیا تھا، اس کا کمرے کیجیے میں۔ استفسار کیا تو اعدائے قلمیہ سے

چونک کر اسے دیکھا اور ڈھیل ڈھالا انداز چھوڑ کر اٹھ بیٹھا۔

”یہ جنگ ہی تو فرما رہا ہوں آگ کلے۔“ وہ یہ بھی نہیں تھکی ہی ہنسی ہنس دیا۔

فرزاد اس کے انداز پر غصہ کیا۔ ”اچھی میں کون پہلے کیجیے ہی نہیں اچھی میں مصلحت اور جیروں ہنسی اس کے

لبوں پر بھی کھری تھی۔ اس نے کھربتی نظریں اعدائے چہرے پر بجا دیں۔

”تیس سے چارے ہے یہ جنگ۔“

”آگ۔“ اس نے خوفی سے شانے اٹھکا دیے۔

”ادھر تو یہ بات ہے۔“ فرزاد نے اس کی آنکھوں میں اتاری کیفیت سموس کر کے معنی خیزی سے

اوپر پر زور دیتے ہوئے کہا تو اعدائے کھرک کر اٹھ اٹھا۔

”ہوں۔ تو آپ ہیں اس وقت کی ساقی میں معروف ہیں؟“

اس کا موڈ بھی سی حد تک خوشگوار ہو گیا تھا۔

”آپ بھی۔ کیا سیاح؟“ اعدائے قلمیہ فوراً باز پڑی۔ کیچہ لیسے کو فرما کر ڈکڑا دیا پھر فوراً مشعل کر

عاضد مافی سے کام کیا۔

”جی سے ترواد پر بھائی میں جتان کل اپنی ہونے والی زوجہ کا دم بھرتے نظر کر رہے ہیں اور زوجہ

آٹا کا۔“ وہ ہنسا۔

”ہ۔ پرے ہی تو ہیں۔ اعد کے انداز میں حسرت نہیں تھی۔

”جو اب اعدائے گہری

مرد راہ پوری۔

”شرم کو فرمادے بھائی ہوا اس پر یہ عالم ہے۔“ اس نے آنکھیں نکال کر اسے لگا کر۔

”مہرے تو یہی ہے ناں کفر باڈا کیا ہی ہوں، خود فرما رہیں ہوں اور وہ موصوفہ شرمین ہیں

شرم نہیں۔ اعد بھی غلاما ہوا تھا، بولنا کیا۔

”اس کی۔“ اس نے کمر کا نام شرمین سے۔ ”فرزاد نے شرمین کے دلچسپی۔

”شرمین یا دوغان۔“ اعد نے کہا کہ جیسے وہ کوئی بے معروف شخصیت ہو، اس کا نام لیتے

ہوئے خاص مرعوبیت تھی اس کے لیے جی۔

”پھر شرم کیا ہے؟“ یہ اس قدر شکست خوردہ انداز میں ہے کہ اسے سپ سالار کا پڑا ہے اس کے

شانے پر اس نے دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھا اور ترواد سے سوال کیا۔

”شکستہ پانی ارادوں کے پیش و پس میں نہیں

دل اس کی جاہ میں کہے جو میرے پس میں نہیں

اعد کے انداز میں لاپرواہی تھی، جانتے کیوں وہ بے ساختہ ہنس دیا۔ اعد نے کسی قدر اچھٹے سے

اسے دیکھا اور جھپٹ گیا۔ پھر کیچہ یاد نے پر پڑنے لگا۔

”خیر یہ کچھ عجیب ہے۔ آپ بتائیے آج یہ فرورسج کیوں آئے تھے جناب؟“  
 ”میں کچھ کام تھا وہاں۔“ وہ حسب عادت ٹھانے کے موڈ میں تھا۔  
 ”مگر کچھ اعد اس کی بہت بقی تھی۔“ ربات وہ شہر کستے کمر و دم کے محلے میں اس نے  
 اسے اچھی نگاہ لکھ کر کہا تھا۔ جیہ کہ اعد اس کے سامنے کھڑی کتاب کی مانند تھا، دل کی ربات  
 کہہ ڈالتا۔

”شرمین اس کی کلاس فیو جی کمرشتہ ایک سال سے وہی ایسی ہی آکرزم میں ساتھ رہتے تھے مگر

پچھلے چند دنوں میں ہی اسے اندازا ہوا تھا کہ وہ شرمین کے لیے کچھ مختلف احساسات رکھتا ہے اور

چونکہ ان دنوں فرورسج سے رہا تھا سو اس نے کہہ دیا کہ آج پہلی فرصت میں راز دل میں لایا

رہا تھا کی اپنی اگ وہ دیکھتی تھی، وہ اس میں بھی رہتے تھے جیہ کہ مزاح کی کیسایت اور چہرے والوں

کی حیثیت کی برائی اگ وہ دیکھتے فرزاد اور اعد میں کالے بے لطفی تھی۔

”کام کی ذمیت جتنا پسند کرے گی آپ کیا میں خودی قیاس کروں؟“

اعد کی آنکھوں میں بے پناہ شرم تھی، فرزاد نے اسے دیکھا اور پھر مصنوعی فیسے سے آنکھیں لکھیں۔

”میں شرم اپنی بھائی سے فرض رکھیں۔“ میری بگر جھڑیا، مدد کوئی، پھر کیا ہی یونیس میں اپنے جاسوں

پھیلا کر رہے۔

”وہ اسے ناں نہیں سکتا تھا، سو بڑا بڑا ناں ڈھاٹا دم کی طرف بڑھ گیا جب کہ اعد کی کھلکھائی ہنسی

اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔

”اس کی سب کو لیکر کالی کو اپنی شرمین، بتائے اس کی سب سے دوستی کرادی تھی کچھ وہ میں ان میں

مطلوبہ میں مل گئی۔“ جاکے توسط سے تقریباً ہر کوئی جان گیا تھا کہ وہ سلمان صاحب کے دوست کی بیٹی

ہے۔ کچھ لوگ اس سے مرعوب ہو گئے تھے کچھ کچھ نہیں تھی۔

”خصوصاً جیہ سلمان اس سے مخاطب ہوتا تو بہت سی نظروں میں ہی آپ باؤس کی دھند چھٹا

جاتی اور وہ ان تمام لوگوں سے خورے سے کیا خود کو کھانجی سٹوڈنٹ کے ساتھ ایڈیٹ کرے میں

میں تھی اور چونکہ اس کی فطرت میں نرم خوئی کا مضمین خانوئے فیصد موجود تھا لہذا بے لاسب طعانت جلد

اس سے گلے میں نہیں اور فرسج جیسا خشک اور بد بخت جیہ انھیں اچھا لیتے لگا کھنٹی کر دے اس پیر پر

کا اشتہار کر لے گئیں۔

”سلمان نے دو کیشن آس کے شہر دیے تھے۔ ایک کو خود فرما حاتم الیہ اس کی کلاس کو متعین

پڑھا تھا جیہ زمین کی ذمہ داری تھی۔ جب وہ پہلا پیر پڑے لے لکھا تو زمین کی کلاس ہوئی۔ میں آتے جاتے

ایک دوسرے کے استاسا منا ہوا رہتا تھا۔

”اس نے کئی راتوں تک کیا وہ غایت درجے کی سنجیدہ اور لمبے دیر رہنے والی لوگ تھی ضمیر ماسما

سے بات کرتے ہوئے کلاس قدر میں طاری ہوتے کفر اس کی نگرانی کر رہا ہو۔ خود وہ بھی مزاج بڑا

نرم ہو۔ تھا کہ جانتے کیوں زمین کے خاصو شرب اور جیروں کا نہیں نشانی، بلوئی، احتجاج کر کر غلامی

انھیں اسے تسلیم ہونے پر مجبور کرتا تھا۔

”پہلی مذاکرات میں اس نے شمشک اپنی تھا، وہ ایک expression تھی، سب سے اگ اور بڑا مختلف

اور تفرق۔“ گورکھ کرما (Gurkha) تھا اس میں جو اسے ایک طرف کیسایت تھا۔

”الیہ سلمان انکل کی شفقت اور تربیت پر وہ زیادہ دن اپنے خول میں بند نہ رہا کہ ہر حال وہ اسے

بیشے سے لڑی ہی مشت کرتے تھے جس شفیق اور دوستانہ نہ رویے کی وہ اپنی سے طالب تھی۔ وہ

سلمان انکل کے مزاج کا مقتدر تھی۔

”نرم خوئی اور نرم روی ان کی شخصیت کے وہ پہلو تھے جو اسے سب سے زیادہ اپیل کرتے۔“ اس کا

کامپلیکس انہیں دیکھ کر مزید بڑھ جاتا۔ اپنی اور ان کی ذات سے فساد تمام شکوے اور بھی بڑھ جاتے۔





مسائل کا سامنا کرنے اور انہیں اپنی قوت اور ادا کرنے والی اور کیا اس کی آئیڈیل تھی، جن کی منشا ان اور بات ہے، ہفت ہوشی ملک کی ساری تھی، بے لے جب کہ یہاں معاد تھے، رکس تھا۔  
 تو مجھے مقررہ ہے آپ کی رسک کیا قطع اور داشت نہیں ہو سکتی، رائے ہوا آپ کا خوش ہو جائے۔  
 گڑھی میں جو غش اس کی رسک اس سے سخت گرفت اور ہزار کی مسئلہ ہے دے دی تھی۔

میر نے اسے اہستگی سے علیحدہ کیا اور بیخ پر اپنے ساتھ بٹھالیا۔  
 سب کی پریشانی مشترک تھی، سب ہی ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے۔ ابی کا بے یگانہ

”جیتانے ایک دو سارہ سو بیلو کیا اور پھر ریسور کر ڈیل کر بیٹھ دیا۔ شاید قرا و جیانی نے لائن ٹرسٹ کی کلینک کر دی تھی“

”اوه میرے خدا۔“ زوہب نے اس کے خاموش ہونے پر حیرت ماحیا۔  
 ”جیتانے کیونکہ تو نہیں؟“ وراساں بیٹھ کر پوچھتے ہوئے اس نے اطمینان سے بیٹھی صمیمہ کو دیکھا۔  
 ”ہاں سخت شے تھی۔ میں نے پوچھنے کے کرس کا فون تھا، کس نے ہولڈ کر لیا تھا۔ میں نے کہہ دیا کہ ساجد بات کر رہا تھا۔“ اس نے اطمینان سے اپنا کا نام مزید انداز میں بتایا۔  
 ”اور جو ساجد بتا دیتا انہیں تو یہ۔“ زوہب کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔  
 ”نہیں وہ ایسا کبھی کبھار کرتا۔ کیونکہ میں نے اسے یہی کیا کھلے ہوئے دیکھ لیا تھا۔  
 ”تسے زوہب ترس آ گیا تو ٹھیک ٹھیک بات دیا وہ دل تو چاہ رہا تھا اسے اور ستانے۔  
 ”اوه قذایا۔“ اس نے سکون کا سانس لیا۔

گو کہ اسے فرما دے بات نہ ہو سکے کا اندیشہ تو ضرور دوا تھا مگر یہ بھی غنیمت تھا کہ بہت ہو گئی تھی۔ اکثر قرا و صمیمہ والے فون پر کال کرتا تھا کیونکہ وہاں کے گھر سے صرف اسی کے فون آتے تھے۔ یہ انگ بات کر سواتے زوہب کو کوئی نہیں جانتا تھا کہ اسے فون فرما دے بھی ہوتے تھے اور وہاں نہ تھی۔

زیادہ تر تو زوہب اس کے ساتھ ہی سوتی تھی مگر چونکہ آج وہ تیرہ آبی کی شادی کی ہزار دہائی دیکھ رہی تھی موزی لگا کر بیٹھ گئی تو زوہب اپنے گھر میں چل آئی تھی اور فرما دے بات بھول کر چوڑھ لاکھ کا پیسہ الگ رکھا تھا لہذا سمجھتا ہے کچھ اور یہ واقعہ پیش آ گیا۔

صمیمہ نے گہری نظر سے زوہب کے چہرے کے تاثرات دیکھے، ایک لمحے میں کس قدر خوف اور سراپا لگی اس کی آنکھوں میں آخری تھی اور پھر صمیمہ کے ساری بات بتانے پر اس کا اڑا رنگ بشکل واپس آ گیا تھا۔

”زوہب۔“ آخر اس طرح یہ سارے معاملات کیسے بیٹھ گئے ہوں گے۔ تو آتی ہر دل ہو کر ذرا ذرا سی بات پر ہنس کر کھٹک جاتی ہو جاتا کہ جب قرا و جیانی نے یہاں پر ہولڈ کر لیا تو کیا ہوئی؟  
 وہ اس سے پوچھتا تو نہیں جانتی تھی مگر آج بے اختیار اسے مدتیجگ سے سوال کر بیٹھی۔ زوہب نے قہر سے استغاب سے اسے دیکھا۔ ”اسی شانت کی توقع اس سے کہی ہوئی تھی۔“

”لگ۔“ کیا مطلب؟ ”وہ سمجھ کر بھی استغفار کر رہی تھی۔“  
 ”مطلب یہ کہ اگر تم ایسی طرح ڈرتی رہیں تو کیا ہوگا۔“ قرا و جیانی کہتے ہیں تو میرا آپ کی ذریعے گھر میں بات کر وجہ کہ قرا و حال یہ ہے کہ ان کا نام بھی کرم کیوں خوفزدہ ہو جاتی ہو جیسے کالے پانی کی سڑا سنا ہی نہ ہو۔“ صمیمہ نے گہری سانس بھر کر صاف صاف کہ ڈوالا۔  
 ”دو چند تانے کے لیے نظر سے ٹھکرا کر چپ کی چپ رہ گئی۔“ کیا بولتی وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔  
 ”چہرے ہی بتاؤ۔“ میں کیا کروں؟“ ”یہاں آخر اس نے بے بسی سے سوال کیا۔  
 ”میرا تو خیال ہے کہ تیرے حق میں بیٹھ جاؤ۔“ اس میں وقت سے بعد میں ایسیخاں بدعا تو بولنے

”الزلم۔“  
 ”آؤ۔“ خاموش ہو جاؤ۔“ اس کا جملہ کمر ہونے سے پہلے ہی زوہب نے گلاس اس پر تان کر اسے خاموش کرادیا، لیکن تو وہ قہر میں اچھا رہ رہی تھی کمرے آتا پریشان دیکھ کر یہی ہوشی کا مٹا ہوا کوئی ہو کر زوہب کو گھوٹو سخت اتکارا کر رہا تھا۔  
 وہ اس سے شہرہ بیاہ دیا وہی تھی سبک لے ملتی سوہرہ دیا تھا۔ شادی کی نظروں سے اسے دیکھا

مگر وہ یوں ہی تھی جیسے کچھ شہنشاہی نہ دوا رہتے ہیں مدحت نے اندر جھانکا۔  
 ”زوہب نہیں بڑے بھیا ملارہے ہیں۔“ وہ ان کا پیغام لاتی تھی۔

”کیا یہ دسے میں بیچ کر پکڑوں آؤں گہ۔“  
 ”اس نے آؤں پر زور دیتے ہوئے اسے پھیلاتا تو زوہب نے منہ جھیر کر شے کا شہرہ اٹھا کر کیا صمیمہ نے ایک نظر اس کی بہت لڑکی کو دیکھا جو محبت کرنے کی ناواں تو کہہ سکتی تھی مگر اب دنیا کے خوف سے بھی ہوئی رہتی تھی۔“

”پھر خود ہی ناواں سے انداز میں پوچھ گئی۔“  
 ”آج بہت روموں تم؟“  
 ”ہاں خندہ بہت آ رہی تھی۔“ آج ممکن بھی تو زیادہ ہو گئی تھی۔ ”زوہب نے کسندی کے مظاہرے کے طور پر پیر پیر کر لیا۔“  
 ”اب آؤں ممکن بھی نہیں ہوئی تھی کہ تم پر اور اصل پرچ کر سوا گیا۔“

”وہ وہ چڑ کر بولی تو زوہب نے منہ بند منہ کی آنکھوں سے اسے دیکھا۔“  
 ”کیوں؟“ نہیں کوئی کیا تھا؟  
 ”میرے سرخا کر اس نے کلائی میں اٹکایا ہوا میٹھ بال لیٹ کر باندھتے ہوئے سوال کیا۔  
 ”جی نہیں، مجھے تو کوئی کام نہیں تھا مگر وہ شہرہ سے ان کا فون آیا تھا۔“ اس نے نیچے پیسے میں اطلاق

”دی۔“  
 ”کیا۔“ قرا و نے فون کیا تھا۔ ”مگر کیوں؟ کیا کہہ رہے تھے؟ نہ صرف وہ شیشائی بلکہ ایک ہی سانس میں کئی سوال بھی کرالے۔“  
 ”پوچھ رہے تھے کہ۔“

”تو کبھی دل سے گھبراتا تو ہو گا  
 انہیں میرا خیال آتا تو ہو گا  
 زوہب اس کی بے وقت شہنشاہی پر براؤ وقت ہو کر اسے خوشنک لگا ہوں سے گھورتے گئی۔“  
 ”اب مجھے زیادہ گھورنے کی ضرورت نہیں، صمیمہ۔“ اتنی ہی کھنکھن تو خود کیوں نہ بات کرلی۔  
 ”میں نہیں جگنا تھی آؤ تھی۔“ چٹا چٹا منہ سے اسی آن کر کے لاک لاک کے سو رہی ہیں۔ اتنا تک کیا میں نے مگر تو شاید سلیک پر چڑھ کر سو رہی تھیں۔“ جہاں اس نے بھی فوراً تیز پیسے میں کہا۔  
 ”تو کیسے کیا نہ تھی کہ وہ فون کر لیں گے۔“ زوہب کا بیدار دیا ہو گیا۔

”ہاں۔“ ”تو ہے۔“ اس نے فوراً تیز انداز میں سر ملایا۔ ”انہیں چاہیے تھا کہ پہلے خبر کر دیتے؟“  
 ”کیسے؟“ ”زوہب نے بغیر کسی سوال کر ڈالا۔ وہ اس کا مظہر صمیمہ ڈر کر سکتی تھی۔  
 ”فون کرے۔“ ”جہاں وہ آؤ تھی جیگ سے بولی کہ زوہب جھپٹ گئی۔“

”خدا کی قسم تو کیسی گھٹا ہو تم۔“ اسے نہیں کس اتحق نے شہرہ دوا تھا کہ اس ویاں محبت ہی گزرا د  
 ہو جاؤ۔ اس سے تو آج کا حق کہ تم کو خبر کوئی نہ لگتا۔“  
 ”چپ کرو۔“ ایک تو تم فضول بہت بولتی ہو۔“ زوہب نے جھلکا کر سر پہ لیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگی ”تم سے پھر کیا بات ہوئی ان کی؟“

”اس کی فوجت ہی نہیں آؤ تھی۔“ وہ پانی کا گلاس میز پر اٹا کر کھراں پر کبھی نکالتے ہوئے بیٹھنے لگے۔  
 ”میں نے بڑے سے بولی۔“

”کیا مطلب؟“ ”زوہب نے پہلے ناگوار اسے اس کی حرکت کو دیکھا اور پھر سوال کیا۔  
 ”مطلب یہ کہ جب میں نہیں آؤی تیسرے گھنٹے کی ناگوار کھنکھن کر کے بولی تو بڑے جیتانے ہو لڑ کر یا ہوا فون اٹھا لیا تھا۔“ یقین کر دینے سے قدم تو لڑنے کے دو واسے میں ہی قریب ہو گئے تھے؟“  
 ”اس کے جیتانے سے سننے میں پیدا کر دی ہو گی۔“  
 ”پھر کیا ہوا؟“ ”وہ سخت خوش ہو کر بولی۔“

”ہم۔۔۔ بچے، مگر کیوں؟“ بڑے بھیا کے نام پر وہ تیسرا سیر ہوئی کہ مدحت نے ایک لمحے کے لیے اسے تھپتھپا دیکھا۔ فون والی بات پر وہ اب تک پریشان تھی۔  
”بھابھا باری کیو جتاہیں کے آگ۔“ سہیلیا نے ان دونوں کے چہروں کے تفاوت پڑھتے ہوئے دُرُک سیدھی گئی تھی۔  
زور ہانے بجائے کچھ کہنے کے اسے شعلہ باز نظروں سے گھورا اور سیر اکتوں آئی تھی وہ بچے میں بد گرائی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مدحت نے اسے خوفزدہ دیکھا تو کہنے لگی۔  
”تھیں کل انہوں نے کوئی شے دکھائی تھی؟ اسٹریٹ لائٹس کے لیے۔“ وہی، ہلکے رہے ہیں؟  
فرنیچ سے دودھ نکالتے ہوئے اس نے چائے بنانے کا قصد کرتے ہوئے اسے پیسے جان کڑھنے لگا۔

”شکر خدا یا۔“ زور ہانے سہیلیا نے آواز بلند کیا۔  
صاف گتہ ہاتھ اور زور زور پوچھ کر لڑی۔ ”مجھے وہ پیر پیر پتے باہر نکلی تو سہیلیا کی سترنگ لگنا ہٹ نے تو درنگ پچھایا۔ شرٹ وہ دای جان کے کمرے میں بھولی آئی تھی۔  
پیار کیا تو زور ہانے کیا، جب پیار کیا تو زور ہانے کیا،  
پیار کیا، کوئی چوری نہیں کی کچھ آپ کو آواز میری کیا  
کیا ہوا؟“ زور ہانے کوئی بولی کیوں تھی؟“ مدحت نے اس کے آگے جاتے ہی لگائی سہیلیا نے چائے کا پانی چھلپے پڑ گئے ہوئے استسکار کیا۔ انازہ قدرے سرسری تھا۔  
”بھیا کے زور ہانے وہ پچھنے سے شاید اس لیے۔“ سترنگ چھوڑ دیا اس نے فون والی بات کو۔ وہ بچہ کو سام۔  
بتا کر بولی اور کرسی سے اُٹھ کر اس کے پاس سلیپ پر آ بیٹھی۔

”کیوں؟“ مدحت نے پتے ڈالتے ہوئے ذرا سی ترجیح نظر سے اسے دیکھا۔  
”کیونکہ اس روز دیا جان والی بحث کے بعد شفق صہیب سے کسی حد تک خفا تھا اور ادھر صہیب بچہ کو پورا مدتی سویرا راشنی تھانسی وقت اور درگ ٹوکے کے جاری تھی۔  
مدحت نے مانتی کو رازدار کہنے کی کوشش نہیں کی مگر خاطر اندازہ نہ ہوا۔ صہیب اور شفق دونوں اپنے اپنے دلائل پر ڈٹی ہوئی تھیں لہذا اس کے صہیب پچھو کچھ طرف جانے کے ارادے دیکھ کر مدحت نے سوائے نظروں سے اسے دیکھا۔

”بس ایسے ہی،“ جتھہ آلی سے ملتا ہے؟ اس نے شوگر پاٹ جاتے پتے نکال کر پچھائی۔  
”گو خا غام کام ہے؟“ مدحت نے اب کے فائدہ پریش نظروں سے اسے دیکھا۔  
”افہ میٹی۔“ ایک تو جیتا ہوا ہے اس کو زور ہانے پر گلم سے سخت الرجک ہوں۔ پھو پھو کے گھر جا رہی ہوں کوئی کتھی کے کاڈ پر تو نہیں بیٹھا جا رہا ہے۔“ وہ اس گفتیش پر غماخ بھٹا کر بولی۔  
”میلیا ہے؟“ آئی سی باٹ پر جھڑک اُٹھی ہو، کوئی پریشانی ہے کیا؟  
مدحت اس کے چہرے کا پتہ ہونے پر حد ہوتے ہوئے بولی اور دستا نہ انداز میں اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ متنبہ سی ہو کر اسے دیکھنے کی اور بات سمجھ کر فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔  
”تھیں تو؟“ بچے تو نہیں پریشانی تھیں۔ بس میں اس سوال جواب سے چڑچڑا رہی ہوں۔ تھیں اچھی طرح پیٹا ہے۔“ وہ خود کو جلد ہی کیڑ کر تھیتی نہیں لہذا اس وقت بھی بڑے قائل انداز میں بولی۔  
”اچھا۔“ مدحت نے اسے ابھور دیکھتے ہوئے دُور سے غصہ میں نظر پڑی۔  
”تو جیہ ہو گئی آج؟“ وہ وہاں ایسی اس سونوئے کی طرف آتے ہوئے دوبارہ پوچھنے لگی۔  
”نہاں چل دی۔“ جسے میں نہیں ملتی سے کچھ دانش لینے ہیں؟

”گھٹا ہے بھائی، آپ کا کھینے کو دل نہیں جا رہا۔“ یہ تیسرا سلیٹ بھی آپ دھارے ہیں۔  
ریکٹ میبل پر رکھ کر وہ سحان کے قریب چلا آیا۔  
”بس، آج، مڑو نہیں ہو رہا۔“ وہ لالہ کی بیویوں پر بیٹھے ہوئے کسٹلندی سے بولا۔  
”آج آپ اسٹی ٹوٹ بھی نہیں گئے۔“ سفیان اس کے قریب ہی آ بیٹھا۔  
”ہوں۔“ سحان نے سفیان کے شافوں پر اپنا بازو پھیل کر اسے قریب کر لیا۔  
”تو آپ سلیٹ گگ رہے ہیں؟ کیا بات ہے فردا جیانی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟“  
سلیٹ کو یک دم گم کردی تھی، بڑی تشریف سے بچا تھا تو سحان دھیر سے بٹس دیا۔  
”کم ان کی سیٹی میں اور فردا کوئی بچے ہیں جو آپ میں لڑائی؟“  
”ہاں، یہ تو شک ہے مگر یہ چڑھنے ہوئے ہیں، ایک اور سیر کو ہرٹ کر رہی ہیں، چاہیں مگر کیا

بچے سحان کے لیے؟“ سفینی نے امانہ انداز میں سر ہار کر بگڑی تھی۔  
سحان نے ایک نظر اس کی سچیدہ اور ذات سے تجھپو میں دیکھا جس میں اس کے لیے پریشانی تھی اور پھر اس کی بات میں دن میں کسوں کے سوچ میں پڑ گیا۔  
واقعی اس کا کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا تھا زمین سے مگر بچے کیوں اسے انکار کر کے بھی ساتھ بڑھ کر گئی تھی، اس بات نے اسے۔“ شک مزد پتہ تھا تھا اور وقت وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ دیکھ اس کی ادا کو دکھا تھا پھر کوئی کیا کر رہا تھا جس نے اسے اندر سے کھرا کر دیا۔  
”میر خیال ہے آپ تک گئے ہیں۔“ اسے سورج میں گم دیکھ کر سفیان نے قیاس کیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔  
”نہاں میر خیال ہے کہ میں آپ کا دم کروں گا۔“ وہ بھی ریکٹ آٹھا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اندک جا ب قدم بڑھا دیے۔  
”آرام کرنے سے پریشانی کم ہوجاتی ہے کیا؟“ سفینی اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔  
”وہ ٹھیک کرک گیا،“ سفینی نے کیا کیا تھا۔  
”کیا مطلب؟“ اس کی آنکھوں میں استسکار اور مستجاب بک وقت پلے رہے تھے۔  
”تم سے کہیں سے کہا کہ میں پریشان ہوں۔“ سفینی کے خاموشی سے اسے دیکھنے پر وہ خود کو تامل پڑ کر کسٹھ کر شالے کے بونے پر بیٹھنے لگا۔  
”آپ کا پتہ راجا رہا ہے۔“ وہ پھر اپنے مخصوص انداز میں بولا تھا۔  
”کیونکہ تو اسے بھی اندازہ تھا اور پھر سامنے اس کے کھانا دکھانے پر رنگ نہ مٹا ہو کر اس شال کا اظہار کیا تھا کہ وہ کچھ آپ سلیٹ ہے جب کہ پاپا کا خیال اس کے برعکس تھا کیونکہ اس سے نکلے ہوئے وہاں ہیں تاکہ آتا تھا اور انہوں نے اس لمحے اس کے چہرے پر اویسا کوئی تاثر نہیں دیکھا تھا جو کسی بھی قسم کی پریشانی کا اظہار ہوتا۔

”اچھا۔“ یہ تم سے نہیں کہہ کے پڑے شون کر دیے؟  
”یہ میرا نہیں ساما کا خیال ہے۔“ وہ آپ کی اس ٹھیک بڑائی سے متشکر ہو گئی ہیں۔“ سفینی سینے پر ہاتھ دانتے ہوئے بڑے سے بولا۔  
ایک وقت کا کھانا نہ کھانے کو اس نے صوب کر غل غل کام دے دیا تھا سمین کو بھٹی گئی تھی۔  
”تھیں ایسی کوئی بات نہیں۔“ بس آج گھر سے باہر نکلا تھا اس لیے سوڈا نہیں پیا۔ تم ساما کو سمجھا دینا۔“ چہرے پر ہشاش لاٹ ہوئے اس نے سین کا کھال کا کھال تھا اسے ہونے بھلانے کے لیے کہا۔  
”وہی بھائی؟“ وہ کو ایک مشورہ دے کر اس کے لیے صوب کے قصد کرتے ہوئے بڑھ کھڑا تھا۔  
”کیونکہ یہ بات پر رکنا ہے؟“ استسکار سے سوالیہ نظریں سفینی کے چہرے پر لگا دیں تو وہ کہنے لگا۔  
”اگر کسی نے آپ شکر کرنا نہیں چاہتے تو اپنے چہرے کو بھی نہیں سنا نہ نہ جانی کہ ہر کوئی سوال کہنے چلائے۔“ پتلے خود کو سمجھا نہیں پھر دوسرا بولنا پتے گا؟

سفر کے پاس بارہلو کا دروازہ تھا۔ سمعان اسے حیرت سے دیکھتا رہا اور وہ اچانک ہاتھ کرکے کچھ  
 طرف چلا گیا۔ براؤنیز کی خوشبو بتا رہی تھی کہ مامانے آج ٹیکنگ کا پروگرام بنالیا ہے۔  
 سمعان نے اسے روک کر کہہ دیا کہ مامانے کے ساتھ تو ذرا اور وہ خاموشی سے اپنے کمرے پر

چلا آیا۔  
 چائے کیون نہیں یاد خان کی شخصیت دن بدن عجیب ہوتی جا رہی تھی۔  
 اور اس کی قوراس کے حواس پر بھی چائے کی تھی وہ اپنی تمام تر برکات سمیت۔ یہ نہیں  
 کہ اسے آج ٹیکنگ کی دلی سے متاثر نہیں کیا تھا یا اس سے زیادہ خوبصورت دلی اس نے دیکھی نہیں  
 مگر کچھ تو تھا نہیں یاد خان میں جس نے چھ دن پہلے اس کے اندر کسی جذبے کو جگا دیا تھا۔  
 اسکول کے لئے کہ اسٹیٹ ٹوش کپ کی تھی یہ لڑکیاں اس کی دوست رہی تھیں اور اب بھی ان سے وہ  
 قہقہہ مٹا رہا ہے وہ سم نہیں یاد خان میں نہیں۔

وہ جیتے ہیں ان کے ہر نظر کا ایسا حسن اور ہر حق کے لئے ایک نظری کی ضرورت ہوتی ہے نہ  
 شخص کو اچھا لگتا ہے اور نہ ہر جگہ سارے جہاں کو نرا گناہ کتا ہے۔ شاید اس کی زمین اسے  
 سب سے جدا لگتی۔

پسند ناپسند کا یہی اختلاف تو دنیا میں کسی مرد کا حق قائم رکھے ہوئے تھا گھر کی بی بی اور ان  
 آگے سے بھی برس پہلے آپس میں ہی جھگڑ کر ختم ہو چکے ہوتے۔  
 اپنی کیفیت جیسے ہی وہ خود کو تیزی طرح کا مارا تھا۔ مگر وہ کسی کی ذہانت سے متاثر ہوا تھا  
 چہرے کی ذات سے اسے اس قدر لگاؤ کیوں ہو گیا تھا۔ اس کا ناشیلا انداز کیوں اسے سوچنے پر مجبور  
 کرتا تھا۔ وہ آخر کیوں چاہتا تھا کہ زمین پاؤں کی شخصیت کے ساتھ اس کا ایکسپلور (UNEXPLORE) پنڈ  
 کھنڈ نکالے۔ اسے دریافت کر ڈالے۔ معلوم کرے اس کے اندر چھپے ان ڈسکورڈز کو۔

کیا تمسک تھا؟  
 کیا ماضی فطری لگاؤ؟

یا دلی جذبہ؟  
 شاید کچھ بھی نہیں تھا۔

یا پھر سب ہی کچھ تھا۔  
 مائیکو۔ "ماکگ پٹر" جو کھولتے ہوئے وہ یہ قہقہہ شعلے کی کوکش میں مزید ابھر گیا۔  
 چھوڑو بھی سمعان کو رینڈی۔ خاک ڈالو اس لئے پرستار بن گیا اس بات سے کیا تعلق کہ وہ کھلا  
 جو زمین یاد خان کو اپنے ساتھ لے گیا۔ تمسک اس کے کیا مطلب کہ وہ کھائی اور کیوں تھی؟  
 دروازے سے اسے متنبہ ہوا کہ دروازے کی کوئی نہر لگ چکی تھی۔ دیکھا دیکھا آگے کی طرف  
 ہوا ڈھنگا ہوا۔

نات ریش سمعان۔ ایک دم وہ خود کو ٹش کا ٹھٹھا لٹھا ہوا۔

وہ بچے کی ضرورت کہ اس دلی کے لیے پریشانی ہوا چھوٹا جیسا دنیائے اس قدر غافل  
 ہے جب اسے کسی کی پروا نہیں ہوگی اور کوئی بھی اس کی قدر نہیں سکتی کی حاکمات ہیں کرنی چاہیے۔  
 مغل نے اسے بڑی طرح لانا اور تو کھینچا اٹھا کر سے وہ بڑھ گیا۔ رگ کر سوا ماما کو اپنے  
 کا تیار کر کے مہر شیاں آیا کیا اسے دیکھتے ہی دوسرے ایک سلسلہ شروع کر دیا گی۔ ہنڈنا کچھ پتہ  
 باہر نکل آیا۔

"زارا"۔ لائبریری کے نکل کر اس نے سامنے سے جاتی ہوئی ذرا روک لیا۔  
 کیا بات ہے؟ "زارا وہیں رگ گئی اور منتظر نظروں سے اسے دیکھا تو وہ لمحے بے دگ  
 اس کے پاس چلا آیا۔

"وہ تمہیں نہیں آ رہی آج کل۔" حیرت تو بہت تازہ ہے۔

کچھ جھکتے ہوئے اس نے بغیر کسی تہدید کے پوچھا تو زارا کے لبوں پر ابھرنے والا عزم اس کے کچھ  
 نفیٹ سا کر گیا۔ "تمہی خیر نظر تو ہے اس نے اسے دیکھا تھا

"ان کی ٹیکٹ خیریت تو نہیں مگر۔"

"کیا مطلب؟" اس کی بات کا ہونے سے پہلے ہی وہ بولی پڑا۔

زارا تمام ضبط ہلائے خالق رکھ کر بے ساختہ جیس پڑی۔ عجیب سے قوری تھی اس کے لیے میں۔  
 امدے نے پندھائے اب پہنچ کر اس کی بے یقینی کو سنا اور ہر مدد سے سنبھالنے سے بولا۔

"میں درحقیقت اس کے پریشان ہونا۔ پتہ نہ تھا وہ کہاں ہے اور کیسی ہے؟"

زارا کی ہنسی کو اس کے منتظر بنے ہوئے رگ کر گیا اور اس نے مذاق کرنے کا ارادہ ترک کر کے  
 سوئے اسے بتا دیا کہ زمین کا ایکسپلورٹ ہو گیا ہے۔

"کب؟" کہاں؟" کیسے ہو رہا ہے؟"

"سو حیرت میری بھائی، میرا خیال ہے کہ کسی جگہ بیٹھ کر سکوں سے بات کر لیتے ہیں۔  
 س نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر لئے تو زارا کو کھینچا پڑا۔ رینڈیکل کرنے کے بعد تو دلی

بھی متھن بہت ہو رہی تھی اس پر مستزاد مگر۔ جس نے بڑا حال کیا ہوا تھا۔

"اور شیور۔" وہ ذرا کی ذرا نام بڑا اور پھر اسے ساتھ لے لیں جی۔ ابھی تین دن سے شرمین  
 غائب تھی اور اس کی غیر موجودگی اسے سخت متوشن کر رہی تھی۔

دو دن تو اس نے سوچا تھا کہ کیا یہ طبیعت خراب ہو یا کوئی کام وہ ہو گیا جس کی بنا پر وہ کوئی  
 نہیں آ رہی مگر آج جب تیار دلی بھی گزر گئی تو اسے لالچا دارا سے جو کہ شرمین سے خاصی قریب تھی بلکہ

اس کا سایا بن کر رہتی تھی۔ پتہ چھینا ہی پڑا۔

گو کہ یہ کوئی ایسی حیرت انگیز بات تھی کہ وہ تین دن فیروزہ رہی مگر آج کل چونکہ سمسٹر کی تیاریاں  
 شروع کر چکی ہیں اس لیے اس کی غیر موجودگی سب کو ہی تھی۔

خصوصاً امدے کا تھا کہ وہ اس قدر رگڑا اور شوشہ تھی۔ یوں بھی گھر کا ماحول کچھ اچھا تھا نہ ایک  
 دن کی بھی نہیں نہیں کرتی تھی اور جب سے شرمین نے اسکول میں ٹیکنگ جاب شروع کی تھی، وہ اور بھی

انگاری سے یہ یونیورسٹی آئی کیونکہ اس کے بغیر گھر کا شے کو روڑنا تھا۔  
 آئی کی تو یوں بھی آئی گھر میں آئی گھر میں اور صرف تھی۔ سب بھی سہارا بن گئی۔

میں شرمین کا ہی سہارا ہوتا تھا جو سب سے اُس نے جاب کی شرمین کا دلی نہ لگنا تھا کہ میں۔  
 "ہاں تو امدے تھا۔ سمسٹر کی تیاریاں کیسی جا رہی ہیں؟"

کر لڈ کر ڈنگ کا پ لیتے ہوئے زارا نے اتنے خرسے فیروزہ سوال کیا کہ امدے کے ماتھے پر فوراً  
 نہ پڑا۔

"س ٹھیک ٹھاک ہی چل رہی ہے تیار؟" اُس نے سر پر ہی سا جواب دیا۔

"اچھا۔" وہ ہلکا سا ہنسی سے جواب دیا۔ عجیب سے شایہ تھی اس کی آنکھوں میں امدے کو کھانا ہی پڑا۔

تم شرمین کے بارے میں کچھ بتا رہی تھیں۔  
 "اؤہ ہاں۔" اُسے جیسے یاد آیا۔ مگر کچھ سوج کر نظر اٹھائی۔ "ہاں وہ اسے تم اس کے لیے اتنے مٹی کیوں

اب کے اس کے سوالیہ میں تم جس اور فیتیش کا لنگ شامل تھا۔ امدے فوراً نادل سے انڈا  
 یا سامنے جیسے اور بولا۔

"میں نے ہمارے فیملی سے۔" اتنے دن سے انہی رہی تھی اس لیے پوچھ لیا۔  
 شوری طور پر اُس نے اپنا بوجھ پر دیا تھا۔ زارا کی سکڑا ہٹ گہری ہو گئی۔ وہ اور شرمین بہت

ساتھ رہتی تھیں اور اتنا تو اسے معلوم تھا کہ امدے کی گہری سیاہ آنکھیں اس کی ملاحی اور منتظر





ہمیشہ اُپر رہا تھا بلکہ اسی تو اکثر پریشان ہو کر کہتی تھیں۔  
 'زوم جیسی اچھی بچی تو جلد بیاہی جائے گی مگر بسبب تمہاری یہی اوٹ پٹانگ حرکتیں جاری رہیں تو کون پرہیز  
 کا تمہیں ہے؟'

کبھی کبھی تنہائی میرا غم بھی کڑھ کر دوڑا میرا خرابیوں کو سنا بھی بات سے جراتی اسے ہمیشہ اپنی پیش پرقرینت دیتی رہی۔ مرحلت سے وہ بہت مطمئن نہیں تھیں، پھر طے کرنے کو انہیں صہید کے احوال ہمیشہ ہمارا رکھتے۔ ہمیشہ اے دوڑو کو ساتھ رہنے کا موقع دیتیں کہ شدید اس طرف ہی کیوں اس پر ہوا کی نیک اور بیوقوفانہ طبیعت، انرا انداز ہو گا کہ اس سے کبھی کبھی یہی کہتے ہیں سو وہ رہا ہر برس سے اپنی ہی اسی، اللہ ولی، اللہ دل میں اسے اپنی امانتوں پر اترتوں میں تھا۔

جانب سے بھی اس کی بات کو اجازت نہ دیتے تھے۔ وہی ان کا دانا رکھتی تھی۔  
 جانے دیں ناں! اے! آخر وہ ان کی والدہ کا گھر ہے۔ میں تو آپ کے بغیر ایک رات بھی نہیں رہ سکتی  
 تھا نہیں بھائی! اتنے عرصے سے ہمارے گھر کے رہ رہی ہیں۔

”تو کیا لڑکی بھی بدل جاتی ہے۔ اس کا دل اور اس کی نسبتیں بھی تبدیل ہو جاتی ہیں۔ رشتے بھی بدل جاتے ہیں۔“ وہ بحث پر اتر آئی۔ ”اپنے پھر اپنے ہوتے ہیں۔“

بچے میں حیرت اور استغاب سے زیادہ سوال اور قیمت ہوتی۔  
 کیا مطلب؟ اسی کی تیوریاں چڑھ جاتیں۔ سسرال دلمے کوئی غیر ہوتے میں کیا؟

”تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ شادی کے بعد لڑکی ماں باپ کو ماں باپ سمجھنا چھوڑ دیتی ہے۔ ساسی ماں تو نہیں ہوتی۔ آپ خود بتائیے آپ مجھے اہم مدت کو سمجھائیگی کی طرح نظر انداز کر سکتی ہیں۔ یا

وہ ایک لالہ حاصل مگر پرمغز بحث کی ہمیشہ سے عادی رہی تھی، اسی کو بھی نہ چھوڑتی۔ وہ نئی طرح رنج

اچھا اب فضول باتیں مت کرو! اسے فہمائشی انداز میں کہتی وہ اُٹھ کھڑی ہوتیں۔

اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تو وہ فوراً ماں کی شہنشاہی کرسی پر جا بیٹھیں۔ اور جب وہ دیکھے

انچہا پر اس۔ آئندہ بالکل جائز وکالت کروں گی مگر فیض اس وقت تو مان جائیں ناں۔ دیکھیے بھائی نے اس قضیہ کے ساتھ مجھے سمجھا ہے کہ آپ مجھے انکار نہیں کر سکی۔ پس میری عزت رکھ لیں۔ اگر آپ نے

مجھے بھی ٹال دیا تو مجھابی کہ نظر میں میری کوئی ویلیم نہیں رہے گی اور ایسا وقت آنے سے تو بہتر ہے کہ میں خودکشی کر لوں ؟

آخر میں وہ جذباتی ہو کر ان کے آئینے میں چہرہ چھپا لیتی تو ان کو ناچار ماننا ہی پڑتا۔  
اچھا ٹھیک ہے مگر سر کو سمجھا دو کہ سسرال میں لڑکی کا اصل گھر ہوتا ہے، اسے اس میں ایڈمٹ

65

میں تمہاری طرح مخلصی نہیں کر اپنے پیارے رشتے داروں کے یہاں بھی صرف کام سے بلکہ خاص انصاف سے کام کروں۔

تم کی مدحت کی باڈی کاڑھو: اس نے بھی پہلی فرصت میں بدلہ چکایا۔

تہیں میرے جانے پر اعتراض ہے یا مدحت کے ساتھ جانے پر؟  
 بظاہر بڑی سنجیدگی سے نگاہی سوٹ لگاتے ہیں پھر اسے آئینہ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے

سول کیا۔ وہ اسے بچ کر رہی ہے، جیسی خاموش رہی اور پھر کچھ سوچ کر کہتا ہیں اُنھما کو اُنٹھ

ہر کی ہوتی۔  
تو اس کا مطلب ہے کہ تم آج پڑھو گی نہیں؟

نہیں۔ اس نے پلک لگاتے ہوئے اُمیدیاں سے کہا۔  
 ٹھیک ہے۔ میجر میں یقین ہوں، اپنے کمرے میں بڑھوں گی۔ اور ہاں میری آپنی سے کوئی نفع و فائدہ نہیں۔

”جی نہیں۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ مدعی کے سست ہوتے ہوئے چست گواہ بننے کی کوشش کروں۔ میں صرف مدت کے کہنے پر راجی ہوں۔“

اس کا انداز صاف طیش و لانے والا تھا۔ زوفا غصے سے پاؤں چینی باہر نکل گئی۔

ایک پرتوں مسکراہٹ اس کے لبوں کی تراش — میں پھیل گئی۔  
آج ہی فرما دے بات ہوئی تھی اس کی — کتنا عکس نہ تھا وہ — اے یاد کیا تو زوہ کی بزدلی پر سخت تانا

آیا۔ جب آگے بڑھنے کی ہمت ہی نہیں تھی تو کیوں اس دلائی تھی فراد کو۔ ساتھ چلنے اور ہمسفر بننے کا اعزاز ہی کیوں بخش تھا، جب قدم بڑھانے کی سکت ہی نہیں تھی خود میں۔

فرما دو کوئی پیش رفت کرنے کی کوشش نہ کرنا یا زور کی ہمت نہ دینا تو وہ فوراً اپنے غول میں بند ہو جاتی تھی۔ محبت بھی کرتی تھی اور ساتھ کم جتنی کا مظاہرہ بھی کرتی۔

ابھی بھی وہ مکیرہ اپنا سے بیوی بایوں بالوں میں ان کے خیالات معلوم کر کے لیے جانے کا سوسپہ رہی تھی کہ اس نے قیاس کے گھوڑے دوڑا کر خود اسے ٹوک دیا کہ کچھ مت کہنا۔ بھلا یوں ہاتھ پر ہاتھ نہ

فلووس بیچے رہتے تھے یہ مسئلہ حل ہو جاتا۔  
سفیر لاج سے ملے دلا، ایک ک ٹولیاں اور تھکا دینے والی مسافرتیں کسی طبیسی اسم یا جاوکی چھڑی کا  
اظهار نہیں کر رہی تھیں، کی انہیں طرک ناچنے محبت اسم کسم لکر، قدم رکھا کہ اسے حق، کسم کسم کسم

اسرار نہیں کر سکتے ہیں جس کے برابر کائنات ہے۔ کلام کے برابر کلام ہے۔ اپنے لیے اپنے چاہیے کا کام بلند کرنے سے ہی یہ فاصلے مٹ سکتے تھے۔

لیتی تھی کہ آگے بڑھنے کی سکت اور پیچھے ہٹنے کی ہمت وہ دونوں ہی مفقود تھیں اس میں۔  
کبھی کبھی تو سہید سے — جھنگڑا بھی خوب ہوتا — وہ طوفانی فریاد کرتی، اس کی غصیاں گوناتی تو

وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوؤں بھر لاتی کہ صبیحہ کا دل کچھل جاتا اور غصہ دھیرے دھیرے ہمدردی میں تبدیل ہونے لگتا مگر اتنا تو اسے بھی اندازہ تھا کہ یہ سب یوں نہیں ہونا۔ اس کا کہیں رشتہ بھی طے ہو

نواہر عرشِ شکر اور دھبے مزاج کی بوکا تھی اور بے جلتے جلتے والوں میں اس کی پسندیدگی کا گراف

وہ اس کے انداز پر آئی ٹھکانا اس خط پر کرتے ہوئے نرمی سے کہیں تو وہ دے خوشی کے نغمہ ادا کرتا۔  
 'اچھا نہ بار۔ یہ اگر کشتِ الٰہی دیکھئے تو آج آپ اپنی بیوی سے اچھا ہو کر بھی انشا اللہ کہ  
 آپ کی بی بی میں بھی دیکھی رہے گی وہ جبکہ کرکوش بہا لاتے ہوئے پیش گوئی کرتی تو بھی دل ہی  
 دل میں قائم ہوئی' انہیں کدھ کر کے سے نکل جاتیں۔  
 اس کا انداز جیسے سے ایسا کچھ منسلک لیتے ہیں۔ 'مطلب کہ کوئل کے زمرے کے لہجہ کو تو یہ و کرکوش  
 میرا غیوریت کہ ہی آتی تھی، وہ اپنے بھروسہ وائل اس قدر جارحانہ انداز میں دیتی کہ سنانے موجود شخصیت  
 کو حق کا ساتھ دینا ہی پڑتا۔

وہ تو ہے۔ وہ سلاطین سے ہونے شکر اکر لیا۔  
 عمر بھائی کی تعلیم انہی سے حاصل فرما کر ان وقت تھا۔ پہلے پل دہستان کا گھروں۔  
 یہی چھوٹا سا جی تھا۔ وہ کیا کر رہا ہو؟ شکر علی سے شروع ہو کر پڑھا۔  
 اگلے پہنچے کی پڑھ لکھ۔ وہ بھی شکر علی کے گھر سے پڑھا۔ اس نے شکر علی کا یہ بیٹا بھی  
 واپس لے کر اپنے گھر لے کر پڑھنے کی ہمت نہیں رہتی۔  
 شام کی تیار کیا کہ ان کے گھر میں تو ان سے قد بڑھا ہے کہ ساری شام اس کی نذر کر دیتی ہو۔  
 غمور سے سلاطین سے وقت تھیں۔ وہ پتھر پتھر کر رہا تھا۔  
 ساری رات کی طرح پتھر پتھر کر رہا تھا۔ وہ پتھر پتھر کر رہا تھا۔

چاہیں اسی شہر میں رہتے ہیں مگر ہم نے ان سے بات تک نہیں کی تھی۔ جب کہ ان کے توبہ کی بھی  
 ہائی عمر کے ہیں، ہم میں دوستی اور اندرا شیشہ بگڑ سکتی ہے جسے کہ سفید لالہ میں رہنے والے  
 پرکڑن میں ہے۔ مگر تحفہ انھوں نے کیا بات ہے ہم نے آج تک انھیں اپنے گھر کی کسی عورتی میں شریک  
 نہیں کیا۔

تو انہوں نے کون سی رشتہ داری تھی یہ بھی؟ غریب کی آنکھوں میں غافل ہونے والی کیفیت بلکہ  
 لے رہی تھی مگر انھوں نے ہمیشہ کی سنی سنتانی بات کہ ڈالی ہو کر شہر وہاں اپنی کوتاہیاں چھپانے کی خاطر  
 کہہ کر اپنے متین بری اندازہ ہو جاتے تھے۔ مگر وہ دل سے تو وہ بھی اس کی بات کو خشک سمجھتی تھیں، اب  
 کہ انہیں ہمیشہ سے گمراہ تھا اس کے توبہ کرنے کے لیے وہ بھی اس کی طرح ہار رہی تھیں۔  
 اب اس کی بھی بات نہیں کر لی۔ آپ کو یاد ہے بہت مہربانی ہے جب ہم پھر ملے تھے،  
 اشتام سنگھ باہر اور فرار بھائی کی عودہ کشائی کی دھڑلے سے کراٹے تھے مگر ہمارے گھر کسی نے  
 بھی شرکت نہ کی تھی کیابا ہی ان کے بیان کے باوجود بھائی کی شادی کا ڈانڈے گئے۔ اور اب بھی  
 وہ کی بچیں رکھے غیر انتہائی صاف کوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی اور پھر دیوانہ انداز میں سرلاٹے ہوئے

بات ادھر کی چوڑھلی۔  
 تم سے کسی نے کہا کہ اس کے یہاں شادی ہے؟ وہ شاید اس کا فتنہ دہکا کرنے کو پوچھ رہی تھیں۔  
 فرار بھائی نے اس سے نہ کہنے کی کوشش کی تھی بلکہ جواب دیا۔ اور ان کی آنکھوں سے نمیرو دیکھا۔  
 وہ کہیں کہاں ہے وہ اب کے انہیں کون جگہ گئی، فوراً پوچھا۔  
 وہاں کے یہاں۔ میری تو بیٹی ان سے ملاقات ہوئی ہے بلکہ اکثر فون وغیرہ پر بھی مل چکی ہے۔  
 ہے ہم اپنے دوست ہیں وہ اس کے لیے میں فرماتا، نمیرو وغیرہ کہیں۔  
 وہ کہاں ہے کہاں چلی گئی تھی جب کہ فرار بھائی نے اس کے مرنے والا کہنے کے لیے جو کہہ دیتے سب کے

دلوں میں بیٹھیں تھیں، اس کے پیش نظر نمیرو تو قلعی کچھ نہ بولتی تھیں۔  
 کیا؟ وہ دے ساندھ بے لیتی سے سوال کر رہی تھیں۔ مگر میں کون کون جانتا ہے یہ بات؟  
 اسی اور باہر کو تو معلوم ہے البتہ رشتہ دار بھی اس کے علم میں ہیں۔ ویسے دادی جان کو کچھ کچھ اندازہ  
 ضرور ہے اس کے انداز میں بے کوری تھی۔

نمیرو اسے دیکھ کر سوچنے میں غفلان نظر آتے تھیں۔  
 ویسے آپ کی کتا کتا آئے جو ہم سب بھی باہر بھائی کی شادی میں شرکت کریں۔ آخر کو وہ ہمارے کزن  
 ہیں، فرار بھائی کی کتنی محنت ہے کہ ہم سب کو دعوت دی گئی ہے۔ پتہ چلا مرنے آئے؟ وہ اس خیال سے ہی  
 اس قدر خوش نظر آ رہی تھی کہ نمیرو بہت جلد میں چلتی گئی۔  
 نہیں مہربانی۔ جو بات نامکمل ہو، اس کی کتاب نہیں کرنا چاہیے۔ یکدم وہ اس قدر شرمیلی اور درشتگی  
 سے بولیں کہ وہ بڑی طرح شرمیلی کہیں دیکھنے لگی۔

آئی۔  
 میں شرمیلی کہہ رہی ہوں مہربانی۔ درمیان میں فلاں اور دھانسی اتنی طویل ہیں کہ میں کہہ نہیں پاتے  
 والوں کے پتہ نہ ہو جائیں گے۔ تو ایسا سوچنا چھوڑ دو مہربانی، یہ سب کچھ نہیں ہے، مرنے والا اور اس سے  
 متعلق لوگوں سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔

نمیرو نے اتنی تعلیت سے کہا کہ وہ اندر سے بیٹھے گی۔  
 مگر ہمارا اس سے شوق نہ پڑا، آئی؟ اس کا بھرپور بہت ہو گیا۔  
 رشتوں کی اہمیت صرف اس صورت میں ہوتی ہے، مہربانی وغیرہ جب لوگ انہیں نہیں، ان کا پاس  
 رکھیں اور جب اپنا شوق درمیان سے نکل جائے تو کوئی رشتہ ہو تو نامتناہی شوق نہیں رہتا۔ ایشادان کھو  
 دیتا ہے، یوں ہی میں بھی اس کے حوالہ سے رہتے ہمارے علم میں آتے ہیں جب وہ ہماری سے انکڑی ہیں

تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ آئی اس کی آخری امید بھی توڑنے کے لیے تھیں۔  
 ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ آئی، ہم چاہیں تو رشتہ تعلق بنان کر سکتے ہیں۔  
 نہیں مہربانی۔ تو تو فوری میں پڑی گھر میں نمیرو کو نہیں بلکہ کوئی کوڑھا دیتی ہے۔ بہتر ہے کہ ایسی  
 کوئی کوڑھی ہی نہ کی جائے۔ تو یہاں تک چاہیں ہو، وہاں سے لوٹ آؤ۔

اسے سمجھاتے ہوئے نمیرو آخری فقرے پر نظر فرماتے ہوئے اس کے ہاتھ پر دباؤ ڈالا۔  
 کیا مطلب؟ وہ بھی کچھ نہ کہتی۔  
 ان کے لیے میں کچھ تھا ہوا ہے، نمیرو نے اس کے سوال پر انھیں اس کی آنکھوں میں آن  
 دیں مگر اس میں، انہیں فرار کا کوئی کس نظر نہیں آیا۔ وہ جانتے ہی کیا کہہ رہی تھیں، ہم بھی سمجھ گئے۔  
 نہیں، مہربانی، میں تواریفت نہیں کہہ رہی ہوں۔ مرنے والے کوئی کیا شیشہ جوڑنا تو دور کی بات نہ پڑنے

تعلق میں بلکہ میں ہوتی۔  
 مگر آپ؟ آپ شاید یہ غلط کہہ۔  
 چلو مہربانی۔ کئی وقت ہو گیا ہے۔ اسلاطہ ملک مرنے والی۔  
 اس کی بات مرنے ہوئے سے پہلے ہی مدت اور شوق اور چلن آئیں اور مدت کے سلام کرنے پر  
 نمیرو ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اور اپنے ہاتھوں میں کچھ سے ہمیں کے ہاتھ کو ڈرا سا دبا کر پھر دیا۔  
 پھر کچھ دیر اور وہاں زلیں۔ پھر میری فریاد کی بات نہ کر سکی۔

لوں میں کچھ کی کچھ باتیں ہی تھا۔ وہ فریادیں دل سے دابیں لوٹ آئی۔ صرف نمیرو آئی  
 کی مع جھجھکی سے طبیعت سے کہہ سکتی تھی اسے غریب انہوں نے بھی صاف الفاظ میں نامکمل کا کتا اس  
 کی امید کی جھولی میں ڈالا تو وہ چپ چاپ لوٹ آئی۔  
 راستے میں مدت نے ادھر ادھر کی باتیں بھی کیں مگر اس کا ذہن انہیں کچھ تھا۔ بعض ہوں باہر کی گھر  
 لوٹ آئی اور وہاں کے پاس جا کر اس سختی میں کرنے کی بجائے اپنے کمرے میں جا کر بند ہو گئی۔

ایضا اب چلنے کا فرار۔ کئی دیر ہو چکی ہے۔  
 کوئی پر نمیرو کوئی پر نظر ڈالو، ہونے والے ڈانڈا ہوا۔  
 آؤ۔ اس قدر جلدی میں کیا ہوں؟ کچھ پوچھو، ایک تو مجھے اسے کہے ہو سخت اچھے اچھے  
 لگ رہے ہیں۔ پھر پتا چلتا ہے کہ امادہ بھی نہیں اور اب ایک دم جانے کی جگہت سوار ہو گئی ہے تم پر؟  
 فرار اسے آتے ہوئے دیکھ کر روکنے کی طرف سے کہہ رہا تھا کہ مرنے والا۔  
 نہیں، ہاں، اس وقت سخت تھکا ہوا ہوں۔ میں چار دن سے ایک بچہ کی فیروغاری کے باعث ایک دو

کیکشن کے خرید پر پڑے بیٹھے رہے ہیں، بالکل ایک لاکھ ہو رہا ہوں اس لیے؟  
 وہ کہنے پر بھی تیار نہ تھا۔ فرار دیکھیں چپ آٹھ لاکھ ہوا۔  
 کہو جو سمجھنا ہی آئے ہوئے ہیں۔ اس کی آواز میں اندر میں اصرار تھا پتلا گھٹا نیچے آیا تو اسے دیکھ  
 کر کنگ لگا، غیر متعلقہ خوشی کا اظہار نہ تھا، آٹھ لاکھ بڑھا کر مصافحہ کیا۔  
 کیجئے جو بھائی؟۔ اسے سمجھانے کے لیے کاشا نہ تھا۔  
 اس وقت تو سخت مشکل میں ہوں۔ نقد مل سکتا ہے آپ کی؟۔ ان ٹیکٹ اس بے روت ایک

گئے تھے انھوں نے پتے پر داغ مفاہقت دے ڈالا ہے۔  
 وہ جلدی بدل رہی ہوں۔ اسٹیشن جانے کے لیے تیار ہو کر نکلا تھا تو بانک نے تنگ کرنا شروع کر دیا  
 تھا، گھر کی گاڑی باہر نکالی اور مرنے کے پاس بھی سو روپے کی ایک کاسوٹی کر نیچے آئی تھا کہ سمجھان کو دیکھ کر فرار  
 خیال آئی، وہ دیر میں لڑھکے والی تھی کہ وہ جلدی تھی۔  
 کہاں جانا ہے؟ اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

پیشل۔ "فرداً جواب دیا۔

یوں غیرت ہے؟ فرداً اور سمعان نے بیک وقت پریشان ہو کر سوال کیا۔

"جی وہ راصل تک نپلوا اور ٹیٹ ہے اُدھر۔ سو اسے ڈنٹ کر لے لے۔ اس نے تفصیل میں جاسے بغیر کوئی تیری بارگھڑی دیکھیں تو سمعان نے بھی جلدی سے فردا سے معاف کر لیا اور اس کے ساتھ گاؤں میں آ بیٹھا۔

رستے میں اعدائے ایک مدد دینے اور کچھ فریٹ لے لیے۔

پیشل کا تو نیک تھا لہذا وہ جلدی پہنچ گئے۔ انہیں کنگ لٹ میں وہ گاڑی پارک کرنے ہی والا تھا کہ نظر سامنے بنی روش سے غزری تڑپیں پر پڑی تو وہ خشک گیا۔

"اوہ اس کی خبر جاری کی وجہ آپ کبھی نہ آئی تھی۔

ٹھیک پر سمعان بھائی۔ لٹ کا یہ حد تک کہ یہ اعداوتے ہوئے منوفیت سے بولا تو وہ خیالاً

سے نکل کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تو میں اگر وقت زیادہ گئے تو خشک ہے ورنہ میں اعداوت کر لیتا ہوں۔ یہ پروگرام تو اس کا نہیں تھا

مگر زمین کو دیکھنے کے بعد اس کا ارادہ بدل گیا تھا۔ اب اسے گھر جا کر کام کرنے کی جلدی نہیں رہی تھی۔

"اوکے۔ آپ کبھی دیر نہ کیے۔ میرے ہندو میں آ آہوں۔ اسے اپنے کھانے کو سوچتے ہوئے اسے

کہا اور کچھ وقت کے بعد اندر چلا گیا۔ اس نے گاڑی لاک کی اور باہر نکل آیا۔

اعدائے اندر جا چکا تھا، وہ اسے قیالیہ کی طرف آیا اور سامنے گئے نوشہرہ پور کو دھڑکنے لگا۔

فرسٹ فیلڈ پر شرمین یاد دہان کے نام پر نظریں پڑیں۔ نام سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جو کوئی

بھی تھی زمین کی نیلیں مٹھیں۔ ایک! آئین آپ ہی آپ کچھ دور ہو گئی۔

اُدکے دنگ دیکھنے پر زمین نے دروازہ کھولا اور ایک انجان شخص کو دیکھ کر مریض رہ گئی۔

"میں اعدا میں ہوں۔ شرمین کا کلاس فیلو۔

دوست ساز شکریا لیوں پر سہانے وہ زمین سے مخاطب تھا مگر نظریں اعد پر بیڑ پر نیچے کے سہلے

بچے شرمین پر تھیں جو اس کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

بچی آپ۔۔۔ زمین واضح طور پر تذبذب کا شکار تھی۔

آپ یقیناً زمین ہیں۔ دیکھئے معزز خان میرے پاس وقت کہے، اگر اس دوران آپ کے والدین

آگے تو یقیناً میرے نو دیکھ رہے ہوں گا وقت بہت جلد جا گئے گا۔

اُدکے چہرے پر بالائی دوست ساز شکریا کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی شوق سے یہی شہری ہوئی تھی

کہ زمین کے لب آپ ہی آپ سکر ا دیے، اس کی تعلیمات پر حیرت کرتے ہوئے اس کے دروازے

سے ہٹ کر اس کے اندر آئے کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔

"اچھا۔ آپ آتے ہی آتے تھے۔

زندگی میں بہت کم لوگوں کا میں متون ہوا ہوں۔ اب اس سلیکٹڈ لسٹ میں آپ کا بھی نام آج سے

شامل ہو گیا ہے۔ غصہ سے بے باطن پر غصہ سے اسے لٹھ چھینا وہ شاہراہ خشکے اندر چلا گیا۔

وہ لٹھ غرا کر تھا لٹھ لٹا ہوا میں جوں کے جسے اپنے حراج کا مقام ہو کر گیا۔ زمین اس کے چلنے

پر دل کی دلی میں محفوظ ہوئی دروازہ کھولا چھوڑا اسے سلتے پڑی کسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے

شرمین کے پاس بیڑ پر بیٹھ گئی۔ سائڈ شیٹ پر بیٹھے اور فریٹ کے کراس سے بھی کسی سنبھال لی۔

شرمین ابھی تک خاموشی سے اسے انداز دے اور بیٹھنے دیکھ رہی تھی۔ اب بھی اُدکے متوجہ

ہونے کے بعد وہ کچھ دیر بولی تو اس نے قد سے اچھپنے سے زمین کی طرف دیکھا۔

ہیکان! آئین کوئی کمر سوچی ہیں یا سر پر چوٹ لٹکے کے باعث یادداشت سے ہر جاتی پچھلایا

ہے؟ یہ اس کے سوال کی تشویش سے زیادہ مزاح چمک رہا تھا۔

زمین نے ہیڑی سر کھن کر شرمین کی طرف دیکھا اور ٹھیکوٹی انگوٹھی جسے کچھ مرنش کی۔

وہ اس کا کلاس فیلو تھا، اس کی عیادت کو آیا تھا، اور وہ کبلا لٹھیں بنی بیٹھی لیکن بھی خشک نہیں

کر رہی تھی۔ شاہ شرمین کی شاہی نظروں کا اثر تھا کہ شرمین نے دوسرے وقت سے کہا۔

"آپ نے کیسے زنت کی؟ یہ مطلب ہے کہ میرے متعلق آپ کو کس نے بتایا؟

وہ بولی بھی تو اتنے سببہ اور ڈوڈو ہیں کہ اعد اور زمین دونوں پیشل گئے۔ آخری بار سے وہ شاید

اسی سوال میں آ بھی ہوئی تھی۔ اعد نے جواباً اسے جن نظریں دیکھا، زمین بھی اس کے احسانات

کی نوعیت کو پائی جانے کیوں دل میں بیک وقت غرض نے بھی سر اٹھا کر خود غصوں سے بھی ساتھ

ہی سر اٹھا کر شرمین کر دیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ کے متعلق بتایا گیا یا ناقابل معافی جرم تو نہیں جس نے بھی بتایا یہ بات

آپ کے لیے آخری اہمیت کی حامل تو نہیں ہونی چاہیے۔ اصل قصہ تو یہ ہے شرمین یاد رکھیں یعنی اعد

موت آپ کی قبر میں معلوم کرنے کے لیے یہاں تک آیا ہوں۔ اب بات پر اگر آپ خفا ہونا چاہیں تو

یہ خشک بولیں مگر اس کے لیے کسی کو جک کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔

وہ قدر سے فخر سے بولا تھا۔ کہ بہت سببہ تھیں تھے۔ شرمین نے یہ اعتراضات غلو سے اسے دیکھا

اس کے تعاقب بھرے وجود پر یہ دو پٹھان آئین آج بھی میری طرف مخاطب کی نظروں کا پیچھے

بنی تھیں۔

"میرا خیال ہے آپ لوگ کسی ساکار مارا حمل میں لپکتے تو زیادہ بہتر ہوتا؟ زمین نے مشکوکے ٹیپو

اور شرمین کے متعلق مڑنے مڑنے گہرا کرے ہوئے کہا۔

اُدکے قدر سے استعجاب سے اسے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ اس وقت شرمین کی طبیعت خشک نہیں ہے اس لیے یہ کچھ دیر ہو رہی ہیں؟ وہ اس

کے روکے روکے پر شرمین کی نظریں تھیں شرمین نے قدر سے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔

"باتی داوے۔ کیا آپ واقعی ان کی سیریشی ہے؟ اب آپ کے آسے بڑی سیریشی گے زمین سے

سوال کیا۔ وہ عجیب سے اسے دیکھنے لگی۔ زمین وہ بات سمجھنے کی غرض سے بولا۔

"وہ روڈ ہو کر اسٹلٹ کر کے شرمین نہیں ہو رہی، ادب آپ کی ہر کسی اس عزت افزائی پر یوں پہنچے

پہنچے ہو رہی ہیں میرے سارے قصور میں آپ کے کھانے میں ہی ذائقہ کا

بہ ضرورت سے دروازہ صاف ہو گیا، دونوں ہمیں کچھ غفیت سی ہو گئیں۔

تھیں۔ انہیں بات نہیں ہے اعدا ہے۔ زمین نے اعدا کو دیکھا اور کچھ دیر لٹنے کے لیے پھر

تولی ہوئی شرمین کا اشارہ سے پچھپھٹے ماکم دیتے ہوئے کہنے لگی۔

تو اعلیٰ اس وقت واقع شرمین کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ سر کی جھٹ کے باعث یہ ذی اجدلی ٹھپڑ

لوز کر رہا ہے؟

وہ غصہ سے کہہ رہی تھی، اعد نے آٹھے ہوئے تفصیل نظر شرمین پر ڈالی اور تعجباً انداز میں

سر ہلا کر بولا۔

"آپ تو ان کی کسٹ رہیں یہی کہیں کی مگر جہاں تک میں نے انہیں مانا ہے۔ ان کا مزاج ایسا الیا

ہے، اپنی طرف بڑھتے ہوئے دوستاں ہاتھ کو چھٹکا شاید ان کی کان کا نوکٹین دیتا ہے۔

بڑا اعد، میں آپ کو پتہ آتا ہے کہ اس طرف بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے سکتی؟

اس کے چلنے پر شرمین بڑی طرح چٹختی تھی، زمین نے شرمین اسرار دونوں کی طرف دیکھا۔

"اور میں نے تم سے اجازت لی ہی نہیں شرمین یاد۔ ایڈا ٹھیک۔ جس رستے پر پہنچنے قدم

بڑھاتے ہیں۔ اس راہ میں اجازت اور حکم کا درجہ نہیں، یہاں صرف دل کی مانی جاتی ہے اور میں نے

اپنے دل کے آگے سرگرم کر دیا ہے۔ یاد رکھنا! مدعی قلم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹانے والوں میں سے نہیں، منزل کو چٹانوں سے بچتے چاہئے۔ رستے دشوار ہوں یا سہل۔  
اس کا بخاری اور نصیر میں جب کہ میرے کو نما تو شریعت میں حیرت کی پگال میں اتاری اسے چپ کا لئے گئی۔ پر اعتقاد، اپنا ثابت اور استحقاق سے بڑے اس کا انداز شریعت کے اندر جیسے جگہ بنا گیا تھا۔  
نزمین اپنی جگہ سناکتی، انگ انگال کے پڑی کڑی تھی۔  
مذہبوں کا یہ روپ کس قدر اٹھکا تھا، فکر جہاں کہہ پاوت سے لبریز تھی، جتنا ہوا کہ محبت آئینہ وہ دل میں اترے، اطمینان کو کوسوں سے تازہ نہ کر سکا۔  
ادعا تک پہنچنے سے اس کی طرف تڑا اور بولا۔

"اس ساتوں میں آپ کو گواہ بنا کر ہاں نزمین کہے آپ کی بہن تک آتا ہے۔ انہیں کہنا ہے میری خون بہری اور شہر سہری کو رووانے کی آہ دیکھا نہ جائیں، میں عدسے کو چاٹنے والوں میں سے ہوں، جہاں کو تو کمال نہیں کہ سگھڑی کی مددگ ہے جس، میرے لیے، ناقابل قبول ہوگی۔  
وہ تو سارے حساب سے باقی کیے دے رہا تھا، نزمین نے تحسک دیکھی۔  
میرا مقصد آپ کو پریشان نا کر، گویا کہ ہر دہلی میں تھا کہ ڈالا دے، اگر الفاظ کا لبا وہ ڈالو میں تو شاید چھپنے سے بزدلی کی طرح رہیں جن کی حیثیت تو مسلم ہوتی ہے کہ جہنم کے بغیر نصیحتوں کا قرض نہیں آتا۔ شریعت میری اولیٰ پسند ہیں اور یہی سب سے بڑا بچہ ہے۔ میں یہی کہنے اور۔  
سمجھنا ہے یا تھا۔ اگر ان کا دل مانے تو میرے لیے اعزاز و گزشتہ کرنے کی تواب اور جملی ہے، وہ کہہ رہا تھا بہت خوشگوار ہے، بہت روانی اور سادگی ہے، آخری فقرے پر نہ زبردست لگتا تھا۔  
وہ دو دن اپنی جگہ رکت تھیں۔ شریعت کب تو یوں پہنچے ہوتے تھے جیسے سخت آغوش اور بے یقینی میں گہری ہو۔ کوئی اس کیلئے اس قدر بھی آگے آسکا ہے، وہ شاہد امید نہیں رکھتی تھی، ہمیں بڑی لگائی اور بے انتہائی آنکھوں سے چھلکی تھی گراہ تو میں کٹھنوں میں تیر بکھڑے لے رہا تھا۔  
بہر حال آپ یوں کا آپ سے ملاقات ہے ہر چہ میز پر نہ رہی۔ وہ نزمین سے کہہ رہا تھا، ان آنکھوں سے شریعت کو بھی دیکھا۔  
کسی مدد کی امید تو نہیں کی کہ میں اس کا قائل نہیں البتہ اگر میرا ساتھ دینا چاہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔  
ایک ایسی کہن سر پر پہنی کی صورت ہے، آپ پوری کر ہی تو احسان علیکم۔  
قدر سے ہنگام کر قد قیامت سے کہتا وہ بڑوں کے بل نہڑا اور چہرہ تو دسے رنگ شریعت کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

"میں تمہاری دلیس کا انتظار کر رہا ہوں۔ پلیز گیٹ ویل سون (Please Get well soon)"  
آنکھوں میں ہڈیوں کی پائو چنگ اور ایک ہتھکڑی التجائیے وہ مضبوط قدموں سے باہر نکلتا چلا گیا تو وہ دونوں جیسے کسی طمس سے جا گئیں۔  
"شریعت۔" وہ دیر قدموں سے ہٹتی باہر نکلی۔  
وہ چاچا تھا اور الی وہ قیوت سے نہیں دیکھا تھا۔ وہ پرسکون سی ہو کر چلی اور گہری سوچ میں مشغول شریعت کو پکار کر اس کے قریب چلی۔  
"اے کوئل ہے؟" اس کا سوال بظاہر عام سا ہو کر بہت گہرا تھا۔  
شریعت نے سوچ میں ڈوبی نظر اٹھائیں، سرخ آنکھیں مضبوطی کا تھیں۔ دوسرے ساتھ نزمین کے کندھے سے لگ کر سبک آٹھی۔  
"اے میرے سہیل، میں نے تو دیکھا، اسے یہاں کہیں نہیں لگے گا۔ وہ الی کے فیصلوں کی جھینٹ چڑھ جائے گا اور میں ایسا نہیں چاہتی۔"

بڑی سے درمی سے دھکی ہوئی وہ تنہا کہہ رہی تھی۔  
"کیوں؟" یہ کہیں اس سے بھڑک رہی ہے؟ وہ نزمین سے انگ ہوتے ہوئے بڑے کہنے اور کوہنچے لہجے میں سوال کیا تو خوشگوار ہوتے شریعت نے ٹھیک ٹھیک اور سراسر نظر سے اسے دیکھا۔  
نزمین براہ راست اس کے آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔  
"ہاں؟" کہنا اس قدر مشکل کہ ہڑا کر یہ دل دہلیا نہ نہیے گھٹا کر اسے اس وقت خاموشی ہی بھلی لگ رہی تھی، چپ چاپ نظر ہی جھکا رہی۔

"بچہ کو شریعت، کہیں اس پر ہاتھ نہیں پڑا، میں نے کہا ہے کہ اگر ان کی جنگ لازمی ہو تو۔"  
مزاج انتہائی محض سامنے ڈالے فرق کا خاصہ نہیں تھا، عقلم بھی اس ضمن میں خاص مہارت رکھتا تھا سو اس نے اس وقت بھی خود خود غصے میں نہیں کر رہے تھے کہ شریعت میں کوئی گھبراہٹ نہ تھی اس وقت کو مشکل گزیر کر وہ مشکل کی تصویر دیکھ رہی تھی۔ پھر تو وقت کے بعد گہرا سانس سہینچتے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں چلی اور چلی گئی۔  
"مجھے وہ حقیقت اپنی تصویر پر اعتبار نہیں ہیں اس کی کسی خواہش کا آگلی تمام کر لگنے وہ گزیر چٹک کر دوسریں نکلتا جا چکی ہے، وقت آتا ہے نزمین، اگر فوٹنل کا سرخ زمبل سکا تو آب پانی کے اس سفر کا قیام محض سرب و سراب بن چکا ہے نہ رہ جائے۔"  
نزمین نے زندگی میں پہلی بار شریعت کو کہا ہوا اور اس کا دیکھا تو جہاں حیرت ہوئی، وہیں شریعت سے ملاں نے بھی سراٹھایا۔ جانے یہ ان کے ماحول کا اثر یا شریعت کا کسی بھی محلے کو مثبت لفظ نظر سے دیکھنا تو جیسے ان کے لیے گناہ تھا۔

جس ماحول میں ان دونوں نے پرورش پائی تھی اس نے آج تک کوئی مثبت جذبہ نہیں بننے ہی نہیں تھا تھا خود ہی۔ امید اور آس کی خوش رنگ وادی کا کوئی تصور نہ تھا ان کے پاس۔ وہ تو چھپنے سے کہیں یوں نہ ہوجاتے اور کہیں وہ نہ ہوجاتے کے ادنی خوف میں مبتلا نہ کیا کہ پتھر پر نظر ہی چلتے آئے والے دیوت کی منتظر بن چکی تھیں۔

کہتے ہیں، محبت کی پشت پہلو میرے کی چمک تو سبھی کی نگاہیں خیر کو کہنے کی حیر اور اونٹنی صلا رکھتی ہے مگر سبب وہ ہیں آتش دہلی کا سزا ہی جیوں لیے لے کڑی تھی کہ دینے والے آتے دھن دان نہتے کے پیاد کی جیوں کسی ایسی امید سے بھر رہتے۔

وہ بھلا ہے بھر رہتے۔  
اسی کہ چھری میں انگارے جھرنے کی تو انہیں عادت ہو چلی تھی کہ آج تک بھی انگارے انہیں تھمتے لگتے تھے۔  
اور یقین کی بیٹی امیر اس عزت اور شان پر ہم رہا اب آج بھی ان کی چوچل کے ہاتھ سر جھکائے، کسی مجھے کی منتظر نظر تھی کہ شاید کوئی گناہ اس صفائے کو سبیل کو چلا گا ڈالے۔  
اور یوں نہ تو اس نے کسی مجھے کی آنکھیں بند کر کے ان کے دل کو شریعت کی اندر بھری ہتھاپے پھر جھوپٹ تار کیوں کا کوگر ڈالے ستاروں کی جگہ بھی چھپی ہوئی مسوں ہوئی ہے۔  
نزمین نے شریعت کے حوصلے ان کی جانے بے لگائی اور شریعت سوچ کے اس کے پست محسوس کے لیے کھال اس کا سر نہیے شائے سے نکالتے ہوئے بڑی امید سے کہتے گئے۔

"سفر خیر کر کے پلے چھلنے کا خوف، بیشہ نارسائی کا سبب بنتا ہے شریعت۔ آتے رہو تو، دیکھو خیر راہ گزرا واقعی کس طرح جاتی تھی بے کہ نہیں۔ ایک مقام پر بڑے بڑے آگے جھپٹ ہونے پانی کی ڈنڈا ہونے میں جو بہت جلد بعضی کا سبب بنتے گئے تھے۔ موج صحران جتنے باہمی سہرا کا حق جتنے ہیں۔ سفر کا استہان ہونا چاہیے، چھٹا سترہ۔ یوں بھی آئے وہ لے کو کوس نے دیکھا ہے، اپنا آج اس راہ دست کردہ وہ بھگہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔  
میں کا مطلب، کیا ہے، امداد کا اعتبار کہ اس راہ پر اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلی دیتا

میری بھی تو بہت ہے۔ اور پھر باہاں شامہ انارکلی اور فدا کی باعث شہر بگڑا میری بہت رہتا ہے۔

”ہاں۔ اسی لیے میں سوچ رہی ہوں کہ دراجان کا طرف چل جاؤں۔ وہاں ذرا کیسٹل سے پڑھا لیکن ہو سکے گا؟ فزیر کے کہنے پر اس نے بھی پڑ سوچ کر انداز میں چلنے پر تے ہوئے کہا۔

”وہاں پر کیا بہت خاموشی ہوتی ہے؟“ فزیر نے قدرے تعجب سے سوال کیا تھا۔ اس کے عجیب سا لہجہ۔

”وہ ان کے دادا کا گھر تھا جہاں گئے تھے سفید لاج“ کے اکثر کمپنوں کو تو جیسے سالوں ہو گئے تھے۔ خاص طور پر جہاں شہزادوں نے تعلق رکھا جی بھی تھی۔ اسی لیے اس کا سوال اسے بڑا اٹھکا لگا۔

”ہاں۔“ اس نے گہری سانس کھینچتے ہوئے چھری تھال میں رکھ دی۔

چاہیے، جس کا کوئی ادا، کوئی راجا نے میرا منتظر ہے یہی کہ نہیں ہے۔ اس کا لایچا ابھی میں نے دے  
 فیروشن تھا۔  
 میں نے تو نہیں کہا مگر پہلے اپنے اندر جھانک کر دیکھو۔ ایک بار تم نے کہا تھا ابھی کہ ہمدردی  
 زندگی ہے سب سے زیادہ عطا کی گئی ہے جو میں چاہتا ہوں۔ تو میرا ان کی تلاش خود کو فطری خوشیوں  
 سے صرف ان کی خوش کے باعث دھڑک رہا۔ شقت سورج اپنا ڈھیر ڈھیر۔ محبت کا خضر ہر وار دلا رہا ہے  
 میں نہیں آتا اس کی بارشانی ایک بار کھڑکی تو پھر طویل بارشیں ہیں جس میں گھر جاتی ہیں۔  
 اس کا دل جنت سے تمام کر چکے ہوں۔ شاید پہلی بار زمین اسے سمجھا رہی تھی زندگی  
 کا وہ خواہشورت خنجر و کھارہ میں جس کی شکل کا ایک خود سے بھی نہیں دیکھی تھی۔ گندہ دنیا  
 کس نے یقین موجود خنجر کے زنج واقعی دکھش ہو گا۔



ساتھ والی آنٹی کی پہلیاں تو کھنڈی میں پڑے ان کے پاس اس وقت آنی تھیں۔ وہ اندر لگی تو وادی جان انہیں نماز سکھا رہی تھیں۔

”عورت اور مرد کی نماز کے طریقے میں فرق ہوتا ہے۔“

وہ بچپن اور بڑی کمالات سے سمجھا رہی تھیں، اسی وجہ سے انہیں اندر قدم رکھا۔

”مگر عورتوں کی نماز میں فرق کیوں ہوتا ہے؟“ ان میں سے کسی ایک نے سوال کیا تھا۔

”اس لیے بڑا کر عورت کروڑوں پہنچ جاتی اور انتہار سے اس لیے اس کے لیے رعایت رکھی گئی ہے۔“

اس نے ان کی نزاکت کا خیال کیا گیا ہے۔

وہ کہہ رہی تھیں، ان کا شفیق ہونے کے لیے سکوت فضاؤں میں گونجا بہت اچھا لگا رہا تھا۔

وہ سولت لاش کے لیے جی بیک کر دے کر واپس آنی تو بچیاں جا رہی تھیں۔ وہ ہلے کرنا ڈھیر دبا

میں مصروف تھی کہ بے خیالی میں اندر چلی گئی اور ان کے پاس آکر بیٹھ بھی گئی۔ مگر یہیں پر خاموشی

کے تھے، بڑے ہوئے تھے، بڑھ چکے تھے، ان کی شفقت نظروں سے دیکھا اور اسے غور سے اجیتا محسوس کر کے اس کی

سے اس کا شہرہ تنہیجا یا تو وہ بے اختیار چمک گئی۔

”کیا بات ہے؟“ بڑے ہوئے نے پوچھا۔

ان کی آواز میں نرمی، نرمی اور حلاوت پیش کی طرح موجود تھی، اس نے پہلے غلطی میں بلا ارادہ ہی

سر ہلادیا، پھر کچھ سوچ کر ان کی غلط نظر اٹھا لی۔

وادی جان متوجہ تھیں، مسکرا کر اس کا موجد بڑھا یا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھی۔

”وادی جان، تم عورت آتی ہو تو میرے لیے اسے مضبوطی دینے کے لیے کہتی ہے۔“

جانتے اس کے لیے میں سوال سے زیادہ استعجاب تھا یا پھر نفیہ، پھر یہی اس سوال کو مٹا دینے کے

تیناں میں دیکھ رہی تھیں، کیفیت تھناتھنے کے لیے کہہ کر یہ خاموشی بھاگ گئی۔

”فیصلوں کی مضبوطی، قوت فیصلہ اور فیصلہ کی شدت سے مشروط ہوتی ہے، بڑیا، اس لیے کہیں کہ

کروڑ عورت کے فیصلے میں اہل عمل جاتے ہیں۔“ سات ساری خود کو قہر سے کہنے کے لیے اور جب ایسا تھا

آجائے تو پھر کروڑی اور قناعت آپ ہی آپ طاقت اور مضبوطی میں بدل جاتی ہے۔“

انہوں نے ہم پر اس سانس میں کچھ بہت پر سوچ کر بے میں کہا۔

اس نے نظر اٹھا کر ان کے چہرے کے اشارات پڑھنا چاہے، مگر ان کی اذلی سلوک خدائی تھا۔ وہ

جامد اور مٹی جیسے وہ دیکھیں سے دیکھیں، اسے پشیمانی، تاسف، پشیمانی، دیکھ کر

صبر، طاقت، بانیے قاری، کوئی تاثر نہیں تو ان چہروں پر وہ چہرے پر نظر نہیں آتا تھا۔

اس نے بہت کچھ کی طرح ٹھیک کر نظر میں لکھا، ان کا جو دل میں تڑاؤ ہو گیا تھا، ٹھیک ہی تو کہ

رہی تھیں وہ بات، تو ساری خود کو ٹھیک سمجھنے کی تھی پھر بھلا یا نہیں سمجھنے کے لیے اگلا کہہ جب

ساتھ میں بہت سارے سنا بھی ہوں تو فیصلہ کی مضبوطی میں کتنا بڑھ جاتی ہے۔ دل کا بوجھ آتا

ہی آپ کو سمجھنے ہوئے لگتا ہے۔

”تو کیا مضبوطی فیصلہ ایک بار کے جائیں تو ان سے متوجہ نہیں ہوا جا سکتا ہے۔“

اس نے دل میں چلنے سے سوال تھے، دھیروں غبار تھا، وہ سب نکال دینے کے لیے تھے

مغیہ، بیکہ نے صبر سے صبر سے اسے دیکھا، اس کے استعبار کا پس نظر وہ سمجھ گیا تھا

انہیں اس لیے کی منفرد شخصیت اور شہنشاہ کے متعلق حساسیت سے بھی وہ واقف تھیں کہ اس

بیک کو کوئی لکھنے اور حالات کو اپنے زانو سے پر کرنے کی عادت درجہ اتچھوڑے۔ وہ

جذباتی ہے اور بلا کی نذر۔ اسے عام بچوں کی طرح ڈانٹنے کی عادت نہیں ہے، اس کے سوالوں کو کوئی

کے بجائے مزید بڑھا دینے کے مترادف تھا لہذا انہوں نے غلوں میں سانس کھینچ کر اسے اپنے نزدیک

بٹھا لیا۔

”بٹھا وقت بعض اوقات انسان کو اپنے رستے پر ڈال دیتا ہے کہ اس نے کبھی پہلے کی راہ اور

نقش پانچ نہیں رہتے اور پھر اگر ساتھ ہی دل بھی واپس کا تھرا ہوا نہ ہو تو یہ بات محض خام خیال ہی

کر رہ جاتی ہے کہ گزشتہ رشتوں پر لوٹنا بھی ہے یا واپس بٹھا بھی جا سکتا ہے۔“

”مگر نقش پانچ تو یہی راہی وادی جان۔“ وہ بے قیاری سے راسخا کر بولی۔ اور پھر ان کی ترجمہ کار

آنکھوں سے جماعتی جہانگیر کی نظریں جھکا کر پھر بیکر گئی مگر آگے اس نے مکمل کر دیا تھا۔

”اپنا اپنی نظر کا فرق ہے یہیں بٹھا اور نہ سمجھنا پہلے والوں کے نقش پانچ نہیں ہوتے بگڑے

مکمل کی ریت اور ان نشانہات کو بٹھا دیتی ہے۔“

وہ کہہ رہی تھیں۔ بچے میں ماضی کی گرد تھی اور شاید تھکن بھی۔ وہ محسوس کے نیاز رکھی۔

”اور رستے میں پھر نشانہات سے ان کی رگ پر چلے جائے والوں کا خطا تو کیا جا سکتا ہے

ناں ہے؟ اس کا انداز بڑا کھو یا کھو یا تھا۔“ فیصلہ بیکہ نے کڑی نظر سے دیکھا۔

ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ ماضی کی راہ کو بڑھانے میں بیٹھ گئی تھی، شفیق تو وہ ہے بھی نہ ماضی گم رہے

بڑھ کر وقت کے فیصلے کو بدلنے کی خواہش تو جنوں خیریتی جاتی جا رہی تھی مگر نہیں۔

دل میں آئے اسے جواب نہ دیا، انسا سوالیہ پر نہیں، وہ بات کر رہی کہ کیوں راہ میں دلی چار کیا

قوش کر رہی ہے مگر اس نے اس کے چہرے سے آنی ہے اور جب اسے پوچھا کہ آگے کی آواز دیتی کہ وہ

اپنی خواہش یا نہیں اور کھوئے وقت سے بعد بولی۔

”انتظار تو کیجئے وہ جاے والوں کا کیا جانے کہ تو قدر سے کبھی، آخر وہ چل کر ہنگ آہی

جائیں گے، مگر آج کل میں تو کئی قافلوں کے پیچھے وہ جاے والی دھول میں تو رہیں ہیں ان کا ش

کرنا آسان نہیں رہتا۔ تم سمجھتی ہو، وقت بے رحم سمجھتی ہو ان کی ریتا ہے۔“ وہ نہیں، ایسا نہیں ہوتا،

بہت زیاں ہوتا ہے اس میں مگر قرض پھر بھی چکا نا تھا ہے۔“

اس کے بالوں میں نرمی سے گردش کرتی آنکھوں کا زارنا وہ محسوس کر رہی تھی، چونک کر دیکھتا تو

وہ کچھ آکر وہی نظر آتا ہے۔ اسے شہر سے بھینچنے کی گھبراہٹ تو پلٹ کر ان سے لپٹ گئی۔

”آئی، اور ساری وادی جان۔“ میں نے آپ کا دل دکھایا۔

”محسوس ہو کہ ان کی ذاتی زندگی کو اپنے لیے ایک جگہ سا پرل سمجھ کر وہ کتنا غلط کر رہی ہے تو

آپ ہی آپ بیکہ سمجھنے لگیں۔

”نہیں بڑیا، ایسا تو تم نے کچھ بھی نہیں کہا۔“ وہ خود کو سنبھال کر شہنشاہ سے مسکرائی تھیں۔ وہ

مزید بڑھ رہی۔

”میں یہ تم بیان نہیں ہو۔ میں نے کب سے تمہیں کھانے کا کہہ رکھا ہے کہ سہو کے ساتھ چل کر

ٹھیل لگاؤ۔“ وہی ہے ہی اسے گھر۔

اس کے اوٹ یا ٹھانگ حالات (جو کہ بقول ان کے تھے) اور اسالات کے باعث وہ کم ہی اسے

سامنے کے پاس پہنچنے دیتی تھیں کہ سارا ایسا استفسار رات کی پشلی کھول کر نہ بیٹھ جائے اور درخت

ان کا ٹھیک ہی تھا۔ اس نے موقع جیتے ہی اپنے اندر دیا کی مانند بہتے خیالات و افکار کو باہر کا

راستہ دکھا دیا تھا۔

”جی ہر میں اچھے ہی نہیں تھی۔“ وہ اجبالت اٹھتے ہوئے بولی۔

میں نے دراصل اسے کسی کام سے روک لیا تھا۔“ وادی جان نے بہو کے تیز دیکھتے ہی اس

کی حالت کی۔ اس نے سکون کا سانس لی اور زار کا پس منظر دیکھ گئی۔

میری تھکن نظروں سے انہیں دیکھا اور چھپک سے باہر نکل گئی۔

ہر وقت صرف فصول یا نون میں ہی کی رہتی ہے۔ یہ ہے پتہ کی بات میں تو قسمت پریشان ہوں اس

نسلیمان انکل کہاں ہیں؟۔ میں دراصل ابھی کچھ روز اور نہیں آسکوں گی، اس لیے یہ ایسپیکشن مے آئی تھی۔ اُس نے شولڈر ہنگ سے اکب لفافہ نکالا۔

لغاداس کے سامنے پہن کر رہے تھے جبکہ چار گناستے وہ پیچھے درپہ کیسی۔ اپنے گھبراہٹ سے  
سب پر زور پڑ گیا۔ یہ واقعہ سن کر میرا دل بھی ہلکا ہوا۔ افسوس میں کہ جب وہ ابھی  
گھر آئے اور کنٹرول کرنے کی سعی میں مصروف ہوئی تو شریسنی اس کا کافی الغیر و دوسروں نے  
سامنے جان بوجھ کر ہی اس وقت وہ بیان کہیں بھی اور سامنے سحران علی کو گزیدی۔ انچہ شخصیت کے  
محکم حکمت مگر غلط ہی اس پر جائے بیٹھا تھا۔

70



[illegible]

نکل آیا۔  
 انکل کے سامنے وہ بیہوش ہو گئی تھی لہذا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی اس کی تقلید میں کمرے سے باہر  
 نکل آیا۔ قیامت وہ فرشتہ ڈھکڑھکڑا تو وہ کھینچے ہوئے بیٹھ گئی۔  
 اسی قیامت اس وقت اس میں ہونے لگا اور سرور باد گویا کہ اس نے کلائی پر بندھی ایک اسٹریپ  
 والی کپڑا ریشٹ وارج کر دیکھتے ہوئے سوچا اور دل ہی دل میں قیاس کیا کہ اسے سمعان کے ساتھ کیسے  
 جانے کا چانس کتنا کافی تھا۔  
 یہ خوف بھی پیش نظر تھا کہ وہ اس کے ہزارے آنے پر راضی نہ ہو رہی تھی مگر ان دونوں والد اور بیٹے  
 کو وہ کبھی سمجھائی نہ کر سکتا تھا بلکہ اگر اس میں یقین سے تعلق نہ بنے کہ باوجود کسی قدر کٹر رویہ و اصول کی پرورد  
 تھی وہاں سے۔ یاد وہ سفید کے ہلکے سبز یا درختی حالت تھے۔  
 ان کی مشق پر وہ عازینہ کے ہزار تو پائیل جاسکتی تھی مگر سمعان کی محبت کی جڑ شہاد کرنے والے دنوں  
 میں اس آزادی کے امن و امان دیکھ کر کبھی چند گراہی جس کی بدولت اس کی ٹھٹھی ہوئی سائینیں بحال ہونے  
 مقصود۔  
 سمعان نے ڈراؤننگ کے دوران دیکھا وہ خود میں آج بھی ہوتی ہے گھبراہٹ گھبراہٹ کی سی پیش تھی وہ اسکا  
 پر نظر ہی جمانے باہر کے دھڑکتے تھا کہ نظر کو نظر دیکھتے ہوئے وہ ہنس اور مگر نہیں۔  
 اس طرف جاتا ہے ؟ اسے متوجہ کر کے اس کا غلط سمعان نے اسے لکھا کہ تو وہ بیٹھی ۔ اور وہ ۔  
 راستہ بتا دیا ۔ گو کہ وہ جانتا تھا کہ اس پائیل کی طرف جاتا ہے مگر اسے اس مراقبت سے  
 کہے کہ کبھی بیٹھا۔  
 بائی واؤسے آپ سے ایک بات یاد ہے پھر میں یاد ۔ وہ رستہ بتا کر خاموش ہوئی تو آہ  
 بے ساختہ ریاقت نکلا۔  
 ہنسے وہ کیا کہ چھینے والا تھا وہ فوری طور پر انکار یا اقرار میں کچھ نہ کہہ سکی البتہ دوسرے وقت  
 پر نظر سے اسے اپنی محنت دیکھتا یا تو فرحیلے سے انزال میں خانے آچکا کہ اسے بولنے کی اجازت  
 دے دی، اس کا پروردگار کو شہر پر آزاد تھا۔  
 آپ اس قدر بھی ہوئی اور گھبراہٹ گھبراہٹ کی سی کہوں ہیں بچہ کی مبین اس خوف و دوسرا سبکی کی کوئی  
 وجہ ہے کیا ؟ یہ اس نے اپنے مقصود میں ہماری اور گھبراہٹ کی سی سوال کیا۔  
 میرے خیال سے اس کی بات نہیں ۔ میں اس وقت شرمین کی وجہ سے پریشان ہوں ۔ بڑی  
 بعد اسے پریشان کن سمجھا۔ تو جب کہ اپنی گرفت مضبوط کرے ہوئے وہ بولی ۔  
 سمعان نے کاٹنا نظر سے اس کا بازو لیا ۔ وہ بیٹھ کر اس طرح سر اس پر اسے خول میں بندھے  
 ہوا رہی تھی۔  
 بقیہ راستہ نہایت آسان تھا جسے اس نے سمجھا کہ اس کا احساس آتھا ماری تھا اس پر کہ وہ کوئی ادا  
 بات سوچ رہی نہ کسی اس کے تکیوں اور نظریں بہت کچھ کہہ رہی تھیں ۔ وہ کوئی کلمہ کہہ کر ادا  
 بھی نہیں تھی بلکہ مڑ رہی تھی ۔ یاد وہ حسادت نے اسے ایک اچھا تو شش کا بنا دیا تھا ۔ اور اس  
 نے وہ دھوکا کر رہی تھی ۔ جان ہی تھی کہ سمعان اسے کچھ نہ کہتے ہوئے بھی کیا سمجھا رہا ہے ۔  
 تیرور نظریں اور اس کا سر اس کے گرد یہ کہ عنوان آتی ہوئی ہیں اس کا احساس کہ تخت اس قدر  
 اور اور کو روپ نظر رہا ہے اس کا۔  
 اور بھی سب اسے خبر تھی کہ نہیں لگتا ۔ اول وہ جڑا تو اسے دیکھ کر سمعان کی آنکھوں میں ہلایا  
 وہ محنت عقیدت اور پسندیدگی اس کا خیال کرنے کی دلیل نہ تھا ۔ فوری شکل وہ اس کی جذبہ پر کھٹکتا تھا جس کا  
 اس نے محنت واضح طور پر اسے سمجھا رہی تھی ۔ اور ان کا ہرگز ان کا ہرگز نظر نہ تھا ۔  
 گھر میں خوشی و فرحت و انبساط کی لہر دوڑی اسے دل میں موجزن نہ ہو سکی کہ الگ کے فیصلوں

فائل بند کرتے ہوئے انہوں نے یقین سے کہا۔

ہماری خوشخبر سب سے چپ (CHEAP) اور کوٹھی سب سے بہتر ہیں انکل اس لیے مجھے  
 آسٹریلیا میں بیکہ میڈ ہے کہ یہ میڈ ہمارے حصے کا ہی ہے۔  
 گری کی ایک سے بشت لکے ہوئے اس نے اپنے قصوں میں مجھے کہہا تو  
 ماوراء نے حاتم بھری متوسنظروں سے اسے دیکھا۔

یاد رکھنا جب کہ سیاست بھی جس طرح حکومت کے لیے ایک عظیم سرمایہ ہے۔

گو کہ اسے اس پڑھ لکھ ورلڈ اور بزنس کمیونٹی کے امرا و روزمرہ کھانے والے کے لیے اور صاحب ہونے کے محراب شاگرد استاد سے بھی زیادہ چاہیے ہے اور معاملہ فہم ہو گیا تھا۔ انہیں اس کی صلاحیتوں کا بخوبی انداز تھا۔

اس بار بھی ان کی غیر موجودگی میں اپنے تمام کام سر کیٹیں اور ڈیلنگ بحسن و خوبی پوری کی تھیں۔ شرمین کے ایکسیڈنٹ کے باعث کچھ دن تک تو بارود صاحب بھی آفس کی طرف مکمل توجہ کیسویں سے نہ دے سکتے تھے مگر انہوں نے ان کی کمی کو اپنی ماہر ذہنیت عملی سے اس طرح نبھایا تھا کہ جب وہ شرمین کی طرف سے مطمئن ہو

آئیں کہ طرف لوٹے تو یہاں انہیں حسب منشاء کام ملا۔  
 ”ہوں۔ یقیناً۔“ اس کا اعتقاد بے جا نہ تھا، اور خان نے تغافر سے اُسے دیکھا۔ آخر کو یہ ہیرا انہوں  
 نے ہی تو تراشا تھا اور اب اسے کسی بہترین جگہ پر فٹ کرنا تھا، یہ بھی انہیں نے سوچ رکھا تھا۔

”آپ نے رپورٹ پڑھ لی ہو تو میں چلوں۔ مجھے ہارڈ ٹینک میجر سے اس مسئلے پر کچھ ڈسکس کرنا ہے۔ ایک دو پوائنٹس ہیں انہیں کلیر کر لوں تو فائنل سپر وائزنگ کو آپ کو بھیج دیتا ہوں۔“ اس نے فائل اپنی طرف کھسکاتے ہوئے انہیں خیالات کی دنیا سے نکالا۔

”اودھ شعور۔ اودھان آج شام ڈالر ایم ڈاکٹر شرن کے کچھ اہم پیروں نے شکاریوں میں سے۔ کم پریکٹ ہو تو گھر کا چکر لگایا۔ میرے پاس گھر پر کے ہیں۔“

”اودھ کے۔ سوہ قاتل کا کھانا کھڑا ہوا۔ باقی داوے آج آپ گھر پر ہوں گے۔“ باہر نکلتے ہوئے اس نے کہا۔

نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔  
 "ہاں، آج میں گھر پر ہی ہوں گا۔ ان فیکٹ شریں آج صبح گھر شرفٹ ہو گئی ہے اس لیے رات کو  
 ہاسپٹل جانے کا سلسلہ قریب موقوف ہو چکا ہے۔"

انہوں نے اشراکام پر چارے کے لیے کہتے ہوئے زین موٹر کار سے جواب دے دیا تو وہ سعادت مند  
 سے مرکب خفیف سی منتقل ہوتا اپنے پیچھے دو ارزہ نذر کے چلا گیا۔  
 گو کہ شام میں وہ کافی تھکا ہوا بھی محسوس کر رہا تھا مگر یاد رہا ہواں جانے کے لیے خود کو تیار کر ہی لیا۔  
 زین موٹر کار کے اسے دو رخسار کے عادت نہیں تھے، شاخہ ان سے ایک ٹھنڈے واہیں آنے

بی بی جان نے مسج بھی لکھا کہ اسے وہاں حال ہی میں عادت ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان کے ایسے سے میں ڈاؤن پڑا۔

سلاک کہ کر گاڑی نکال لے گیا۔

شریوں کو کمرے میں ہی رکھا نہ کھلا دیا تھا لہذا جب اس نے بی بی اور انجی کے ساتھ کھانا کھا لیا تو وہاں سے ناکہ اس کے اور لینے کے لیے نہ کر کے ہی آیا۔ باتوں ہی باتوں میں ان کے درمیان سیکس

لوچا سے بنا کر اس کے اوپر اپنے پیچے کے کر کے بنایا۔ ایسی جگہوں پر بن کر یہ اس کے درخت سے سیر کا ذکر کرنا تو فرما رہی تھیں نے کچھ کہنے کے بجائے گھمبیروں سے لگا لیا۔

”کیا وہ ابھی تک نہیں آیا؟“

شرمین بوجھ رہی تھی، اس کا جواب نہیں آیا کیا کہنے کہ وہ آتا تھا مگر شرمین کا حال یہ بھی بغیر دوا ہر اپنے

اسی اثنا میں گیت پر ایڑوں کی محاذی کا ہاتھ بجا اور تھوڑی دیر بعد ہی گیت کھٹنے کی آواز پر شرمین نے سخت ہراسا نہ بنایا۔

لوہی - آگئے وہ مستقل قریب کے بزنس ٹائیگن ایزوہوئی صاحبہ  
اس کے تکیے پہچے میں گھبراہٹ اور استہزائے زمین نے گہری سانس بھری۔  
پھوڑوہیں کیا، تم کیوں دل جلائی ہو اپنا؟

اس نے مشرقین کو کوئی ڈاؤن کرنے کے لیے کوئی دوسرا موضوع سوچتے ہوئے کہا تو وہ چیخ مچا۔  
 "کیوں نہ جلاؤں دل اپنا۔" ابی کے پاس سمیر کے لیے تو دو گھڑیاں نہیں ہوتیں اور انی حضرت کے لیے  
 وہ ہمسرہ وقت دیدہ و دل فرخ راہ کیے رہتے ہیں۔ یہ مشرقین کو ہمیشہ اس بات کا ملال رہتا تھا کہ ابی

نہایت صبر سے فاصلے پر رہتے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو سونے کا نوالہ کھلا کر شیر کی نگاہ سے دیکھنے اور اولاد کو ایک مخصوص دوری پر رکھنے کے حامی تھے۔

ڈرائیو سیمیر اور ابی کا مزاج ملتا نہیں۔ یوں بھی اسے زرنس سے انٹریٹ نہیں اور ابی کو کمین ابی کجیڑ کے محبوب مشغلین سے یہ آکس نے ہمیشہ کی طرح اس کا دل صاف کرنے کی خاطر کہا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ سیمیر کی طرح شرمین بھی ابی سے بدول اور نالائک ہو جائے۔ گوکہ خود اس کا دل ان سے بے حد

کبیرہ خاطر اور شکی تھا مگر شرمین کو گرکشتہ دیکھتی تو اپنے طور پر بیٹھو نہ سہی۔  
خارج تو ان کا آج تک ایسی جی سے بھی نہیں بلکہ مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم انہیں نہ ہونے والے طبقوں  
میں تعداد جوئے کے باعث اولاد کو یوں نظر انداز کر دیا جائے۔ اولاد کو دوستوں کی طرح دلی کرے اور خود

سے قرب رکھنے والے والدین ہی اپنے بچوں کے بہترین مستقبل کی ضمانت ہو سکتے ہیں ورنہ ان سے درمیان میں ایک نرغہ اُڑنے والی چلیج اور ایک فیر اٹلانیہ جنگ جاری رہتی ہے جیسے کہ ہمارے گھر میں ہے۔ وہ اپنے خلیجی بچوں مخصوص انداز سے دل کے زخموں کو لفظوں کا جامہ پہنانا کہے جا رہی تھی۔

نہیں سکتا۔ پھر تم ہی تو کہتی ہو کہ خود سے بھی محبت کرنی چاہیے لہذا اب ان صدی یا قوں کو ذہن سے یاد کرو اور ان کو یاد کرو کہ یہ کون سا شخص ہے۔ تم یاد نہیں کرت ہو، سب بھیک بھوکا ہے۔ یاد کرو اور محبت دینے سے یاد کرو اور پھر یہ کہ یہ کون سا شخص ہے۔

اس کے سر میں آج بھی وہی مہلک اور ہرگز سوسن کا موٹا گوشہ بچھاؤ ہے جو  
 اچھا بننا و کر اب یونیورسٹی تک جا لے گا پر گرام ہے جو  
 اس کے سوال پر ایک ٹائپ کے لیے شریں کے چہرے پر ایک رنگ اکڑ رہا تھا اور اسے یہ انداز  
 تھا کہ میں نے قطعاً دشواری نہ ہوئی کہ یہ رنگ کس کے منہ منت تھے مگر اگلے ہی لمحے میں وہ اثر زائل ہو

زوراً اور صہیب کے سمسٹر نزدیک اپنے سے۔ انہوں نے ٹھوڑا بہت احتجاج بھی کیا مگر کسی نے کوئی خاص توجہ نہ دی اور یوں اس ہفتے کا آخری دن طے کر لیا گیا۔

جب پرگرام ہے ہی ہو گیا تو اس نے اسی سے بطور خاص کہا کہ وہ داجان اور امتیاز اسم اکل کی پہلو کو ضرور اوقات میں کرے بات جو کہ اس کی غلطی تھی نیز انہوں نے زیادہ مکر میں کی البتہ صاحب اکرام صاحب سے اس بات کا تذکرہ کیا اور انہوں نے بھی اس ذکر پر خاموشی اختیار کی تو خدائے عظیم چپ نہ رہ سکیں۔

آخر آپ بھی میری کج سمجھا تے کیوں نہیں؟۔ اسے کیا ضرورت ہے کہ اسے غور سے اگلا لے کر بلاجہ ہی بڑوں کو غور نہ کر دے کہ وہ حقیقتاً بڑی ذریعہ ہوشی تھیں اس کی باتوں سے۔ ہمارے نام ہونے کا مطلب تو یہ بھی ہوا کہ ہم واقعی غلطی پر ہیں۔ رشاد نے یہ کہو جب اسلاف غلط روشن کو اختیار کر لیں اور چنانہ نسل انہیں بھی سمت کی نشاندہی کرنے کے لئے زیادہ تر اپنے بڑے بی اور رشتوں کی بڑائی اور رب ڈال کر انہیں دیا ہے جاکتا ہے، جب یہ حال ہے تو جواب ہے۔ جی ہاں، ماننا چاہیے کہ صاحب حسین ان واقعات کا احساس ہے، جن سے آپ کو آگاہ کیا ہے، جو کچھ ہو رہا ہے۔ ہم اس کے صرف نگاہ تک تک کر سکتے ہیں۔ اکرام صاحب کا کتاب ایک طرف دیکھ کر دیکھ کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بڑے سکون سے بولے تو وہ چند لمحے کے لئے جواب بھی نہ دیتے۔

”مجھ پر بال بڑوں کے فیصلے ملنے والے ہوتے ہیں بچوں کو ان سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔ وہ اپنی جگہ اہل عقل ہیں۔“

”شریک وہ فیصلے حقائق اور انصاف پر مبنی ہوں۔“

”تو کیا آپ اپنی والدہ کو غلط سمجھتے ہیں؟ رشاد نے بھی شہر کی باتوں سے کہہ دیا ان ہی رہیں۔“

”میں انہیں غلط نہیں کہہ رہا بلکہ ان فیصلوں کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، جن کی آپ کا احساس آج کی نوعمر نسل میں کاروبار ہے۔“

”اکرام صاحب! انداز میں۔“

”جو چرانہ نسل سے آپ کی مراد؟ کیا صاحب کی طرف کوئی اور بھی بولے لگے؟“۔ ان کے لیے یہ اعلان بہت پریشان کن تھی۔

”انہیں اپنا حال مفید نہ سمجھ سکے جو کہ ان کی ساس بھی تھیں، بہت قیمت تھی اور چونکہ انہوں نے انہیں تحفے، اس کے باعث تو وہ اور بھی ان کا حال دیکھیں تھیں، شوہر پر ان کا اس قدر خوشامیوب ہے، انہیں اس امر کا بخوبی احساس تھا لہذا وہ ان کی عمل عامی تھیں، ایسے میں یہ خیر انہیں مشکوک لگتی۔“

”کوئی اور تو خیر کیا ہوگا کہ خاموشی کا مطلب یہ نہیں ہوتا بلکہ کسی کوئی اعتراض نہیں، چپ کی زبان میں کیے گئے سوالات زیادہ جواب طلب ہوتے ہیں۔“ وہ کہہ رہے تھے، وہ شاید شوہر سے متعلق ہونے لگی تھیں، اسی لیے خاموش ہو رہیں۔

”باباجان نے جو کہ میں کی غلطی ان کی تھی نہیں، اس سے قطع نظر جو مراد میں ہے میری کہتا ہے کہ میں انہیں اگلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ ان کی خدمت، ہمارا فرض تھا اور اسے نکال سکتی حقیقت کا ادراک ہیں اس لئے ہوا کہ جب بہت آگے آگے آگے تھے۔ اب اگر ہمارے گھر میں سے کوئی باری غلطی کا زائل کر دے تو میں میرے دوست کے حق میں نہیں سمجھتی ہوں۔“

”وہ کامیاب رہے۔“

”اچھا جان کی خاموشی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ بھی اس غلط نہیں سمجھتی۔“

”اکرام صاحب نے خیرہ بھائی سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے صاحبہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تو رشاد نے یہ کہہ کر دھمکیوں کو دودن پیٹے ہی یہ مندرہ انہوں نے ساس کی باتوں سے بھی بلیا دیا تھا۔ بابا اور امی سے اجازت لے کر میری داجان کی طرف دو تھیں اور اس بار دوسرے بھی کھینچ لیا کہ یہ بے مدد تھی تھا۔ یہ سورت سے ادھر آنا تھا لہذا یہ بھی کہ رشاد کو بھی اجازت مل گئی یوں میں اسے آگے جانے کی آزادی کو تسلیم کرتے تھے مگر حکم تھا کہ ہم چار آدمی چاہتا ہوں وہی آگ۔“

”زود دل سے تو مل دلا“۔ ماننا چاہیے تھی تھی اگرچہ اور فراد کی تہاویں سے بھی خیرہ واقف تھی لہذا نہیں چاہتی تھی کہ داجان کو اصل بات پتا چلے اور وہ بھی سمجھیں کہ وہ صرف اس وجہ سے ان سے ملنے آئی

ہے کیونکہ حقیقتاً صاحبہ کی بریں داشتک کے بعد وہ اپنا بھی فرض سمجھتی تھی کہ داجان کی طرف جانے اور ان کی حریت دیکھو پتا کرتی رہے۔

”جانے یہ ممکن اتفاق تھا یا صاحبہ کی ہی جھگڑا کر داجی غلطی ولا“ میں موجود تھا، صاحبہ نے گئے ہاتھوں اسے بھی مدد کی اور اسٹ کر لیا۔

”تھوڑا دیر اور سر بخون پر تمہارے گھر آنے کا میں کوشش کر کے دیکھوں گا کہ وہاں بھی کرتا اس کے کہنے پر فرما دے شرات سے کان بھی اسرار شروع کر دیا تو وہ گھورتی گئی۔ زولہ نے بھی اس کے شہکار دے کر کہا تو فریاد کیا انہوں میں اور دشمنی کی چمک لگتی تھی مگر ساتھ ہی وہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔“

”خیر زولہ! اور امت کو یہ کہہ دینا کہ ”سینہ لاج“ کا راستہ میرے لیے بہت دشوار ہے۔“

”داجان کی غیر موجودگی سے انہوں نے ان کا رویہ بدل دیا اور ان کے دل و جبینے بولی رہے تھے۔

”ان ہی پھروں سے بیل کے اگر آسکو تو آؤ!۔“

”میں نے گھر کے راستے میں کوئی لکھاں نہیں؟“

”صاحبہ کے عمل شروع ہوتے ہی پردہ سے سانس نہ کر دیا تھا، زولہ آپ ہی آپ بیٹھ ہو گئی۔“

”ارکے بابا! گھر والوں تک یہ نہیں اور میری تھوڑا اور شیشیں پہنچا دو گا۔ اب غرض ہے۔“

”اس نے دونوں پر باری باری نظر ڈال کر دل رکھنے کی خاطر دودھ کر لیا۔“

”داجان نے بھی کوئی خاص یقین نہیں دلا کہ وہ آگے گئے۔“ صاحبہ نے بہت زور لگا کر گھر کو گھر پر برت رہے تھے۔“

”زولہ نے بھی انہیں کسی حد تک کنوینس کیا تو وہ حقیقت سے شکر ادا رہے۔“

”میں کوشش کروں گا جی، طبیعت خشک ہوئی تو ضرور آگ لگاؤ گا۔“ انہوں نے ان دونوں کو دل رکھنے کی خاطر شگفتگی سے کہا۔ پورا آپ صاحبہ نے سواہ جہی۔ اور بڑے مذہب سے شعر پڑھا۔

”تشنہ کن کے دانے دودھ تو پائے“

”ہم صاحبہ ہیں آپ سے آگاہ کیا جائے“

”زولہ نے اس کی اس قدر بے لگنی پر اسے تاویز اٹھانے میں زور دیا اور اسے ساتھ تھوڑے گئے پر مجبور ہو گئے تھے اور اس کے سر پر شہقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کے انداز پر غور فرماتے ہوئے رہے فرما دیا البتہ زولہ نے اس کی سوس ہوئی تھی کہ گھر کا بہر حال صاحبہ اسے اپنے ساتھ لانا کا راستہ دیکھ کر ان کے لئے راہ ہموار کر دی تھی۔“ اور وہ اس بات کو تسلیم نہ کرتا تھا۔

”اور میری جانتا تھا کہ سب کچھ ضروری ہے کہ میرا اس سے پہلے اپنا ہونا اپنے کی گھائی اور ان دونوں کے ساتھ خرد چیں داجان کو خدا حافظ کہہ کر گھر چلا گیا۔“

”گھٹ پر اس کا یہ کوئی چھٹا نہیں تھا کہ داجان اور فراد ہفت روزہ غائب تھے اور وہ سارے نقش کی جان ہوتے ہوئے بھی صحن کو لیے ادھر ادھر سے پیر کی جی بی تصویر پر بھی زولہ نے دس لفظوں کے جملے سے اس پر ڈری اور اسے جانی کے منظر ہمارے سے روکنے کی کوشش بھی کی مگر فضولی کی تھانے کچھ نہ کر سکا۔“

”رحمت نے کوئی پانچویں بار اسے گھٹ کی طرف جلا دیکھا تو نشانہ کیونکر روک لیا۔“

”کیا کوئی خاص گھٹ لایا ہے تم نے؟ نرم خونی سے کہتی مدحت کو اس نے گہری نظروں سے دیکھا اور اس بات میں سر ہلایا۔“

”کوئی نہ وہ؟۔“ مدحت پر توچہ پڑی تھی۔

”فراد علی اور۔“

”اس سے پہلے کہ اس کی بات مکمل ہوئی، نظر گھٹ تک گئی اور بقیہ الفاظ ہزہل میں ہی رہ گئے۔“

”مدحت نے حیرت سے دیکھا۔“



”خَانِ“

اس کے بچے میں حیرت و غشی کا سیلا جلا رنگ تھا۔ خان بابا بڑا سا پکٹ اٹھائے اندر آ رہے تھے۔ وہ یہی سمجھی کہ شاید ان کے ساتھ داجان بھی ہیں، جیسی استعجاب میں تھری رحمت کی گود میں غلجٹ میں مولن کو بٹھا ہوا اور قے قرائی سے گٹ کی طرف لپک کر آئی۔

مدحت نے بغور اس کی بے تابی اور بے قراری کو دیکھا اور کچھ مقبض اور متعیر سی اس کے عقب میں قدم اٹھاتی وہیں چلی آئی۔ غلام بابا اسے سامنے پا کر مسکرائے تھے۔

”اسلام تمہیکم۔“ خان بابا کے پیچھے جھانکتے ہوئے اس نے متلاشی نظریں لمحہ بھر ان پر ٹکرائیں۔  
 ”وعلیکم السلام بیٹا۔“ خوش رہو۔ وہ بھی ہمیشہ کی طرح محبت سے بولے۔  
 ”واجاب کہاں ہیں؟ کیا آپ اکیلے آئے ہیں؟“

اس کی وضاحتی بحثی نظریں جلد لوٹ آئیں تو اس نے جلدی سے کئی سوال کر ڈالے۔  
 "ہاں، بس وہ آئیں گے۔ بہر حال سب کو بہت مبارکباد کا اظہار ہے انہوں نے۔ اور مولانا کے

لیے یہ تحفہ بھی ہے۔ لو شاپاش لے لو۔“  
 واما ان کے ذکر کو قصداً نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے جواب دیا جس سے کم از کم اس کی تسلی

نہیں ہونی تھی۔ اسی اثنا میں مدحت اس کے نزدیک آپ کی تھی اور گفتگو کے موضوع سے صورت حال کا اندازہ بھی ہو گیا تھا۔

نتیجہ کے باعث اس کا لہجہ مخصوص بن گیا ہے۔ لیجئے ہونے لگا تھا۔ آواز بھی قدرے بلند بن چکا ہے۔

”صہبی۔“ مدحت نے نہا مٹی نظروں سے دیکھتے ہوئے اسے ٹوکا۔

بنائے ہاں۔ آخری کون کا بیٹا بھی اس کی طرف دوڑا تھا۔ اس نے اپنے ہونے پر بھرے لیے دوڑ کر، مدحت نے چونک کر اس کی طرف نظر پھیری۔ مون انگ با تھوئوں سے پھسلا جا رہا تھا۔

پچھ بہت ہرٹ کیا ہے انہوں نے آج مجھے۔  
 مہربانی۔ کیا عاقبت ہے۔ انہیں شک سے اندھا ہونے دو۔ کہ تم نے وہاں سے

پہری کھڑے ہو کر لڑنا شروع کر دیا ہے یہ بالآخر مدحت کو ٹوٹنا پڑا تھا کیونکہ مجھے موٹے ہاتھ  
وہ اشارت لے چکی تھی۔

آپ پلینڈر آئے۔ بیٹھے تو۔ اس کے گھر کے کاشتر تھا کہ صہبی بشکل چپ ہوئی تو اُس نے خان بابے تعظیماً کہا۔

”نہیں بیٹا۔ دراصل علی صاحب کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔“ وہ شفقت سے مسکراتے ہوئے مددیت سے مخاطب ہوئے تو وہ سارا عقدہ نازاٹکی قبول کرے جینے ہوا اٹھی۔

کہا ہوا ہے انہیں؟ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ ڈاکٹر کو کیوں نہیں دکھایا اب تک؟ حسبِ عادت و معمول وہ ایک سائنس میں ہی بدلتی چلی گئی تھی۔

مدحت لے سکتی نظروں سے اسے دیکھا تو بھی اس نے پروا نہ لی تو خان بابا اسے زبردستی اسے تھماتے ہوئے تسلی دینے کے سے انداز میں کہا۔

”آئی ایم سواری خان بابا۔ آپ اندر چل کر بیٹھیں، میں فون کر کے ان کی خیریت معلوم کرتی ہوں۔“  
”نہیں بیٹا، ایسا غضب نہ کرنا، انہوں نے مجھے منع کیا تھا کہ ان کی طبیعت کی ناساتازی کا ذکر آپ

سے نہ کروں۔ اب وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ بس ذرا سی کمزوری ہے تو وہ ایک دو روز میں دور ہو جائے گی۔ اس وقت تمہارے گھر میں تقریب ہے بیٹا۔ ہماروں کا خیال کرو۔ اچھا میری طرف سے خانا حفظ

اور ہاں مولیٰ میاں کو پیار دینا۔“

نے خود کو قابو کیا۔ وہ نے تو یہی چاہ رہا تھا کہ فون کر کے ان کی عورت چیریت پھینچے۔ جائے داجان کی کس نیکی کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ان کے لیے اتنی محبت پیدا کر دی تھی۔

والہی محبت بھی کو حد ہے خراب و بروری میں یہاں تک کہ ایک ایسی محبت ہے کہ جس کا کوئی بدل نہیں، دنیا کے سارے خزانے بھی اسے خرید نہیں سکتے اور نہ ہی پڑے بڑا سوراخ خود کہ اس کے مضبوط شکنے سے بچا سکتے اور نہ تو یہ کہ اس کی مستندی قدم میں آنے کے بعد رہائی

مقت کے بھی خراب رنگ ہیں، رشتوں کے ساتھ تو ویسے بھی یہی آدمیت کے سارے

اسمیں سمیت بڑی ہوتی ہے۔ ایک ایسے طمس کی طرح کہ جس کا کوئی توڑ نہیں اور اگر ہے تو اسے تلاش کرنے کی کسی کو تمنا نہیں۔ جہلا آپ حیات کا تریاقی کون تلاش کرتا ہے۔

یہ ہی تو ہے مونؔ مدمت کی بات پر وہ خیالات سے چوٹی۔  
 اچھا۔ انہوں نے واضح طور پر حیرت کا اظہار کیا تھا۔

دُرِ اصل علی صاحب کو بچے کی عمر عزیز کا اندازہ نہیں تھا، اس لیے کھلونے اور کپڑے وغیرہ کچھ بڑے بچوں کے لیے

خفت سے کہتے ہوئے خان بابا کی بات پر اس کا دل جیسے لوٹ گیا۔  
 اُن۔ کس قدر فاصلے تھے۔ سخیج لاج اور ملی ولاز کے مابین۔ وہ مون سے اتنا قریبی رشتہ

دوسری طرف مدت بھی شاید اسی طرح کے احساسات کا شکار تھی جیسی چپ سی ہو رہی۔ او۔

مدحت اس کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگو تو اسے یہی ستانا پڑا۔

آؤ اس کے مدلل چلنے پر چند شانیں لب بھینچے اس کی مستطابا، مدحت نے بغور اس کا چہرہ ا  
 جذلوں سے براکتیں دکھیں۔  
 یہ جذبے کس کے نام ہیں؟

سبز میدان نے اس کے گھبرائے ہوئے انداز کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اسے کہنا پڑا۔ مگر  
 رہی ہانا کوئی سوچیا نہیں تھا کہ امی نے بھی سوالیہ نگاہیں اس پر ڈالیں۔

لکھا ہے، "میرے حالات اور فیملی کس طرح کی ہے؟"

بہت دن سے سوچی ہوئی ایک ایک بات انہی نے آہستہ آہستہ کہنی شروع کر دی تھی کہ  
ہمال اتنا اندازہ ضرور تھا کہ یونیورسٹی آتے ہی امد کے سوال کا جواب اسے دینا ہی ہوگا سو خود کو  
مطلے سے تیار کر کے وہ آئی تھی۔

میرے لیے آپ کا یہ اعزاز اور یہ اعتراف حیران کن ہی نہیں، پریشان کن بھی ہے؟ اس کی بات  
میرے اندر سے شکوک و تردیدوں سے اسے دھماکتا ہے، نکلنا اذرا نا اس کی جیوتی بھی۔  
میں دوا لیں یہاں صرف تعلیم حاصل کرنے کی باتوں سے۔ ایک تعلیمی ادارہ ہے، ایک درس گاہ ہے  
اور یہاں اسٹوڈنٹ ہیں، میٹر خیاں ہے کہ ہمیں اپنی تعلیم پر توجہ دینا چاہیے کیونکہ پہلے ترین ک قدم  
میرے لیے تو یہی ہے۔  
اس کا خیر بھی اس کا ہر دسویں اعزاز اور ہر واقعہ ٹرانسفوگرو امد کے لئے ترمیم۔ اس نے بے حد  
تسلسلہ میں اسے دیکھا ہے اس کے لئے کہ وہ دار اور اس کے لئے۔

”آپ کو تعلیم کے حصول سے میں نے روکا تو نہیں، نہ ہی درس گاہ کو افکار مروجہ کیا ہے۔ میں نے تو صرف اپنے دل کی بات آپ تک پہنچائی ہے۔ اس کا ثبوت میرے لہجے کے علاوہ اور بھلا کیا ہو سکتا ہے؟“

جواباً اُس نے بھی اس کے انداز میں دلیل کے ساتھ کہا۔  
 میں آپ کے جذبے کی کمرانی اور سچائی کی منہ تو نہیں ہو رہی احد صاحب مہربان صرف  
 یہ کہ میں نے ابھی اپنی اسٹوڈنٹ آف آرٹس کے کالج میں سوجا نہیں۔ دراصل وقت، طاقت اور مشق  
 کی کمی ہے۔ میں بھی اپیل نہیں کرتی کہ ان کو ایک پریکٹیکل اپیل دی جائے۔ طاقت اور مشق  
 کے ساتھ تو میں ہوں مگر کہیں نہیں کر کے ان کو ایک پریکٹیکل اپیل کی مدد کرنا میرے لیے کاروبار نہیں  
 جس طرح آپ نے یہ حد سچائی اور صداقت سے اپنا دل کھول کر میرے آگے رکھ دیا تھا، اسی طرح  
 میں نے بھی اپنی مجبوری بیان کر دی ہے۔ میں آپ کو کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی،  
 امدد کے ساتھ دھڑ دھڑاتے دل کو میرے نظر انداز کر کے دماغ کے لیے بے عمل کرنا کتنا سوار  
 اور مشکل تھا، صرف وہی جانتی تھی جو اس نے دل کی وہاں تک پہنچاؤ تھا ہوتے بھی اس کے خلاف  
 فیصلے دے کر ہی تھی۔

اس عزت افزائی کا شکریہ یہ اس کے عاشقوں ہونے پر ادا کرنے سے راسخا اور بڑی معنویت سے کیا تو اس نے جبکہ گرفتاریاں اٹھانے جو سیدھی اس کی نگری سیاہ بدلوں کی گزندہوں سے بھی آنکھوں پر جاڑ لیں۔ اس کے ایک ایک لفظ کو قبضہ لاتی اس کی آنکھیں شرمین کا حوصلہ پست کر گئیں۔

برنگے صاف لفظوں میں تحریر شرمین کے پسپا ہونے کا یقین اس کی آنکھوں کا کمین بنا ہوا تھا۔ وہ یلکے جھپک کر رہ گئی۔ اعدیے ساختہ مسکرایا۔

کہتے ہیں کہ محفوظ ہونے والے کی آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دیتیں۔ بار بار یہ جملہ سنا تھا آج تمہاری آنکھیں پڑھ کر یقین آ گیا۔ بڑا کھلا کھلا انداز تھا اس کا شگفتگی خیر۔

آس نے کچھ کہنا چاہا مگر احد نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا۔

مگر اس وقت سب سے اہم ترین مسئلہ زارانی کا تھا جو کہ کل فون پر پر وگرام ملے کے باوجود ہنوز غائب تھی، اُس نے تفکر سے گھڑی پر نظر ڈرائی اور ابھی اپنے مخصوص لان کے گوشے سے اُٹھنے کا قصد کر رہی تھی کہ عقب سے اُسی شخص بھرا ہیلو میں کہہ کر چلے ہوئے مڑی۔

نیکسی ہوشیار میں ؟؟ پچھلی طرف بنی باہر کو پھلانگ کر امداد کے سانسے تھا۔  
فوری طور پر اس کی بے تکلفی پر شرمین کا چہرہ سرد دہری کا داغ مٹا کر دینے لگا تاہم وہ ہی دا  
میں وہ یسویچ کو خاصی متعجب بھی کر امداد نے اسے باوجود پشت ہونے کے پہچان لیا تھا۔  
کہ کیا ہے، ماما، کیا اچھا ہے؟

اس کی خاموشی پر احمد اس کے سامنے ہی گھاس پر کتابیں ڈالتے ہوئے بیٹھ کر غور و فکر کر بولا۔

مخلص چلبے کسی کا ہو ٹھکانا بہت نازیا اور تکلیف دہ فعل ہوتا ہے۔ خصوصاً اگر اس میں محبت اور چاہت کے عقیدت بھرے رنگ بھی ہوں تو ان کی ناشکری کرنے والے کا متاسفہ ہونا بڑی فطری اور ضروری بات ہوتی ہے۔ شہین بھی اپنے چہرے کے متنازعے جھلکتی تم کون او

میں کون" والی کیفیت پر غصہ ہی ہو گئی تھی۔ یہ بہت فریگ اور اصوات گوسھا صفا ہوں، مجھے لفظوں کے الجھاؤں میں پھنسے گا تو تجربہ سے اسے تھوڑی سی تہل بہت سوچا تھا میں نے، خود کو ہزار بار مشغول تھا۔ تب کہیں جا کر مجھ پر یقینی دماغ کا مار۔

دل کو اس راہ پر چلنا ہی نہیں  
جو مجھے تمھ سے خدا کرتی ہے

تو پھر بہت مجبور ہو کر اپنی انا اور فائدہ خود اری کو پیچھے چھوڑ کر تم تک آیا ہوں میں۔ سزا  
کہتا ہوں کہ ایک مرد کو اور اس کا نام کو صنف مخالف کے سامنے ہتھیار ڈالنے میں بہت طاقت  
صرف کرنی پڑتی ہے اور جب وہ جذباتوں کی شوریدگی کے باعث ایسا کر گزرتے تو پھر جاہلوں

مندرجہ ذیل ساری گہرائیاں اور تہیں چھپے خزانوں کے راز اس پر آشکار کر دیتا ہے۔ اٹائی جگر نرم  
سبکی بھلی سے جذبے کے لیے تیار ہیں بیسے میرے دل میں انقلاب آیا ہے۔ ۴۔  
شرعیہ کیجیے کہ ہونے کی طاقت نہ پائے ہوئے رکھ رکھ کر رہنے کے لیے اسے نئے جاری  
موجودہ جہاز کے لیے سب سے زیادہ اور کثرت کا تہا غرض اور ان کی گہرائی اور صورت میں اس کو سمجھنا اور

لو کہ چند سید سید بھی بیکاری اور کوہست کا بوجھ سارے اڈو نا لورنگی صورت میں اس کی احوال سے  
جھلکا تھا اب اس کا شانہ بھی نہ تھا جب کہ امداد کے کچھ سے نظریں ہٹا کر گھاس کے لیے  
پیشوں کو توڑنا بہت گہرے بلجے میں کہ رہا تھا۔

میں تم کو کسی بھی ضرب میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا، نہ ہی تم پر کوئی زبردستی کر رہا ہوں گم پلینر عبوثی کے زعم سے نکل کر میری بات کا جواب دو کہ کیا تمہیں میری حسادت، میرا عسراف و انوار گزرا ہے!

بہت تھک کر اس نے بالآخر سوال کر ڈالا تھا کہ دیگر شرمین اب چہرے کے تمام تاثرات کو محسوس کیسے لے دیتے سے انداز دینا بیجی ہوئی تھی۔ احمد نے جب نظر اس پر ڈالی تو پہلے والی پسپا کردہ نگہ شعری طور پر وہ چہرے سے مٹا چکی تھی۔

دیکھیے احمد صاب نے کچھ دیر خاموشی کا وقفہ رہا پھر شرمین نے سنجیدگی سے گہری سانس لی پھر  
کہنا شروع کیا۔



یاور صاحب -

ان کی بیوی -

یا ان کے بچے -

کلام اور کام کے جمیلوں میں وہ اس قدر لہجہ لاری کر لی ہیں جان نے اس تنہائی اور گھر کے سنا سے تنگ آ کر اس کے متعلق کے باوجود اس کے لیے لڑکی تلاش کرنی شروع کر دی تھی اور بہت سے چہروں کے بعد ان کی نظر اچھا صاحبہ پر پڑی تھی۔

اکرام صاحب کے والد علی صاحب نے ان سے نہ صرف بہت بڑی دوستی تھی، وہ دونوں گھر وہ آجائے بہت پرانا تھا۔ جب سفینہ بنکر اور علی صاحب کے درمیان رشتوں نے اپنا جال بچہ تو بچہ لگوں نے ایک فرقہ کا ساتھ دیا تو گھر سے دوسرے کا ایک چند افراد اور اصحاب ایسے تھے کہ جو اب بھی وہ دونوں نے اسی طرح ملتے تھے۔ کسی کی حالت میں تھے کسی کے خلاف۔ ہر ایک فیملی کے روابط میں سفید لاج اور علی والا کے کمپنوں سے بڑی ہی قائم تھے چنانچہ ان جان سے سب سے پہلے علی صاحب نے یہ معاہدہ عرض کیا تھا کہ اگر بڑے کے لیے کوئی ایسی لڑکی پائی جائے تو انہوں نے اس کے لیے لڑکیاں اور نوایاں بھی بہت اچھیں ہیں، وہ خود دیکھ لیں البتہ علی گھر کسی کا خاص ذکر نہیں کیا تھا مگر سفینہ کا نام ان کے لبوں پر چھلکا آئے آتے تھے گھر کیا تھا کہ اس کے باوجود ان کے فریاد کا سوجھ بوجھ تھا۔

مگر یہ عرض اتفاق ہی تھا کہ ستر سال کی کو سفینہ پر بسند آئی اور انہوں نے ٹھکے ٹھکے اچھے اچھے میں اپنا تھکا سہارا دیا۔ علی صاحب کے سامنے بیان کر دیا تھا اور انہوں نے بھی کسی عذر پر رضا مندی کا ہی عذر دیا تھا اور اسی سلسلے میں وہ تہی روزے کے اندر سے بات کرنا چاہتی تھیں اس کے پاس فرصت نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے بھی آخری قصداً تدارک نہ ملے تو کبھی استقبال کرنے کی گنجائی اور اس وقت رات کو جب وہ کھانے کے وقت مکر سے دے تھکیں تو انہوں کو پریشانی لا ہو چکا تھا۔

”تو بھلا تو انہیں، کھانا کھلاؤ جو ہا ہے۔“ اس نے بابا کے زیر لب مسکراتے چہرے پر نظر ڈالا ہوئے کہا۔

”وہ نہیں آ رہی، جی ہاں؟“

”کیوں؟“ اس نے قدرے عجیب سے سوال کیا۔

”بھائی صاحب۔“

”غذیائی نے لالچی کا اظہار کرتے ہوئے کہن کا رخ کیا تو اس نے سوالیہ نظریں بابا پر مرکوز کر دیں۔“

”کیا بات ہے بابا، بی بی جان کی طبیعت ٹھیک ہے؟“

”اس کے پیچھے میں تو نشوونما اور تھکر ٹھیک رہا تھا۔“

”ہاں ٹھیک ہیں وہ۔ لیکن ذرا موقوت خراب ہے۔“

”اس کے فکر مند چہرے کو دیکھتے ہوئے انہوں نے متنبہ انداز میں بتایا تو وہ کچھ دیکھیں اور پھر فوراً ہی دوسرا سوال دار ڈال دیا۔“

”مگر اس میں علامت ناراضگی کی وجہ ہے۔“

”تمہاری حد سے بڑھتی ہوئی مہر و مہارت، اور بے توجہی کے باعث وہ کچھ ناراض ہیں تم سے ایک وقت تھا جب ہم سے بھی انہیں یہی گھر رہا کرتا تھا۔“ ہمدانی صاحب نے شک منشی سے

کہتے ہوئے پڑے دونوں کو یاد کیا تو وہ بھی مسکرایا۔

”پھر آپ کیسے آئی؟“

”انہیں منکر۔“ ان کی فرمائشیں پوری کر کے۔ اس کے سوال کا بڑا جربستہ اور سیدھا جواب

آیا تو بات کچھ گویاں کی سمجھ میں آئے تھیں۔

”آئی سی۔“ نو سکل ہے۔“ اس نے پرسنج انداز میں کہنے کا تاثر دیا۔

”مگر بخیر و خوار۔ اب تمہاری شادی ایک سکل ہی بنتی جا رہی ہے۔ جتنا تمہاری بی بی جان کو

مدد ہے، تم آجائے چال ٹولہ کر رہے ہو۔ مگر اب ہم میں مشتاقی اور وہ بیزارا مگر معروضاتی کا

ہے آپ باہن بی بی۔“ اور میں نے کہہ رہیوں کی پالی ہی پر جا کر اسے۔“

”ایز دکا مزاج تو

ان کے مقابلے میں بہت ہی مختلف تھا۔ کچھ چوٹی عرصے میں جب بے گھر کی دن اور لائے بین

کی راہیں ہوتی ہیں، گھر کی ذمہ داری اور بابا کی ملاقات و معذرت کی اسے وقت سے بہت پہلے

بڑا اور سنجیدہ بناتا تھا۔

”تبتے بابا آج جان کی بہت داس قتال کا سبیل ہے اپنی فطری شگفتگی کو زندہ رکھنے میں یوں ہی

کا سبب ہے۔ وہ ان کی بات پر دوسرے سے ہنسا اور کچھ کہنے بی بی جان کے کمرے کی طرف

بڑھ آیا۔ قصداً انہیں منانے کا تھا مگر ان کی فوٹاش کے سلسلے میں ابھی اس نے کمر جا نہیں تھا۔

”گو کہ کئی مہینوں سے ان کا اسرار اس ضمن میں پرکھنا جا رہا تھا جب کہ اسے اپنا کمرہ بنانے کی ذمہ

سوال تھی۔“

”بی بی جان۔“

”روانہ ناک کر کے اس نے انہیں لکارا تو اندر کمرے میں چھائی خاموشی سے منگلی کی شدت

کا اندازہ کر کے اس کے لبوں پر مسکراہٹ خیر گئی۔ وہ سب سے دروازہ کھول کر وہ اندر ہی چلا

آیا۔ بابا کی اطلاع کے مطابق بی بی جان واقعی اس کے مندرجہ تھیں، چھپی اس کی آواز و آمد کا

نوش نہ دیتے ہوئے جلتے نماز پر پیشی تسبیح کے دانے تیر تیر کر گئے تھیں۔ ان کے اس معصومانہ

سے انداز پر اسے اپنی غلطی کا اندازہ بڑی شدت سے ہوا۔

”کتی تھی ابھی انہیں ہوا اور پلے سے تپوں کی جب کہ وہ ان کو ہی نہیں ان کے خوابوں کو بھی

معصومیت کے باعث غفلت انداز کر کے لگا تھا۔ گو کہ بابا بظاہر اسے کچھ دیکھتے مگر ان کی آنکھوں میں

تقریر بہت سی انہیں بائیں پر بڑھ کر وہ دل میں دلی میں شرمندہ موزور جانا تھا۔

”بی بی جان نے آہٹ پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور دوبارہ یہی سنجیدہ ہو گئیں جیسے اس کے

آنسنے سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ تو وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے آئے کہ پاس ہی کارپٹ

پر آ بیٹھا۔“

”کیا بات ہے بی بی جان، آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہیں؟“

”اب اتفاقاً نہیں تھا اس کے پیچھے میں۔“ بی بی جان نے اسے تبہ کی کیفیت پر پلٹ پے کہتی

نظروں سے دیکھا تو بے ساختہ اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

”آپ کچھ سے تھکاتی ہیں، کھانے سے کوئی نقص نہیں کیا۔“ اسے کیوں انتظار کھا رہی ہیں۔

”معلوم ہے ناں آپ کو کہ رزق کو منتظر رکھنا کتنا غلط ہوتا ہے۔“

”انداز میں۔“ اور لاڈ لکھانے والا تھا، بی بی جان فوراً ہی ذرا موم ہوشی مگر غیر ذرا ہی دوبارہ

تھکے تھکے کا مظاہرہ کرتے ہوئے تسبیح مکی کی۔ اور دھکا کے لیے ہاتھ اٹھا کر انہیں بند کر دیں۔

”وہ بھی چننا ہے۔ لیکن یہی معاملہ ہے۔“ جتنا ان کے دل کو بوجھ کا تھا کہ رات اور صبح

ان کی طویل دعا انعام کو پہنچی تو انہوں نے انہیں کھل دیں، وہ ان کے پاس ہی بیٹھا تھا۔





اس میں ہے وہ ان ہی خیالات میں غفلان تھا کہ کلاس گئے کی بل بھی اور وہ حال میں لوٹ آیا۔ اور پھر اچھا کر سیکر نہ توڑ پرچی پر لک کی کلاسوں کا وقت آیا۔

پھر سارا دن زمین میں سے مصروف رہی، سحان نے ادھر ادھر دھونڈا بھی مگر نظر نہ آئی اور ابھی جب کہ بریک — ہو چکی تھی وہ اسٹاف روم سے قائب لیپ میں بیٹھی چیکنگ ورک کر رہی تھی کہ وہ اسے تلاش کرتا وہیں چلا آیا۔

کام کتنا بڑا اہم کیوں ہوا اپنی ذات سے بڑھ کر نہیں ہوتا بڑی سبندگی سے کہتے ہوئے وہ لیپ میں داخل ہوا تو وہ جھلکی کی ساخت پر غور کر کے

کچھ چمک سی گئی تیرا وہ اندھنکے سے لڑ رہی تھی کہ اس نے پیلے ہلکے لکھا تھا۔ سنا تھا۔ سنا تھا کہ اس نے آج کل بار آکھانی نصیب ہوئی تھی یا پھر کہنے والے کا انداز اتنا اچھوتا اور صرف اور صرف جذبات سے پر تھا کہ وہ بے خیالی نظروں سے اسے دیکھنے

لگا۔ ہو گئی ہے زمین اور آپ کچھ کھائے کچے پھر یہاں بیٹھی کام میں مگ زمین زمین کچھ کے ہاتھ بڑی اپنا نیت سے زمین کچھ کر گیا رستے ہوئے وہ اس کے سامنے

والی تیل کے کنارے بیٹھ گیا۔ ڈارک کرے ڈیڑھ بیٹھ ڈاٹ شرف اور میرا ناٹی میں بیٹوں فریش سوڈا اور شفاف نگاہوں سمیت وہ حسب معمول بہت اساتذہ اور نوڈیٹنگ لگ رہا تھا۔

جی۔ وہ مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ اچھے چلے پر وہ چمک کر سنبھل کر آگیا کب تک بند کرتے ہوئے خفت سے کہا۔

کمال ہے آپ مجھے خیال نہیں رہتا آپ کو وہ سادہ سے فقرے میں بہت کچھ کہہ رہا تھا۔

وہ دراصل کام کا تھا اس لیے یہ سننے سے معافی پیش کی۔ یاد دلائی کہ سچیز کی بھی اچھی سمجھ ہوئی۔ زیادہ کام کرنے سے آپ بیمار بھی ہو سکتی ہیں

اور اس طرح تو میرا بہت زیادہ نقصان ہو چکا ہے گا۔ وہ پھر بے اشتیاق کہہ بیٹھا تھا، زمین سے ٹھیکے سے سر اٹھا کر لے دیکھا تو اس نے بے حرکت کہا

آئی میں میری بیوی کو اس کی قوس سنبھالنا ہے لہذا اگر آپ بھی صاحب فرسٹ ہو گئیں تو ٹراکسٹڈ ہو جائے گا۔ بچے کی پریشانی کو اس نے خوش سے چھپا ہوا تھا۔

جی۔ وہ محض اتنا ہی کہہ سکی۔ وہ بڑھ کر سننے والی کو سنبھالنا لگتا ہی مشکل تھا۔ اس پر سحان کی موجودگی نے تو مجھے

حواس ہی کم کر دیے تھے، وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ تو سحان کی کوی اس پر قوس آگیا۔ آگئے۔ اسٹاف روم میں بیٹھ کر کچھ لکھا اسے تاکہ فریش ہو سکیں۔ اگلے دو پھر یہ آپ آرا

کیجیے جی۔ انظر صاحب کو کہ دوں گا، وہ آپ کو REPLACE کر دیں گے۔ اسٹاف روم سے کہہ کر وہ کیسے باہر نکلا گیا تو وہ پریشان ہی اپنا جگہ کھڑی چند لمحوں

میں بیٹھ رہی تھی کہ آخر اس کا بڑا اتنا خیال کیوں رکھتا ہے وہ۔ کی صرف اس لیے کہ اس کے دل میں رنگین جذبات کا فائدہ

یا پھر اس لیے کہ وہ سحان صاحب کے دوست کی بیٹی ہے۔ یا محض اس لیے کہ اس کے چہرے پر برسوں کی تھکن چھنی ہوئی ہے جو اس نے یہاں ہی بڑھتی تھی۔

میرے فلا۔ اب کوئی سی آزمائش نہیں۔ میں اپنی کہیں۔ دنگ ہیں مجھے والے اس دور

اس دیکھ کر کوئی نہیں کرنا چاہتی۔ سحان کے دل میں اگر میرے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو گیا ہے تو اسے نہ تو کرسے یا میرے سمجھو کہ یہ پابندی کی سوغاتیں کچھ نہیں دلیفیب کے لیے نہیں ہیں۔

میں باندھ ہوں۔ یا بولوں ہوں، میرے ہاتھ پیراں دیکھ کر زمینوں میں بندے ہوئے ہیں۔ سحان جیسے جیسے کہیں محض ایک قیدی ہیں جس کی موت کا پیرا نہ کسی بھی وقت جاری کیا جاسکے۔

دل میں اپنے محبوب پر حق سے زعمیاں کرتی وہ حسرت حسرت قدموں سے اسٹاف روم چلی آئی وہیں سحان میں سو رہا تھا۔ چو کہ اس کی آخری کلاس بریک سے پہلے آوری گئی تھی لہذا کفر

وہ ان سب کے ساتھ جی بلی فزٹ کیونکہ بریک کے فوراً بعد ہی اسے فزٹس کی کلاس دینی ہوتی تھی۔ وہ اپنی مخصوص نشست کی طرف آئی تو تیز پر لگی گرم چائے اور ساتھ کبھی چکن برگر کی پیٹ دیکھ کر کچھ حیران رہ گئی۔

اس نے سوچ کر کھانا کچھ کے پچھتا چکا کہ کوسوں سے بروقت اس کا جملہ اچک ہوا۔ میں نے آپ کے کہنے پر یہ سب منگوادیا تھا جس زمین الیہ برگر کے ساتھ سٹاف روم لگا۔

سب کی موجودگی میں بڑے بڑے قدم سے انداز میں اس نے آپ کے لیے زک کر کھاس طرح کیا کہ ملاوہ کوئی بات کر دیتی تھی نہ ہوا تو نہ پھر کھانے سے ٹوٹا کٹر ہو گیا

الذوق چینی کڈ اس منہ دمنہ جھوٹ پر کچھ دیر گھوٹ کر بیٹھی رہی کمر بے صوبہ سے اس کی تو یہ ٹھہر ہوئی چائے کی طرف دلا کر کھانے پر زور دیا تو مر گیا یا زکرت کہ نہ اتنی چکن برگر کھا

کر سکتا ہستہ کھانے کا۔ مگر کوئی بریک کا وقت تھا تو اور تعجب نہ تھا کہ اپنا چینی کلاسر لیے چل رہے تو وہ سحان کے پیچھے چلی آئی اور قریب آکر اس کی سائے نظریں خود پر کوڑ دیکھتی ہیں وہ سب بھوں کی جو چند لمحوں

بیٹھتے تھے غصے سے وہ سوچے جارہی تھی اور ہوئی تو نہ۔ کہنے کے خواہ مخواہ نہ دینا۔ لیجیے میں احسان مندی تھی باوجود خوشی کے وہ سمجھتی ہے۔ دل میں کہ

کرت کی نگاہوں کا سنا۔ اس کا سنا۔ تنہا جن جذب کر لیتا تھا۔ سحان وہ حیرت سے سنبھلا کر۔

اگر یہ ترو ہے تو یہ: یہ اپنا سنی سمجھنا ہوں۔ آئی ہو آپ نے ناٹک میں کہا۔ لیجیے میں کہہ کر اسے جواب کا موقع دے خبر اس کی کھالی بڑی رنگت پر نظر ڈالیں

وہ نہ۔ کہتا ہوا کلاس کی طرف دیا نور وہ۔ کہنے کے پھر پھر کرتی جہاں بھی وہیں رہ گئی۔ لیجیے میں کہہ کر اسے سنبھلائے وہ بہت دھیر دھیر جگے گئے تھے امد کے چونکہ مسٹر

نوبک کے لانا تو نہیں ہے۔ یہاں خوشی ہے سنے کر کھاتا تھا بہت شام کے وقت ان کی بھنوں اور بھائیوں کی کشتا۔ نہ بوقت گئے تو تھیں۔

آؤں ان فراموش تھی کہ ہمارا ساتھ وہ۔ نور مجھے کیا دیکھ رہے ہو۔ فرما دی ماموں زاد بھائی نے اک ادا سے اسے لکھا تھا اور وہ جہاں وقت زولہ کے منتظر تھے

میں گئی تھی، اس کی آواز پر حال میں واپس آیا تو بہت سے مزا ہو کر ناگانی سے اسے دیکھا۔ مشگرم یہ میں فضا لیتے سے کوئی انٹر سٹ نہیں۔

خشک۔ یہ میں کہہ کر اس نے سارا غصہ اس پر ڈال دیا۔ ہائے، یہ سب فضا لیت ہے۔ ہم تھک رہے تھیں کی شادی میں رونق لگا رہی ہیں اور خوشی

کس اس اظہار کو فضا لیت کہ بہت ہو چکا تھا تو اس کے ٹھوڑے سے بچے پر پچھو ہو رہی تھی کہ

بیٹھی بیٹھی سے فوراً دانی دے۔

”جب تھادی شادی ہوئی تب پوچھیں گی کہ اس بچے میں کتنا خزا آگیا ہے۔“  
ایک اور کزن نے بے تکلفی سے کہتے ہوئے ڈھونڈ کر دی کوسا، تمام لوگوں نے خود  
معنی خیر اور شر پر نظروں سے نئی طرف دیکھا تو وہ جھلا اٹھا۔  
لوگوں کے یہ دایاں اشارے ہی نہ کرتے، اس پریشان کا شرا تا اس کا ضبط آزمایا۔  
لا حول ولا۔۔۔ وہ ٹھلا کر اڑھٹاڑا ہوا اور اپنے شوٹ چنگٹ سے کہنے لگا اسے گھسیٹ لیا تھا اور  
آگس سے واپسی پر ماسے نے زبردستی اوٹ چنگٹ سے کہنے لگا اسے گھسیٹ لیا تھا اور  
اب جب کہ وہ ٹھلا کر اپنے کمرے میں آرام کی تبت سے چلنے والا تھا، وہ سب زبردستی بلائے  
بھائی کی صورت میں ناز ہو چکی تھیں۔ چائے کے انظار میں وہ لاٹو تھیں۔ بیٹھا تھا لہذا خود  
آٹھ کمرے میں جا سکا۔ میز پر چائے کے لیے وہاں رک گیا۔

اور یوں ہی اس سب کو کہاں بھی دیکھ کر یہ خیال آیا کہ اسے سفید لالچ کے کمینوں نے ان کے  
تعلقیات استعار ہوئے تو اس وقت نہ دیکھا جیسے ہی ہوتی کہ کتنا اس کی سوجن کا دھارا دوک  
دیا تھا۔  
”وہ یہ حضرت تو چیل دیے۔“  
شیشی نے اسے جاتے دیکھ کر ہنسا اور اڑیں یوں کہا جیسے باقی سب دایاں ہوں بیٹا اس کی  
بند سرائی پر خاصے سخت نمودن سے اسے دیکھا تھا۔  
”پلوں سیکو کو کزن کی جودا ہے سچی؟“ امدنے نے اندازتے ہوئے حالات کی سنگین کوسوس کیا  
تو شیشی نے کھٹکی سے اٹھ کر کہا کہ سوال کیا۔  
”اے اے! تو محض انھوں نے ہوا ہے۔“

شیشی نے ہی دوبارہ اپنی شامت ہلانے کا قصد کیا تھا شامت نے تقریباً سائل لکھنے کے انداز میں  
اسے گھورا تو وہ چپ ہو چکی۔ اور یہی جانا تھا کہ بات یقیناً تینا اور فرما کے منتقل ہے اور  
اپنی قدامت پر چلے آئے اندازتے ہوئے اسے فرما دیا کہ کورے سے کہتے ہوئے بھی دیکھا تھا، پھر  
یہی کجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پچھتے لگا۔  
”خیر تینا ایسا کون سا سا ہو گیا؟“

”اے اک ایسا سا بھو بھی ہو گیا ہے  
مستاجر راستے میں کھو گیا ہے  
شیشی کے ساتھ بیٹھی تھیں کہ زبان پہ چلی ہوئی اور اس نے شکی کی توقع نہ رکھی کا خیال ہونے  
کے باوجود بڑی سے سختی سے کہا تو سب سب سے اشتیاق منہں پڑے۔  
”انتہائی گھٹا اور فضول ہو سب۔“ دیکھ کر میں تھیں۔  
فٹنے سے دہن پر کھان کی شام چلنے سے اٹھی اور کچن کی طرف تیز تیز تھیں سے بڑھ گئی جہاں فر  
یگم کی سرحد پر موقع تھی، آخر کو فراد تو نکات میں توڑی تھی۔ صرف ایک اس پر تو بیں چلتا تھا کہ اک  
اودے کے علاوہ سب نے کسی قدر نرم آہن نظروں سے اسے دیکھا۔ فراد میں اس کی دیکھی کوئی  
ڈکھی نہیں باندھ تھی، مگر یہ کہ خواہش کا بھی اس میں ڈکھی نہیں تھا کہ فراد کوئی دیکھی کوئی  
بھی کسی نظر سے مخفی نہ تھا، وہ سب جانتی تھیں کہ فراد کوئی نہ جانتا تھا کہ فراد کا ہر ایک اور  
بزرگوں کے شیطانی اس میں اعلان چونکہ تھیں ہوا تھا لہذا تینا کو اس حملے سے خوب چھپا کر جاندار کشش  
تو یہ بھی ہوئی کہ فراد کو بھی گھبرایا نہ وہ درہر تڑپنے میں ہریش کا سیاب ہوا تھا۔

امکا نوازہ کو بھی اور اڑھٹاڑا ہوا تھا شیشی نے دلی سے اس کی حامی تھا کہ بھال و دونوں  
ایک دوسرے کے اپنے دوست اور مزاج سٹھان سے۔ ۱۔ تے معلوم تھا کہ اگر زبردستی کا رشتہ طے

بھی ہو گیا تو بھی فراد کو ہار دینا نہ کرنا والا نہ تھا۔ اسی لیے وہ کاسے لگا پے ماما کو بھی ڈھکے چپے  
نظروں میں یہ باؤ کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ فراد کے سلسلے میں کوئی فیصلہ کہتے ہوئے  
اس کی راستے اور منشا کو بھی نظر رکھیں۔  
”جب سے یہ تھرا رہا تھا میں امد۔“ آخر یہ ہرقت انگارے ہی کوں چٹا ہے؟  
رہتا ہے لیکن میں بھاری تھی۔ شکی کی بہن ہونے کے نلے اس کی اسٹٹ کو وہ اپنے تامل  
سمجھتی تھی، اس وقت میں بہت زور خند لیے ہیں استفسار کیا۔  
”اے ایسی کوئی بات نہیں۔ اس میں مزاج کا شاد سے میرا کیا اس لیے موٹے خینے غلط  
دوہیں تھیں۔ تم لوگ بھی آخر کوں شیر کی کچا۔ میں ہاتھ ڈال بیٹھتی ہو۔ چلو اپنا کام کرو۔ ڈھونڈ  
اٹھا اور شرف ہو جاؤ۔“

اس نے اس کی صفائی پیش کرنے کے ساتھ ہی اپنی بھی سرفراشی کی اوندواں ان کی توجہ اس  
کام کی طرف دلائی جس کے وہ سب دیاں بن ہوئی تھیں۔  
”تم ساتھ دو گے؟“ شیشی نے اسے خاص سے سوال کیا تھا۔  
”اے کورے۔“ آخر کو میرے بھائی کی شادی خاں باری ہے۔“  
”وہ سب خد سے آجائیں کہ کو لولا تھا، شیشی ٹھنک کر فوٹی۔“  
فراد امد اور دونوں ہی کی تخیال ان کے باؤ اور مدے سے بڑھی ہوئی بے تکلف کو کزن سے  
سخت جہ ناز دیتے تھے۔ ہائی سوسائٹی کی نمونہ، اپنا کلاس کی یہ اٹھارواں لڑکیاں ان دونوں کے ضبط  
کا امتحان ہوتی تھیں۔  
فراد تو بناسی وقت کے تناؤ کو دیکھ دیتا تھا البتہ امد ماسے کسی مددگ دینے کے باعث  
فراد ماسے سے کام لیتا۔ ہوں بھی اگر وہ فرادی طرح ان کو جنگ دیتا تو ماما سے کھری کھری سننے  
کو مل جاتیں اور یہی وہ دین چاہتا تھا۔

مگر جب اپنے بے کے واسطے میں سے مدد مان تھیں، ڈو اور میں جوان بیٹوں کو گھر کے لگ  
جاتی تھیں لہذا وہ ضبط سے کام لیتا تھا۔ آج کل تو بیں بھی شیشی کے باعث اس کا مدو بے مد  
خوشگوار دیتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ بات تھی تو بھی کہ گھر میں بھائی کی خوشی تھی سو وہ  
استخوان کی شیشی کے باوجود بڑھ کر کے رکھتا تھا۔  
ڈھونڈے بعد ان سب سے خوب خوب بابر بھائی کا کارڈ لگا دیا اور اس کو لکھلائے پر انہیں  
زبردستی تیر تیر کے ان کے ساتھ چل دیں امد کو بھی کوئی کی کوٹیشن کی کراس کے پاس شیشی  
کا موقوف ہوا تھا البتہ فراد نے ماما کو جواب دے کے کہنے کے سوبے ہوئے تھیں کہ مزید فرجا دیا۔  
مگر یہ کہ مشکل برواقت کر سکیں۔ اور جو بڑی وہ سب ناظرین ان کی صورت میں  
برستے لگا۔

بہت ہی زیادہ برس کی بیوی کو لگے ہو فراد۔ آخر کا سچی میں ہی گئی تھا بھانیاں، بیٹیاں  
وہ فراد پر ڈاکر سے نہیں تھکتیں اور دیاں حضرت کا مزاج ہی نہیں ہوتا۔  
”ماما میز۔“ چھپے فراد کوئی نہ لکھتی تھی پسند نہیں، آپ سمجھا دیں انہیں؟  
وہ بھی بھرا بیٹھا تھا، خودا کہنے لگا۔  
”انہیں سمجھا دیں باتیں۔ کہیں تو لوگوں سے بات کرنے کا بھی طریقہ نہیں۔ چلتے ہو میں ان  
ی میں سے کسی کا تہہ نہ لیے اسے اس کا کرنا دے والی ہوں۔“  
فراد آتشیں لگے ہیں اس سے مخاطب تھیں، آخری فقرے پر تو وہ یوں جھکے سے کھڑا ہوا  
یہ انہوں نے اس کے سر پر لم بے مارا ہوا۔

واٹ۔۔۔ ان فضول اور بیکز لوگوں میں سے آپ میرے لیے چاش کر پی گی۔ کہیں نہیں ماما

۱۰۳

۱۰۲

میں ساری زندگی کے لیے یہ مطالبہ کیا میں جن دنوں ملتا۔ مجھ سے تو یہ دس منٹ بھی برداشت نہیں ہوتی کہ کس تمام عمر ہرگز نہیں۔  
 آس نے۔۔۔ ساف کو تار جواب دے دیا۔ شریک کے دو گویا تلوں سے سر پر بھی۔  
 امدت نے برج میں آکر کچھ کچا پکا کر اس لیے دونوں کے پیروں سے مدد ملنے کے لیے کہہ دیا۔  
 زبان کشیا اور فواد۔۔۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں بدترین ہی تو تم کوں سے گفتگو ہو بات کرنے  
 تک کے تو میٹر نہیں ہیں۔ اس طرح اس سے گفتگو کی جاتی ہے وہ  
 ان کا غصہ وہ چند ہو گیا تھا اس لیے ہلکے آواز پر  
 آئی اے سو رہی ماما۔۔۔ کراپ اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دیں کہ میں ان ال میٹر اور اوچی کیوں  
 میں سے کسی کو ملتا تھا خاص گا۔  
 اپنے لیے کوہیت کرتے ہوئے اس نے مدد کی اگر ساتھ ہی انہیں جتا بھی دیا کہ اسے ان  
 کا یہ فیصلہ منظور نہیں۔ شریک نے مسئلے میں گھبرے ہوئے اسے دیکھا۔  
 ان کی چہانہ نظریہ دیکھ رہی تھیں کہ یہ انکار معنی ناپسندیدگی کی بنا پر نہیں ہوا تھا بلکہ اس  
 کے پیچھے کوہیت بدترین توہین کا کام کر رہی تھی اور یہ عکس کا ہو سکتا تھا وہ کبھی نہیں  
 چند ثانیے اس کے پیچھے کوہیت بدترین توہین کا کام کر رہی تھی اور یہ عکس کا ہو سکتا تھا وہ کبھی نہیں  
 نظریہ پر رے پر سمجھ ہو گیا کہ کوہیت بدترین توہین کا کام کر رہی تھی اور یہ عکس کا ہو سکتا تھا وہ کبھی نہیں  
 ممکن کوئی خاک تراش لیا ہے تم نے یا اس میں رنگ بھی بھرے ہوئے ہیں۔  
 کتنے ہی جہاز تھے گرنے کے بعد ان کی یہ تاش آواز اس کی سماعتوں سے ملتی تھی۔ تھوڑے  
 چوٹ کر اس نے رخ ان کی طرف پھیرا۔  
 میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکتا۔  
 آس نے قصداً نہ سمجھنے والا بنا دیا تھا کہ اس نے کوئی ایسا جملہ نہیں سوچا تھا جس سے۔  
 جان تلاش ہونے کی امید۔۔۔ امدت نے اسے مشکل میں دیکھا تو فوراً اس کی طرف سے بولا۔  
 مطلب یہ ہے کہ میرے جہاز کی۔  
 امدت نے قشور ہو کر اسے اپنے کمرے میں جاؤ۔ اسٹڈی کے بنائے ہی تو اسے تھے تو گھر پر  
 اپنی باتیں کیا حفاظت کی ہیں تو کہنے۔۔۔ ان کا منہ بھر کر لہجہ امدت کی زبان تھلا لگا۔  
 پھر ماما۔۔۔ آپ لفظ غلط سوچ رہی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر کوئی تو میرے آپ کو ہی بتاؤں  
 گا۔ آپ کی بازی کا بدن بنتے ہی اس سے معاملہ سے کاہل ہے ہونے لگتا کہ کوہیت بدترین توہین کا کام کر رہی تھی اور یہ عکس کا ہو سکتا تھا وہ کبھی نہیں  
 ماما کا ساتھ دیتے اور آمادہ ہوجاتے تو اسے اس مسئلے کو مل کر مشکل ہوجاتا۔ شریک نے یہ نتیجہ  
 نظریہ سے اسے دیکھا اور پھر کچھ کے دروازے کی طرف بڑھ گئی تو وہ امدت کے ساتھ اوپر گیا۔  
 چھائی۔۔۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو امدت نے روک لیا۔  
 ہونے۔  
 سامنے تو آپ نے جھوٹ بول دیا ہے مگر مجھ سے غلط باتی مت کہیے گا۔ آج صاف صاف  
 بتائیے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ اتنا تو نہیں جانتی ہوں کہ آپ نے یہی ہونے والی جہاز تلاش کر  
 لی ہے۔ یہ سنجیدگی کے تحت کہتے ہیں اس نے خوشی سے پیش بندی کر ڈالی۔  
 فواد کو سوچئے، کچھ غور کی نظر لیں۔ اسے دیکھا تھا اور ان دنوں بودی گری سائنس بھر کا  
 جتنے ہوئے تھیں پر آجیہا۔ امدت نے غور سے دیکھا اور اس کے پیچھے بڑھا دیا۔  
 کہ یہ وہ تو وہ دونوں ہی خاموش رہے پھر فواد نے سب کچھ پتہ چلنے سے ہونے لگا۔  
 دیکھا امدت نے جو کہہ سکتا اس پر بعد دے کر کشاکش رکھا۔  
 اور آئی سی۔۔۔ آس نے سارا تاش اس ایک جیلے میں سمویا اور پھر کچھ وقفہ کر کے پوچھا۔

آپ کیا پر گوارا ہے آپ کا؟  
 فی الحال تو میں بار بھائی کی شادی پر ان سب کو انوائٹ کرنے سفیر لاج جانے کا فیصلہ کر چکا  
 وہ۔۔۔ بقید معاملات ان کے رزل کے مطابق ہی ملے کروں گا۔ آس کے پیچھے سے عزم صمیم چمک  
 اٹھا۔ امدت ساڑھوں سے تازہ رہا۔  
 اور اگر ان کا ریس پاس پاس پڑتا تو ہوا تو؟  
 تو بھی ماما کی چارپائی تو کسی خدمت کوہیت نہ ہوگی، زوہا نہیں تو شادی نہیں ہوگی۔ اس کا لہجہ قطعی تھا۔  
 گویا کہ پھر کوئی تیسری ہوسکتی ہے؟ امدت نے نظارہ سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔ وہ بعض نرغہ تان  
 کر رہا تھا۔ امدت نے جھکتی فریئر زل منت امدت کے سوال کا جواب نہیں۔  
 پھر بھائی کا بھی خیال تھا اور کچھ دیا جان کی طبیعت کے بارے میں بھی اس پر وہ سفر ہوا تھی  
 مون نے حقیقت کے پیچھے سے زور اس نے ملے دلا جانے کا قصد کر لیا۔ کتاہیں سمیٹ کر ٹولڈ بلک  
 میں نہیں اور کیوں کا جھٹ پٹ انتخاب کر کے یک بند کر دیا۔  
 صہیں تمہارا خون ہے؟  
 امدت وہ اسی کے پاس جا ملا عزت طلب کرنے کا سوچ رہی تھی کہ مدد کے اندر جھانک رہ  
 اطلاع دی۔ اس نے انھوں انھوں میں سوال کیا۔  
 کوئی؟ وہ صلی صاحب ہیں۔  
 فواد بھائی؟  
 فواد کا نام سن کر وہ اتنی تعجب ہوئی کہ اس کے پیچھے سے جھکتی۔۔۔ نہ تو جی رہے نہ سکے۔  
 دیا جان کے گھر سے اکثر وہ فون کرتا تھا مگر میں اپنا نام نہ پتا نہ ملے گا۔ فون ہے کہہ کر اسے  
 بولوا لیتا تھا مگر آج تو اس نے اپنا باقاعدہ تعارف کر دیا تھا۔ حیرت ایک قدرتی امر تھا  
 امدت میں بھی نہیں ہوں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس کے پیچھے سے کمرے سے نکلی تھی۔  
 مدد کے منتظر نظروں سے اسے دیکھا۔ چلتے وہ دیکھ کر اسے دلی شامی اور یہ فواد صاحب ہون  
 ہیں؟۔۔۔ آس نے یہی سوچ کر اس کا اشتہار کیا اور پھر وہ کوئی، وہ اس کے پاس چلی آئی  
 ہو گئی بات؟  
 ہوں۔۔۔ وہ ابھی بھی کچھ سوچ رہی تھی محض ہوں کہ فواد بھائی۔  
 بات داد سے یہ فواد صاحب کوں ہیں یہی آدمی اس میں اس قدر وہی ہیں سے رہے ہیں۔  
 اس نے بلا تعجب کی دل میں یہی سوال لفظوں کے حوالے کر ڈالا تھا۔ صہیں نے بے حد حیرت  
 کر اسٹاپ ہے اسے دیکھا اور پھر سوال کوہیت کے ساتھ نہیں پڑی۔  
 فواد کوئی اقسام جاکے بیٹے ہیں مدد اؤ مجھ سے زیادہ زوہا پر، یہی پستی ہیں۔  
 اس کا جواب اتنا واضح اور غیر متوقع تھا کہ مدد نے اپنی جگہ گنگ سے کوئی مہم نہیں لے۔ نہ تیر  
 پوزیشن ہیں دیکھا تو سنجیدگی سے بولی۔  
 تمہاری انھوں میں فواد بھائی سے متعلق ایسا ہی سوال میں سے مون کے حقیقی ولے روز بھی دیکھا  
 تھا اس لیے تم سے شیر کر لیا۔ زوہا اور فواد بھائی ایک دوسرے میں انٹرکٹ ہیں اور میں اسی حوالے  
 سے ان کی ہلیا کر رہی ہوں۔ سفیر لاج اور علی لاج کے ملین موجود فائنے تخی مشن کی خصوصیت  
 کے فاصد بن رہے ہیں۔ میں تین جیتا جا رہی ہوں میں میں سو۔  
 وہ بہت کم سوچتی ہے کہ اس کے ساتھ اس کے پیچھے سے جو شہرہ دار اور عہد  
 ہوا تھا، مدد کو سنجیدگی سے دیکھا کہ وہ کچھ کہہ رہی تھی۔  
 کیا تم میرا ساتھ دو؟ بہت آس سے اس نے مدد سے سوال کیا۔  
 مہر، مگر یہ سب۔



”یہی بات تو راجان کے لیے بھی تو سوچ سکتی ہو مہرہی۔ اگر دادی جان نے ان کی جانب ہنر نہ کیا تو انہوں نے کون سا سندھ اٹھایا پھرے شیراز سے کہیں کی خاطر۔ انہوں نے تو اپنے بچوں کے لیے بھی پیرا پیرا کرنا لائیں کیا۔ اب جب کہ طرحاے میں قدم رکھ رہا ہے تو ایسے کن سے بھلا رہ گئے ہیں۔ بڑائی میں اپنی بڑی بچوں کا سوچا۔ اس بات کی فکر بھی نہ کی کہ پیری میں کون ان کا ساتھ دے گا؟“

اب بھی مدحت کا وہٹ آف ضروری دادی جان کی طرف تھا۔

”بے وقوف کے لیے نہیں بنائے جاتے مدحت۔ اگر دادی جان نے مصالحت کی کوشش نہیں کی تو کم از کم دادی جان کو تو رویے میں لچک لانی چاہیے تھی، عورت تو خود کو مٹا لاتی ہے مگر اپنے گھر کو شہت نہیں دیتی گھر۔“

”میں بیڑ مہرہی۔ اس کا حلیہ مکمل ہونے سے پہلے ہی مدحت نے اسے ٹھک دیا اور قد سے مشکوہ کر لی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

”یہ تم کہہ رہی ہو جب کہ بنیادی انسانی حقوق کی زبردستی ہو رہی۔“

مدحت کے انداز میں سلامت تھی، وہ نفرت محسوس کیے پتا نہ رہ سکی۔

”میرا مطلب۔“

”مطلب وطلب کو بھروسہ مہرہی۔ صرف اتنا سوچ کر خدا خواست میرے منہ میں خاک اگر کوئی تمہارے حقوق اس طرح غصب کرنے تو کیا تو اسے معاف کر دے گی کہ وہ اپنا دامن دینے اپنے فتنے کے لیے جس نے تمہیں غلامی کی جنگ میں سلجھتے سے دو چار کیا ہو؟“

مدحت تو گویا اس کا سامہ کرنے لکڑی ہو گئی تھی۔

”نہیں مہرہی، تم ہی بات برداشت نہیں کر سکتی، وہ تمہی اولاد کی بات تو اولاد کے لیے تو ازل سے عورت اپنی ہی چلی آئی ہے۔ ظلم اور جبر میں معاشرے کے خوف سے برداشت کرنا سمجھنا یا قربانی نہیں بلکہ ذرات خود اپنی ذات پر مدھم ہے، اپنے وجود سے نزاد کی ہے۔“

مدحت بولے تو گویا اس نے جبر چاہے، مدھم سے باندھ کر کیا جائے یا آزاد کر کے جبر ہی ہوتا۔

مدھم کا کہہ کر وہ لڑی مہرہی بھی لڑی، ان کا کتنی سمجھدار اور بڑی باتیں کر رہی تھی۔

”شک کی ہی تو کیا تھا اس نے جبر چاہے، مدھم سے باندھ کر کیا جائے یا آزاد کر کے جبر ہی ہوتا ہے۔ اشتیاق کے خلاف تو لڑنا کر دیتی ہے اور بڑی کو سمجھوتے کے ساتھ ترازو میں تولنا کتنی محنت ہے۔ زندگی گزارنے کے لیے صرف سمجھوتے ہی نہیں کرنے ہوتیں بلکہ حالات کو تبدیل کرنے کے لیے کسی دیکھی طرح ہر موڑ سے کسی کو فتنے کی آندھ لہریں حرارت پیدا کرتی ہے ورنہ کیا سیاست حیات کی تمام خوبصورتی کو بچا دے۔“

اب مدحت کی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہوتی کہ کبھی وہ بچی، تو کبھی بہن تو کبھی ماں کے رشتے کے حوالے سے سمجھوتے کی بھی میں ہی جو یک دلی جائے، بنائیں کسی کے بغیر کسی جرم کے۔

مدحت بہت جوش سے بول رہی تھی، مہرہی کے چہرے پر غماز ہونے کا تاثر نہ آ رہا۔

”تمہارا کہنا درست ہے مدحت، مگر گھر بنانے کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے اور شاید ایسا ہی کرنا چاہیے، بھگتا کھ لی بنیاد ہوتا ہے۔“

”میری مائیں سمجھ کر اس سے متفق ہونے کا مفید دیتے ہوئے بھی وہ اپنا مطلع نظر اٹھائی کر گئی۔

البتہ اب اس کا کالج بہت مشکل نہ تھا۔

”تو ابیا صرف عورت ہی کیوں کرے، غزو کیوں نہ کرے؟“

مدحت نے چھوٹے ہی خیر لیے میں سوال کیا تو مہرہی نے کہی نظر اس پر ڈالی۔

”اس لیے کہ عورت کو مدھم کی تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے جب کہ مرد آپ اپنا مافظہ اور اپنا

بڑا ہے۔ اسے عورت کے سہارے کی خواہش ہوتی ہے حاجت ہے۔“

”غلط کہہ رہی ہو مہرہی۔ مرد کو بھی عورت کے سہارے کی حاجت ہوتی ہے مگر اس وقت جب اسے کوئی اور بچہ نہ ہو۔ جیسے دادی جان، آج انہیں۔“

”مدحت۔“ وہ کیا کہنے داری تھی مہرہی، تمہیں پہلے ہی قدم پر لے ٹھک دیا اور منت تبول سے دیکھتے ہوئے گھر سے نکل آئی۔

اتنی سے دادی جان کی طرف جانے کی اجازت لی تھی، دوسرے ذہن پر اب تک دادی جان کی غیر متوقع آمد پر گھبراہٹ کا فطریہ تھا، تبھی وہ سچوں میں گم گئی کی طرف آ رہی تھی کہ رستے میں فدیہ برلن تھی۔

”مہرہی۔ تمہیں رشتہ دانی یاد ہی ہیں۔“

وہ بھی اسی کا ہی سندھ لانی تھی، اس نے عرض کر کو خفیہ ہی منبش کی کہ وہ آگے بڑھ گئی۔ اتنی نے اسے کیوں بلایا ہے، یہی سوچتے وہ ان کے کمرے کے دروازے پر جا گئی۔ اندر دینر خاموشی کا راج تھا گویا اندھا تھا تھا تھیں۔ لہذا وہ کچھ مطمئن اس اندھا چلی آئی۔ دروازے پر دستک دینے کے بعد وہ اندر داخل ہوئی تو اسی طرف متوجہ تھیں۔

”آپ نے مجھے بلایا تھا؟“

سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے وہ ان کے پاس ہی آ بیٹھی۔

”بول۔ ایک بات کرنی ہے تم سے۔“

متشہم انداز میں اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے شفقت سے اس کا گانہ چپتے پایا تو وہ کچھ حیران سی ہو گئی۔

”اتنی کا یہ اشفاق ہے جانیں ہو سکتا۔ ضرور کہ خاص بات ہے۔“

”ذہن کی کنڈلی میں شک کا ناک بار بار تھا۔“

”ایسے کوئی خاص بات ہے؟“ ان کے تیز اس کے خیال کی مکمل تائید کرتے ہوئے نظر آنے تو اس نے خاص ہی نہیں بلکہ خاص خاص انصاف سے۔“ انہوں نے بے ساختہ شکر اکر اس کی گود میں دھرا

باتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

”یہ تم سے متعلق ہے؟“ اب کے اس نے گھبرا کر سوال کیا جو اب انہوں نے اشفاق میں سر ہلایا

تو وہ جھپٹنے سے تالی سے سوال کیا۔

”کیا بات ہے، بتائیے ناں۔“

”باتی ہوں۔ تم سے کہہ جاؤ کہ اس وقت کہاں کی کتاباری ہے؟“

اچانک ہی ان کی نظر اس کے کپڑوں پر پڑی تھی ورنہ کچھلے کئی دنوں سے سمسٹر کی فکر کرنے اسے دوسرے مصروف اور خود سے لاپرواہ کر رکھا تھا مگر آج وہ تباہ ہو کر اس کی شہ کپڑے پہنے ان کے سلفے آئی تو انہیں خیال آیا۔

”وہ میں دادی جان کی طرف جانا چاہ رہی تھی۔ ان کے سوال پر اس نے نظریں جھکا کر بنیدگی سے بستا۔“

”کیوں؟“ بیٹھے بیٹھے کہیں کا سوچتی ہے؟“

”باوجود اس کے کہ آرام صاحب اور نصیرہ بیگم نے انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ مہرہی کو ملی ولاد“

جلنے سے نہ روکا کریں، وہ اس سے جرم کیے پتا نہ رہ سکیں۔

”پیشہ رانی۔“ دادی کی جلدیٹ جھپک نہیں؟“ اس کے ٹھہرے ہوئے التجا پر لیے میں کچھ تھا کہ وہ خاموش ہو گئیں پھر تو وقت کے بعد بولیں۔

اتنی کے صاف صاف فیصلہ سنا دینے پر اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔ گویا اس کی زندگی کے بارے میں اس سے پوچھنا تو درگزر اسے جتنے کی کبھی کوئی خاص ضرورت نہیں سمجھی تھی اور اب جب کہ بالا لہی بالا بلر ورنے فیصلہ کر لیا تھا اسے محض اطلاع دی جا رہی تھی۔

’اب پیچو پیچو ہی ہوں بیٹا۔‘ اس کے تیزور دیکھ کر رضا نے گیم کر نرم ہونا چڑا۔  
 سناست: اوروں کے لیے جس طرح بے خبر ہو کر رہا۔ اس نے تعلیم یافتہ والدین سے کہنا کہ اس وقت  
 کی دنیا بیٹنی ہے، کہ وہ لوں اس کے علم کی بجائے اس کی زندگی کا اپنا فیصلہ کر لیں گے۔  
 ’اب تو پھر یہ ہیں آپ؟‘ ابنا عرض کرتا ہی رہی ہے۔ ’کہا میرے فیصلے کی کوئی کنٹرول نہیں ہے۔  
 اہ! آپ نے اوروں کا کیا سنا ہے۔‘ انہوں نے تیری رضا، میری خوشی جانے کی کوٹھن کی، یہیں ناں اوروں  
 اپنا فیصلہ صادر کیا آپ سنا ہے۔‘

قعدے کی شدت سے اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ رضوانہ بیگم اس کے اس قدر غیر متوقع رول پر کچھ پریشان سی ہو گئیں۔

نیکماتیں اس رشتے پر اعتراض ہے ہمیں؟  
 رخصانہ بیگم کی آواز اُسے کہے کہ تیرے آتی محسوس ہوئی۔ ایک ہفتے سے وہ اُنھیں گھڑی  
 ہوئی اوبے پر مدعا کی نگاہوں سے انہیں دیکھا، گفتا فطرت سمجھتی تھیں وہ اُسے  
 اسے اس رشتے پر اعتراض نہ تھا۔ بلکہ اپنی یہ وقتی کا ذکر تھا۔

اعراض سے آپ کے رویے پر ہے۔ اسی میں اس قدر لائق ہے مذہب دیتا ہے آپ نے اس پر بھی اپنا تصرف کر لیا۔ میری رضا مندی کا کوئی شیشہ اس اولیت نہیں آپ کی کہ میں اس کے بچوں میں بہت کم ہوں۔ جو کہ زرخشاں عالم غفلت میں ہو گئیں۔

پھر یہی کوئی ہر بھی ہے۔ وہ انہوں نے خوشتر بھلائی کو دل رات کو نون پر ہائی جیسی کہہ دی تھی۔ بیشک اس صرف یہی بات ہے یا تم اس کو۔

امی پلینر۔

رخسانہ بیکم کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اُس نے انہیں دہلی دہلی آواز میں صبح کر روک دیا۔ بہت افسوس ہوا ہے مجھے آپ کی اس بات کا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ نے مجھے سمجھا ہی نہیں، نہ آج، نہ آج سے پہلے!

شمیت ساف سے کہتی وہ انہیں نہ تباہ کیا چھوڑ کر کمرے سے تیز قدموں چلتی باہر نکل گئی۔ تو انہوں نے سردیوں میں ہاتھوں میں تھام لیا۔

یافتہ۔ یہ اس صوبہ کی دہلی تو نے بھجے دی ہے۔ جب سے بڑی ہوئی ہے انڈیا پر چلائی ہے۔ مجھے یہ صوبہ کے مفروضہ مزاج پر پودہ خدا سے نشا کی حق ہے۔

بیشی کی تو انہیں کوئی بھی کوئی خاص خواہش نہیں اس پر خدا نے انہیں وہ پیشوں سے نواز

یا تھا کہ کیا کہیں ان کی امانت تھیں لہذا فطری محبت سے غلبہ ہو کر وہوں کو کسی کچھ کی طرح

صالحان کہتا تھا۔

نہ صرف شعور آتے ہی صہبہ کی صاف گوئی نے مجھے وہ ہٹ دھرمی اور خود سری سے تعبیر کرتا تھا۔  
ن کی ناک میں دم کر رکھا تھا۔

یورپی دنیا عثمان کو چیلٹی تو اسے جنوب کی فضا موافق آنے لگتی تھی اور جو سب مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا تو — مشرق کے سرسبز رازوں کو آشکارا کرنے کی دھن اس میں سما جاتی کچھ دیر وہ اپنی سرگھاسے بیٹھی رہیں، پھر کچھ سوچ کر انھیں اوروں سیٹ اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئیں۔

مگر تبار سے کسمپوش شروع ہو رہے ہیں اس کے پیچھے یہ  
 میں علی الاثر ہے یہ جلیں جا کر لوٹی تھی۔ میں نہیں یہاں کی کسی سے بڑھ نہیں پاتی، مولن  
 یہی اس وقت سے بڑھ کر رہتا ہے، اس کے پیچھے نہ تھی اس نے مقرر کرنا۔  
 اور جڑوا کے ساتھ کیا تھا اس کے پیچھے بھی وہ کیا ہوئی۔  
 زندان جگمگ نہ اے آؤں ہاں اس کے پیچھے اسی کیا تھا اس کے پیچھے وہ کھٹکوں کو  
 کے ساتھ کہ میں بھی ہاں میں باقی رہ گیا تھا۔

”نہا میرے بغیر رُخ نہ سنبھالے۔“ اب وہ بڑی ہو گئی ہے۔

بے ساختہ آجائے والی مسکراہٹ کو روکتے ہوئے اُس نے شونہی سے کہا تو وہ بھی مسکرا دیں۔

”تو پھر جاؤں ناں میں؟“ ان کی شکر اہٹ سے اس نے اجازت مل جلے کا عندیہ لیا تھا۔

میرے کہنے سے کون سا ترک جاؤ گی۔ کرو گی تو وہی جودوں میں سمٹے گا۔

ہائے القہ۔ یہی امی۔ اب ایسی جی بولی بات نہیں، آپ سے ہے اسبابے سبوتا بچہ رکھا ہے؟ آس نے لٹا ہے بازو اس کے محلے میں جمانا کے تودہ خفگی سے اُسے دکھ کر رہ گئیں۔

’اتھا ٹھک ہے، نہیں جاتی میں۔ ہماری عبادت کرنا ثواب ہے، تیمارداری تو میرا فرض بنتا

سے مگر آپ تمہیں چاہتے تو میں نہیں جاتی۔“

صاف صاف جذباتی طور پر بلیکٹ نیل کیا جا رہا تھا، وہ اس کی چال سمجھ گھٹیں، جیسی اس کا کان

کھینچ ڈالا۔

نہیں بس اب یہ ڈرامہ رہنے ہی دو۔ میں جانتی ہوں تمہارے ہر فعل کا ذمہ دار مجھے ہی اٹھنا پڑا جاتا

ہے، اسی لیے تم مجھے پریشان کیے رہتی ہو۔ چلی جانا ان کے پاس ورنہ مجھے ہی سب مموڑ کرنا

انہوں نے کچھ ناراغز، اور کچھ محنت سے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

تھیں یہ سوچ اسی "وہ ان کے گلے سے تقریباً ٹٹک گئی۔"

۱۰ اچھا اب چھوڑ دیجئے اور میری بات بھی سن لو! اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے انہوں نے

اسے بلانے کا مقصد یاد دلایا تو وہ کچھ چونک کر سیدھی ہو بیٹھی۔

کیا بات ہے ؟

۱۔ تمہیں اس روز مون کے عقیقے والے روز میں نے مسرہمدانی سے ملوایا تھا۔ یاد ہے؟“

۱۰۰ مسز ہمدانی۔ کون مسز ہمدانی؟  
 اے مسز ہمدانی۔ اس نے کہا، وہاں سے انہیں دیکھتے ہوئے رہے ساختہ ہو گئے۔

ان کے سوال کر کے پر اس کے صاحب دماغی سے، ہیں کیسے ہو رہے ہیں۔

ہو گئی۔ اور ذرا سا پاؤں دھرتے پر آسمانی ساری میں لمبوس پروتھامی میسر ہمدانی کا سر ایا اس کی آنکھوں کی

مُتعلیوں میں اُتر آیا۔ یاد آنے پر وہ ذرا سی سُکرائی۔

۱۰۰ چارہ — میسر ہمدانی — کیا ہوا انہیں؟

انہیں کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ انہوں نے تمہارے لیے اپنے بیٹے کا پرویز دل دیا ہے؟

مجتبیٰ نے فکری سے اس نے سوال کیا تھا، اس روائی ہے رحسانہ یکم نے جواب دیا تو وہ ہے



اسکول سے واپسی پر وہ اس دروازے کی تختی محسوس کر رہی تھی، اس پر مستزاد گھر میں داخل ہوتے ہی ماحول میں تبدیلی کا احساس کر کے وہ خود کو زمین پر گرا کر محسوس کرنے لگی۔  
لاؤنج میں اس وقت کوئی موجود نہ تھا تاہم ایسا ہی اور الگ کمرے سے لے کر کھانا خانہ اور کچن گواہ وہ اس وقت گھر پر موجود تھے۔  
وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی آئی، شرمین شاید اپنے کمرے میں تھی، اپنا شولڈر بیگ اس کی میز پر رکھ کر وہ ڈالنے سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے پر کان دھرتے ہوئے ان کی بے وقت گھر پر موجود اور ہفتے کا مجاز اخذ کرنے کی کوشش کی۔  
یشیکا سمیر سے شفق کو بات تھی اور جب معمولی بات چیت ہی تمام تر توانائیاں سمیت اس کا دھارنا کر رہی تھیں۔  
”اوہ۔ تم آگئیں۔“  
وہ لاؤنج میں چپ چاپ کھڑی الٹی کے تختے کا سر (ٹھونڈے میں سے) مصروف تھی کہ شرمین نے کہیں نہ پر آمد ہوئے ہوئے اسے چوٹ لگایا۔  
کیا ہوا؟ کچھ فیرت تو ہے؟  
شرمین کی طرف پھٹے ہوئے اس نے بے حد سہجہ ہوئے لیجے میں سوال کیا۔  
”جس قسم کی حیرت اس گھر میں ہو سکتی ہے۔۔۔ میں وہی رہا ہوں۔“  
شرمین کا ہوجے دو تھکا ہوا، وہ گھر اور گھر لگتی۔  
”یوں، کیا بات ہے؟ کچھ گڑبڑ ہوئی ہے کیا؟ یا اس نے گھر کو دریافت کیا۔“  
”کچھ نہیں ہوا ہے۔“ لیکن وہیں تمہاری اس پریشانی ہونے کی عادت سے سخت مایوس ہوں۔ (وہ آواز دے کر کھانا خانہ کو پھر سے لپٹا آج کی خاص شرمین)۔  
شرمین ڈھپٹے ہوئے اسے اپنے ساتھ کچن میں لے گئی۔ ملازمہ اس وقت گرم ریشیاں بنا کر کھانا لے کر کچن میں آئی تھی۔  
اس نے دو کھانا لے کر کچن میں آئی تھی۔  
اس نے کھانا کھا کر باہر جانے کو کہنے کے لیے سبک کی طرف بڑھی شرمین شازہ تمام کیا۔  
”آجکھوں میں استفسار درج تھا۔“  
شرمین اس کے جتنی انداز پر پرکھی پھر گہری سانس پھر کر اس کی طرف دیکھا۔  
”میرہ دوسری بار بھی فرسٹ ایئر میں لپٹ ہو گیا ہے۔ اس نے بتایا۔“  
”اور وہیں۔۔۔ صدے اور راشنوں کے بے ہوش ٹکڑے گھر گئی۔“  
”اے اے اے آج اسے فون کر کے سمیر کا رول نم مارنا تھا۔“ مجھے تو معلوم نہ تھا، سو دلیلی ظاہر کر رہی گراں ہوں گے کہ اس کے روم میں جا کر لاش لڑا کر پھانسا جا رہا ہے اس کے کمرے میں موجود ٹیبل کی دروازے کا کھلی پڑی اور تھوڑے کھارے سے اس نے بے ہوش شرمین سے بتایا۔  
”کیا اسے وجہ سے لپٹا گیا ہے؟ یا اس نے سوال کیا۔“  
”شاید شرمین نے خانے پر چپکے۔“  
”سمیر کہاں ہے؟ کچھ کہا ہے وہ؟“  
”نہیں۔ بارہ بجے شفق کر کے غائب ہو گیا تھا، اب تک نہیں لوٹا؟ شرمین کھانے کے لیے بیٹھتے ہوئے بولی۔  
”اس کا مطلب ہے۔۔۔ ایسی اس کی الٹی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ وہ بھی تنہی تنہی ہی، بچتے ہوئے کوری دھلی کر رہی تھی۔  
”اے۔۔۔ سمیر ایسی الٹی کاغذ آکھا ہی آڑا ہے۔“ شرمین سرسری انداز میں کہہ کر کھانے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

”میں آ رہا امتحان باقی ہے۔“  
اس سے گرا سانس کھینچتے ہوئے پانی کا گلاس لبوں سے لٹکایا تو شرمین نے ہنسنے لگا اس کے نظر چہرے پر ڈالی جہاں تھکن کے احساس کے ساتھ ساتھ تردد کی پریچان بھی نظر آ رہی تھیں۔  
”کھانا کھاؤ زین۔۔۔ تمہاری بھوک پڑاں سے اس گھر کی زمین نہیں بنائی سکتی سمیر کے ہفتے کا وہ آسے ہی آگیا ہے، خود پر سواری نہ کرو، جو ہوتا ہے، چوتھہ ہے۔ توہیں اس قدر ہلکا ہونے لگے جیسا کیا ضرورت ہے۔“  
”بھوک رک کر وہ اسے سمجھا رہی تھی، زمین نے اسے رنگ بھری نظروں سے دیکھا۔  
”کاش وہ بھی شرمین کی طرح مضبوط اور کھڑے لا رہا ہوتا۔ کس بات، کس منہ کو خود پر لب آئے دینے کا اس کے پاس بھی ہوتا تو بھلا کیا حرج ہو جاتا۔“  
”میں خود کو اس گھر اور اس کے معاملات سے علیحدہ تو نہیں کر سکتی شرمین۔“  
”بڑی بے ہوش ہے اس نے کہا تو شرمین شفق ہونے کے باوجود کھینچنے لگی۔  
”میں تمہیں بلوہوہ ہونے یا خود کو اسٹولٹ (Isolate) کرنے کے لیے کہہ رہی نہیں رہی مگر وہ بات کو اپنے اعصاب پر سوار کرنا بھی قطعی طاقت ہے۔ اس طرح تم بعض خود کو اذیت دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔“  
”خود سوچو، جس اس طرح تمہارے کھنے اور پریشان ہونے کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔“ نہیں ناں، تو میرے لیے آپ کو سزا دینا چھوڑو۔“  
شرمین کا ہاتھ اور منہ شروع ہو گیا تھا اور وہ سانسے سر ہچکاتے اور خود کو سر لٹکے کے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔  
”سب ابھی اسی بات میں گرفتار ہو گئی۔“  
”گرفتار تو شرمین بھی جانتی تھی اور وہ بھی کہ عمل کرنا کتنا مشکل ہے لیکن اس وقت خاموش رہنا، ہر تھا چپ رہی وہ چپ چاپ ہٹے لپٹے لگی اور جلد ہی کھانے سے ہاتھ لے کر کچن کی شرمین نے روکھا بھی گراں سے ہنسنے پر مجبور ہے کہ کمرے کی راہ لی۔  
”اب حال اسے کچھ جڑل و فزونی چپک چپک کر رہی تھی۔  
”بند نہ کر کے اس صورت میں کہ جڑل کھول رہا تھا۔“  
”کچھ وقت ہی سکوٹ گزرا تھا کہ باہر سے سمیر اور ابی کی آواز آئی اور ان سے آسے چوڑا دیا میر گھر آ گیا تھا۔“  
”مگر باہل بنگلے کی آواز تھی۔“  
”جب معمولی اس میں قوت پڑتی تھی نہیں کہ آٹھ کر باہر جاتی تاہم خود کو بشکل گھسیٹتی دو لپٹے ہوئے لپٹاتی۔“  
”جب حسب توقع ڈھٹائی سے ابی کو وہ جواب دے رہا تھا، اس کا دل اچھل کر طعنے میں آ گیا ابی سے اس کی توجہ جاتی تھی جب کہ وہ کس کمال سے دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے گفتگو کیجے بات کر رہا تھا۔“  
”ڈاؤر پر ابی کی آواز بھی اس گھر میں شامل ہو گئی تو بے بسی کی آہٹاں پر اس کی آنکھوں سے آنسو پھیل کر گھلاؤں پر ٹوٹ چکا آئے۔“  
”اسی افنا میں شرمین دروازے پر دھک دے کر اندر چلی آئی۔“  
”معلوم تھا مجھے۔ تم بڑوں کی طرح اندر بیٹھے آنسو ہی بہا رہی ہو گی۔“  
”خاصا کچھ بھونکتا، اس کا زمین سے سانسے شاکل نظروں سے اے دیکھا۔“  
”جیسا؟“  
”ہاں بڑوں کی کمرے کو سمجھانے اور ابی کی کوٹھڑا کرنے کے تمہیں یہاں رو رہی ہو گی۔“  
”میرہ دی کا جو بعض قولا ہو، حلقہ نہ ہو۔ تم بڑی ہو رہی ہو، یہی آگے بڑھ کر بھلا کر رہو۔“  
”شرمین کی بات پر آسٹو حاف کہتے ہوئے وہ حیران سی رہ گئی۔“  
”میں سمجھاؤں ان کو۔۔۔ وہ بڑے ہیں تم سے، مجھ سے، والدین ہیں ہمارے۔“  
”کیا میں انہیں

[illegible]

تفکرات کے سامنے بکھڑے ہوتے رہتے تھے۔ وہ کوئی خواب دیکھنا بھی چاہتی تو ان دیکھے اندیشے اور مدٹے سینوں کے سارے رنگ چوڑھ لپٹے تھے اور وہ تہی دامان محض خوف کا گھٹھرا اٹھائے تھے مانتے قدموں سے خارزاروں میں بھٹکتی رہتی تھیں۔

آپ شاد ٹھیک کبہری ہو گمراہی ہی اور ادنیٰ ہمارے والدین ہیں، ہم سے محبت کرتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے غلط تو نہیں چاہیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی سوچیں ہماری لیے مخصوص ہیں۔

اگر انداز خود فریبی پر مبنی تھا، شرمین منظر آفس لڑکی۔

وہ کھٹکتی ہے کہ وہ ہمارے لیے سوچتی ہے کہ ہمیں سب زندگی کے ان آفس برسوں میں سے انہیں آج تک سب سے زیادہ خوشگوار ماحول میں بات کرنے کی بجائے دیکھا۔ ہر وقت لڑائی، ناراضگی اور شہید ہو گئی۔

ایک اور بات یہ ہے کہ متادرمات ہماری زندگی کی خوشیوں کے غاصب بن رہے ہیں۔ اس کا تو انہیں احساس تک نہیں۔ میں اور تم تو پھر ایک دوسرے سے بول لیتے ہیں، ولی کا بوجھ بھگال لیتے ہیں مگر میرے ساتھ بات کیے دو دونوں گزربا تے ہیں۔ وہ کسی بات پر بھی دھکی دھکی نہیں ہوتا یا سب شرمین شرمین کہتا ہے۔

وہ کہتی ہے جس سا جو گیا ہے، زمین نے اپنا تیرا بتایا جو کسی مددگار ٹھیکہ سی تھا۔

انہیں۔ وہ باہمی پر ہلکا ہے اور حتیٰ جا خود کو لپیڑہ رکھتا ہے سب معاملوں سے سخت گریز کرتی ہے۔

پاپ جن میں شرمات یا بغاوت پیدا کر دیتے ہیں۔ ایک انتہا دوسری انتہا کو منہمق کر دیتا ہے۔ اس طرح ان کی لیے یہ جاکھ پھٹتی ہے اس نفاذت کو وجود بخشتا ہے۔

وہ جذباتی ہو رہی تھی۔

زمین نے اسے سخت نہیں دیکھا تو موضوع سے ہٹنے کے لیے پوچھنے لگی۔

شرمین باقیوں کو تو چھوڑو۔ یہ بتاؤ تمہاری سمسٹر کی تیاری کیسے جا رہی ہے؟ تم آج وزیر مقرر کیا کیوں نہیں ہوئی؟

انہیں گویں ہی! میں بھی سارے نوٹس و پتروں کو میں گھر پر لے آئی ہوں؟

کچھ کھوئے کھوئے سے انداز میں لب کاٹتے ہوئے اس نے کہا اور اچھڑک کر دھڑا کرے سے باہر نکل گئی۔

باہر طوں کھن گرج کے بعد خاموشی چھا گئی تھی۔ آسمانے باہر کے کاتھد کیا مگر سوچنے سے باز نہ رہا۔

انتادرمات صرف بولیا کر شرمین داہن سر کی آئی اور اس کے پیچھے پیچھے آئی بھی نہیں گیا۔ وہ شیشا کر اچھڑک گئی ہوئی۔ اسی ہی کی آمد ہوئی نہیں ہو کر گئی تھی۔

اگر میں سے کسی نے یاد کو میرے زلزلے کے بارے میں بتایا تھا؟

کر کے میں داخل ہوتے ہوئے انہوں نے بے حد دیکھتے پوروں سمیت تھر پرستلے لپے میں سوال کی مخاطب دونوں تھیں، آسمانے بے ساختہ شرمین کی طرف دیکھا۔

میں نے بتایا تھا انہیں، شرمین نے انتہائی اطمینان سے منہمق ہوئے لیکن میں سوال کا جواب دیا۔

معلوم تھا کہ۔ تم نے ہی ان کو کاردار کا بارادار کیا ہوگا۔ کہ فیروز تھی انہیں سب کچھ بتانے کی۔

بھلے۔ کہ وہ میرا کو سمجھتا ہے، وہ ان اسے ڈانٹنے لگی آئی تھی۔

گمراہی ہی۔ اس میں میری بیوی جیلا کی گھلی ہے۔ آج نہیں توکل ان کی کوتاہی چلائی تھی، میں بھی میں نے انہیں بطور خاص اقدام بھی کیا تھا۔ انہیں نہیں فوج میں دروں مقرر کیا تھا مجھ سے۔

کچھ سست اور تیر لپے میں اس نے اپنی صفائی میں کہا۔ اچھی تم کی بات پر وہ دونوں حیران رہ گئے۔

منشی تھیں۔

اب اس کی کسر رہی تھی کہ ابی سے سمیر کا زڈٹ بھی چھپایا جائے۔ آج کلک وہ اس کی بے کار سرگرمیاں موقوفہ ان سے منفری رکھا کرتی تھیں مگر آج تو انہوں نے مدعی کر دی۔

وہ توبہ کیا ضرورت تھی ٹھیک مقرر دینے کی۔ کہ دیکھیں کہ مجھے نہیں معلوم۔  
وہ بتانا اس کی بات کا اثر ہے، اسے مزید قبائش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہیں۔ تو بالآخر مجبوراً زمینیں کو ہی زبان کھولنا پڑی۔

ابھی کو بتانے باز بتانے سے کیا فائدہ پڑتا ہے اسی حق۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ سمیر اس بار بھی فرسٹ انٹر کالج پشور کرسکا۔ آپ شرمین کو Condemn کیوں کر رہی ہیں۔ اصل غلطی تو سمیر کی ہے۔

”اب ہاں، تم تو ہیں ہی بلوگی۔ آخر کو ایک ایسا موقع ہاتھ لگے۔ مجھے اور میرے بیٹے کو باتیں کسانے کے لیے۔“

اس کی بات کا اثر ہی اثر ہوا تھا۔ مجھے شرمہ ہونے کے انہوں نے زمین کو بھی لگا کر رکھ دیا۔ آپ کا بیٹا ہمارا بھی بیٹا ہی ہے اسی حق۔ آخر آپ اس طرح کی باتیں کیوں کرتی ہیں؟ شرمین سے رہا نہ کیا تو خرچ کر دیوں۔

”زبان کو لگام دے کر رکھا کرو شرمین، میں تباہی ماں ہوں، کوئی غلام نہیں کہ جو میری آئے کہ ٹالو۔ اور ان کا کہ کرشن کو آجندہ تم نے اپنے باپ کو سمیر کے خلاف بھرنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔ سمجھیں۔“

شدید باز نظروں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے شدید طیش کے عالم میں ان دونوں سے کہا اور غصے سے پھر سختی باہر نکل گئیں۔

”کیا تم نے زمین۔“ ابی حق کی باتیں کتنی۔“ مارے ہنس کے بات ادھر ہی رہ گئی اس کی۔ وہ تو ان کی بات سے دم سا دم لکھتی تھی شرمین نے گلوں کو لیے ہیں کہ تو وہ بھی ڈیڑھائی آنکھوں میں آئی تھی کو کیوں پر اپنے سے نزدیک۔ تو بڑی نظر اٹھا کر ایک لمحے کے لیے اسے دیکھا اور پھر زنجیر پیر کر گلوں پر پھینک کر آئے والے آئینوں سے گرنے لگی۔

سمیٹی نے اسے اندر بھاگتے ہوئے اسے اطلاع دینے کے ساتھ ساتھ بغور دیکھتے ہوئے طویل گوشہ نشینی کا جو راز ان کے لیے کی کوشش کی کہ اس نے نکاسی وقت کے محسوس کر لیا تھا۔

”اچھا۔ تم چلو میں آؤں۔“ کتاب بند کرتے ہوئے اس نے بظاہر سرسری سا مالاز اچٹا بھاگتا ہوا سمیٹی کی آنکھوں میں چھپا

تنبہ اس نے اس نے سات پڑھ لیا تھا۔

سمیٹی اس کی بات سن کر بھی نہ ہارنے کے بجائے خاموشی سے اندر چلا آیا شاید اس کے لیے کی فوری کے باعث وہ چھپنے کی ہمت کرتے ہوئے اسے بڑھ آگیا تھا۔

”کتنی جلد سے بڑھ رہے ہیں ابی۔ اور یہی ہوئے۔“

انسانی خفیہ کنہوں کی طرف سے زاری سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ سمعان دھیرے سے کہہ رہا تھا۔

”جور ہوئے کا تو سوال ہی نہیں رہتا۔ مگر یہ سوں سے پیر ضرور ہوں۔ ابی، آخری سمسٹر ہے اس لیے غنت بھی دیکھ کر کر رہی ہوں۔“

سمیٹی کے شہسے پر درختانہ انداز میں بازو پھیلاتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ مجھے پڑھائی بھی تو دینی ہیں مگر ضرور ہی۔ اگر ایک آدھ بجتے ہیں۔“ اس کی کوشش کی

ساتھ چلتے سمیٹی نے کہا تو وہ سمعان کاں کھار رہ گیا۔ اب اسے کیا جتا تا کہ یہ تین چار دن بھی اس پر کس قدر گراں گزر رہے ہیں۔

جب سے زمینی نے اسکول چھوڑا تھا، خود اس کا دل اسکول میں ہی زیادہ گھٹا تھا اس لیے بھی کتاب دہان اس کے لیے ایک انوی کشتش جنم لے چکی تھی اور اس لیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس سرپرستہ راز میں لڑائی کو کھینچ کر تھکا جھٹکتا تھا جو اسے تاجانے کیے اور کیوں

اتنی حیرت ہو گئی تھی کہ اس کی سوچیں اس کے دماغ کا حصہ بن گئی تھیں۔

اس کا خیال اور اس کا تصور شمار ہزارہ جہت میں کسی سادہ راز کی مانند لگا تھا۔

”ہیلو۔ کیا سوچ رہے ہیں؟“ وہ ماما کے کمرے کے دروازے پر پہنچنے پر سمیٹی نے اسے چرکایا دیا۔

”میری سوچ رہا تھا کہ تم ٹھیک کر رہے ہو، اب دیر ہو گئی تھی کہ تم اسٹان پول میں سر رہ گئے۔“

”شکرت ہے ہونے وہ اس کے ساتھ اندر آگیا۔“

”جیسے تم کہتے ہیں بند پڑے جارہے ہو۔ میں نے کہا کہ اب ہر ٹھیکہ کم از کم ہوا تو گئے تھیں۔“

”اور کیا تم کو کچھ درد لگتا ہے؟“

”ماما کے کہنے پر سمیٹی نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔ جو اب وہ توبہ لگا کر نہیں جواب دے سکتا تھا۔

”میں غصے سے دیکھنے لگیں، جو نظر پر معصومیت سے انھیں چٹپٹا رہا تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ مجھے باہر چلنا چاہیے۔“ ماما کی نظر میں میری طبیعت نازک پر گراں گزر رہی

ہیں۔ ”اس نے ان کے توبہ دیکھ کر غصے سے غائب ہوئے میں ہی غایت سمجھی۔“

”مزوت سے زیادہ متعلقہ ہوئے جارہے ہو۔“

”سمعان کا جانا دیکھتے ہوئے ہنس کر بولا تھا کہ ماما نے کوئی خاص تبصرہ نہیں کیا تھا بلکہ

ادھر ادھر کی باتیں پھیر دیں تھیں کہ اب لہاب ہے۔ یہ اور یا پھر جلد جلد کے لیے جانا

چاہتے ہیں اور ان کے لیے کچھ کرکس پر چھوڑا جائے۔ یہ ایک سمنہ تھا اور اس مسئلے کے حل

کے لیے وہ سمعان کی شادی کر دینے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اور یہ بات تو پہلے سے تھی کہ فاضل مسٹر کے قوراً بعد سمعان کی شادی کرنی تھی اور

اس مسئلے میں وہ اپنی رائے میں قائم رہتے رہے۔ یہ ایک سمنہ تھا۔ مگر اب اس میں دوسری باتیں

تو انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”کیا بات ہے سمعان، تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔“

انہیں شاید اس کی طرف سے جیسا آپ کہیں، والا مخصوص جواب لینے کی توقع تھی جیسی اس کی خاموشی ان کو کھٹی۔

جی

فوری طور پر اس کی سوجھ میں نہیں آ سکا کہ کیا ہے، متذنب سے انداز میں کچھ کہتے کہتے دوزخ گیا۔ ابھی ہوئی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں جن میں استفسار چل رہے تھے۔

اس نے دوبارہ کچھ کہنے کی سعی کی اور پھر کندھے اچھا کرکے چپ ہو رہا۔  
 'بولو ناں بیٹا۔ کیا بات ہے؟' ہم ماں بیٹا ہی نہیں اپنے دوست بھی ہیں۔ تم نے ہمیشہ مجھ سے

اور اپنے پیالے بچہ نہیں چھڑایا۔ پھر آج کچھ شیریں کرتے ہوئے تم جھبک کیوں آئے؟“

یہ سچ تھا کہ آج تک ماما اور پاپا کے اس سے کچھ بھی نفی نہیں رکھا تھا۔ حتیٰ کہ اگر میری نگو بھی وہ بہت کچھ بتا جاتا تھا کہ خصوصاً زمین کے معاملے میں وہ کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، حتیٰ کہ فردا سے بھی نہیں جس سے وہ ہر طرح کے رائے و فکر کو لے سکتا تھا۔

مقامات سے بات کرتے ہوئے خاص طور پر یہ ہے کہ انھیں محسوس کروں گا کہ کیونکہ مسلمان صاحب کے باوجود صاحب سے جس طرح اختلافات کے باعث تعلقات منقطع ہوئے اس کے بعد وہ ان

کو پریوژنل نے کر جانے کے لیے کس طرح کہہ سکتا تھا۔  
بالخصوص ایسی صورت میں کہ ان دونوں کو اُس نے بہت پہلے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا

مطلق حق سوئپ دیا تھا، اب وارداتِ قلبی کا ذکر کرنے کے خیال سے اسے پہلے ہی مرطے پر سخت  
وقت کا سامنا ہو رہا تھا۔

شاید اس لیے کہ وہ ماما کے حکمتہ رد عمل سے ناواقف تھا اور اس ضمن میں کسی بھی قسم کا یاس کو ناس کے لیے مشکل تھا۔

ان کیلئے ماما۔ میرا پائنت ان ویو پیسے سے بھرا کھٹا ہو گیا ہے۔  
ان کے حیرت بھرے سوال پر بالآخر اس نے شہر بھر کر کہتا شروع کیا۔  
میں جانتی ہوں۔ کھم۔

اُس کے چپ ہونے پر انہوں نے کچھ ایسے انداز میں کہا جیسے اس کا وصلہ بڑھانے کی کوشش ہو، لیجے میں نرمی اور حلاوت تھی لہذا اُس نے ان سے شکر کرنے کا فصلہ کر لی گیا۔

’میرا نیا ہے کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ لہر لڑ دیکھا ہوگی، آئی مین آپ سے اور۔‘  
’ہم نے تمہیں ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے سمعان، اگر تم اپنی زندگی کے کسی بھی فیصلے میں

پارول اور اکڑنا چاہتے ہو تو یہ تمہارا حق ہے۔ مثلاً شادی انسان کی بالخصوص ایک بالغ شخص کی پسند سے ہی ہونی چاہیے۔ مجھے اور تمہارے پاپا کو آج تک تمہاری کسی بھی چاہش سے اختلاف نہیں

وہ ماہ تھیں، اس کے کہنے سے قبل ہی جان گئیں کہ وہ کیا کرنا چاہ رہا ہے، جیسی اس کو

وہ بے ساختہ ہی بولا تھا مگر جو نہی نظر ماما کی آنکھوں سے ملی، وہ خود ہی مصنف کرسٹک ادا۔

تو پھر مجھے نام بتاؤ اس کا جس کی خاطر تمہارے نظریات میں تبدیلی آئی ہے۔  
اس کے سسکانے پر انہوں نے بھی ہنس کر سوال کیا۔ اُس نے ایک لحظہ ٹھہر کر ان کا لہجہ جانچا

118

ہم میں طنز کی بجائے اشتیاق اور بے پناہ محبت تھی جسے محسوس کر کے اس کے ذہن کی باوجود  
 اٹھ اٹھ گیا۔

اور وہ سب کچھ جو وہ کسی روز سے کہہ نہیں پایا، آج بناڑ کے انہیں بتا گیا، ماما کا دیا ہوا اعتماد — اتنا اتر بخیز تھا کہ پھر کسی غرض سے کسی جھجک نے اس کا دامن نہ چکڑا، کوئی غدر دامن گیر

ہوں تو یہ بات تم نے بتانے میں ناحق اتنی دیر کی۔ معلوم ہے تمہیں تمہارے پاپا نے کئی بار دینا

اس کی بات بڑے اطمینان سے سننے کے بعد انہوں نے متبسم انداز میں انکشاف کیا تو وہ ہنسان سارہ گیا۔

یہ خیال ہی کہ پاپا اس کے خوابوں تک رسائی حاصل کر چکے ہیں، اسے ششپا گیا۔

ہاں۔ آج سے پندرہ سو سال پہلے جب یاور علی صاحب سے ہمارے ٹرمز تھے، مسلمان

مولے سے پی پسند کیا تھا۔ اور اب بھی انہیں انداز ہے کہ تم میں میں اکثر سزا دیتا ہوں۔ وہ بتا رہی تھیں اور وہ بے حد استغاب میں گھبراہٹیں دیکھ رہا تھا۔

سمعان گرد درجی جو کہ اپنے ملنے والوں میں کسی راز کی طرح مشہور تھا، جس کے چہرے کے  
 اوقات اس کے کتھڑوں میں رہتے تھے، وہ اپنے والدین کے آگے کسی ٹھکی کتاب کی طرح تھا،  
 وہ نہ شو و نہ سر آئے جب تک کہ وہ دشواری کے طرہ پر پہنچتے تھے اور پھر وہ نکلتے

کسی نے ٹھیک کہا ہے، ہم چاہے کتنے بھی بڑے ہو جائیں، اپنے بڑوں سے بڑے نہیں ہوتے۔ اولاد اپنے خیالات چاہے کتنے ہی پرورشہ کیوں نہ رکھے، ماں باپ جان لیتے ہیں۔ یہی

ہوں نے جنم دیا، کیا وہ نہ سمجھیں گے۔  
 ماما کی بات پر وہ بھی مڑکچا کر رہ گیا تھا۔ برا زعم تھا اسے کہ وہ اگر چاہے تو خود کو سات

دل میں چھپا کر رکھ سکتا ہے مگر یہ مقدمہ تو اب کھلا کر وہ جنہوں نے اسے پرنا سکھا دیا تھا، اس کے دل میں چھپے لفظوں کو بنا کر ہی جان لینے کی آج بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔

کتب ہی دیر بعد وہ کچھ کہہ سکا، اندازاً ابھی بھی خفت بھرا تھا۔ ماما اس کے جھینپے ہوئے

اس پر ہوتا ہے، اجلہ داری نہیں ہوتی، تمہارے بابائے تمہارا انٹر سٹ فیکل تو مجھے بتاتا تھا

رانا تو یہ بھی سمجھ سکتی ہوں کہ پہلے جو تم بعض اپنی ذمہ داری نبھانے کی خاطر اپنے پاپا کی سیلیب  
ایڈمنسٹریشن سنبھالتے تھے، اب اس قدر تندرستی سے کیوں جانے لگے ہو؟

نقیف سی شوخی سمیت وہ گویا تھیں، وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو ضبط نہ کر سکا۔  
 "اُو آر جنس ماما۔"

شوخی کا شوق سے جواب دیتے ہوئے وہ اچھے کھڑا ہوا اور ان کے کندھے پر اپنا بازو بٹھایا۔  
 ظاہر ہے ماں کس کی ہوں۔  
 (ان کے بعد وہ اتفاقاً خیریتا سے رنے ٹری شان سے گزر گئی اور کھڑکی پر)

ادھو۔ تو فرمایا لاڈ ہو رہے ہیں۔  
سیفی نے بشکل یہ وقت باہر گزارا تھا، فرط تجسس سے اندر جھانکا تو معروضہ صورت ملے

119

پر تھوکر دے ہوئے فوراً اندر چلا آیا۔ ماما اور سحان نے چونک کر اسے دیکھا۔  
 ”جیسے انہوں نے بات ہے ماما۔ مجھے باہر نکل کر آپ بھائی کو پکار کر رہی ہیں؟“  
 بہن سے کہنا ہوا وہ سونے پر شک گیا۔  
 ”تو تمہارے جتنے کا پیار تو نہیں کر رہی ہیں؟“  
 سحان بہت کم اس سے اس چڑانے والے انداز میں بات کرتا تھا مگر آج جانے کیوں  
 میں اسے چڑ گیا۔

”آپ تو رہتے ہی وہی بھائی۔ ماما کی ساری توجہ آپ نے اپنی طرف کھینچ لی ہے۔“  
 یہ کہنے پر ہی سحان نے کہیں بلکہ سارا وقت ڈانٹ کر رہی ہیں؟ اس نے منہ سورا  
 ”تو تو ہمیشہ شکایتیں ہی کرتے رہا کرو۔ کام جی تو دیکھو اپنے۔ سارا وقت مجھے ستا  
 رکھتے ہو، سحان کرنا ہے کبھی ایسے؟“  
 ماما نے فوراً سے پیشتر تادیبی انداز پایا۔

”ارے ارے ماما۔ پلیز میرے چھوٹے بھائی کو نو ڈانٹیں، یہ تو میرا دوست ہے۔“  
 اس کا موڈ بگڑنے لگا دیکھ کر سحان کو آگے بڑھ کر اسے جھکا کر ناپڑا۔  
 ”بڑے دوست اس کے لاڈ۔ دونوں باپ بیٹے سے سر پر چڑھا لیا ہے اسے۔ اس بار دیکھ  
 میں سب سے کم خبر آئے ہیں اس کے؟“  
 ماما نے شکایت کر دی تھی سیفی اس افاد پر گھبرا گیا۔ بڑی مشکل سے انہیں بھجایا  
 وہ سحان کو نہ بتائیں کیونکہ یہ خبر سیفی سے وہ دوست سے چڑھا بھائی بن جانا تھا مگر ماما نے  
 وقت سارے وعدے دیدہ چلا کر اس کی شکایت کر گئی تھی۔  
 ”یہ کیا سن رہا ہوں میں سیفی۔“ اس نے جھانکے کا ارادہ کرتے سیفی کا لانا پڑ لیا تو،  
 مقت پر اتر آیا۔

”پلیز بھائی۔“ آئی ایم سوری، آئندہ آپ کو ایسی شکایت نہیں ہوگی، چہرے پر عرصہ  
 طاری ہوگئی۔ ماما سکراٹ دباتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔  
 ”مگر اس بار ایسا کیوں ہوا؟“ وہ مضطرب ہونے لگا۔  
 ”وہ ان فیکٹ ہے فرسک سے میری سخت بڑے گتے ہیں۔ ساری تو جگہ کلاس میں موجود لو  
 کو دیتے ہیں۔ اس نے کراسا منہ بنا کر بتانا شروع کیا۔  
 ”سیفی شہ سحان نے فرمایا۔

”جگہ رہا ہوں بھائی۔“ بیوی میں ہیں ساری کلاس کے لڑکے ان سے سخت چڑ  
 ہیں، وہ وہی ہی ایسے۔“ سینے پر بازو دھینچے ہوئے اس نے یقین دلانے کی کوشش کی۔  
 ”مگر اس کا تو فرسک سے کیا تعلق ہے؟“ اس نے انہیں گھانپیں۔  
 ”تعلق ہے بھائی۔“ جب پڑھانے والا ہی اچھا نہیں ہوگا تو سب کچھ میں دل خاک آ  
 اسی لیے تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ خود مانتا پیچر ہمیشہ بچوں کا نیو پر تارکب کر دیتے  
 اس کا مقررہ انداز کو رد کر آیا۔

سحان سر پر گھر وہ گیا جب کہ وہ کبہ رہا تھا۔  
 ”آپ مجھے کوئی سے حد نہیں ہی تھیں؟ کیوں رکھ دیں پھر دیکھیں، فرسک میں لے  
 مار کر نہ آئے۔ تو میرا نام سحان گروہی نہیں؟“  
 اس کے لیے میں جو دوقوں اور خواہش تھی، بے ساختہ سحان کو زمین کی پاد لگا گئی۔  
 کلاس کی اسٹوڈنٹس کا اب فیورٹ سبیکٹ ہی۔ فرسک تھا کیونکہ اسے میں زمین  
 ہیں۔

”کہاں کھو گئے بھائی؟“ میں نے کچھ کہا ہے آپ سے؟“  
 سیفی نے چٹکی بجا کر اسے متوجہ کیا تو وہ سکرنا ہوا اس لیے کہ میں لوٹ آیا۔  
 اب بڑے کا موڈ نہیں رہا تھا۔ ماما کی سناٹا ہوئی تھی اس کے لیے بہت سی مڑیں لائی  
 تھی، گویا ماما اور باپ یا اس کی خواہش سے متفق تھے، اس کی راجہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔  
 یہ خیال اس قدر روشن تھا کہ وہ خود کو زمین کے بارے میں سوچنے سے نہ روک سکا۔

غزل کہتا  
 کسی سچی محبت کی پنداری پر  
 دکھوں کے درمیان رو کر  
 وفا کی نظر کھ لیتا  
 ابھی ممکن نہیں ہے۔

ابھی ممکن نہیں ہے  
 جگر کے موتم کی آنکھوں سے  
 کسی کے وصل کی آواز کے ہاتھوں سے  
 دھاکے صرف پڑھ لیتا  
 ابھی ممکن نہیں ہے۔

ابھی ممکن نہیں ہے  
 شہزاد دشمنان کی  
 وحشت نامہ راہ میں پھر  
 محبت کا بیان کرنا  
 ابھی ممکن نہیں ہے۔

وہ ادا کی محبت کو قبول کر کے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اس لیے اس سے گریز برتنے  
 کی خواہش میں لا شعوری طور پر اسے نفاذ کر رہی تھی اور یہ بات کو اس کے لیے کافی  
 قبول نہ تھی نہ پھر بھی وہ ضبط سے کام لے کر مجبور تھا۔  
 جن کو چاہا جاتا ہے، ان کے نفاذ اور دینے میں اچھا لے جاتے ہیں مگر یہاں بات غریبے یا  
 ناز کی نہیں تھی بلکہ ادھر معاہدہ میں شہر بدوئل کا تھا اور ادا ہو جوسا کے کہ کسی حد تک اس  
 کی بچہ اور اس کے گریز سے واقف ہو گیا تھا، اس کے رویے کو اب سمجھنے کی کوشش میں  
 آگے بڑھا تھا۔

سوال اس کے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا کہ آیا مگر میں کو خود پر اعتبار نہیں ہے یا اندر پر  
 کرنا اسے مشکل لگ رہا ہے یا پھر ان دونوں صورتوں سے قطع نظر وہ محض اپنی انا کے گھبرا  
 بے درمیان محصور ہے۔

سمجھ کر باعث وہ سب اسے مصروف ہو گئے کہ ادا کے بہت سے سوال اس کے  
 دل میں ہی رہ گئے تھے۔ دوسرے گھر میں باہر بھائی کی شادی کے ہنگامے  
 جاگ اڑے تھے۔

یونورسٹی وہ اس لیے آئے پر مجبور تھا کہ گھر میں پڑھنا آسان نہ تھا۔ شادی میں صرف ہمیں  
 بھر گیا تھا لہذا ماما نے عروہ ایک طرف رکھ کر اپنے ارمان پورے کرنے شروع کر دیے۔  
 تھے۔

دوسری طرف فریاد اور بارے میں بھی اب استہانت ضروری کام بنانے شروع کر دیے تھے۔  
 اگھر میں رہیں تو یوں ہی فضول کاموں میں مگن ویسٹ کرتا رہتا تھا لہذا پاپائے اسے پیر ویش  
 جلنے کا حکم دے دیا تھا، سوائے آھر جانا پڑا۔  
 آس دن بھی وہ پاپائی نظر یا گھر پر ہی رگ رہتا تھا۔ فریاد کو بھی آج کسی وجہ سے آفس  
 نہیں جانا تھا لہذا وہ بڑھائی سے اجاٹ ہو کر اس کے ساتھ نکل آیا گو کہ ابھی کافی دن ٹھیکے  
 میں بکھارنا بیٹھنا کا کام شروع ہو چکا تھا۔

”آج کہاں کہاں جاتا ہے؟“  
 کلاڈز سامانے چلتے ہوئے فریاد کے ہاتھ میں تھمے۔ اسے دیکھتے ہوئے اعدے پوچھا۔  
 ”آج تو میں صرف ایک جگہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔“  
 گاڑی روک کر پوچھنے لگے۔ فریاد نے مسکرا کر غصے پر اسرار لہجے میں کہا تو اعدے جنوینا  
 آپکا کر سولاریہ تار دیا۔  
 ”بس دیکھتے جاؤ۔“

وہ خاصی ترنگ میں تھا۔ اعدہ کچھ ٹھیک سا لگا۔ ڈرائیونگ اسپینڈ بھی بے حد تیز تھی۔  
 بھائی خیرت تو بے حد عالم بالا جانے کا پرکار کر رہی تھیں۔ اس کا کوئی ارادہ ہے تو  
 پلینر بھی بہت ڈراپ کر دیں۔ مجھے ابھی بہت سے نیک کام کرنے ہیں تو نیٹا میں۔  
 آس کی تیر رفتار پر اعدے نے پہنے کپے بے ہادھی اداکاری کرتے ہوئے کہا تو وہ بے ممانہ  
 ہنس پڑا۔

”ماشا اللہ، مرت چہرے سے نیچے پڑ رہی ہے، مجھے تو دل میں کچھ کا نظر آ رہا ہے۔“  
 پلینر مجھے ابھی سے پرفیکٹ سے دیکھنے لگی۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ فریاد استعجاب سے میں فوت ہی  
 ہو جاؤں۔“

”فضول نہ کیا کرو اعدہ۔ بس خاموشی سے دیکھتے رہو۔“  
 آفس نے ڈیٹا اور پھر کیسٹ پلینر آں کر سگے دھیان ٹریفک کی طرف لگا دیا۔ گاڑی میں کوئی  
 جگہیت کی قول خوبصورت ماحول پیدا کر دی تھی۔  
 ”میں منشا ہے سکون دل کو اس بار کے لیے مجھا  
 ہر روز جھگڑنا اچھا بھی نہیں گھسٹا!  
 لیکن وہ تیرا دمہ جیو بھی نہیں گھسٹا  
 آجائے کسی دن تو ایسا بھی نہیں گھسٹا!“

اعدہ خوشی سے کھنکھارہ لہذا ہر ڈرائیونگ کے آس بار دیکھ رہا تھا مگر فریاد اس کے چہرے  
 پر کھینچ کر شرت سے اس کا فانی انگریز سیرنگ تھا لہذا مسکراہٹ لبوں کی ترائش میں سہانے  
 چپ چاپ ڈرائیونگ کرتا رہا۔  
 اس دوران اعدے نے اس سے بہت کچھ پوچھا جیسا چاہا مگر اس نے کوئی بات نہ بتائی اور  
 جب بریک لگا کر اس نے اعدہ کو اس کے اشارے کا اشارہ کیا تو سامنے بنی عالی شان طویل وعلیف کوٹھی  
 کی پیشانی پر جگمگاتے ”تفسیر لاج“ کے حروف اسے سنبھل گئے۔

”تھیلا کی!“  
 آس نے جے جے استعجاب سے رخ موڑ کر مطمئن بیٹھے فریاد کی جانب سولاریہ نظروں سے  
 دیکھا۔

”ارے بیٹی! مجھے کیا بیٹھے جا رہا ہے۔ گاڑی سے آنرو اور بیل بڈھا کر۔“  
 اعدہ کے خیر کے جواب میں فریاد نے جے جے سکون اور تامل سے انداز میں اس کی بات کو غور سے

لے ہوئے کنیشن سے چابی نکالتے ہوئے کہا تو اعدے کے اہمین آمیز نظروں سے آسے  
 ہا۔

”آر یوشیور۔ بھائی! آپ کو کہاں ہی آتا تھا؟“  
 وہ اب بھی کچھ بے یقین سا تھا۔ فریاد یہاں آنے کے ارادے سے گھر سے نکلا ہے یہ بات تو  
 اے سان وگمان میں بھی نہ تھی۔

پارک میں۔  
 آپ کے فریاد تمام تر سیرنگی سے کہہ اٹھا اور دروازہ کھولتے ہی لگا تھا کہ اعدے اے کڈے  
 پڑ کر روک دیا۔ اپنی حیرت پر قابو پا کر اس سے گویا ہوا۔

”آپ سیکڑ۔“ بیٹے کی بات سن لیں۔  
 ”کیا بات ہے؟“ اعدہ اور پاپائے، یہاں آنے کے بارے میں اُن سے اجازت لی تھی؟  
 ”اس کے برعکس کرتے پر فریاد کی جنوینا تن گھنیں۔“

”میں کوئی بد بات نہیں ہوں اعدہ کہ پر کام اجازت نامہ لے کر کروں اور یوں بھی یہ کسی غیر کا گھر نہیں  
 ت تقریبی رشتہ تھا ہے ہمارا اعدے۔“

اس کا انداز بے لگ تھا۔  
 اعدہ کے لبوں پر فریاد پر۔ ”مجھے پڑسکرارٹ دو گئی جیسے اُس نے جلد چھپایا۔“

”آف کوس۔“ آپ اہل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مگر ماما کے کم میں اگر یہ سب کچھ بے حد لایا گیا تو  
 ان کا نقص اور دخلی یقینی ہے۔ پلینر فریاد بھائی! آپ ماما کی کسٹین کو بھیجیں جس خیال اور جس  
 ایش کے پس نظر سمیت آپ وہاں جا رہے ہیں، وہ کچھ ایس معمولی اور غیر اہم نہیں کہ بنا کچھ سوچے  
 ہر قدم بڑھاتے ہی ہائیں۔“

اعدہ سے ہرستانہ انداز میں سمجھا رہا تھا۔ فریاد کے مقابلے میں وہ جذبات سے زیادہ ہوشمندی  
 مانتا کوئی نظر رکھتے ہوئے حکمت عملی ترتیب دینے کا عادی تھا۔  
 ”کیا مطلب؟“ فریاد کی پیشانی کشن آؤد ہوئی۔

”مطلب یہ کہ آپ کو کم (کم) پاپائے سے ضرور اس ضمن میں بات کرنی چاہیے تھی، اگر آج آپ نے اپنے  
 دل ہونے پر مسخیزان کے مٹینوں کے آگے دل کھول کر رکھ دیا اور ان کا جواب مثبت نہ ملا  
 پھر ماما اور پاپا بھی اس غرت اخلاقی پر اس کے خلاف ہونے والے ہیں۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے  
 ہا۔“

”بخصوص ماما کی پسندیدگی اور نظر آپ سے آپ بخوبی واقف ہیں؟“  
 اعدہ بیٹے تئیں اسے سمجھا رہا تھا۔ حقیقت کا آئینہ دکھا رہا تھا مگر فریاد کے چہرے پر سناہرت ہونے  
 کوئی تاثر نہ تھا۔ اعدہ چپ ہو کر اس کے بولنے کا منتظر ہو گیا۔

”جو کم قدر ہے برہمن اسے اچھی طرح سمجھتا ہوں اعدہ، جانتا ہوں کہ ماما کے عزائم کم ہیں البتہ  
 انے یہ کارڈ خوب دیا تھا کہ افسانہ لاج، بیٹھا آؤں، ماما کے سامنے کی بات ہے۔ تاہم میں نے  
 فراموش اور ارادے کا ان سے ذکر نہیں کیا۔ یہ سچ ہے، شخص ایسے کہ میرے خیال میں ابھی

کا مناسب وقت نہیں آیا۔“  
 وہ دوسرا ڈاکٹر پھر قدرے متفکر بیٹھے اعدہ کو دیکھ کر مسکرایا۔

”تم زیادہ شینس مت ہو۔ مجھے اس معاملے کو ٹھیک کرنا ہے لہذا ایک تو میں بھی نہیں  
 اپنا پتا جو مجھے کسی بھی شہر کو نہ رہتا ہے۔“  
 اس کے شانے کو دوسرا انداز میں تھپتھپاتے ہوئے اس نے آسے ٹھیکس کرنے کی خاطر  
 اور دروازہ کھولی کر باہر نکل گیا۔



ناچار اور غم و کرب اور بھی ہر نگاہ آیا۔ چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ فرادے تھے نہ نہیں ہوا البتہ اب اختلافی تاثرات غالب ہو چکے تھے۔

”کم آن یار۔ بی بریلو۔“  
ساتھ چلتے ہوئے اس نے قصداً امد کو پیچھڑانے کی غرض سے کہا تو اپنی گھیسر سوچو لگا کر اس نے بے ساختہ اسے گھرا۔  
اس انداز میں وہ دور چلے جا چکا تھا۔ ذرا سی دیر میں ہی چوکیدار نے دفاذہ کھول دیا تو میں بانی فانی قوزیہ یا تپ پیچھڑا کر اس طرف چلی آئی۔

”جی۔ کس سے۔“  
”یہاں ہے آپ کو؟“  
”ساتھ کھڑے دو! جنہوں کو دیکھ کر وہ کچھ خشکی پھر شات سنگی سے پوچھا۔“  
”ہیں وادی جان سے ملنا ہے۔“  
”فرما خودی طرد یہ کچھ نہیں سکا کہ کیا ہے تو امد نے اس کی خشکی آسان کر دی مگر سامنے لڑکی کے چہرے پر کجمن کا واضح تاثر در آیا تھا۔“

”جی۔“  
”سوالیہ اور استعجاب یہ جی؟ پر وہ دونوں بھی کچھ مڑا رہے تھے۔“  
”ان کیفیت ہم مل ولا۔“  
”غلام سفینہ وادی میں رہتی ہیں۔“ اس کے اسی سے سمجھاؤ بات کہ والی۔  
”واٹ۔“

قوزیہ تو گویا حیرت و استعجاب سے بے ہوش ہوئے کھنچی چھبہ سے اپنے دیگر ہ متعلق آس نے تھکا تو تھا کہ اسے کوئی الف لیلوی داستان سمجھ کر بھول ہی گئی تھی۔ مگر آج اس داستان کے کچھ کردار زندہ و جاوید سامنے آ کھڑے ہوئے تو اس کی سٹ گئی۔ کچھ سمجھ نہ آیا تو ان دونوں کو بہت رگتا رہا وہیں پیچھڑا کر مرنے پر تھک کر کھرا اندر جھاگ کھڑی ہو ”ماشا اللہ۔“ یہ تو اندازہ استقلال ہے۔ گناہ ہے محترمہ اندر سے بددوق لائے گئی ہیں حدت اس دوسرے گھبراہٹ پر بوجھ نہ رہا۔ فرادے مضمّن ایک نظر ڈالنا جواب تھا چند سیکنڈ کا انتظار کیا گویا حدت صبر پر محیط تھا۔ دونوں بیک وقت آس و کراس میں گھسے تھے۔

”کچھ یقین نہ تھا کہ یہاں سے شہت انداز میں استقبال کیا جائے گا یا گہری ناواقفیت کا والیس کی راہ دکھائی جائے گی۔ مروت کا ہر حال کچھ سہارا تھا کہ اور کچھ نہ ہوئی کم از کم کاروبار کیا جائے گا۔ دونوں اپنی کپڑے کھڑے متوقع آدھری متوقع صدمہ حال کے لیے خود کو تیار تھے کہ اندر سے وہی لڑکی بھیجا کی بھیجا چلی آئی۔ ساتھ میں ایک اور ہم عمر لڑکی بھی تھی۔ فرادے نے اسے دیکھا تو سمجھ گیا کہ مشاہدت مسموم کر کے جھپٹے سے مشکرا دیا۔

”سلام علیکم۔“ ان دونوں کو بخیر دیکھتے ہوئے حدت نے سلام کیا۔  
”وکیلک سلام۔“ اس طرف ان کی سوالیہ نظروں کے جواب میں دوست نے مشکرا کر تھی

”آپ؟“  
وہ جھپکنے ہوئے پوچھ بیٹھی تھی جبکہ قوزیہ ابھی کجمن و پریشان کتے کی سی کیفیت یہ کوثر مگر کچھ بار ہی تھی۔ شاید حدت کے بیان کی تصدیق مقصود تھی۔  
”جی میں فرما رہی ہوں۔ اور یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں اصل میں۔“  
اس کے تعارف کرانے پر امد نے تدریس تم انداز میں سر کو ہٹا دیا۔  
”آپ یقیناً حدت ہیں۔“

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہیں، فرادے نے اسے بحر استعجاب میں دھکیل دیا۔  
”جی۔“

اس نے سن کر شاعرانہ ہونے ہوئے سرخاٹ میں ہلایا۔ اور ساتھ کھڑی قوزیہ کی جانب اس کا سوالیہ لہجہ محسوس کر کے کچھ ششپا گئی۔

”اور قوزیہ میں میری کرن۔“ آئی مین آب کی بھی۔“  
قوزیہ کی تعارف کرانے ہوئے اس نے دھیر سے کہا تھا۔ فرادے پہلے ہی مڑے پر اس غیبت اپنے حوالے کی پہچان پر بے ساختہ کھل اٹھا۔ اس نے بھی قدرے طعنے انداز میں گہری سانس بھری

”ہم خاموشی کا قفل توڑا۔“  
”ہم۔“ یار برعکس ای کی شادی کا کاڑیہ نہ آئے ہیں۔ یار بھائی ہمارے بڑے بھائی ہیں اور آپ کے کرن۔“ ہائی داد ہے، آپ کے ہاں کم از کم کتنی ریہ سہانہ کالیوں دروازے پر کھڑے کھڑے اوپر ہوتا ہے۔“  
”سید کی سے کہتے کہتے وہ لطف انداز میں طعنے کر رہا تھا۔ قوزیہ اور حدت نہایت شوق سے سنتے تھے چونک اٹھیں۔ بیک وقت دونوں کے چہرے کجمنت سے سرخ ہو گئے۔

”اور۔“ وہی آدھی۔“ آپ پینڈا اندر گھسٹ لائے۔“  
”مدحت سے سرعت سے پینڈا میں محسوس کر کے کہ اور فوراً ملازم کو ڈانگ روم کھولنے لکھتے دے اندر بڑھ گئی۔ قوزیہ نے بھی اس کی تقلید میں قدم بڑھا دیا۔“  
”یہ کیا طاقت تھی امد۔؟“ فرادے نے ان کے آگے بڑھتے ہیں سامنے کھڑے امد کو تاویجی انداز

”تھا دیکھا۔“  
”یہ طاقت نہیں، استیادہ کے کی تقلید تھی ویلیر برادر۔“ ورنہ وہ دونوں متواتر میں تو یہیں کھڑے کھڑے ہلکی سی ہنسی کھٹکال لٹائیں۔

”اس نے اپنا پوٹا سے جواب دیا۔“  
”پھر یہیں نہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔“ بے چاری دونوں کتنی شرمندہ ہوئیں۔ فرادے اب کے حدت بھیگے ہوئے تھا۔  
”ان دونوں کو چھوڑیں۔“ مجھے تو مستقل کی مہر فرما دلی سے ملنا ہے۔ ان کے تیردوں سے تو ڈر ہی تھا کہ یہیں ورنہ ایک آکر میرا سا بیٹا نہ لٹوٹا رہے۔“

”شانے شیشے ہوئے امد نے اذنی بے تیزی اور آدلو پنے سے کہا۔ آخری فقر اخلاصاً نہ تیر تھا لڑکے کی لہریں کی مشکراہٹ گہری ہو گئی۔“  
”اسی انداز میں حدت و ایس بہا آئی۔“  
”آپ لوگ آئیے ناں پینڈر۔“ وادی بان آپ کی منظر ہیں؟

”جی ضرور۔“  
فرادے نے مشکرا کر آگے بڑھتے ہوئے کہا تو ساتھ چلتے پر مجھد امد نے تقریباً سرگوشیاں بجا دیا۔

”آپ۔“  
”مرازا دیکھ کر فرما دیا۔“ کہیں دودھ کی تہر لکھنے کی فرمائش ہوئی تو یقیناً کہیں میں تو دیوار پھانڈ کر جھاگ لنگھ گیا۔ آپ کو تو معلوم ہے تودھ سے خف پرٹے بھجے۔ یوں بھی تیردو تیرو کا باس تو ہما ساتھ لائے ہیں ہیں۔“  
”اس کے پچھے میں بے جا کی تھی۔ فرادے نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا تو اس نے مسمی سی انکل بنائی۔“  
”دین ڈانگ ہم ہم قدم رکھتے ہی ایئر فریشنگ کی بمیسی بمیسی مہک اور اسے کی خشکی نے ان کا

استقبال کیا۔  
 بچہ تو یہ تھا کہ چند لمحوں میں در پیش آنے والی چوٹی کا خیال دونوں کو ہی پریشان کر رہا تھا  
 مدحیت کے کہنے پر دونوں سامنے رہے ہوئے صوفوں پر براجمان ہو گئے۔ قزیر کے پیچھے پیچھے  
 بھی غائب ہو چکی تھی۔  
 فرما کا خیال تھا کہ اب ذرا دیر میں صہیب جاگی چلی آئے گی گھبراہٹ ہو۔

قدیسے تاخر سے ایک شفق سی سن رسیدہ عاتق سفید لباس میں ملبوس اندر تشریف لائیں  
 وہ دونوں احتراماً انتظار انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلام کا سر کے اشارے سے جواب دینے لگا  
 بیگم ان دونوں کے مقابل بھی سالکان کی خلوصیت و نقوش کسی پر فروکش ہو گئیں، گہری نظریں  
 دونوں کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

احمد نے باغوض منظر انداز میں بیویلا جب کہ فرما دونوں کا زویر بے ہوش ہوئے اپنے  
 کو ان کی نظروں سے اوچل اور غمی رکھنے کی سعی کر رہا تھا۔  
 "بی بی! آپ لوگ مجھ سے آگے ہیں؟"  
 وہ دونوں ان کے پیچھے کے بعد بھی چند منٹ سے چپ بیٹھے گفتگو کا آغاز کرنے کے لیے  
 دھڑکنے سے توجہ نہ تھی، بلکہ حلاوت میں زبرد اور دونوں کو چنکنا کھڑی۔  
 "جی۔ مجھے احمد کے ہیں اور یہ۔"

فرما اب؟  
 احمد کا تعارف نصیب بیگم نے مکمل کر دیا تھا، احمد اور فرما دونوں ہی ذرا ڈرا۔ چونکہ الہ  
 نصیب بیگم کی نگاہیں فرما کے چہرے پر پڑی ہوئی تھیں جس کا احساس ان دونوں کو بوجھ رہا تھا۔  
 فرما نے ایک سا دھبا نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور اپنی جانب دیکھتا پر تعریف سا ہو گیا۔  
 "معلم ہوتا ہے آپ کھانی سے فائدہ مند اور اپنی جانب دیکھتا پر تعریف سا ہو گیا۔"  
 احمد نے اپنے تعجب کو الفاظ دیتے ہوئے گویا سوال کیا۔ نصیب بیگم کے لبوں پر مدح مآ  
 لہر گیا۔ زبرد و چہرے کی سلوک میں چلے کیوں ایک دبا دبا سا رنگ محسوس ہو رہا تھا۔  
 "مشارف کو بتائیں آپ سے بھی ہوں؟ ساہو ساجو تھا۔"  
 "جی۔ تیرے نصیب۔"

احمد نے یہ سنا تو ہی خوشی کا اظہار کیا تھا جب کہ فرما اس تعارف کا پس منظر جاننے کے  
 لیے تاب تھا۔ اس کے دل میں یہ بات نہیں تھی کہ بیگم نے فرما سے اس قسم کا کوئی ذکر نہیں کر  
 ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ضرور اس مطلع کرتی۔  
 یہ سنا کر فرما کی جان میں جاتی ہے، اس حوالے سے اس سے واقف ہوئے، یہ ایک جواب ظہ  
 سوال تھا۔ گمراہیوں نے ان کے چہرے پر تحریر سوال کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ کی  
 ہم واصل باہر بھائی کی شادی میں، آپ کو رفاقت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ کارڈ ہے جو  
 نے بالخصوص آپ کے لیے بھجوا دیا ہے۔

آپ کا راز بڑھا ہے جو ہے فرما نے کہا تو بیگم نصیب نے بے ساختہ باہر بھائی نظروں سے  
 دووں کو دیکھا۔ ان کی جہانگیرہ نظروں نے اس کے بیچ کی سچائی پڑھ لی تھی۔  
 "بہت تباہک ہو بیٹا۔ اپنے والد اور والدہ کو جاہک طرف سے مبارکباد دیکھ گیا۔"

انڈاناس قدر شفق تھا کہ وہ دونوں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا  
 اس گھر میں ان کے ساتھ نہایت رویہ نہیں رہا اور کھانے کا گراں خرید اور توجہ بھی نہ تھی کہ  
 گھر کی محتاطانہ دای یعنی وادی جان ان سے الیسا بھاتا کریں گی۔  
 وادیان نے دوسری شادی کیوں کی؟

نصیب بیگم سے مل کر دونوں ہی تعجب تھے۔ نہ صرف وہ شکل و صورت سے اپنی تعجب بلکہ  
 سیرت و اخلاق بھی بے حد علاطی کا مظہر تھا۔ احمد اور فرما نے سنا کر ہوتی نظروں سے انہیں دیکھا  
 خاصا عقیدت مندا انداز تھا۔

بیگم منبر پر تھیں وہ تواسی وسیع الفظی کی توقع کی جاسکتی تھی جیسے کہ صہیب کا گھر البیرو قدس  
 کو مان لیتے بلکہ انداز تھا۔ گھر ایک ایسی عورت جس نے تمام سرسوں اور شہرے کا نواز سونگ کے  
 باعث اپنے شوہر کا گھر چھوڑ دیا تھا، آج وہ اپنا سونگ کے پوتوں کے اس قدر پریا اور عزت کے  
 مخاطب تھی کہ وہ دونوں سے طرح سنا کر ہو رہے تھے۔  
 فرما وہیں ہی ملازم ثانی دیکھتا اندر چلا آ رہا تھا۔ اسکو انش اور ایف ریٹنٹ کا کافی سامان  
 تھا۔ وادی جان کے اشارے پر اس نے سر کو راخروغ کیا۔

اسی دوران وہ فرما اور احمد کے ان کے منتقلی کے بعد وہ دونوں منتظر رہے کہ وہ اب بھی  
 صہیب کو توجہ دے گی یا نہ کرے گا وہ نہ گھر دھکے کھانے کے باوجود بھی سفید بیگم کے سوا کسی نے ان کو  
 کرے نہیں نہ جھانکا۔  
 گھر کو انہیں اپنی طرح اندازہ تھا کہ ان کی آمد کی خبر نصیب لاج میں پھیل چکی تھی مگر بچے بڑے  
 باہم فکر سے اندر آئے کی جدت نہیں کی تھی۔

فرما اور احمد کی نظریں بار بار بے قراری سے دروازے تک نہیں اور لوٹ آئیں مگر باوجود تمام تر  
 حلاوت کے ان کی جرأت نہ ہوئی کہ سفید بیگم سے یہ سوال کرے کہ کوئی ان سے بیٹے کیوں  
 نہیں آیا؟

وہ خود ایک معرقات تھیں۔ دنیا کے رنگ بھانپتی تھیں، جان گئی کہ ان کی آنکھوں میں تیرا  
 اضطراب کس سوال کا لبادا اوڑھے ہوئے ہے کہ مقررہ انداز کر گئیں۔ لہذا مزید دوس منٹ  
 گزرنے کے بعد وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اجازت طلب کر لی۔  
 "بیٹھے ہیں کیا جلدی میں ہو؟" نصیب بیگم نے سفید بیگم سے پوچھا۔  
 "نہیں۔ بس اب چلیں گے۔ کئی اور کچھوں پر بھی مابنا ہے۔ آپ آئیے گا ضرور؟"  
 فرما نے سفید بیگم سے شکرا ٹھٹھٹ کیا۔

گھر والوں کو تھا کہ خدا شہر و فری اس مرض سے سکھ دوش ہوئے کی توفیق دے؟  
 ان کی دعاؤں میں اور بچہ یں بعض رسمی فاطمی نہیں تھی، لیجئے سے بچہ کی آگے آ رہی تھی۔ دونوں  
 بے اختیار آدھا کیا، کئی اور کچھوں پر بھی مابنا ہے۔ آپ آئیے گا ضرور؟  
 نصیب بیگم نے ڈراٹنگ روم کے دروازے تک آ کر انہیں رخصت کیا اور چوٹی وہ گاڑی میں  
 بیٹھے گٹ گٹ کپیرے گٹ بند کر دیا۔  
 وادی کا سفر پڑے کی نسبت زیادہ عاتق سے طے ہو رہا تھا۔ آنا خراہنے بھی اس طویل سفر  
 کو توڑا۔

آپ کو کیا لگتا ہے، کیا سفید لاج کے کمین آئیں گے شادی میں؟  
 "نہیں۔ میں کوئی لباس نہیں لگایا۔ یہی گفتہ ہے وادی جان تعلمات استوار کرنے کے  
 حق میں ہیں اور یہی ہیں محسوس کر رہا ہوں کہ وہ شاید وادیان کے ساتھ ہم سے کوئی بھی واسطہ  
 نہ رکھیں گی۔"  
 آس نے صاف کوئی سے جو محسوس کیا وہ بیان کر دیا۔ احمد نے بھی تائید میں سر ہلایا۔

ایک بات کہوں۔"  
 قدیسے توقف کے بعد احمد نے اسے مخاطب کیا۔  
 "نہیں۔ کہو۔ وہ ہنوز دھیان فریبک کی طرف مرکوز رکھتے ہوئے بولا۔



اسے اس طرح نہ دکھاتا۔ دل کی دھڑکن اسے ایسے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔  
 "ابھی ڈیڑھ بج کر نظر ڈالتے ہوئے وہ سراسیمہ بیچے میں بولا تو زمین نے بھی وال کا کارہ  
 کی جانب نگاہ ڈالی۔"

"ابھی تو چند منٹ بعد اس کی جگہ چلے گی، پھر کلاس شروع ہونے میں بھی زیادہ وقت  
 نہیں بگے گا۔"

"تو چھ پرک ۹؟  
 انھوں نے آدھن اور کبھی اس کی جگہ کتا ہٹ لیے وہ سالیہ ہو گئی۔  
 "اس کو انھوں نے بعد آدھن کی مین بیان خشک سے بات نہیں ہو سکے گی؟  
 وہ اس کی نظروں کا مقہوم کیے ہوئے قصہ آغا بنانہ پر ہلکا زور زمین کے چہرے،

حیرت واستعجاب کا سمندر امڈا رہا۔  
 "مجھ میں اس کوں کے بعد کب میں جاسکتی مگر۔" انھی ہی گھر پر انتظار کر رہی ہوتی ہیں  
 یک دم اس نے بے مدد پر چپے میں مڈراس کے گوش نگار کیا تو وہ چپ سا ہو گیا۔

لے چہرہ میں اسے اندازہ ہوا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔ زمین کی سرکھڑی سے اسے اپنے اور اس  
 درمیان موجود فاصلے کی حقیقت واضح کر دی تھی جو وہ اپنی خوشی میں کبھی سمجھتا تھا لہذا اس  
 خشک بیچے پر ایک لے کے لیے اس کی ٹانگیں بڑھانے انھوں کی خشک کھم مچ رہی تھی۔

زمین خود بھی اپنے بیچے کی رکھائی اور تندی میں کسی کر کے خفیہ ہو گئی تھی تاہم اس۔  
 پیشانی کا کوئی تاثر نہ تھا۔ خود کو باز رکھا کہ ایسا کرنا اس کے لیے ٹھیک  
 ہو سکتا تھا۔

"ہوں۔"  
 سینے پر بازو لیے سہان لے اس کے غیر ایک انداز کو دیکھ کر گہری سانس بھری۔

میں جاؤں سر۔  
 وہ مکمل آجانی ہیں جلد غوغا میں حاصل کرنے کے لیے اپنی دھوکہ بازی کی طرح چلتی سانس پڑا  
 پاتے ہوئے پوچھنے لگی۔

سہان نے بے مدد کی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ راہ فرار نہ پا کر اپنی انگلیاں اکٹھے  
 میں پھنسا کر رہ گئی۔

"فرار یا دھوکہ بازی؟" اس کی ہلکی سی آواز زمین۔ میں جو نہیں کہہ رہا۔ آپ اسے سمجھتی  
 اور جو کہ رہا ہوں اس کی حقیقت کو بھی پرکھنا آپ کے لیے مشکل نہیں کیونکہ آپ ایک زبرد  
 گرد ہیں مگر جانتے کیوں نہیں ہمارے احساس ہوا کہ آپ وہ چہرہ سنائی نہیں جانتیں جو آپ

روکنے اس کوں توڑ ڈالنے پر مجبور تھے کہ آپ کوئی یا ضرورت کے تحت آپ نے اپنے  
 قول پر چڑھا لیا ہے۔ انھوں نے آپ جاسکتی ہیں۔

بے مدد سید کی اور قدر سے شگفتہ ہے کہ وہ اپنی نشست کی جانب پیش توڑ  
 دل میں اترتے تھیں۔ اسے احساسات کو سموس کر کے انھوں میں آئی تھی جو کذب کرنا  
 کو شش کر گئی ہوئی کہ ہے باہر نکل گئی۔ زمین کی نظر میں فرار سا پیش کر دیتے ہو۔

سہان کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتی تھی۔  
 "تم کیا ہو زمین یاد۔ میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔"

ایک لمبے انتظاری آہ اس کے لبوں سے نکل گئی تھی۔ چٹا خوش وہ آج آیا تھا زمین  
 بات کر کے بعد احساس آکر وہ ہوا تھا تاہم یہ احساس صحت لاشعور کی دھمک تھا نہ  
 طور پر وہ اسے ہم خیال بنانے کے لیے ابھی تانے بنانے رہا تھا۔

اور وہ پہلے جس سرخوٹی سے اسے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، اس کی بجائے ایک بگڑی  
 اور متشکری سوچ نے اس کا احاطہ کر لیا۔ زمین کا زور بعض اوقات بالکل ہی ناگاہی ہم ہوتا  
 تھا۔

"اتنا تو وہ بھی سمجھتا تھا کہ اس کے جذبے میں اس کا سنے قد سے واضح اظہار بھی کر دیا ہے  
 زمین کے علم سے باہر نہیں، پھر اس کے رویے کی وجہ سوائے ناپسندیدگی کے بھلا اور کیا ہو  
 سکتی ہے مگر دل اس بات کو ماننے کے لیے راضی نہ تھا۔ اور زمین اس سوال کے ساتھ یہ

البتہ جا رہا تھا۔ کہ زمین سے کیوں نظر انداز کر رہی ہے۔  
 "کیا وہ تم کی طرح نہیں ہو مدحت؟"

فرار اور ادھکی آمد کی اطلاع اس کے حواسوں پر ہم کی طرح گری۔ خوشی اور تھمتہ رنگ قوت  
 اپنے نقطہ عروج پر پہنچے ہوئے تھے۔ زوہ کی حالت اس سے مختلف تھی۔ اس کے تو اتھ  
 پھر خندے پڑ گئے تھے۔ چہرے سے مسرت اور گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"ہوں۔ بالکل پرک کہہ رہی ہوں؟  
 مدحت نے سنجیدہ نظروں اور متین تیروں سے دونوں کو دیکھتے ہوئے ان کے تاثرات

دل ہی دل میں نوٹ کیے۔ زوہ کی نظریں جانے کس احساس کے تحت خشک گئی تھیں۔  
 "تک کی بات ہے؟"

"تمہارے یہ رویے کسی کی طرف نکالے کے شاید ایک گھنٹے بعد ہی آتے تھے۔"  
 "کون کون بولا تھا ان؟"

زوہ کے دل میں اسے تمام سوالوں کو صمیمہ الفاظ سے ہی تھی پناہ مدحت نے بہتری  
 خیال کیا کہ آگ ایک ایک سوال کا جواب دینے کے بجائے تمام واقعات کا ہی بتا دے۔

"تمام بات سن کر صمیمہ اور زوہ دونوں کی انھوں میں ہنسنے کے سارے اثرات زمین اس  
 نے بنا کسی سی کے مسوس کر لیا۔

"تو گویا تمہیں میں کوئی اور ان سے نہیں بولا۔ کیا وادی جان اور وادی وادی کے مابین اس  
 سلسلے میں کوئی بات ہوئی؟"

وہ پرسیوچ انداز میں پوچھ رہی تھی، مدحت نے نفی میں سر ہلا دیا۔  
 "ابھی تک تو سب نے ہی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ ہو سکتا ہے شام تک پا پا اور چچا

وادی کے آنے پر وادی جان کوئی بات کر دیں۔  
 مدحت نے خیال کیا کہ تو زوہ کا پوچھنا ہیچ کر لے اختیار صمیمہ کی طرف گھولی۔

"اب کیا ہوگا صمیمہ؟" اس کے کچھ سے پریشانی شروع تھی۔  
 "تم ان سب خشک ہوا اظہار۔" تم اس طرح کا نفس روگ تو گھر والوں کو ضرور

کہہ دیکھ اندازہ ہو جائے گا۔ جو یہ خیال ہے تمہارے لیے کسی طرح خشک نہیں۔ سوچیں کہ خود  
 کو نازل رکھو۔ لی نازل۔ اوکے۔

اس کا ہاتھ چھپتیا ہے ہوئے صمیمہ نے اسے سمجھا تو مدحت اسے دیکھ کر رہ گئی جو اپنی  
 شادی پر تو خشک ہے نہ پھلا ہے ہوئے تھی اور زوہ کی شادی کے لیے یہیں سرگرم تھی جیسے  
 یہ کوئی اور نہ ہو۔  
 "تم ابھی میں کوئی نہیں ہوتی۔" انھوں نے کہا۔  
 مدحت تردید سے سوچتی ہوئی ان دونوں کو اندر چھوڑ آئی کر انھیں سمجھا نا اس کے بس کا  
 روگ نہیں تھا۔ وہ تو خود پروردہ کرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جانے کے لیے یہیں کیا ہوئے والا تھا۔

انعام صاحب کی بات پر تیاراً استیاض صاحب نے بھی سر ہلاتے ہوئے اپنا مافی الضمیر ان کے سامنے پان کر دیا تو سفینہ بیگم کی نظروں میں اپنی نوع پر پوری کا چہرہ گھر گیا۔  
 بیونورشی سے وابستہ برمدخت کے اطلاع دینے پر پیشی پریشانی اور جیسا قدر تفکر اس کے چہرے پر بخشنا ان نظروں میں اسے پردہ میں تھیں۔  
 چھوٹی عمر کے خواہشات اور مستری خواہوں کی جس راز گرد پر وہ قدم رکھ چکی تھی، اس کی بڑی شرافت کا در سفینہ بیگم اپنا وقت گزر جانے کے باوجود محسوس کر سکتی تھیں۔  
 منزل کھو جانے کا فخرشہ اور مل جانے کی خواہش کیسے ذہن و دل کو جکڑ کر رکھتی ہے وہ سن کر سیدہ خاتون زندگی سے اس پیلو کو بہت عرصہ پہلے دیکھ چکی تھیں۔  
 منزل سے دو دہری کا لکھن جو جھیل میں تھیں، ان سے بہت کچھ جانتا کہ دل کی خواہش اور تلاشوں کا تقاضا ہے۔ دستار دار ہونا انہیں حشر کا بادیہ اور جھانکنا اذیت ناک ہوتا ہے، یہ تجربہ، یہ دکھ، یہ آزار انہوں نے برداشت کیا تھا۔

نارسانی کے فارمازوں میں جھٹکنے اور آبلہ پانی کے سفر سے تھکنے کی تکلف ان کے لیے حیرت آمیز یا تعجب خیز نہیں تھی، وہ اپنی بولی کو اس دکھ سے چلانے کی خواہش کر رہی تھیں، جس نے شاہ باغ سے بھی دل کا تاننا کسی سے باندھ لیا تھا۔  
 اور پھر رشتے تو دل ہی میں تھے، کسی کے ساتھ مذہب اور سماج کی ہدایت کردہ رسوم و ادراک کے لیے دل تو نہیں پڑھتا ہے۔ ایک چھت سے دو افراد اپنے مابین صدیوں کا فاصلہ بھی محسوس کر سکتے ہیں تو دوسری طرف دو برا فہلوں پر رہنے والے دل کے اتنے نزدیک بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کی قہاری بھی وصال کی ایک شکل گنتے گئے۔  
 آج فرامادے سے مل کر، اسے دوست کر ان کے دل سے واقعی ان سے کہا تھا کہ ان کی بولی کے لیے درحقیقت ایسے ہی نوجوان کی ضرورت ہے جو اسے محنت اور تحفظ کے ساتھ ساتھ عزت و احترام بھی دے سکے۔ معنی چادر اور چادر باری ہی تو دل کی حاکم ہیں۔ اس کی ضروری اس سے آگے۔ اس سے بہت کچھ بھی کہہ کر اس کا تشخص تسلیم کیا جائے۔ اسے عزت اور مان دیا جائے، اس کی عزت جس کے باغ کو شہال کے سینہ سے ہر کھل چلائے۔  
 اور ایسا ہوتی رہی کہ صرف وہ دیکھ سکے، بولے کہ یہ سنا ہے اور یہ لانا نہیں کہ وہ جی کر کے جو اسے تحفظ دیتا ہے۔ تحفظ، عزت اور محبت تینوں علیحدہ علیحدہ احتیاجات ہیں، اور محبت کے تشخص کو تسلیم کرنا ایک اہم اور غفلت بیلو۔

اور سفینہ بیگم کو ایسا محسوس ہوا تھا کہ کرہ باد کی بولی کو وہ سب کچھ دینے کی صلاحیت اللہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کا کہہ کر بولی تصور کر لے۔ خواہش رکھتی ہے۔  
 تو آپ لوگ اشتیاق کے بیٹے کی شادی میں نہیں جائیں گے، یہ کہی سانس بھر کر انہوں نے سب سے مشرک سوال کیا تو کر کے میں موجود ان کے تینوں بیٹے اور عموں بیٹی بیہوش ہیں بھی متوجہ کسی ہو گئیں۔  
 آگے سے پہلے تو اس ولاز یا اشتیاق صاحب کے گھر کے کسی دعوت تانے پر سفینہ بیگم نے یوں ٹینگ نہیں بلاتی تھی، نہ ہی اپنے سوالات اور استفسارات کیے تھے مگر آج ان کی آنکھوں میں تو یہ خواہش کہ علی ولاز سے تعلقات استوار کیے جائیں، ان سب سے پڑھنے کے باوجود دل میں دل دے کر دی تھی۔

”آپ کیا چاہتی ہیں؟“ استیاض صاحب کے بچے میں حقیر اور تجسس تھا۔  
 ”میں چاہتی ہوں کہ آپ سب اس شادی میں شرکت کریں۔ وہ تمام رشتے جو عموں میں ہم سے بھلا رکھے گئے، انہیں استوار کریں۔“

”فراماد یہاں آنے والے تھے تو انہوں نے تم سے تذکرہ کیوں نہیں کیا؟“  
 عالم پریشانی میں انگلیوں کو گڑا کر زوداً آجیتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔  
 ”انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کل اور جانکے یہاں مجھ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتے ہیں، گھر میں کل جا رہی نہیں سکی۔“  
 رانٹک ٹیل کے کنارے پر مٹتے ہوئے اس نے جوابا کہا اور ایک نظر بند زودا کے نئے ہونے چہرے کو دیکھا۔  
 ”اس طرح تینس کیوں ہو رہی ہو؟“ ایک ناکب وں تو یہ سب ہوتا ہی تھا۔ اچھا ہی ہو کہ فراماد جیانی نے پریشانی کی قوم کو اچھا یا کر دے تو ساری زندگی محض ڈرتے بہتے ہی گزار رہی تھی۔

وہ اسے سمجھا رہی تھی مگر زودا کے دل کا خوف کسی طور زائل نہ ہو رہا تھا۔  
 ”تو اور کیا کرے؟“ گھر والوں سے جھگڑا کرتی یا انہیں پھوڑ کر ملی جاتی؟  
 اس کے سمجھانے پر وہ غاصر ہوتا مٹے ہوئے بولی تھی۔ خفگی سے بھر لیے بچے پر صبر کو بے اشتیاق رہی ابھی۔ تو کو کل جب سے سامانے اس سے پرہیز دل کا ڈر گیا تھا، اس کا خوف اس قدر آت تھا کہ اپنے پر وگرام کے باوجود وادمان کی طرف بھی نہیں گئی تھی مگر ابھی ابھی جو بھر سکتے گویں، اس سے فوری طور پر مشاغل ہونے کے باوجود اس کے مثبت نتیجے کی امید نہ سننا کا مورخہ خوش کر دیا تھا۔  
 ”خدا کی قسم، آج پانچ پانچ لڑکی ہو۔ کس احمق نے تمہیں مشورہ دیا تھا عشق کرنے کا؟“ اس سے توجہ نہ تھا کہ نہ۔

”گھاس کھو اور لیٹیں۔ بس رہتے دو، جب دیکھو یہی فضول علم کچھ رہتی ہو۔“  
 اس کا جملہ ایک کر فضیل نظر اس پر ڈالتے ہوئے زودا ناراض ہو کر کرا پھوڑ گئی تو وہ پشہ چاہ پون سوٹ آٹھا کر اتر دے گا۔  
 ”ہوں۔ تو کچھ دن بعد ہی شادی ہے۔“  
 سفینہ بیگم کے کہنے میں سب بچے تھے۔ انہوں نے ہی رات کو کھانے کے بعد سب کو باغیچوں اپنے گھر سے میں بلوایا تھا۔  
 ”اگر انعام صاحب کے ہاتھ میں کاڑی جاتی ہے پڑھ کر انہوں نے ایک طرف رکھ دیا۔“  
 ”تو پھر آپ لوگوں کا کیا پر وگرام ہے بٹا؟“  
 سفینہ بیگم کے کہنے میں چھا جانے والی خاموشی کو توڑتے ہوئے تینوں بھووں اور بیٹیوں پر نظر ڈالتے ہوئے اشتیاق رکھ لیا۔

”تو اگر ام کی بیوی ہو سکتا ہے، اسی، عموں سے ہونے کے لئے سب سے پہلے اپنا فیصلہ لے لیا۔“  
 آٹھ کی رات کو ان کی ادو اپنی جانب سے نکلے اور نشتے سمجھا دیے۔ اسی طرح ہم بھی اپنا فرض ادا کر بیٹے گئے۔

”ارام صاحب نے بڑے بیٹے ہونے کے لئے سب سے پہلے اپنا فیصلہ لے لیا۔“  
 ”اور سب کا بھی یہی خیال ہے؟“ انھوں نے کہی سوچ کی پر چھائی میں سفینہ بیگم نے پھر سوال کیا۔  
 ”میرا خیال ہے اتنی جان، بھائی جان ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں جو ضرور ہو گا، آئیے، وہی ٹھیک ہے، جب وادوں میں کجائش نہ ہو تو ملنے لانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔“ انعام صاحب نے بھی بڑے بیٹے کی بات کا ساتھ دیا۔  
 ”میں ان دونوں سے متفق ہوں اتنی۔“

تم لیجے اور بیگم کیوں نے سفینہ بیگم کی تمام اولادوں کو بحر استعجاب میں ڈبو دیا تھا۔  
 تم آپ کیا کہہ رہی ہو؟ ۹؟ رضا دیکھ کر ہنسنے لگا۔

آخر ایسی کیا بات ہوگئی کہ آپ اس فیصلے پر پہنچی ہیں؟۔ آج آپ کے لبوں سے یہ نئی بات سن کر ہم حقیقتاً مدح و تحیر میں ہیں۔

اکرام صاحب نے سب کے دلی جذبات کو زبان دی۔ سفینہ بیگم کے لبوں پر بھولی بھٹی سی ہنس مکھ پیدا ہونے لگی۔

”ہات تو ایسی کوئی خاص شے نہیں ہوئی تھی۔ لیکن میں سوچتی ہوں دلی تقاضوں سے الگ فرض اور حقوق کی بھی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ میں نے نہیں، تم سب کو تھما دے والد سے خفے سے کہیں یہاں روک صاف اس لیے کہ ان کے اور میرے درمیان جو کئی تنازعات و اختلافات تھے، ان سب کے باوجود تھما دے ایشیتہ اولاد فراموش اور حقوق اپنی جگہ تسلیم ہیں میں خود کو تو اپنی خودداری کے آگے جیوریاقتی بھی کو تھما دے والد سے دور رکھنے کی میں نے کبھی کوئی شعوری کوشش نہیں کی۔ اس کے علاوہ تو تم سب کو۔“

صبر سے ہونے دیکھ لیں میں انہوں نے کیا شروع کیا تو ان کے تیزوں پٹوں کے سر قوسے انجم ہو گئے کیونکہ اپنے فرائض سے پہلو تھری اور کوتاہی پر تھے کہ احساس ان سب کو یکساں طور پر تھا۔

مخصوصاً اپنی اپنی اولادیں ہو جانے کے بعد تو یہ احساس اور بھی تقویت پکڑی تھی کہ اولادیں خواہ کتنی ہی خطا ہی کیوں کر کریں، اپنے بچوں کو اپنے منہ کی حیثیت نہیں دے سکتے۔

اولاد پر حالت میں اولاد دینی دیکھ کر، بڑوں کی غلطیاں اور کوتاہیاں انہیں اپنے سے چھوٹوں کا جرم تو جانتی ہیں مگر ان کے تیغ و توفیق اور بے گامگی پر تھما دے والد کے نام نہ منہ

ان میں ہر بار جھپٹ کر نکلتی ہیں۔

والدین ہمیشہ والدین ہی رہتے ہیں اور اولاد کا منصب حق پر ہونے سے ماں باپ سے بڑھ نہیں سکتا۔

والدین کو تو قوت قدرت ہے کہ انسان اپنی اولاد کو جو کمرے کے کدوا کا آئینہ ہوتی ہے، اسے دیکھنے کے لیے ہمیشہ محبت کی دیکھ پھرتا ہے لہذا جس روز اس آئینے میں اپنا چہرہ مکر وہ نظر آئے گئے خوف کا دھماکا اسے چاہنے لگتا ہے۔

یہ خوف اور یہ ہی انہیں ملے کہ ہماری وہ اولاد جس سے ہمیں آج تک ایسے والد کی خدمت اور ان کی جزم گیری کے فرائض سے غافل نہ رہیں، وہ ہمیں کیا حیثیت دے گی۔

یہ سوال انسان کا آئینہ اور نظر اگلی تھا کہ وہ راتوں کے کئی پہر اس سوچ میں گزار دیتے۔

”آج تک میں ولا تو اپنا اشتہام بے گھر سے چلتی رہی ہوں تحقیق استرا کرنے کی یہی کوششیں ہوئیں، ان کے پیچھے ہماری تھاری نسل کے لوگ تھے جن کے دلوں میں گورنری تھی زوردار و متعین کہ باوجود ظاہری کوششوں کے کوئی بھی اپنی آواز کے خول سے باہر نہ نکل سکا۔“

مگر بیشک ”انہوں نے گھر کو سانس لی۔“

اب تیری نسل بھی اپنے شعور کی منزل پر پہنچ چکی ہے۔ ہمیں انہیں بھی تو دیاب دینا ہے کہ ہمیں۔ کیا کہیں گے ہم ان کے گھر سے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے آغا خان دے،

خوف کی اس قدر قدرت، ضبط کا ایسا فقدان کہ ہم انہیں وراثت میں صرف یہی اختلافات، یہی رجحانیں دے سکتے ہیں۔

سب کے چہروں پر سفینہ بیگم کے الفاظ ناہمیدی کا اثر نظر کر چکا ہے تھے۔

آج ان دونوں بچوں نے جس عقیدت اور امید سے مجھے اپنی عمر میں شرکت کی دعوت دی ہے، مجھے پہلی بار اپنے فیصلے کی سنگین اور اس سے بڑے والی اس داڑ کا احساس ہوا

میں نے خون کو خون سے جدا کر دیا، رشموں کی ٹوٹ مالا کو کھڑ دیا۔

مجھے آج کی اس نسل نے میری کوتاہی کا، میری غلطیوں کا کچھ اس طرح — احساس دیا کہ اب اپنی ہی نظروں میں ٹھنڈے ہو کر رہی ہوں۔

مخوں اور بھٹوں نے دیکھا کہ وہ سفینہ بیگم جن کا چہرہ ہمیشہ جذبات اور احساسات کو کھینچا اور اپنی دلی کیفیات کو کھینچ کر میں کا سب ریتا تھا۔

ان کی زبان سے ادا ہونے والے لفظ قلعے کے خطہ تھے۔ ان کی اولاد ان کے اس نئے لہجے، اس نئے رجحان سے انکار یا اختلاف نہیں کر سکتی تھی کہ یہ سورج توان کے ذہنوں میں بھی طلوع ہو رہا تھا۔

جب بڑے ہی بڑے اور میسر کرنے کے خوف کو بوجھ میں تو بھلا اپنے بچوں کو وہ کس قسم سے خط نقصان اور جھاتی پاس کا سبق دے سکتے تھے۔

اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ لوگ اس میں کوئی شرکت ضرور کریں اور اپنے ان فرائض کی طرف بھی ضرور نظر کریں کہ جو اولاد کی حیثیت سے آپ سب پر فائدہ ہوتے ہیں، مجھے یہ ات کہنے میں کوئی غلطی نہیں کہ میں آج اپنا اور خودداری کے باعث اپنے فرائض سے پہلے ہی

لیا ہے مگر میرے بچوں! ابھی تم سب کے پاس وقت ہے، اپنی غلطیوں کو لاتی کا اپنی خطاؤں کو مدح سارے کا۔ اب فیصلہ کرنا ہے کہ آپ سب سے یہی بننا تھا۔

اپنی بات مکمل کر کے سفینہ بیگم نے خاموشی اختیار کر لی تو ابی سب چپ چاپ اٹھ کھڑے ہوئے۔

”سورج اور خیالات میں تبدیلی لا نا آسان نہیں ہے اسی گھر آپ کی خواہش ہے تو ہم سب ایسا کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔“

انعام صاحب نے ماں سے متفق ہونے کا مفہم دینے کے ساتھ ساتھ اپنی جبروری تبتا ہونے کے سبب سے باہر کی راہ کی توسیع ہی استہدائے گھر کا سمجھو گئے۔

”پتا نہیں آج کی نسل کا جو فرض میر پر واجب ہو گیا ہے، میں اسے آوار بھی سکوں گی یا نہیں؟ تھرو سے سوچتے سوچتے انہوں نے قد سے امید سے اپنے بچوں کو دیکھا اور ہاتھ نماز بھی کر عشا کی نماز کے لیے تیت باندھ لی۔

سمندر شروع ہوئے تو سب ہی مصروف ہو گئے۔ صبر میں چاہنے کے باوجود وہاں کی فوج میں ماسٹر نے ہی زور دار افراد والے مسئلے پر سوچنے کی فرصت ملی۔

بار بھائی کی شادی کا کاڈلے کر آنے پر افراد کے محلے میں بھی کسی قسم کے تنازعات کا باز نہ رہی جانب سے کوئی تیار نہ ملا۔

دوسری جانب شرمین سب کچھ بھول بھال کر اپنی کسٹرمز میں مصروف تھی تو اُور اصر کے پاس فرصت نہ ہونے کے باوجود امتحان اور شرمین کا خیال ایک دم وقت میں سر پر سوار تھے اس پر دستہ دار بار بھائی کی شادی۔

گھر کا تو کچھ شہکاروں میں فزیت اور دھیان بٹ جاتا تھا، مگر یونیورسٹی میں جب بھی شرمین سے منہ نہ ہوتی، اس کی آغاں — نظروں نے بڑی طرح اٹھا کر رکھ دیا تھا۔

اس کی آنکھوں میں عظمیٰ شہسودا بے گامگی اس کے جذلوں پر اوس گرد آتش بھی اور وہ جو سوچتا تھا کہ اپنے جذلوں سے اس کا نازک ہی لڑکی کو جیت لے گا، ابھی بھی یہ سوچ کر ہول اٹھتا کہ کیا واقعی شرمین اس کے جذلوں کی پڑائی کرے گی؟۔ یا وہ یونیورس

پھر کو تڑا شے کی خواہش میں اپنی انگلیاں لگا کر کتا نہ لے گا۔



عمل و لڑائی کا مشورہ کیا یوں ہی قائم تھیں۔ آج کل سمسٹر کے باعث صبیہ کا آکا بھی نہیں پا رہا تھا لہذا ریکوٹ پیش کی طرح اپنے وجود کی سالمیت برقرار رکھے ہوئے تھا۔  
فرمان بھی کیونکہ گزشتہ کئی دنوں سے اس طرف نہیں آ سکا تھا۔ آج بالخصوص اس نے وقت نکالا تھا۔ وہ ایسے بھی اشتیاق صاحبہ کے پاس سے استفسار بھی کیا تھا کہ آج اس دن وہ اپنے داماد کی حیرت منعم کرنے کیلئے نہیں گیا اور اس کے پاس سولے ہفتہ کے کوئی طرز نہ تھا۔

”اوہ۔۔۔ جیسی آج تو سورج مغرب سے طلوع ہوا ہے۔“  
وہ بنا درجہ تک دیکھ کر صبیہ میں داخل ہوا تو آکر کرسی پر براجمان اختیار پڑے۔ مگر داماد جو بھی اس کی جانب متوجہ ہوئے، بے ساختہ کہنے لگے۔ ”پیشانی سے اس کا سر مٹ ہو گیا۔“  
”اسلام علیہ داماد۔“  
اپنی کوتاہی پر خودی کو مرنش کرتا وہ ان کے قریب کارپ پر پڑے فوکر کش پر بیٹھا۔  
”وکیلہ السلام۔“ جیتے ہوئے۔ جیسی آج کیسے رستہ قبول کئے؟ وہ اخبار کش کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے انہوں نے لطف سا سامنے فرمایا۔  
”پلیز داماد۔ آپ تو صبح جھوٹے لگا رہے ہیں۔“  
وہ حقیقتاً بے حد مدھنص فیسوں کو رہا تھا۔

”بے نہیں بیٹا، ہر صبح گولڈ کے پاس کم جیوان لوگ آجاتے ہو یہی ہوت ہے۔ میں کو تو قہا نہیں کرتا کہ جب اپنی اولاد ہی۔ اپنی دسے کم نشاؤ، سب خیریت خوب ہے۔ اس کی خفت پر وہ بے اختیار ہی اپنے ڈھکے کا اعتبار کرتے تھے مگر جلد ہی خود کو مستحضر بھی لیا۔ صرف چند سیکڑ کی بات تھی اور ان چند شاہینوں میں فروانے کیا کہ نہ مسجد لیا تھا۔  
”جی سب خیریت ہے۔“  
”مگر میں خدا کی قسم اپنی تیار اپنی مکمل ہو گئیں؟“  
”تقریباً مکمل ہیں۔“ ہمیں تو یوں بھی کوئی خاص کام نہ تھا۔ بابر بھائی کا کمر تو بے آنے کے بعد ہی کے کافی اہل تو صرف کارڈ بانٹے ہیں۔“  
وہ اس نفعیوں سے تلتے لگے۔

”تو مگر بابر جی لینے کے حق میں ہیں۔ داماد بڑے خرگشاں موڈ میں تھے، مسکرا کر سوا آپ تو جانتے ہیں، مگر میں صرف ساما کا حکم چلتا ہے، بابر بھائی کسی چیز کے حق میں اور کسی کے نہیں، اس کی تو آج تک شاید انہیں بھی پتا نہیں چلا ہو گا۔“  
جائے کیوں وہ بے مدح ہو گیا تھا۔ بقا دوست کی تو اس سے کچھ سے انہیں حسد ہوئی تھی مگر آج جو نیکیاں اس کی آواز کو بویں کر رہا تھا، وہ داماد کو غصہ کا گیا۔  
”کیا بات ہے بیٹا، آج اسنے روکے ہوئے ہوں ہو رہے ہو؟“  
اس کے شانے پر دوستانہ انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے ترو دے سوال کیا۔

وہ بچہ طرز کا شکرا دیا۔  
”داماد۔ آخر والدین اولاد کو اپنی پر رازی کیوں سمجھتے ہیں وہاں کا قصہ وہ ان کے خیالات کی سوچ ان کے سامنے اپنی طرح کیوں ہوتی ہے وہ اس حقیقت کو آخروں تسلیم نہیں کر سکتے کہ ان کی اولاد بھی ذہن رکھتی ہے۔ جو شک ہے کہ ہم اسے اولاد کے تجربے اور فکر فرق کی کبھی خبر نہیں کر سکتے۔ ان کے کیوں کہ جا کر سوچیں تو یہی نہیں کہ ان تمام باتوں پر جو ہم دماغ تو رکھتے ہیں ناں، شعور تو حاصل نہیں بھی ہے۔  
ان کے چپڑے کی دیکھی جانے کا ادب ہوا غبار یکدم نکلا تھا۔ داماد نے لمبی نظر

اسے دیکھا مگر ہم (ماما) سے اس کے اختلافات ہمیشہ نظر باقی رہے تھے مگر علما اس نے کہی ان کے خلاف نہیں تھا یا تھا تاہم داماد نے دل کی بات نہ کرتا تو ساری شکایتیں کر ڈالتا۔ مگر آج غصہ، اوجھڑا، جو کھنکھاس کے بھی اس کی شدت اور اس کی آنکھوں میں تحریر ٹھکن انہیں جھلکاٹھٹ سے انہیں سورج میں ڈال دیا تھا۔

”تھے بھائی بات سے اختلاف نہیں فرما۔ مگر بیٹا بعض اوقات بچے جس استحقاق کو اجارہ داری سنبھالے تھے ہیں، وہ والدین کا شدید پیار ہوتا ہے، ان کی بے پناہ محبت میں کے باعث وہ اپنے بچوں کے اس درجہ متناہ ہو جاتے ہیں کہ بعض مرتبہ خود بچے کے احساسات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کا شفیق اور گہرا انداز کو بھلا کر دیکھنا سنا تھا۔  
”مگر محنت کو گننے کا طوق اور پاؤں کی ڈھیر نہ بنا جائے تو وہ محنت تو سزا جاتی ہے کسی بھی شے کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے داماد، چاہے محنت ہو یا غنا۔“  
اس کا لفظ نظر لگتا تھا، داماد اس کے منہ کی آواز پر بے اختیار مسکرا دے۔  
”ہاں ابھی بھی نہیں اپنا (oppose) نہیں کروں گی پر خود دار مگر اتنا تو بتاؤ کہ کمر نہیں اتنا عفت ہے کہ بات کا راجحہ تمام سے کچھ نہ کہہا ہے یا ہو گی مگر کی کوئی بات گراں نہ گری ہے تمہیں؟“

اس کے انہوں نے سامنا انداز کے بجائے ازلی دوستانہ لہجے کو اپنایا تو وہ اپنی جذباتیت پر حیرت پڑ گیا۔ داماد نے اس کی آنکھوں کا چور کر دیا تھا، لہذا کچھ چھپانا مشکل لگا۔ پھر بھی اس نے انہیں ٹالنے کی بے حد کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔

”بچپن سے آج تک ہم سارے بہن بھائیوں کے متعلق فیصلے مانا یا پائے ہی کیے۔ ہاں تعلیم، کیرئیر، دوست احباب یہاں تک کہ کھانے پینے میں بھی ان ہی کی مرضی چلتی تھی۔ مگر اب اس وقت جب تقریباً ہم سب اپنی پریشانیوں اور آفات میں قدم رکھ چکے ہیں، اب جی مانا کی جیسی بالادستی یوں ہی قائم ہے۔ بابر بھائی کی قسمت بھی تھی، شہنا بھائی، اماں، کچھ نہیں تو صرف شخص لہذا انہیں اپنی پسند حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوتی کہ اب یہی امید وہ کچھ سے بھی کرتی ہیں کہیں انہی کی کسی فعلوں اور بے باک بھائی یا بھتیجی کا انتخاب کر لیں جو کہ کسی طور پر گوارا نہیں۔“

”اور۔۔۔ تو یہ بات ہے۔“  
اس کی بات پر داماد بھی کچھ صبر میں نہ رہ گئے۔  
اس دوران اس کا بھائی ناگرائی میں ہی رہ کر کہیں سے لے آئے تھے۔ داماد نے اسے آفری گراس کا مٹو نہیں تھا، اس ایک کپ چائے کا اشارہ کر دیا۔  
”ارے بھئی، اب ایسا بھی کچھ دفعہ نہ کھانا تو کھاؤ۔“  
”داماد نے اسے خان بابا کو اشارہ کرتے ہوئے دیکھ کر فریاد کر دیا۔  
”تمہیں داماد۔ تو نہیں ہے۔“  
”کھانے کا تعلق مجھ سے ہے، پر خود دار، موڈ سے نہیں، چلو شاہا بیٹا اٹھاؤ اور

”لو کھانا۔“  
ان کے زبردستی کرنے پر اس نے عبور کیا، کباب بیٹھ میں ڈال لیا۔ جاتا تھا اگر وہ نہیں کھا گا تو وہ بھی یوں ہی خالی بیٹھ بھوکے بیٹھے رہیں گے۔  
”اچھا اب میں سن لے لیا ہے، اب بھی کھاتے۔“  
”ہوں۔۔۔ لے رہا ہوں تو کھاؤ۔“ ویسے ایک بات تو بتاؤ بیٹا کہ آخر میں امتراض اس کی بات پر ہے اس بات پر کہ جو بھگ اپنی بھائی، بھتیجی لانا چاہتی ہیں یا اس پر کہ بھائی پسند کا اہمیت

نہیں دیتے ہیں؟

”دونوں ہی باتیں ہیں۔“

وہ ان کے سوال پر تھنیر سوچے سمجھے ہنسی بولی پڑا۔ پھر خیال آیا کہ کیا کہہ گیا ہے تو کم مین و آتش سے زبان داب کی عمر دابان سارا مسئلہ سمجھ چکے تھے۔ اس کو حقیقت دیکھا تو قہقہہ لگا کر مہنیں پڑنے لگی۔

وہ بھی جھینسی جھینسی کی ہنسی مہنیں دیا۔

”ارے تو یہ ہنوکہ عشق ہو گیا ہے ہمارے گردن میں کو۔“

وہ اس بات کو خوب انکڑے کر رہے تھے۔ فرما دے کہ میں پر بھی مسکرا بیٹھ رہی تھی۔

”کمال ہے بیٹی۔ اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا اور اب بتا رہے ہو۔ بیٹی یہ تو دوستی کے اصولوں کے تحت خلاف ہے یعنی رازداری۔ وہ بھی داجان کے۔“

اسے اُسے ہاتھوں لے کر انہوں نے اس کی پیٹے تو خوب درگت بتائی پھر جب وہ۔

جھنجھلا کر لگا تو وہ خود بھی سنجیدہ ہو گئے۔

”تو اب یہ بتاؤ کہ آخر کیا چاہتے ہو؟“

”میں اپنی پسند کی شریک جیانت کا ساتھ چاہتا ہوں۔“

”تو اس میں مانع کون ہے؟“

”سب سے پہلے تو ماما اور اس کے علاوہ۔“ وہ کچھ رکا۔

”اس کے علاوہ؟“

”اس کے سچے بوجھانے پر داجان نے بے چینی سے سوال کیا۔ فرما دے ایک سیکنڈ زک

کر ان کی طرف دیکھا اور پھر گہری سانس بھر کر اعضاء بالوں میں جھنسا لیں۔

”پہلے ایک بات کا جواب دیجیے داجان، کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟“

ان کے ہاتھوں کو اس نے مضبوط اور توانا ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس نے بہت آس اور بے حرامی سے سوال کیا تھا۔

”اگر ترقی پر ہوئے تو تیار رہے جائز حق کے لیے میں تمہارے ساتھ ہوں ڈیڑھ“

ایسا ہاتھ اس کے ہاتھوں کی گرفت سے نکال کر اس کا شانہ ٹھیکے ہوئے انہوں نے بغیر

رکے کہا، جھلا اس میں کیا سونا تھا۔

”تو یہ حقیقت ہے کہ آپ کو میرا ساتھ دینے کے لیے پہلے بابا سے بات کرنا ہوگی اور اگر وہ نہ مانے تو میری خاطر آپ کو اس کے گھر جانا ہو گا۔ بسے میں نے اپنی زندگی کا ساتھی بدلنے کا فیصلہ کیا ہے۔“

مرد پر بے سنجیدگی سے ہنکتے ہوئے اس نے داجان کی طرف دیکھا جن کی آنکھوں میں واضح

”آج بھر غم رہی۔“

”آؤ وہ عرض نصیب لڑکی کون ہے؟ کہاں رہتی ہے؟“

وہ بہت اشتقاقی سے پوچھ رہے تھے۔ فرما دے تو دے جھبک کر انہیں جانچتی ہوئی

نظروں سے دیکھا اور پھر گہری سانس چھوڑتے ہوئے بولا۔

”وہ سفید لاف میں رہتی ہے۔ آپ کی پوتی ہے۔“

داجان کے چہرے پر ایک وقت حیرت و تفکر کے ساتھ اُٹھ اُٹھے۔ فرما دے کہ نظر ان

پر ہی ہوئی تھی جن کی آنکھوں میں آنکھیں کے کئی باب نظر آ رہے تھے۔

”جی داجان۔ وہ آپ کی پوتی ہے۔“

ان کے تاثرات دیکھ کر وہ ان کے قدموں کے پاس آ بیٹھا۔

”محبیب۔“

اس کی بات پر انہوں نے بے حد سنجیدگی اور سنگت سے سوال کیا تو ان کے لہجہ میں

بھروسے لہجی امید و خواہش کو محسوس کر کے اس نے نظروں کا زور بدل لیا۔ داجان کی

امید کا چراغ بجھتے دیکھنے کی کتاب نہیں تھی۔ اگر دل کی خواہش زور آور نہ ہوتی تو شاید وہ

دل کو نظر انداز کر کے سر جھکا جاتا مگر۔

”مہنیں۔ میں ذرا کو پسند کرتا ہوں۔“

بالآخر اس نے کہہ ہی دیا جو کہ پڑ ہی تھا۔

کر کے میں کتنی ہی دور غمناخ چھائی رہی۔

فرما دے کہ دل کا فیصلہ داجان کے لیے ناقابل قبول نہ تھا تاہم حیرت نے انہیں فوری طور پر کچھ

گھڑے روک دیا تھا۔

فرما دے جھپٹتے ہوئے نظر اٹھا کر چند لمبے پھر انہیں دیکھ لیا۔

داجان بھی اس لیے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ اس کی آس بھری نظروں سے لگا ہنس

میں کسی سائنس دان کے شانے پر دوسرا سا انداز بھیکھی دی۔

ایک شفیق سی مسکراہٹ نے اس کے لیے ان کے لبوں کو گرفت میں لے رکھا تھا۔

”داجان۔“ وہ ان کے چہرے کے تاثرات سے بہت کچھ پا گیا تھا۔ بے گناہ غمناخی سے

مرد ہوتے ہوئے ان کے کھنکھنے پر سر کرا دیا۔

”جیتے رہو۔“ بے اعتبار فیصلہ بہت اچھا لگا۔

”آپ کو افسوس تو نہیں ہوا؟“ اس نے ان کے گلے کو ستر کر بھی بے چینی سے سوال کیا۔

”کس بات کا؟“ وہ قدرے متعجب نظر آئے۔

”اس بات کا کہ یہ نظر انتخاب سے مختلف تھا؟“

نظر جھکا کر پیشانی سے گزرتا وہ داجان کو کس بھی کی طرح لگا بیٹے اپنی خواہش اورو

دہک کی رضا و نونوں ہی کیساں بیکاری تھیں اور جوان میں سے کسی کی فراموشی نہیں دے سکتا تھا۔

جوانا وہ بہت دھڑ دھڑ سے جھپٹ لگا رہیں پڑے۔ فرما دے جو کچھ کہہ نہیں دیکھا۔

”جھپٹا جھپٹا کیا پتا کہ میری نظر انتخاب پس پر تھیں تھی؟“

اب کے انہوں نے بھی غلط جواب دے دیے۔ غصے سے سوال کیا۔

”آپ کی نظر میں بڑھ پڑنے کا دعویٰ تو نہیں کرتا مگر تا مگر تو انہوں کا کہہ کر محسوس ہو گیا کہ جو وقت اورو

ملکت آپ کی آنکھوں میں ایک خواہش بن کر چبکیتی تھی، وہ میری آنکھوں سے تھی۔ یعنی اس لیے

میں با آپ سے بات کرنے کی ہمت کی بھی کہ پھر یہ سوچ کر رگ گیا کہ کہیں ماما کی طرح آپ کو

بڑا فیصلہ ہرٹ ڈرکے۔

وہ کتنے انداز کے جواب میں وہ مرد بے سنجیدگی سے بولا تو داجان نے بے پناہ پیار سے

”دیکھا اور اس کی فراخ پیشانی پر مانی۔“

اور وہ محسوس کتنا شگفتہ رہے ہیں ان کا کہ ان کے دکھ اورو کو کتنی گہرائی سے محسوس کرتے ہیں یہ

میں ہی ان کی آنکھوں میں تیرن کر آتا رہا۔

”ہیں مانی۔“ بے گناہی سے دیکھنے پر تھیں ہرٹ چلا گیا۔ ذرا بھی میرے لیے محسوس جیسی

نہیں بلکہ وہ تو اس قدر قد بھی ہوئی اور سراسیمہ رہتی ہے کہ اس کے لیے تمہارے جیسا مضبوط اوکو

ملا لکھیں ہیں موزوں بھی ہے۔“

وہ اپنا تجربہ بتا رہے تھے۔ فرما دے کہ ہوں پرے سے ماضیہ نسکلاہٹ ہو گئی۔ زوہا کا مذاکرہ کی زبان میں وہ کہتا عرض ہوا تھا، کوئی اس کے دل سے نہ چھتا۔ اس کا گھبرایا ہوا چہرہ آئینہ میں آکر آیا تھا۔

جب بولی ہے یہ غمت میں، انسان کو اپنے رشتی جال میں پھنسا کر جکڑتی ہے جیسے یہ جال ا فولا دکڑ خیروں سے بنا ہو بلکہ شادیاں سے بھی زیادہ مضبوط۔  
”مجھے تمہاری سوز سے بھی اختلاف نہیں ہوا اس لیے نہیں کہ اپنی ماں کے نظریے سے بغا رکتے ہو بلکہ اس لیے کہ تمہارے خیالات انسان دوستی کے علم بردار ہیں اور میں انسانیت کو بھی ہے جسے اگر انہماک سب کا فرض ہے۔“

داجان جلنے لگی خال میں گھونٹے ہوئے کھیر دے تھے، ان کی نگاہیں بظاہر اس چہرے پر مرکوز تھیں مگر ذہن کی رسائی کسی اور طرف تھی۔  
فرما دے کہ میری نظروں سے انہیں دیکھا تو وہ خود میں لوٹ آئے۔ اس کو دیکھ کر بڑی اور صرست سے شکر آئے۔

”آئی ایم وہ یو مائی سن (میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹے)۔ تمہاری خوشی میں ہی میری خوشی وہ اسے اپنے ساتھ لے کر اچھے کھڑے ہوئے اور رنگ روم میں لے آئے۔ چائے خا دوبارہ گرم کر کے دے گئے تھے لہذا چائے پینے کے دوران کئی باتیں ہوئیں اور داجان امر لاکھ مل کر کھٹے اور اس میں موزوں مشوروں سے تہہ کی رہے۔  
جب وہ داجان کے ہاں سے لوٹا تو بالکل فریض تھا۔ ساری کھانا پیسے غلوں میں اتر گئی ایسے میں زوہا نے اپنے کی خواہش بہت شدت سے سمجھیں ہو رہی تھی مگر فی الوقت اس کا ہونا بہت مشکل تھا۔

گزشتہ ایک کھینچ کر کام ہنوز التوا میں پڑا ہوا تھا۔ اس کا ذہن کسی ایک نقطے پر مرکوز ہوتا ہے جیسے جاکہ جاتا تھا۔ سمجھتا کہ اس قدر بڑے سخت پیچیدہ میں اس نے انکار تو کر دیا تھا مگر اس بعد جو دل سے احتجاج شروع کیا، وہ جیسے اپنے پشیمان اور ناسف کی دلدل میں پھنسا ہے جا سمجھتا کہ رانگی کا خیال آتا ہوا کہ آدھوگا، یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ دل کے تقاضے سے واقف ہوتے ہوئے انہیں ہنر کی جس طرح وہ بھی کا مظاہرہ وہ کر گزری تھی، وہ اس کے بعد صرف اور صرف پتھریا جسے یہ تہہ میں ہو گئی تھی۔  
”کیا ہو جاتا ہو وہ اس کی بات سن لیں۔ رشایدہ زندگی کے لیے کوئی حسین خوشی ہو کوئی را فوری یہ مل جاتی ہے۔“

اس کا دل چپکے چپکے بس بھی کہ جا رہا تھا۔ اور وہ صنف ناکارک ہونے اور غیر معمولی حد کا حساس ہونے کے باوجود اپنے دل کو سمجھتا ہے کہ رشید کی ہر چیز میں جیل میں گرفتار ہونے کا ہوا جا رہا تھا۔ اپنی خواہشیں پوری کر کے اپنی فرائض مٹانے پر رضہ ہوا دیتا تھا۔ مگر خواہشیں کی تکمیل کی عیاضی وہ افزہ نہیں کر سکتی تھی۔ ایک ایک سکنے میں دس دس دل ناواں کو جو کھڑی، سمجھاتی، پہلاتی۔ مگر اس کی شوریدہ سری اور جذباتوں کی آشفتہ سری اس پر عذرا کوئی زور نہیں مانتی تھی۔ نہ ریت پر نہ نقش مٹاتی جاتی ہیں۔

”آپ میرے مالک! میں کیا کروں؟“  
”میل پر سر لگا کر بے اختیار آکر سناؤ ڈالے۔“  
اس دفعہ کے بعد سے سمجھتا کہ خفا سا ہوا گیا تھا۔ وہ سانس آتی تو نظر اٹھا کر بھی زور اور جو دیکھ بھی لیتا تو نظروں میں ایسا شکوہ، ایسا ناسف ہوتا کہ وہ خود کو قہر سے پیچنے کے با

لہنہ دل کو یہ بات باور نہ آ پاتی کہ میں راہ کی طرف سمعان علی غریزی کی آسے بلارہا ہے اس کی منزل کا شراخ اس کے پاس نہیں۔

”مگر سمعان کے پاس تو ہے۔“ وہ جھلکاتا۔  
”یہ اس راستہ کا دل اور ہے۔ وہ راستا ہے جو ابلیس نے منتخب کر رکھا ہے۔“ وہ دل کو جھڑک دیتا۔

اور اس کی منزل کا شراخ ہے تمہارے پاس؟“  
دل کی عدالت میں کھڑی وہ اس جرح پر آسنوئی کہ کر رہ جاتی۔  
اور اب بھی آسنو، یہی سمجھتی پاتی انھوں سے آبل ابل کر گرد با تھا اچھا ہے دھتھی کے وجود احتیاج کر رہا تھا۔  
”پس زمین۔“

بہن شادیلے سیٹھ جیوں سے ہی نکارتا پلا رہا تھا۔  
”اس نے جلدی سے زرخ پھیر کر آسنو صاف کیے اور ایک کی الماری میں رکھی ٹیٹ ٹیونز کی ترتیب کو خواخواہ پھیلنے لگی۔  
”میں آمدنا جاؤ گی۔“ یہ چون اجازت طلب کر رہا تھا۔  
”ہوں۔“ باوجود ضبط کے آواز جھاری ہو رہی تھی۔  
”وہ ای سمعان سر بلارہے ہیں آپ کو۔ آپ کے سیرنگ کلاس کا حاضری والا ریشٹ نہیں بھرا یا ہے انہیں۔“ چون نے اندر داخل ہوئے ہی میکینگی انداز میں پیغام ڈھکوا دیا تھا۔  
”اوہ۔“ وہ جیسے خواب سے جاگی۔

بہن ختم ہوتے ہی دن ہو چکے تھے مگر اس نے اب تک مرسط سمعان کو نہیں بھیجا تھا۔ کل بھی اس کی ساری چیز لے کر اس نے یاد دہانی کرائی تھی گول کی اٹھا کر پھینکا دئے اسے اس قدر کلان کر رکھا تھا کہ داؤد شت صرف ایک نقطے پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔  
دل تو اس کی پھلنے پر مگر تھا۔ اب تو جیسے ہوا چاند بول تھا، ذرا سی ٹھیس پر جھلک جاتا، کلاس کا اشفاق پر فطیان کے رکھتا تھا، آج اس کی خفگی آزدہ کیے دے رہی تھی۔ اور اس کے دھناتی میں وہ کوئی کام شکیب سے نہیں کر پا رہی تھی۔  
بہت وقت کے تقاضوں کے بعد جیسے پیٹ کھیر کا مٹا ہوا بارگڑا تھا ہے، ایسے یہ بہت طویل مارتا کھانے کھانے کسی کلاس کا بھی نہیں ہر اسان کر ڈالتا ہے جیسے وہ بہرہ گیری تھی۔

چلیں پس زمین۔ سمعان سر کو بلارہے ہیں جیو۔  
چون سر پر سار تھا، وہ خوبصورت لوٹ آئی۔  
”اچھا۔ تم چلیں آتی ہو۔“ زرخ پھیرے پھیرے اسے جواب دے کر اس نے زرخ دلوں کی پینیلی کی صاف کی اور دیر نہ اٹھا کر دھیرے دھیرے سیر حیاں آکر آئی۔  
”انھوں میں پرینا اس کا ہاتھ سے سمعان اس سے کسی طرح پیش آئے بقیوں ارم، دو دین دن سے سمعان سر کا پارہ آسان سے تھیک رہا تھا۔  
”وہ جانتی تھی کہ ایسا کیوں ہے؟“

”کر لائے۔“  
”لڑتے انھوں سے دستک دینے پر اندر سے بہت شہرے ہوئے پھر میں جواب آیا۔  
جاتا تو تھا ہی لہذا ہی کر لائے کہ گہری سانس پھری اور دروازہ دھکیل کر اندر پہنچ آئی۔  
”میں سر پر رشتش کا آواز قابو سے باہر تھی۔  
اس کی آواز پر سمعان نے انشرا کام رکھتے ہوئے نظر اٹھائی۔

پہلی نگاہ میں ہی اس کی ہنسی ہوئی جیسگی بلکہ اس کی بصارت کے حصہ میں آگئی تھیں مگر  
 وہ بھی شے سے نشان تھے آنکھوں میں تیرہ لگا ہوا اور آواز کا بھاری ہیں۔ سب گواہ تھے  
 وہ چند لمحوں پہلے روٹی ہے۔ ستون چہرے پر اب بھی مضبوط گریہ سے سرخی چھا رہی تھی۔  
 پلینز تشریف رکھے۔

اس کے لیے ہیں آپ ہی آپ رچاؤ اور نرمی آجاتی تھی، کسی شہوری کو کشش کا اثر  
 دخل نہ تھا۔ کبھی بھی وہ خود متوجہ رہ جاتا۔

کیا بات ہے نرمین؟ آپ کچھ پریشان ہیں؟  
 باوجود کوشش کے وہ اپنے لیے کا تردد چھپا کر رکھا اور وہ جو مشکل اپنے آنسوؤں پر بند رہا  
 سر اسیر کی بیٹی تھی۔ جسے جذب کرنے کی خاطر بلیں جھپکے تھی۔  
 پلینز۔ ٹیلی۔ کیا آئی بلیپ ہے نرمین؟ پلینز کے ہاتھ تھے۔ کیا میں آپ کی کوئی مدد کر  
 سکتا ہوں؟

کنبھوئی پر بوجھ ڈالنے ہوئے وہ میز پر اس کی جانب ٹھیک آیا تھا۔ نرمین سے سراٹھانا  
 ہو گیا۔ اس قدر اتفاق پر انبساط کی بجائے تاقت اور ملال پر کھان کر رہے تھے۔ لگا تھا۔ بلکہ  
 کی انتہائی تھی۔  
 نعمان نے اس کی آنکھوں میں آخری بے چارگی کی بدلی دیکھی تھی جو کسی لمحے بھی برس سکتی  
 تھی، جلنے اس کی یاد بھی تھی؟

نیر خیال ہے آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، آپ کو آرام کرنا چاہیے  
 کتنی ہی دیر تک باوجود کوشش کے وہ جواب دے سکی تھی تو نعمان تشویش سے اٹھ  
 کھڑا ہوا۔ اس نے گھبرا کر نظر اٹھائی، وہ اسے ہی نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔  
 ہم۔ میں ٹھیک ہوں سر۔  
 وہ بیشکل بول سکی تھی۔

نعمان نے بے یقین نظروں سے اسے دیکھا۔  
 آئی ایم سوری میں دیش کا کام کل نہ کر سکی۔ آج اسکول آف ہونے سے پہلے ہی کر دوں گا  
 نظر خرا کر اپنے آنے اور اس کے ٹکانے کا مقصد گھبرا دیا دلا دیا۔  
 نعمان نے بے اختیار گہری سانس بھری۔ اس کی کمری سے ذرا غافلے پر کھڑا ایک ہاتھ  
 میز پر لٹکا ہے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ چوائے بیرون پر بیشکل کھڑی تھی۔  
 ہمیں کسی تاثر کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟

پلینز پر یاد دلا دیتے ہوئے اس نے اس کی جیسگی بلیوں کو لیوٹر دیکھا۔ لیوٹر میں طنز نہیں تھا مگر  
 نرمین ہوش کٹے تھی۔  
 مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ پیر کے ناخن سے کارڈ کھینچتے ہوئے گویا اعتراف جرم کیا  
 تو خیال رکھا کریں نا۔ ہر شے اور ہر بات ایسی تو نہیں ہوتی کہ اسے نظر انداز کیا جائے۔  
 بعض چیزیں زندگی میں ایسی ہیں کہ انہیں کسی اہمیت نہ رکھتی ہیں۔ انہیں کسی فیصلہ خیز روی کی طرح اسٹور کر  
 نذر نہیں کرنا چاہیے نرمین۔

اس کا جواب اس کے الفاظ غریبی نہیں کہہ رہے تھے جو بلا ہر بنا رہا تھا بلکہ ان جملوں میں ایک  
 بہت طویل صفوں تھا جو اس نے چند لمحوں میں کہہ ڈالا تھا۔  
 نرمین نے بلا ارادہ ہی نظریں اٹھائی تھیں۔ تجزیہ اور بے حد حیرت توجہ سمیت مضبوط پلچ  
 میں بولتا ہوا جو شخص سامنے تھا، اس کے آگے وہ خود کو کشش غرور محسوس کرنے لگی تھی۔  
 اور یہ احساس اس لمحے اس قدر غالب ہوا کہ بے اختیار آنسو جھپکے چلے گئے۔

ارے ارے۔ نرمین۔

سمعان اور خود وہ بھی اس بے اختیار پر متوجہ رہ گئی تھی۔ وہ گھبرا کر اس کے نزدیک چلا آیا۔  
 مگر آنکھوں پر اب قابو نہ رہا تھا۔  
 نرمین۔ پلینز اس طرح مت روئیں۔ اس ریشی اور میز رنگ (It's really over bearing)۔

لیوٹر میں گاڑی اور خود تھا۔  
 فیکس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ ایک بار پھر اس اپنا سٹاک کا اعتبار کر گیا تھا جس کے جواب  
 میں پلے پلے سوہی ہی اسی بل کی تھی مگر جذباتوں کے آگے کچھ تو دھنیں ہوں بے اختیار ہوتی ہیں جیسے  
 جواؤں کے جھوٹے پراڑے ہوتے ہیں۔ جہاں لے جائیے جاتے ہیں۔

کئی دنوں کا غائب تھا، لاوے کی مانند پھوٹ رہا تھا۔ نعمان سمجھ نہیں سکا کہ وہ کیوں رو رہی  
 ہے اور وہ بے حد شرمندگی محسوس کر رہی تھی، ان بے لگام انکسوں پر جو بی بادل برسات کی طرف  
 برسے تھے۔  
 کتنی ہی دیر وہ روٹی رہی اور نعمان چپ چاپ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ شاید وہ اس کا غبار  
 نکل جانے دینا چاہتا تھا۔

جذباتی کیفیت سے نکل کر اس نے آنسو صاف کیے تو نظر اٹھانا محال ہو گیا۔  
 صلیلا جواب دے گی کہ وہ اسے یہ تو قہی نا؟  
 میں چلوں گی سر۔ ہر ناگہانی سوال جواب کیسے وہ جلنے کے لیے بیٹھی مگر اس نے پکارا لیا۔  
 نرمین۔

لیوٹر کا بھاری پن اس کے اٹھتے ہوئے قدموں کو وہیں دنگ رکھا۔ مگر پلٹے کا یارا نہ تھا۔  
 نعمان خود ہی قدم آگے بڑھا آیا۔  
 وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی بات سننے کی منتظر تھی۔  
 آنسوؤں سے بے بسی تو ثابت ہو سکتی ہے مگر مزہ زور سے تو نصیحت جذباتوں کی نفی نہیں  
 کی جاسکتی ان انکسوں سے۔ جو میں نے نہ دیکھے ہوئے بھی کہہ ڈالا، اس سوال کا جواب مجھے  
 مل گیا ہے۔ یقین اور ضبط سے بھنکار اس کی آواز نرمین کی سماعتوں کو دھوکا دے گی۔

نق۔ جی۔ بے یقین کا شائبہ حیرت میں نہ دیتے ہوئے پلینز کو یہ سوالیہ نظروں سے آئے دیکھنے  
 گئی تھی۔  
 سوالیہ جی کے جواب میں وہ بے ساختہ شکر کر کے دعا پھینکا سے بولا تھا۔  
 آنکھوں میں اس نے اسے غریب صورت انکسوں بھرے رنگ پکڑے لے رہے تھے کہ اس کے  
 نظر اٹھنا مشکل ہو گیا۔

انکسوں سے ہوئے اس نے اسے اس جتنی خوش چہی سے نکالنے کی آخری کوشش کے  
 طور پر سراٹھا کر کچھ کہنا چاہا۔  
 آپ غلط نہیں سر۔  
 میں مزید غلط نہیں کر سکتا نرمین۔ مجھے ادھر ادھر بٹھکانے کے بجائے آپ گراس ناہ

میں میری سفر پر جا میں تو یقین کیجئے۔ زندگی سے کوئی شکایت نہیں رہے گی۔  
 وہ اس کے آگے ہوئے حواسوں کی مکمل تصویر بنی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک جذب  
 سے بولا تھا۔  
 اودہ خدا۔ تو وہ وقت آئی گیا جس سے میں خوفزدہ تھی۔

اس کے اندر جیسے دل بیٹھتا چلا گیا سر بلا ارادہ ہی بغیر میں بل اور اس سے پہلے کہ نعمان  
 کوئی اور خوبصورت فکر اس کی سماعتوں تک پہنچا نا، وہ برقی کی سی تیزی سے پٹی اور نیزہ قدموں

سے دہلیز پار گئی۔

وہ نکلا جاتا تھا مگر خود کو بروقت سمجھالیا جو باتیں اس کمرے میں ان دونوں کے درمیان ہوئی تھیں، وہ انہیں مزید زبانی نہیں دینا چاہتا تھا۔

تو بیٹے ہو گیا تو زمین یاد دہلی کے مذہب سے توہین اسیر کر گئے ہیں مگر اعتراف کرنا توہین منظور نہیں راکنگ پیئر کو تیزی سے گردش دیتے ہوئے اس کا ذہن سوچے جا رہا تھا۔

لیکن سمعان گریزی نے بھی ان تک ہلنا مانتی نہیں سکی تھی۔ یہیں اپنے اور میرے جذباتوں کے آگے سر ہٹ کر نہ پڑے گا۔

وہ درکی جو محض اس کی ناراضگی سے اس قدر ٹوٹ چکی تھی، وہ جانتا تھا کہ اس کی جدائی بہ وہ سبہرے کے گی۔ لہذا اپنے لیے اور خود اس کے لیے اسے حاصل کرنا تھا۔ اپنی محبت سے اسے جیتنا تھا۔

”ارے بے وقوف! محبت سے خراب ہیش محبت کی طرف ہی کھینچی ہے۔ تم ایلی اور میرے درمیان شرافت کی طوالت جتنی چاہو بڑھانلو، میرا ایمان مجھے تم تک لے ہی آئے گا“

اس کے پھیلنے موزوں چہرے کو قصور میں سمجھتے ہوئے وہ اس سے مخاطب تھا۔ بہت یقین کے ساتھ بے صداقتی و صدمت۔

”شکر ہے خدایا! اس انتخاب کے اس محض جکڑے تو خجالت ملی“

حسب معمول اس کی چاہیے لالچ میں لپی جا رہی تھی اور ان کی دونوں بعد زہد اور صہیبہ بھی خوش نصیب گروہ میں شامل ہوئی تھیں لہذا شکر کا سانس لینے ہوئے کوئی مسیری بار اس کے ہاتھ پر بلند یہ جملہ کہہ رہا تھا۔

”بس بھی کرو صہیبہ، اگر اتنی ہی بڑی گفتی ہے بڑھاتی تو میرے زہد سے! و صدمت کو تیسری بار کہا گیا ہے جملہ جملہ میں خاص وقت محسوس ہوتی تھی۔

صہیبہ نے سخت توجہ سے اسے سمجھوڑا۔ سب ہی جانتے تھے کہ اگر زندگی میں وہ کسی چیز کے لیے عقیدت سیر نہیں رہی ہے تو وہ صرف اور صرف اس کی اسٹیڈ تھی و گزیر باقی تمام کاموں کے لیے ان کے پاس دینے چاہتے ہوئے تھے۔

”جیسے کہ آج کل وہ عقل کا یادہ اوڑھے اسی سے پرے پرے پھر رہی تھی مبادا وہ اینڈر ڈال پروپوزل پر دوبارہ اظہار خیال کرنے اور اصرار کرے۔

”اوریکیا شیک ہی تو جتنی ہے صدمت۔ پیچھڑ پھان میں کیا رکھا ہے۔ اسے اپنا گھر بساؤ خڑے سے اور میں کرو“

صہیبہ کو بھی اسے شوخی سے صدمت کا ساتھ دیتے ہوئے معنی خیزی سے اسے دیکھا تو وہ جھٹلا کر رہ گئی۔

”شادی نظروں سے ڈالنا صدمت پر بھی اتنی دیکھا جتنوں سے بیچ کے انبا۔ میں بیٹا لائن کے ساتھ یہ خیر لگا کر اسے سب کے مذاق کا نشانہ بنانا دیکھا تھا۔

خدا صلی! کہ تھکا دے آئے جتنا جب انہی صہیبہ و لہسن سے گئی ہے“

زہد بھی پھیلنے لگی دونوں کے کافی پریشان تھی مگر صہیبہ کو جلاسنے سستا سے مہیا پیچھے رہنا اسے بھی قبول نہ تھا۔

”اگر اتنی ہی مزا آئے گا تو تم جی جانا دہلیز میری جگہ۔ سر توڑ دوں گی اگر دوبارہ کسی نے یہ بات چھیڑی تو میں نہ“

چائے کا ماگ بیٹھ کر وہ شہر جوالا بیٹھ کھڑی ہوئی تو وہ دینوں رنگا رنگا گھنٹیں۔

”خیریت۔ صہیبہ کو کیا ہوا ہے“

فوزیہ مون کو گروہ میں اٹھانے وہاں آئی تو پیر پختی صہیبہ کو جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

”موصوف کو شادی تو یہ ہو گیا ہے۔“

”بھائی ہستی ہوئی تو وی کی طرف توجہ نہ کریں۔ زہد کو چھوٹی بچی نے کسی کام سے اٹھا دیا تو وہ بھی صہیبہ کے بڑے موڑ کو درست کرنے لگا دی۔

”مدعو! کہ بھائی واقعی شیک کور ہی ہیں؟“

”مون کو بھائی اس کے حوالے کر کے فوزیہ صدمت سے سر جوڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ صدمت نے قدر سے چونک کر اس کے سرائی چہرے کے پڑھا پھر مسکرا دی۔

”نہیں، اس کی تو کوئی بات نہیں۔“

”تو میں معلوم تو ہے کہ صہیبہ کو صرف بڑھائی ہی کا شوق ہے اور اس کی راہ میں شادی تو کیا، اگر تم بھی حاضر ہوں تو وہ برداشت نہیں کرے گی۔ بس اسی لیے آج کل ہی سے خفا خفا پی پھر رہی ہے“

”صدمت اس کے موڈ اور مزاج کو جانتی تھی اس لیے فوزیہ کے سوال کا جواب دینے لگی۔

”مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ“

”وہ کیہ صہیبہ کر رہی تھی۔“

”کہیں کی کتنی لہذا کہیں بھی بولتے ہوئے اسے ایک نامعلوم سے احساس نے روک دیا۔

”یہاں بولو۔“

فوزیہ کا گریز صدمت کو ٹھٹھا گیا۔ جانے اس کے دل میں کیا تھا کہ وہ چپ ہو گئی تھی۔

”میرا مطلب یہ تھا کہ صہیبہ کہیں اور۔“

”آئی میں وہ احتشام الکی کے بیٹے خراب کا بہت ذکر کرتی ہے“

”کچھ اٹھنے، جھپٹے ہوئے بالآخر وہ دل کا دفتر زبان پر لے آئی۔

”مگر نہیں فوزی! انہیں تو وہ نسیم بھائی کی طرح سمجھتی ہے۔ وہ اچھے دوست ضرور ہیں، وہ بھی اس کے دوا جان کے ہاں اکثر ان کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ بلکہ فریاد بھائی تو“

”صہیبہ کی پڑائیش کلیر کرتے کرتے وہ دھانی میں وہ زہد کا نام لینے والی تھی کہ رنگ ملتی، فوزیہ جو کہ بہت صدمت سے اس کی بات سن رہی تھی، اس کے چپ ہونے پر چونک کر رہ گئی۔

”فوزیہ کی سبائہ نظروں کے جواب میں اس نے نظارہ ادرادھرتے ہوئے کہ ڈالا۔

”کس کو؟“ اسے اشتیاق تھا جانتے کا۔ فریاد اور ادھرتے ہوئے دیکھا تو تھا اور دونوں ہی اسے اچھے لگتے تھے۔

”تھکے ہوئے اور انہیں۔“

”جانتے تو واقعی پڑی پڑی جڑی ہیں۔“

”معلوم نہیں۔“ اس نے قصداً لالچی کا اظہار کیا اور پھر بڑی آسستگی سے فوزیہ کا دھن ان دوری طوف منبدلہ کر دیا۔

”البتہ وی دل میں صہیبہ کو خوب کوسا جو دھروں کے جھگڑا میں پڑ کر اپنی پڑائیش آکوڑ کر رہی تھی“

”سخت لالچ سے رخصتہ جگر اور سفید میز کے حوصلہ افرار مشیت جواب دینے کے بعد مسرت بھائی کے قدم تو پیسے میں پھین کر رہے تھے۔

”اس کے قدم تو خوش تھی انہیں کہ بس وہی جانتی تھیں۔

”البتہ بیٹے کی خوشیاں اور اس کی اولاد دیکھنے کی خواہش تھی زہد اور ادھرتے ہوئے ہے، وہ بڑی تھک سے کسوں کر رہی تھیں۔

”ایندو تو پہلے ہی ان کی کتنی سے گھبر کر شادی کی ہامی بھر چکا تھا، اب تو محض صہیبہ کی تصویر

دلکشا باقی تھا تو گریہ بھی بہت بڑا مرحلہ تھا مگر وہ پر یقین تھیں کہ وہ ان کی پسند کو ناپسند نہیں کرے گا۔

اور اس اقبال کی بدولت آج کل وہ بے حد خوش تھیں مگر سب معمول ایزد کو فرصت نہیں مل رہی تھی کہ وہ ان کے ساتھ جاکر مسجد پر کھڑے کر کے لہذا انہوں نے تصویر بھی دلکشا کے کانفیڈ کر لیا تھا۔ مگر وہ اتنے سے وقت کے لیے بھی ان کے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔

مگر شش دنوں سے تو وہ شہر سے باہر جا رہا تھا چنانچہ بیچ بھرائے آج ہر صورت اس سے بات کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

”دیکھ لیجیے آپ اپنے لاؤ گے کہ قوت۔ میری تو کوئی بات نہیں منقاد۔ آج بھی آپ تنگ و غائب ہے۔ اور میں بالکل سلسل انتظار کر رہی ہوں کہ باہر آگئی ہوں۔“

رات آئی تب تک ایزد کو نہیں لڑا تھا، لی بی جان کیٹ کے چکر لگا لگا کر تنگ چلیں تو غصہ کھلا کر مدافعت بھرائی صاحب پر اٹھ دیا۔

”بس اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ آپ کیوں اس کے لیے خود کو تھکا رہی ہیں ہمارے سامنے بیٹھ جائیں اگر سب عہد رفتہ عہد گذشتہ کی باتیں کریں۔ شاید گھر کی تنہائی اور خاموشی میں کوئی دھوکا نہ ہو سکے۔“

میز پر ایک طرف رکھتے ہوئے وہ بڑی منمنگی سے اپنی شریک حیات کی طرف متوجہ تھے۔ لی بی جان نے منمنگی نظر ڈال کر جوابت شفع کا تاثر دیا۔

”بس رہنے دیجیے آپ۔ سب سے مزید مجھے کی باتیں ہیں مگر نہ تو یہ ہے کہ وہ اس گھر کی خاموشی کو سہی اور یوں کی آواز دے تو سب کا رادہ رکھتا ہے اور آپ اس سلسلے میں میرا ساتھ دینے کے متعنی ہیں۔ سب جانتی ہوں میں۔ حقیقتاً تو آپ اس کے جانی ہیں میرا تو بس دکھاؤ کہ ساتھ دیا جاتا ہے۔“

لی بی جان دونوں سے سخت برکشتہ نظر آرہی تھیں، تکیے پر سے لوٹیں۔

”اے سب گیم، اب ایسے تو نہ کہیں، آپ کا کیا خیال ہے کہ مجھے اگلے شے کی خوشیاں دیکھنے کا ارمان نہیں۔“

انہوں نے شامی نظروں سے انہیں دیکھا مگر وہ ہنوز غرق آ رہی تھیں۔ جمالت کا کوئی تاثر نہ دیا۔

”مگر میں اولاد پر جبر اور بزدلی کا قائل نہیں۔“

”تو میں نے کون سی فکر باشتقت میں ڈال دیا ہے آپ کے بیٹے کو وہ جھینلا گئیں میں نے یہ ایک کام۔ مگر یہ تو یہ ہے کہ وہ اچھی اپنا کبیر شہر جانتے ہیں مصروف ہے۔ غامدی اس کی ترمیمات میں دلچسپی نہیں۔“

”محض آپ کی خوشی کی خاطر تو اس نے ہاں بھی کہہ دیا ہے۔“

”ورنہ حقیقت وہاں اب بھی ہے میں نا اہلیوں جانتا ہوں۔ وہ رمان سے بولے۔“

”مجھے ملے کی کیا بات ہے۔ شامی کی بھی عمر ہوتی ہے، کام کا کیا ہے ساری عمر گھر نہ ہے۔“

”دو گنا تو اشتیاد اٹھ چلا ہے کہ تو کیا اس کے باعث زندگی کے تمام معاملات نہیں پلٹ ڈال دیے جاسکتے ہیں۔“

”بیمہ بھرائی شوہر سے قطعی متفق نہ تھیں۔“

”کیونکہ وہاں بیمہ، وہ اچھی اس چیز کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا مگر کیا اسے آپ کے خیال میں دینی چاہیے۔“

”اگر وہ اہمیت نہیں دے رہا تو کیا ہمیں بھی اُنھیں بذکرہ کرنی چاہییں۔ وہ اولاد ہے اچھی“

”محض ایک جگہ تو جبر کو ذکر کر کے ارد گرد کا کوئی بلا بیٹھا ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم بھی اپنے فرائض سے غافل ہو جائیں۔“

انہوں نے تیز بیچ میں گویا شوہر سے سوال کیے۔ جواباً وہ دھیرے سے ہنس پڑے۔

”کھنا تو خیر آپ کا بچا ہے مگر میں کھینچیں ہر سونے بجائے کا کمال نہیں۔ آپ کی اہل رشتہ ہارنے کے بجائے صرف لڑکی سے ملوا دیں اسے اور باقی معاملہ اس پر چھوڑ دیں۔ یوں ہی یاد صاحب بھی بہت بھرپور ہیں یاد پر۔ اسے بے حد پسند بھی کرتے ہیں غالباً اپنی بڑی

لی کے لیے ان کی خواہش ہے۔“

”رمانیت سے کہتے کہتے وہ اس بات کی طرف آگئے جس پر وہ کئی دہائی سے سوچ بچار کر رہے تھے۔“

”کیا مطلب، کیا یاد صاحب نے آپ سے بات کی تھی؟“

”بیمہ بھرائی حیران سے سوال کرنے لگیں، یہ خبر بھی عجیب خبر تھی ان کے لیے۔“

”نہیں، ایسا تو انہوں نے بھی نہیں کہا، مگر بچا ہی یاد ہے وہ مجھے ملے گھر آئے تھے تو ایزد کی بہت تعریف کر رہے تھے۔ ایسا سارا کام یاد تقریباً اسے ہی سونپ رکھا ہے انہوں نے۔“

”اپنے بیٹے سے زیادہ اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اسے اپنا بیٹا سمجھتے ہیں اس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں ان کی۔ کھنگھنگا کا اعزاز اور نظروں کے چناؤ سے میں نے یہی انداز کیا۔“

”اور یہ بات تھی تو آپ مجھے پہلے بتاتے، اب تو میں نے سفید بیمہ اور خزانہ بیمہ تنگ سے بات کر لی ہے۔ انہوں نے تو حقیقت جواب بھی دے دیا ہے، علی صاحب بھی اس رشتے پر غور نہیں کیا اور آپ۔“

”وہ حقیقتاً پریشان ہوئے ہوں انھیں۔“

”زین کا تو انہیں واقعی خیال نہیں رہا تھا۔ یوں بھی ان کے گھر کے کافی خوش بیت تھا۔“

”اچھا۔ تو اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے۔“

”بیمہ، وہ آپ کا بیٹا ہے جان دل، جیسے اس کا رشتہ ہے کہ میں نے تو محض ایک غرض ان کے لپچے سے سنوس کی تھی، سب آپ کو بتا دی۔“

”مگر ضروری تو نہیں ہے کہ باوجود صاحب کے احسانوں کا برابر بچہ گائیں کہ ان کی بیٹی کو بوائے، پچھلے وہ آپ کو پسند ہو کر نہ ہو۔“

”آخری نظر انہوں نے جان بوجھ کر پچھیر کر دیا۔“

”اچھا۔“

”پسند ناپسند کی کیا بات ہے۔ یہاں سب کی اچھی ہوتی ہیں۔ پھر یاد صاحب کی بچیاں تو مجھے اپنے مزاج کے حصے ہیں کے باعث ہمیشہ اچھی لگتی تھیں۔ البتہ ایزد کے لیے کبھی اس کا خیال نہیں کیا، اگر ایسا ہوتا تو میں کبھی اُسمان کا جھنڈا بچہ میں نہ لاتی۔“

”غضب خدا کا۔ کیوں کی کوئی بوجھ ہے جو ہم اپنے کا بدلہ لینے کے لیے اسے اپنا لیں۔“

”بھرائی صاحب کی اہمیت نہیں تھی کبھی تھی کبھی نہیں تھی۔“

”اور وہ میگزین آگے رکھے نظر اس میں غرق تھے۔ ایزد کا سارا وقت اکثر اوقات ان پر ہی اُترا تھا سب آج بھی وہ ان کے نرے میں پھنسے اپنی دہل پیر پیر بیٹھے۔ بس پچھلے پچھلے منکر سے بارہ تھے۔“

”تو یہ شرمین۔“

”جس تو میں منور ہو جاتی ہے کسی بھی چیز کی۔ اب جہ کہہ رہی ہے تو ہاں نہیں ہوگی۔“

”ہاں کہہ دی تو نہ کہہ دو اسے بند، نکال ہے یہ بھی کوئی بات ہوئی۔“

”زارا اس کے ساتھ چلتے ہوئے بے نقط شستہ جا رہی تھی۔“

”اُحد ہاں راکلاں لیلو ہے، پھر اب تو ہم اپنے دوست بھی بن گئے ہیں، پھر تمہارے اس





مشرقیں فطری گھبراہٹ پر قابو پا جانے کے باوجود کچھ شیشا ٹکڑی تھی، اتنی صاف گوئی کی شاہ اسے امید نہ تھی۔

نہ میرے بھائی کی شادی کا کارڈ ہے۔ تبہیں آساکے بہر صورت میں، کوئی انکار نہیں سنوڑ گا۔ میری طرف سے صرف تم اور زارا ہی انوائٹڈ ہو لینے انکار مت کرنا۔ تمہاری سسٹر زمین بچے بہت اچھی تھیں، ان کے لیے یہ کارڈ علیحدہ ہے، آتن کا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ انا پیر میں مت گھنٹا کرنا نہیں بہرے دھوئے۔ یہ لے کر لا رہا ہوں،

مشرقات اور خوشی سے انوائٹڈ تھی میری دھوئیں جتنا تادہ اس لیے مشرقین کو بہت اپنا پنا لگا تھا کہ کچھ دہائی ہوئی۔

انہیں کئی دیواریں کھڑی کر کے تعقیب اس کے سامنے رخصت کرنے گئیں۔

ایسا مودی ہے کہ ہر بار رقتل کا ساتھ دیا جائے، یہی گھبراہٹ کی بھی مانی لیتے ہیں شرمیلو۔ آخر ان کا یہی نوع ہے۔ اندر سے آواز آتی تھی۔

دیر کا آواز ابھی بڑھی، یہ قل کا، بھانجیاں دس کر رہ گئی۔

اس نے کارڈ اصرے کے ہاتھ سے لے لیا۔ انداز میں تعلق تھی نہ انکار۔

جب کہ اصرے کو دیا تھا کہ بہت کم کوئیں کرنا پڑے گا اور کچھ دیر پہلے تو وہ بھی دو گنا انکار کا سوچ چکی تھی۔ کچھ سحر ہونے سے اسے اسیر کر لیا تھا۔

تم آؤ گی۔ قدر سے جھک کر اس نے سرشار دی سے پوچھا۔

وہہ۔ کیا کسکتی مگر کوئیں کروں گی۔

سہری کا رڈ پر دھڑک رہی تھی۔ اس کی نظریں نیچی ہی تھیں۔ شاید ابھی یہی جوڑا میں پڑھ کر شرمیلو ہوئی تھی۔ اسے پچھانا مقصود تھا۔ اصرے کی کیفیت سے خطرہ نہ کرنا دیا۔ خط و خب و دل پر چڑھتے اور جھپٹا ہٹ کی گناہت چھائی تھی۔ مشغول وہیں تھی۔

کوئیں پر ایم ہو تو میں پس کر لوں۔ یہ ڈی جاہ اور نرود سے سوال کیا۔

نہیں، آئیے ایک ایک اپنے اپنے میں ڈھکیچڑھائی کر دینا ہے میرے اور زمین کے لیے۔

اسی سے اجازت مل گئی تو ہم انشاء اللہ آجائیں گے۔

اس کے غلوں اور دیوؤں کے آگے اسے اپنا کر بے جت بودا اور مرض اذیت پرستی گمراہی تھیں۔ آئیے اہم رہیں کرٹ قل۔

اصرے خوش سے کھل اٹھا تھا، یہ مدد دل اور یہ مسکراہٹ لبوں پر سامنے ہوئے وہ اس کا مشکور ہو رہا تھا۔

اس نے ایک نظر حرمت سے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں خوشیوں کا قافلہ اڑا ہوا تھا، کتنے عرش نصیب ہے اصرے کی اس فطری خوشی کا اظہار کتنے الطیاف سے کر رہا ہے جب کہیں کوئیں۔ یہ پرواز دل کی کرو۔

زارا شاید اس لیے لونی تھی، وہ پھر مارتے سے نکل آئی۔ بلا سوچے سمجھے جو کچھ زارے تھکلا اس نے لے لیا۔ اصرے کی سکران نظریں اس کے گرد تھیں سو وہ کچھ اور نہ سوچ سکی۔

البتہ داپہیں پر زارا تمام وقت اس پر مصروفی غصہ کرتی رہی کہ اس نے اصرے کے بچنے پر کیے بلا جوں کی بکاؤ نہ تمام لیا جب کہ اس سے کتنا لڑائی تھی۔ اب وہ کیا کہتی کہ ساری بات صرف سامنے والے شخص کی ہوتی ہے۔

بھلا سحرلوں کے کچھ بھی کسی کی بیوی ہے۔ بالخصوص ایسے لوگ جو خود کو اس سے بھرے زارو کرنا بھی نہ چاہتے ہوں۔ ان کے لیے تو یہ کام اور بھی دشوار ہوتا ہے۔

تم باؤس میں اب رکی شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں۔ چند روز بعد ہی اس خصوصیت دن کو آنا تھا جس کے اشتہار میں اب سے پروگرام بھی رہے تھے۔ فردا آٹھن سے لوٹا تو گھر میں دہی شور۔ اور منگنا بھی چلا تھا۔

رشتا اور شہین ڈانسن کی پریکٹس کر رہی تھیں۔ ساتھ میں ثنا اور منیر کی ہدایات جاری تھیں کہ دیوں اسٹیج لو، اس طرح پیر رکھو۔ وہ اپنے کمرے کی طرف جانا چاہ رہا تھا کہ اصرے نے وہیں سے پکارا۔

بھائی آئیے۔ ذرا اپنی کمزوری کی مہارت تو ملاخندو مانیے۔ کتنی محنت کی ہے۔ انہوں نے یہ اصرے کے لیے میں ملن تھا۔ فردا دنے دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات سے اسے ناگوار محسوس رہی تھی۔

اس طرح کی بے ہودہ حرکتیں ان دونوں ہی کو محنت ناسد تھیں۔ جب کہ باہر بھائی ہائی سوسائٹی کی مقرب روایات کا بہت احترام کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی ملنے کے ہم کتاب تھے۔ اصرے کو بھی ان سب سے بڑی دوستی اپنی پریکٹس دکھانے کے لیے روک لیا تھا۔

کیا کوئی اور حرکت ہے؟ فردا کوئی دھماکا کیساتھ ہی ہو گیا۔

تمام لڑکیاں ساکت رہ گئیں۔ سب کے مٹو ٹیک دم آف ہو گئے۔

سب کیا جودا ہے؟ تم لوگوں کا رواج تو درست ہے۔

شہیت تھیں میں ملیوں وہ سب پسینے میں جھپک کر میں دوڑے۔

سے تو اس کر رہی تھی کہ فردا کا غصہ سا توڑیں۔ آسان کو بھگتے لگا۔

کیوں ایسا کیا کیا ہے ہم نے۔ اور تم سب بات پر اتنے خفا ہوئے ہو؟

شانے کے چہرے کو سوال کیا تھا۔ اپنے دل سے پھر پھر اس کی خاطر تو وہ یہاں آتی تھی۔

وگرنہ اس کے بڑے تیرووں کو برداشت کرنا کسی کے لیے بھی ممکن نہ تھا۔

نہ یہ جو وہاد کم فکرم جا کر نہی ہے۔ اب اگر میں نے تم میں سے کسی کو اس طے میں سے سب کر دیکھا تو توڑی طرح سے چیخ اڑوں گا سمجھیں۔ شرم آئی چلیے تبہیں شریف گھراؤ سے تعلق رکھنے والیوں کے یہ انداز ہوتے ہیں یہ۔

حققتہ اور فخر سے زیادہ اس کے انداز میں حقارت اور فحاش تھی تاسف تھا۔

اس سب کے یہ سکرولوں سے سر پر بچھتی۔

”تو تمہارا مطلب ہے۔ تم کوئی آوارہ لڑکیاں ہیں۔ اپنی خوشی کے لیے ذرا سا ڈانسن کر لیا تو تم نے میں پر زاری کرنا بد۔ تم خود کو کیسے کہو؟“ شہین کا بارہ بھی لونی ہو چکا تھا۔

”شٹ اپ۔ جو میں نے کہہ دیا ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔ اینڈ ناؤ آف فردا پھر“

جلال کی حالت میں تو وہ سماج کی سب سے خفا تھا پھر جھلائی کی کیا دانت تھی۔ اصرے کے اس قدر شدید رد عمل پر ششور سا کھڑا رہ گیا۔

”ماٹی ٹ۔ کیا میں عاؤم؟ تمہارا کھن۔ اب تو شہین بھی معافی مانگیں تو نہیں آئیں گے اور ہر اینڈ ناؤ پھر شریف راونے، شرافت معنی ہو سکر اس کی روایات اپنے لیے ہی کام آ رہا تھا۔ یہ انہیں سبوں بھی اس کے ذمے سے مبرا آسکے۔

رہنا تو شتا سے بھی دو گنا آگے تھی۔

”جٹ بیوی۔ پلور رشتا۔“ شتا نے بہن کا ہاتھ کیج لیا۔

”اونپ۔“ شہین کو بھی تمہاری اس مڈل کلاس ذہنیت پر۔ اپنے بھائی کا علاج کراؤ۔

اور۔ یہ اب ہائی کلاس میں کیسے کر کے کتنی تیر رہا۔

غیرتے فردا کے پاس زک کر پڑی ڈھٹائی سے ہا اور پھر اصرے سے یوں بولی کہ اس کے



اوپر کے۔ عمارت شدہ محض شہادت نہ ہو وہ اسے چند لمحے دیکھتے رہیں پھر حکمرانی لوٹ گئیں۔ طوفان آنے سے پہلے تھا۔ آمد نے سکون کا سانس لیا اور تھک کر چم۔ صورت پر عکس کیا۔

اب آکر یہ ہوتم۔ بے رومی کی انتہا ہے؟  
سبحان کو دیکھتے ہیں فرما دے بے دخلی کے کہا تو وہ کان کھانے لگا۔  
پہلے بار، آئی ایم ویری سوری۔ آخری سہمی کی مصروفیت اور اسٹڈیز کے باعث بھی وقت نہیں نکلا سکا۔ اس سے فرصت مل تو آتے دن کی غیر حاضری کے باعث۔  
چوکام نامکمل رہ گئے تھے انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے میں دہیمن سے ہی نکل گیا کہ تم بھی آنالے۔ بیوی۔ ماما کی ناراض ہیں مجھے۔ تم بھی اسی لائق۔

فرما دیر بیٹے والے مونڈے کے مقابلے میں فرما داسے دیکھ کر بہت فیش ہو گیا تھا، انشا سے بولا۔ اور اس کے معذرت خرازاں پہنے۔ راستے نظروں سے اسے گھبرا دیا وہ جس نے مجھے معلوم تھا تم ہی ہو گے۔ اچھا غیر کھانے کے لئے گھٹاؤ۔ اس کے بعد تو کس قدر اچھا ہوا آسمان پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے انھوں کا نگاہ بنکر ان کی پیش رفت سے سڑکا دیا۔  
"یہ ہو کر سن اپنا کچھ کہو۔ عتیم میری توبہ، دعا، تو بھگتا ہے۔ بے بہار دیکھتے ہو تو ہم بہت اچھا کچھ کہو۔ جواب میں وہ سر ہلایا۔ نہیں دیا۔  
میرا خیال ہے دل کے آسمان پر بدلیاں ہوئی ہیں ابھی اس حدت میں بھی آپ کو سادہ کا مڑا آ رہا ہے۔ فرما دے غلطی نظروں سے دیکھتے ہوئے تھیں کیا تو وہ باقاعدہ تہجد پڑھا۔

ٹھیک کال کال میں۔ یقیناً تہجد سے دل کی گھولیں میں چرائیں ہو گیا ہے؟  
"ہاں۔ تم نے ٹھیک کہا کہ وہ واقعہ کسی دیکھ کر ہندو بیروں کی عمل کر رہی تھی مجھے بہت سہم سے ہوئے ہوئے وہ فرما دی طرف ٹھیک کر ملا اور وہ دل کی بات کہتا تھا۔  
فرما دے اس قدر توجہ سے دیکھا، ایک دو بار اس نے زمین کا ڈر کیا تو تھا گراس۔ سید کی اس انتہائی ہوشی ہے، اسے واقعتاً پتہ ہے کہ زمین پر دوست کی آنکھوں سے اچالے کی اسے خبر نہیں ہو سکتی اور اب جب کہ وہ خود مال دل اسے سن رہا تھا، فرما دے اس ایک بات کا خوب مزاحیا۔ اتنا دیکھا تو لگا کہ وہ فرما دی وہ درست۔ جو اس نے نوٹ کر کے کہا اس کے احساسات سن کر پائی تھی، باہر کے اس وقت کو کس کر رہ گیا، جب فرما دے اسے خوب زچہ ہوتا تھا۔

انڈا۔ ایک بنا ہے؟  
تین گھنٹے کی محنت ایک شراؤنی سی شکل کی بھری رومی کی صورت میں سامنے پڑی تھی وہ تو دیکھتے ہیں بیڑا باری۔

تو تبس کی شاہی ہی گولے نظر آ رہے ہیں؟ مدت نے غصے سے آنکھیں نکالیں۔  
"شاہی تو شاہی اگر سداہم مذاق رنگ کے ہوتے ہیں تو شاہی وہ ہی ہوں؟  
اس انداز سراسر سداہم مذاق رنگ کے ہوتے ہیں تو شاہی وہ ہی ہوں؟ اسے گھبرا گراس پر مطلق نہ تھا۔ چپس سے گرم گرم ایک ٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے حاضری کرنے کے انداز میں اس پر جھٹکا مارا۔

ہٹ جاؤ تم۔ کہ کر زہر مٹر کر دیا ایک با۔ زہا نے غصے سے پیش اپنی طرف کھینچ لیا۔  
خدا کے لیے اسے ایک تو زہر زہا۔ یہ تھوکر ساری بیکریوں میں احتجاجاً پرتال ہو جائے گی۔  
کیڈنٹ پر چڑھ کر بیٹھے ہوئے اس نے گویا دہائی دی۔

شٹ اپ۔ مدحت! نہ تو زہا کی میں تھرا ہوا؟  
بعد سوچی۔ گھریلے نظر ڈرا غلط کام نہیں اپنی ہونے والی ماس یعنی مسز ہارنی اینڈ سن کو دیکھ کر انہیں پھر کھینچ کر جوگنا ہے۔ تو زہا اس کے بہت اچھا نظر آ رہی تھی۔  
بھائی۔ کیا یہ لوگ تھک کر رہی ہیں؟ اب تو وہ واقعی گھبرا گئی۔ شیشی کر مدد طلب نظروں سے بھائی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ان تینوں کی کچی حالتیں تھیں۔ گہری ششکلاہٹ لیوں پر جلنے سے شون نظروں سے دیکھا تو وہ غصیلنا اٹھی۔

میرے منہ کرنے کے وجود اسی نے انہیں ملا لیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا میرے انکار و اقرار کی کوئی اہمیت نہیں؟ تا سرف سے اس کی آنکھوں میں جی آن آئی۔  
ان جالوں کی تو اس وقت خوب ہی آئی تھی، خوب ہی اسے چھیر رہی تھیں مگر اس کا دل جیسے اپنا ہٹ گیا تھا۔ بنا کچھ کہنے سے ٹھکری ہوئی اور پین سے نکل آئی۔  
"صوبی! تین دای جان ڈرا رنگ۔ وہ میں باری ہیں؟

سامنے شرح تہمت لائق میں ہی اسے مل گیا۔ اطلاع دینے کے ساتھ کچھ شرر نظروں سے آتے دیکھا تو وہ جل کر رہی۔  
"اوپو۔ تو گویا بیٹے کی اداؤں والا وار کرنے کا ارادہ ہے۔ انہیں بات ہے آگے بڑھو میری دعا میں تہجد سے ساتھ ہیں۔ اس کے سر پر ہوستی ہاتھ پھیر کر اس نے بڑکا نہ انداز اختیار کیا تو وہ غصیلنا کر لان کی طرف والے دروازے کی طرف بڑھی۔

آج مسز ہارنی انڈو کو مشکل اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہو سکی تھیں چونکہ وہ کئی دن بعد ہاتھ پاؤں اچھا تھا ایک ہوشیار دیکھنے سے اطلاع کر سکیاں دے رہی ہیں۔  
زہا وہ فریو سے ٹھیک اپنا تھا بلذا ان کی آمد سن کر کڑی سوچا کہ ان کے سامنے رکھ دے کہ گراس اس کی بیہوشی میں نہ بھی کر ان کے سامنے رکھا جاتا۔ وہ سو کر اٹھی تو چین میں پیچھے ہی رہے خبر غصے کو ہیں جس نے اس کا مؤخراب کر کے رکھ دیا۔

صوبی۔  
اتنی کی آواز اس کے کانوں میں غری پونچ رہی تھی مگر اس نے سنتی ان سنی کرتے ہوئے لان کا رخ کیے رکھا۔ اور انہیں پوری طرح سکون سے لان میں پڑی کین بیڑا پہنچی بھی دیکھی کہ کھلے گشت سے اندر آتے تھیں کو دیکھ کر ٹھٹھکا کر اور پھر ملا اورادہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

اسے سر کھرا جا رہے ہیں؟ کوئن ہیں آپ؟  
خواب مڑو کے باعث ہوسکتا کہ وہ دعا مگر اس میں ملکیت کا پاس رکھنا تھا، کوڑے تھوڑوں سے فوجا کو گھوڑے ہوئے استغفار کیا۔

مجھے اندر مڑا لیتے ہیں؟ اپنی دھن میں چلا وہ اندر آ رہا تھا کہ سامنے ٹھکری غصے سے سرخ ہوئی ہوئی اس کے سوال پر پڑی کہ کر نظر اٹھا لیا اور بے اعتماد دے جواب دیا۔  
جواب ٹھکری غیر متوقع تھا۔

جی۔! حواسوں نے پہلی فرصت میں دفاع دے ڈالی تھی۔

”یابی کو آپسے آپ کون کہیں؟“

اس کی گھبراہٹ کے جواب میں سوال ہوا تو فطری جھجکے پر فوراً ”بھاپا ہے تو نے اپنے اذنی اعتماد کو قرار دے کر کے کی کو کھل کرنے لگی۔“

”میں صہیبہ بنی ہوں۔“

جواب بنا ضروری تھا کیونکہ خاک جگہ جگہ اپنے ہوائی شکر کھڑا تھا۔

”دروا“

اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو دیکھ کر اس نے ہونٹ کھینچی، جانے کے انداز میں دیکھے کہ انداز میں شرمندہ کر کے اعتراف نہیں تھا مگر یہ بھی وہ نظر جھکا کر۔

نیشہاں چلی گئی۔“

”نابا“

اس نے لاپٹی کے اظہار کے لئے شانے دیکھے تو ابڑی گھٹی موچھوں سے ہونٹ مسکرا دیئے۔

”آپ اندر شریف سے ملے۔“

وہ لاکھ بولڈ سٹیجی تو آخر آئی ہی اس کی نگاہیں اپنا حصار کرتی محسوس ہوئیں تو بے اختیار کمر لگی۔

”شہور“

ایڑی نے بھی شانے دیکھ کر اس کی برہنہائی میں ڈرانگ روم تک چلا آیا۔

”بلین۔“ دروازے پر روک کر اس نے ایڑی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

”آپ نہیں کی۔“

بڑا بے ساختہ سوال تھا، یہ چیپ کی تھی۔

دروازے پہنچے تو سوراخ کی آغوش میں بیابان کی ٹیٹیں پیٹنے سے نکل کر چوڑا طواف کرتی تھیں جن کا دھڑکنے پر

ہلنے کی بھی راحت نہیں کی تھی کیونکہ وہ ایڑی کے سامنے کھڑی شرمندہ ہو رہی تھی۔

وہ کس حوالے سے آیا ہے اپنی طرہ جاتی گئی لڑاس کی آفریں چپ چپ کی میں سر ہلانا جس سے ایڑی کے

لبوں کی مسکراہٹ مزید گرم ہو گئی۔

جو کئی دھڑک رہا تھا وہ بھی فریب میں وہاں سے بھاگ کر کمر کھینچی سے ساتھ میں چھوڑنا تھا فوریہ اور بدحت نے یہ

نظارہ دیکھ لیا تھا اس لئے ڈانچ میں داخل ہوتے ہی اسے گھیرے میں لے لیا۔

”اسے کہتے ہیں پھیپھار کھم ہوتا۔“

فوریہ نے پل کی بدحت کو سامنے ہی تھی۔

”اور میں تو کیا تمہارے سامنے تھے کا اعتبار کیا جا رہا تھا اور جب موصوف سامنے آئے تو ڈراکرات کے جانے

لگے۔“

”فائل ہے۔“ دیبا نے بھی بدحت کے کندھے سے لگ کر کہا لی وہی۔

”جو کھوت۔“

وہ اس مسئلے کے تیار نہیں تھی بیٹا کی غصے سے آنکھیں نکالیں مگر ان پر اثر نہ تھا۔

”چھوٹا تو اب ہم بگنے لگے، اور خود جو حضرت کے ساتھ ہیں لگائی جارہی تھیں وہ کیا ”فریالے“ کے ذمے میں

آئیں گی۔“

بدحت کی توہن آئی تھی خوب غصہ ہی اسے چھریز تھی۔

”مراغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔“

موس نے درگم سے بیٹھے ہوئے اس نے جلالی انداز اپنایا تھا۔

”چلو تمہارے شہسوار کی بات مان لیں میں اب یہ بتاؤ کہ کیا کیا ہیں ہو نہیں۔“

دیبا نے جلدی سے، ہتھار ڈالتے ہوئے اس کی رائے پر سر تسلیم کر لیا اور پھر غریب بیٹھے ہوئے سرگوشیاں انداز

میں دھجے میں لے کر چھاپا اشتیاق کا پیکر بنی وہ تینوں سے یکدم زہر لگیں۔

”لا حول ولا قوہ ہو کر لوگ تو بالکل ہی بکا لگے ہو میں بھلا سہما نہیں کر رہی تھی ان سے۔“

”ان سے۔“ بدحت نے سچ میں ہی ایک کرستی نیز انداز میں نظریں خوشی سے سمجھا تو ہاتھ کے مکہ۔

”چلو ہم سب کسی دھڑک کر رہے تھے۔“

فوریہ کی سوتلی دہن آگئی ہوئی کسی ایسی اشیاء میں بھائی لوانات کی ٹالی جانے کیکن سے برآمد ہوئیں۔

”میں بھی بلینہ زائیں میں تھیں تو ان سب کا مشترکہ گلی۔“

بھائی کو دیکھتے ہی اس نے خستہ ہجر کر اٹھے ہوئے ہائی دی۔

”کیا ہو گیا ہے۔“

بھائی بدحت کو بلا کر اپنے ساتھ جانے لانے کے لئے کنا چادری تھیں کہ اس کی شکایت پر حیرانی سے متوجہ

ہوئیں۔

جواب میں اس سے پہلے کہ وہ کبھی فوریہ نے منگ منگ کر سارا واقعہ اس کے گھورنے کے باوجود سنا ڈالا۔

بھائی کا درو کل حسب توقع تھا۔

”ہوں تو کیا آستانہ مانا ہو گیا۔“ بڑا شخ انداز تھا۔

”جی۔“ وہ تینوں کی بدحت بیٹھے ہوئے کورس میں روئیں۔

”فولی یک نہ شہ چار شد۔“

اس نے سر پٹ لیا کیونکہ اب بھائی ان کی حالی بنی اس سے سارے واقعے کی تفصیل پوچھنے لگی تھیں اور اس

سے پہلے کہ وہ خطبہ کا دامن چھوڑ بیٹھی راوی جان بھلی آئیں۔

”اے سرو بیٹا جانے لانے میں ادنیٰ خیر۔“ اور یہ کیا صہیبی بیٹا تم نے کپڑے تک نہیں بدلے چلو جا کر جینچ

کرو۔“

انہوں نے تو تکتے ہی دیا بات جاری کرنا شروع کر دیں۔ سرو اور بدحت پہلی فرمت میں ڈرانگ روم کی طرف

بڑھ گئے جب کہ فوریہ نے ڈانچا جانے لے کے کئے کچن میں بھلی گئیں۔

”پلیر راوی کی میرا دل میں چاہ رہا کسی سے ملے گا۔“

راوی جان کے محبت بھرے انداز پر اس نے جلدی سے لگا دیا۔

”کیوں بیٹا تمہارا کہتے ہیں اور پھر بالخصوص تم سے ملنے آئے ہیں کیا تمہارے لوگوں کے سامنے اپنی والدہ

اور مجھے شرمندہ کر دی۔“

”راوی جان۔“

”دھکو لڑنا تمہیں جو کہ بھی کہنا ہو ان کے جانے کے بعد کہنا اس وقت میرا کام تھا اور اچھے سے کپڑے

بدل کر اندر چلی آؤ چلو شاہ شمس۔“

اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیلتے ہوئے راوی جان نے کہا تو اسے لگا لگا ساٹھا پڑا البتہ ہرے کے تاثرات

کھلے احتجاج کی داستان بنا رہے تھے۔

بادال خواستہ وہ کر کے کی طرف بڑھ گئی تو تقسیمہ دیگر ڈرانگ روم کی طرف پلٹ آئیں رخسانہ بیگم نے انہیں

اسی لئے بھیجا تھا کہ وہ اندر آئے راضی کر لیں کیونکہ انہیں وہ صاف انکار کر دیتی تھیں انہیں بخوبی اندازہ

تھا کہ راوی جان کی بات نہ ماننے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

اور ہوا بھی یہی تھی، ٹھیک چندہ منٹ بعد ہی راوی اور راؤن کنٹراٹ کلن کے جدید تراش خراش والے سوٹ میں





زمین شاید اب تک ہمیں نہیں مل سکی تھی کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔  
 "ہو فہم نے جسے بتایا تو تھا کہ امداد کے بحالی کی شادی کا اہمیشن آیا ہو ہے ہمارے لیے بھی تو آگ  
 کا رو یا تھا اس نے نکال ہے جس میں دھکی نہیں۔  
 اس کی یادداشت پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے شرمین ذرا سی چھوٹا ہٹ کا شکار ہوئی۔  
 "تو وہ یاد آیا کہ چار سال پہلے کیا بات کا مسئلہ ہے۔  
 اتنی تفصیل پر وہ بات یاد آئی تھی اس سے کہ وہ ان کے گھوڑے تیزی سے دوڑا کر شرمین کا مسئلہ سمجھنے کی  
 کی۔

"ہاں یہی بات تو تقریر سے بھی ہمیں سمجھاری تھی۔"  
 "تو پھر چلو تاش ای بی سے بات کر لیں ہوں۔"  
 "مگر ای بی ان سے کون سے گا۔"

اس کے لیے میں تشویش تھی زمین نے قدرے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔  
 "کے پہلے ہی بات کر لو کیا تم جانتا ہو۔"  
 "یاد رکھو جڑا تو ان ہوا ہے تھا شرمین بلا ارادہ رخ موڑی۔  
 "ہمارے گھر میں ہر کام ای بی کی سرچھی سے ہوتا ہے یا پھر ای بی کی مدد سے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ

کی طرف رجوع کروں۔"  
 اس کے لیے میں کد میں بات بھری بیچیدہ اور آئی تو زمین نے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔  
 "تم شرمین سے بات کر لیں ہوں امید ہے ای بی انکار نہیں کریں گی۔"  
 اس کی سرگراہت کو صبر افزا خیال میں شرمین اپنی جذباتیت پر خفیف ہوئی۔

"اور اگر ہمیں ڈانٹ رہی ہو۔"  
 وہ اس کے لیے کد میں خود کچھ خامیر نہیں تھی۔  
 "ہمارے لیے کد مڑا کر تو کسی سکتی ہوں ای بی کی ٹوٹی کھسی میں لوں مگر ضروری نہیں کہ وہ

کر دیں۔ تم کیا کمال سنگھار کر کے بات کر لیں۔"  
 بہت زیادہ توجہ تو اسے بھی نہیں مل سکی تھی کہ ای بی کو ان دونوں کا کہیں جانا پسند نہیں تھا بلکہ خاندان میں  
 ہی بھی وہ جاتے ہوں اکثر ایسے موقعوں پر گھر میں ٹھیک ٹھاک جنگ چھڑتی تھی پچھلے کمرے میں جاتے ہوئے  
 جاتے اور ان پر بے دج کی بحث ہوتی ای بی اور اولاد دونوں کو اپنی اس سربال اوائل سے سخت شکایت تھی  
 یہ وقت نکلا تو اس وقت ہندو مذہب خاندان کی وہ لڑکی ہو چکی ہوئی تھی کہ چار جانا اور کمال کا جانا۔  
 وہ دستوں کو تھپو کے کدے خود گھر کی گھر پر گئی تھی کہ کدہ گرائی سے اجازت مل جاتی تھی ای بی ان کا  
 کہ گھر چھوڑ دو جو کسی گھر توڑنے کی گرفت میں آگئی تھی ان کی مای ہو جاتی تو اپنی کو جہاں بھی جی کر  
 گھر اس نے نظر آئے تھے جہاں انہوں نے جانا ہوا تھا۔

شرمین کو اسکل کی جانب کے لیے بھی نہیں دیکھ کر بعد اجازت مل ہی تھی وہ ای بی جاتی تھی وہ تسلیمان صاحبہ  
 ای بی کو دوست ہے تھے سوائے بہت جلدی نہیں تھا کہ نہ پیش کی طرح اس بار بھی انکا دھوکا تھا۔  
 مگر اس وقت اصل مسئلہ شرمین کی خوشی کا تھا وہ جانتی تھی کہ باوجود سخت کو شش کے وہ اپنے دل اور جذبات  
 نظر نہیں چھپا رہی تھی اس میں زیادہ صبر اس کی قوت راوی کی کمزوری کا نہیں بلکہ ایک کام تھا جس کے جذبہ  
 زور کو اور غلطی تھے اور اس کا عملی نمونہ وہ اپنی آنکھوں سے باہر میں دیکھ چکی تھی اس لیے اس کے  
 دنا اس نے بھی ضروری تھا کہ امداد سے کچھ ہی ملاقات میں شرمین کے لیے بہت اچھا تھا۔  
 شرمین کے لیے عین دل اور بے احتیاجی کے شکار ذہن کو سمجھا کر بہت جیسی نرم و نازک حقیقت پر اس کا  
 دایں دلتا اس کے نزدیک ہے حد اتم تھا اور اسے قوی امید تھی کہ یہ کام امداد کی چاہت بہت آسانی سے  
 ہے۔

ن کے قدموں میں تو اپنی نے ان دیکھی جیسا ڈال دی تھیں مگر وہ شرمین کو اس گھر کے سے حسرت اور اندھے  
 اہلوں کی جھنٹ میں چڑھنے کے لیے اس کا بیٹھلا تھا اور اس بیٹھلے پر عملدرآمد کرنے کے لیے ضروری تھا کہ وہ  
 م کی جانب ایک قدم بڑھا دیتیں۔

ی کی شادی فون پر خالہ جان سے مصروف سمجھو تھیں ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو سیران سے تین ہزار لے کر گیا تھا  
 لہذا یہ کافی تھا ہوا تھا وہ اندر داخل ہوئی تو اپنی ماس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔  
 "مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

ان کے اشارے سے سوال کرتے پر اس نے دھڑکتے سے کہا اور ان کے کہنے پر خاموشی سے صوفے کے کونے پر  
 لہ لہتی۔

مگر طور پر ان دونوں کی کال خاصی طویل ہو کر گئی تھی مگر اس وقت شاید خالہ جان کچھ جلدی میں تھیں اس لیے  
 اس صفحہ پر فون بند کر دیا گیا۔  
 "ہوں گے کیلیات ہے۔"

ای بی کے متوجہ ہو گئے ہی اس نے آہستگی سے ساری بات کہہ سائی۔  
 "کون لوگ ہیں کہاں رہتے ہیں۔"

ای بی کی تفصیل شروع ہو چکی تھی وہ دم انداز میں ان کے ہر سوال کا اپنی معلومات کے مطابق جواب دیتی  
 رہی۔  
 "وہ تو سب ٹھیک ہے مگر میں کمال ضرورت ہے کہ برائے گھر میں لڑکیوں کو بھیجیں تم شرمین کو منع کرو۔"

انہما اس تان سے کہ باوجود مطمئن ہونے کے انہوں نے دو ٹوک انکار کر دیا۔  
 "مگر ای بی شرمین کی ساری فریضہ جاری ہیں۔"

انہیں شانے کے لیے اس نے ذرا سی رائے دلائی۔  
 "تو جائیں ہمارا اس بات سے کیا تعلق ہے پورا گرائی جائے اس شادی میں میں سے کہہ دیا جو ان

لڑکیوں کو یوں منہ اٹھانے کی کہ یہاں جانے کی ضرورت نہیں۔"  
 ان کے غلواؤ تو جڑا ہوا وہ شرمین سے کڑی لڑائی لڑا تھا کہاں جاتی تھیں مگر ای بی کو ان پر ہزار دفعہ سننے لگائے کی عادت

تھی میر شرمین سے مبارک ہو کر رہتا تھا انہیں پورا نہ ہوتی مگر یہاں بیٹوں کو جانا ہوتا سارے اصول آڑے  
 آجاتے۔

مزید کہہ کر انہوں نے جو فائنل کہاں چھوڑی تھی وہل مسوس کر رہا تھا وہاں لڑکی کی طرف آئی تو شرمین  
 اس کے ہاتھ سے جان کی کہہ جواب میں تھام۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ یہاں رہ کر ہی رہا ہوں ای بی کو ذرا فون کر دیکھو کہ وہ کب اپنی جلی جائے۔"  
 انہوں نے بظاہر خود کو نارمل پوز کر کے کہہ کر دہری تھی زمین نے کمری نظروں سے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں

احساس مابہر تھا۔  
 "اف مجھے اب تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ وہ ای جانے ہے ہم سب کو شادی میں شرکت کی اجازت دے دی

ہے۔"  
 "ای بی کی تقریب کی یونیٹ فونیز کی مسرت دیتی تھی باہمی کی محبت میں آئی وہ بھی مسکرا دیں۔

"سب سے زیادہ متوجہ آئے گا جیسا ہی مصیبت کی شادی ہوگی۔"  
 ماسی نے ڈرا تو کچھ سیٹ سمیٹا لے ہوئے خوشی سے اسے چھوڑا تو اچھا خاصا موڈ آف ہو گیا اس کا وہ سب اس کی

اول دیکھ کر کہنے لگیں۔  
 "ہائے دھن کا آئے۔"

رہتے نہ پڑی اس سے سوال کیا۔



اس نے سوجا اور اس موقع کے ساتھ کئی سوالیہ نشان فراغاً اے اس کے سامنے گھرے ہوئے۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتی۔"

اس کے چہرے کو کمری نظر سے دیکھتے ہوئے اس نے دو جیسے سوال کیا۔ آخر وہ بحث کرنے کی بجائے دل اندازہ گفتگو اختیار کرتے ہوئے کسی حقیقت کو بھی اپنے تیز مزاج و قافیوں پر رکھنا پڑا۔

"جو تو میں کہہ رہی ہوں کہ تم میری بات سمجھ نہیں رہیں۔ یہ دیکھو، میں ان جوان نسل کی اگر بزرگوں کی دشمنی اور اختلافات کو وراثت کی طرح سنبھالتے اور پر قرار رکھتے طے جائیں گے تو آگے اپنی نسل کو بھی صرف تنازعات اور دشمنیں ہی دے رہے ہیں۔ میں دیکھ سکتی ہوں کہ کیا تمہارے خیال سے ایک ہاشور اور عظیم پائندہ اس روئے ہی ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی غلط رو کو اس کے لیے قدم کو یوں ہاسوسے سمجھے اپنا اراکی انگوٹھا کاٹنا اور بے جس کا تصادم مارے بزرگوں سے بے حسلی پتھر کی طرح لٹکنا۔"

روایت سے کہتے ہوئے لہجے میں متبادل کو لاوا کر کے کے بجائے قائل کرنے کا اثر تھا۔

"جو کوئی تمہارا مطلب ہے کہ ہمارے بزرگ آج تک صرف غلطیاں کرتے آئے ہیں۔ وہ بے شعور اور کم

ہیں۔"

یہاں تک سوال تھا اس کا مگر صہیبہ کو اب پتھوں سے سر ہونے کی عادت ہو چکی تھی۔ اس کے سوال دہرے سے سرکاری۔

"تم اس سے پہلے بھی یہ ہی کہہ کر چکی ہو اور میں تمہیں اس کا جواب بھی دے چکی ہوں۔ میرے یہ مقصد ہرگز وہ نہیں جو تم نے میرے قہر سے افہام کیا ہے۔"

"جو پتھر تمہارے لئے کا مقصد ہے کہ ہمیں احتیاج انگلی کی شکل سے تعلقات استوار کر کے اپنی معاملہ فہم شہوت مند ہو جائیکہ وہ لوگ ہماری ایسی کبھی کو شش کی بھی پیڑ پائی میں کر رہے گے۔"

اس کا دل خدا شوں اور درجہ انہوشوں پر تھا۔ صہیبہ کو اپنی اراکس ہوا کہ عقل بدل ہی مل میں در حقیقت سی ہوئی ہے۔

اے بڑے ہوئے ہاتھ کے جھٹکے جانے کا عمل از عمل خوف اسے آگے بڑھنے سے روک رہا ہے۔

در حقیقت یہ مسئلہ ان کا اور خود داری کا ہے۔

پھر میری کہ آؤ گے پھر اس کے نمائندہ عمل کے بارے میں فیصلہ صادر کر رکھیں فرار ہے عمل سے کر ہے۔"

اس کا صہیبہ قدرے تجزو گیا تھا شوق غیبی سی ہو گئی۔

"میں تمام انگلی سے ہرمان کا گنہگار ہوں۔ میں جیسے لکھنؤ وغیرہ پر دعوت پانے آئے عید وغیرہ کا روز بھی جیسے کہ ہمدانی طرف سے سب دای جان کے حامی کران ان ہر کو شش کو ٹھکراتے گئے۔"

یہ بھی شوق خاموش رہی۔

"میں کہہ چکا تھا جیسا کہ اختلافات کے بعد کب دوسری نسل سے تعلق رکھتے ہیں اب تک جہات کے کی طرح اپنے اسلاف کی تنازعات کو سینے سے لگاتے بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھو شوق خیز خیال تو یہ ہے کہ جہاد دای جا سے سب بچھڑا کر ایک باپ کو اس کے بچوں سے ملانے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہمیں بھی بلاوجہ دعا کو بول سے نکال بیٹھنا چاہئے۔"

اس بات پر تھکتے ہوئے اس نے زنی سے کہا۔ شوق بہت زیادہ چپ رہی۔

"میں نے والدین سے محبت کے اظہار کے لئے ان کی غلطیوں سے پہلو کی ہے۔ بڑا اور ان کی تمام کوتاہیوں پر پردہ ہا شعور اور رحم کے خلاف ہے بلکہ اصل محبت تو یہ ہے کہ ہم ان کی غلطیوں کی اپنے عمل سے اصلاح کریں۔ یہ فیکل کا ماننا نہیں ہے۔"

شوق کی خاموشی سے اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ وہ قائل ہو گئی ہے پھر بھی سوال کر لیا۔ کچھ دیر بعد مسکرا۔

ہوئے دوستانہ انداز میں اس کا اندھا تھا کچھ اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم شیور۔ اب تم مجھ سے حقیق ہو جاؤ گی۔"

اور جواب میں شوق نے بے ساختہ مسکرا دی اور رکوں اثبات میں ہلا کر ان سب کے ساتھ شاہک کر کے پر راضی ہو گئی۔

بچپن سے جو کچھ ماں سے ان سب کے ذہنوں میں ڈال رہا تھا اسے کہہ جتنا آتا آسان بھی نہ تھا۔ اگرچہ زونا اور لڑکے اور میان دل قرین تھے۔ وہ دوشیں آئیں تو شاید صہیبہ کی کوششیں بھی بیک نہ کر سکتی تھیں مگر اب اس کے سامنے ایک حقیقت تھا۔

اپنی نسل کے دو جہازوں کو کامیابی کی ریچھوں کی سمیت چڑھانے سے پہلے ان کے کان کے خوابوں کو کوچ بنانے میں وہ ان کی مای اور مددگار تھی۔

"خدا ہو مگر شہین تر ہے ایک آہنی کوروشی نہ کر سکیں۔ اگر آگے امد کے لئے ہمیں اپنے گھروالوں کو مٹانا پڑا تو شاید جب ہی تم اسی طرح تھوڑے پتھر کو کرکڑی رہی ہو کہ میں پانے تو میں کیا کر دوں۔"

دوسرے دن زارا اس کے سر پر آسوار ہوئی تھی اس نے خاموشی سے اس کی بات کی تھی جو مل مل کر کر کے کے قائلوں کو بیلوں سے روندے جا رہی تھی۔

"مجھے اپنے بچپن سے خدا سے منائے کی عبادت بھی نہیں رہی زارا۔"

"جو خدا ہے جس سے آپ کو ایک ہی نکل ہے۔"

زارا جس پہل نظر سے تعلق رکھتی تھی وہاں یہ چھوٹے چھوٹے مطالبات تو یہاں سے پورے کر دیئے جاتے تھے کہ یہاں معاملہ چھوڑا تھا۔

"میرا حال فرماؤ۔ کیا ابویا خدا ہمارے یہاں اس قسم کی خواہشات افروز نہیں کی جاتیں۔"

اس نے بھی دیکھ کر انداز میں اس کا راز افلا تو زارا سے پھر کے لئے چپ سی ہو گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ خود جیسا جیسا ہمیں آہنی کوروش بھی نہیں لایا ہو گا۔"

اس کے پچھلے دیوان کی بدولت زارا یہی قیاس لیا۔ جواباً شہین نے جانے کنی نظروں سے اسے دیکھا اسے اپنے بچپن کی باتوں سے لگا۔

"آئی ایم سوری۔ یہ تو مطلب ہے کہ ہرٹ کرنا نہیں تھا۔"

"جب میں نے آگے کا راز لے لیا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ میں نے اس کا انوشین قبول کر لیا ہے مگر جب امی ہی تھی نے انکار کر دیا تو میں کیا کر سکتی ہوں۔"

وہ بہت سمجھو ہو گئی۔

زندگی میں چلی باہر نکل کر مانی تھی جس کے باعث اب متناہ کھڑی تھی۔ بہت بچپن سے ہی جب شعور اور آہی کے وہاں سے اس کے لئے بھی نہ تھے اس بات کا شعوری طور پر اور اب کو بھی تھا کہ امی کی اور اپنی کو ان کے کدل اور ان میں پہلے وہ خوابوں کو پورا کرنے کی بھی فرمت نہیں رہی۔

وہ دلور اپنے اپنے خول میں پھنس اس طرح غیب سے تھے کہ اس سے باہر کی دنیا انہیں غالباً نظر نہیں آتی تھی یا پھر نظر انداز کر دیتے تھے۔ اس کے خزان کے کوئیں میں شامل ہو چکی تھیں۔

مگر جب ان کے خزان کی زندگی میں شامل ہو لیا جو دوسرے کوئیں کے کدل میں سوتے ہوئے جذباتیہ دیا رہوئے گئے۔

کواس نے اٹھک کو ششوں سے نیند کے ساگر میں ڈوبا تھا وہ احساسات ایک بار پھر اسے تپ کر آگے ترے لگے تھے۔

"Insist (مراں کر سکتی تھیں۔"

زارا نے اب کے زنی سے کہا۔ شہین کے بیلوں پر چمکی طریہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنی مخصوص ٹھہری ہوئی نظروں سے اسے زارا کی طرف دیکھا جواب اس کے پاس آگے بڑھ گئی۔

"میں نے تیس سال کا اس کا مسرور کر کے اپنی قیاس پوری کر دی تو اے ہمارے یہاں دواں نہیں۔"

اس کے لہجے میں کچھ تھکا کر زارا بھی بخیرہ ہو گئی۔

”ہیجیو کے ساتھ سوچتی ایسی کاچو کوچے ہوئے وہیں چلی آئی۔ وہ سگاریاں تھیں ایسی بر سکون اور جی  
 طراوت تھیں کہ کچن کے لیوں کا احاطہ لگی تھی شاید اس کے اور لی کے مابین سوکھنے سے تھے  
 لیکن وہ بڑے بڑے چھ لیاں کے اور وہ پ کوڑس تھے جس کے ان کے پسینے بہت گھٹتے تھا۔ رات کا۔  
 اس نے سوالیہ ہے یعنی ہے زمین کو دیکھا تو اس نے مجسم انداز میں سر کو اٹھاتے ہی ملا تو وہ اپنی جراتی کا ہے  
 ”نات الحار کرنے سے خود کو روکتے تھی۔“

اس کے اندر داخل ہوئے یہ فرما دے اس کی خبر لی۔ جو عجیب و غریب نہایت سناٹے پر ڈھیر ہو گیا تھا۔  
 ”آپ کا کچا ڈاڑھو اکھٹا نہ کرنا۔“  
 اس نے گرا رہنے کے سے انداز میں جواب دیا۔ فرما دے سوالیہ نظریں اس پر جمائیں تو اس نے شکن سر کے نیچے  
 دیکھ کر گرا کر زاری پھانسی۔

[illegible]

میں نے اس بات پر کچھ سوچ کر جواب دیا کہ میں نے اس کا معاملہ اسے اس کے سرکار میں دے دیا ہے۔  
 رات ہے جب ایک نوجوان کو اس کے گھر کے بڑے اور سربراہوں کی کئی کئی کوٹھالی میں گھسے  
 اور تھامے اٹھا لیے گئے۔ انھیں بند کر دی گئیں۔  
 ”میں نے یہ نہیں سمجھا کہ انہوں نے اس کو بھی اپنی انھوں سے منع کر دیا ہے۔ عرصہ سوہا اپنے دل کی  
 بات کہہ رہی تھی۔ اس نے کہا کہ شریف ہیں۔“  
 اس کے نتیجہ میں کہہ کر نظر پڑے، اسے شرفی سے کہا۔ مگر وہ کچھ جواب دینے کا اندازہ کر کے اسے لکل

لوگ روم میں آیا اور امام شیخہ ودان اور ہونے والے فنکشن سے متعلق کچھ ڈسکشن کر رہے تھے تو تیز تیز ہلے سے نکل آیا اور اسے پیچھے دروازہ خاصی زور سے بند کیا۔  
 ”لوگ بچے اپنے کی طرح نہیں۔ مزان بھی نہیں شے“  
 امام امد کے اندر جانے اور اس کے غصے سے بھرے تپوہل سیٹا ہر جانے سے سمجھ گئی تھیں کہ اسے امد کا تمام گزرتے ایک کچھ کو زکرا پھند نہیں کیا۔  
 کیا ہو گیا؟

اشخاص صاحبِ راکر کی رائے اٹھانے میں جھانسنے کوئی کی طرف متوجہ ہونے کو کہ انہوں نے تمام  
 قیادتِ بیوی کو سوئپ رکھے کہ عرب وہ کہ بات میں ان کی مدد طلب کر میں ضرور ضرور پہنچے کہ قصہ کیا  
 خواہاں انہوں نے فرما دی کہ مڑا می سے لے کر یہ اخلاق تک کی تمام دود اور سٹالی۔  
 ”ہوں“

بچنے کے بارے میں یہ معلومات کچھ زیادہ نئی نہیں تھیں وہ تو بہت پہلے سے جانتے تھے کہ فراوانی طبیعت میں  
 دل بیڑوں میں سب سے زیادہ ضد ہے۔



”پلے پلے۔“ اس نے معمولی خشکی کا اثر ہوا اور سر جھٹکا۔  
 ”جو شخص تمہاری بی بی جان سے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے بیٹے کو کوئی کوئی خاص پسند نہیں آئے گا اس معاملے“  
 ”تم سمجھیں۔“  
 انہوں نے دوسرا پس پھینکا اور بے اختیار شامی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔  
 ”ہوئی تو ہو گیا پسند آئی؟“ انہوں نے ضمانت سے کہا۔  
 ”جیس کرارا ہو جائے گا۔“

اس نے یوں کہا جیسے بھوری ہو اور پلایا کی طرف دیکھا تو دونوں ہی ایک ساتھ ہنس دیے۔  
 ”اے بھئی کس بات پر ہنس رہا ہے؟“ انہوں نے پوچھا۔  
 ”بی بی جان شاید پلایا کی تلاش میں مائل ہیں آئی تھیں۔ یہ ان کے قبضے پر مل میں اس گھر کی سلاحتی کے لئے لے گئے ہونے آگے ہو سکتی۔“

”جیسا کہ تمہارے بیٹے نے فیصلہ کر دیا ہے۔“  
 ”جیسا کہ صاحب نے خود گھوڑا رکھے میں ان کی طرف سے پھیرے ہوئے کہا۔“  
 ”کیا اچھا۔“  
 ”جیکہ ہوائی تشریف لے رہا ہو جس گھر کا سترے ہوئے ہے اور دیکھا تو کچھ مل نہ پھلا۔“  
 ”جی ہاں۔“ انہیں ایک کیڑا اس دل سے قہل ہے۔  
 اپنے مخصوص شوخ خاندان میں انہوں نے قہر اعلان کیا تو بڑو خفیف سا ہو گیا۔  
 ”جی۔“

جیکہ ہوائی نے بے پناہ مسرت سے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے ہنس کر شائے اچکا دیکھ تو انہوں نے بے ساختہ اس کا ہاتھ چوم لیا۔  
 ”جیسے رہو۔ خدا زندہ کی تمام خوشیاں یعنی نصیب کرے۔“  
 ”آمین۔“  
 ”میں نے ان کی دعاؤں میں ساتھ دیا۔“  
 ”شکریہ پلایا اور بی بی جان۔“ آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے۔ یہ یقین کریں اگر آپ کسی اندھے کو تیر میں چھلانگ لگائے تو کبھی نہیں تو میں نا مل نہ کر سکتا۔ یہ تو مجھ پر بصورت فیصلہ ہے آپ کا۔ کئی بعد زمانے میں ہر شخص خوش فہم ہوں۔“  
 پلایا اور بی بی جان کیا تھیں اور اپنی ہر جدت میں بکڑے ہوئے اس نے بعد جذب اور محبت سے کہا۔  
 وہ دونوں اس کی بامقداری پر قربان ہو گئے۔

گو کہ اس نے سمعان کو اپنی جانب سے کوئی خوشی کی امید نہیں دلائی تھی مگر اس کے بعد ان کے جو کچھ اسے بتایا تھا اور جو کچھ اس نے زمین کے گریزاں انداز و عمل کے بارے میں جان لیا تھا اس نے دل میں خوشی اندھا کے کئی رنگ بکھیر دیے تھے۔  
 کام کے دوران آپ اگر اس کا سامنا زمین سے ہو تو آپ پر سکون مطمئن سی مسکراہٹ اس کی ذات کا حصہ بنی رہتی اور زمین کے لئے ہی جسم آپ کا آنا تھا۔  
 ایک ساتھ کام کرتے ہوئے آپ کے دوسرے مڑک بک ٹھکانا اور کیا جاسکتا تھا کہ بڑی راہ کہاں تک اپنی چاسکتی تھی۔ سمعان خود اسے مخاطب کرتا تو وہ یوں ہی مگر نہ خوشامی سے سارے کام نہایت اور سر جھٹکا اس کی سنتے جاتا اس نے پناہ دینا لیا تھا۔  
 ویسے تو ان کے ذرا سہرا اور پچھلے قہر کی تھک سے اس کے دل میں بھی ہوجاتی تھی۔ اس وقت بھی وہ گیت سے باہر کھڑی گاؤں آگے آگے انتظار کروئی تھی کہ سمعان بھی ضروری کام نہ کرنا پر عمل آئے۔  
 میرے طور پر وہ سامنے موجود تھی۔ سر کی چادر کے بالے میں اس کا چہرہ کو مسے سے زیادہ چھپا ہوا تھا۔ اس

”ایک لمحے کے لئے سوچا کہ اسے لٹ کی آفر کرے گو یہ بھی یقین تھا کہ وہ انکار کر دے گی مگر اسے یوں نظر اوار کر کے نہیں جاسکتا تھا۔“  
 ایک ایک کی کیفیت سے بھی یہ بدتر سمجھا اسے نصب نہیں دیتی تھی کہ وہ زمین کے لئے اس کا موت سے دل نہا بھی ایک مرحلہ ہو نہ تھا۔

”کیا بات ہے زمین۔ آپ اب تک نہیں موجود ہیں۔“  
 شائستہ اور عجیب لہجہ رکھنے والے فرد نے ہر اہوا تھا۔  
 ”جی۔ کئی دنوں سے ابور کھڑا ہے لیٹ ہو گیا ہے۔“  
 اس نے چونک کر نظر اٹھائی اور پھر فوراً ”مہر میں ملکہ۔“  
 ”کیا وہ زخمی رہی ہو رہی ہے؟“

”جی ہاں۔“ سمعان کے تیروں کی شائدی کی کردی تھیں۔ دل اس قدر اپنا ہٹا پر ایک مرتبہ تو جیسے مجوم کیا گیا تھا۔ اس کے لئے خود کو کھڑ کر چکی تھی۔  
 اس کے سوال کے جواب میں سر مٹی میں پھلا۔  
 ”آپ کو کچھ نہیں ہے کہ اب کچھ ہوئے گا تو ٹھیک ہے مگر نہیں آپ کے لئے کوئی رنج کرتا ہوں۔“  
 اس کے بے اپنا ہٹا ہرے انداز سے تو جیسے پھیلانے اور بے بسی کی بدولت میں دھندلاہٹے تھے سر مٹی قسمت دے مہر کے کئی چاند تھا۔  
 ”میں میرا خیال ہے ابی نے اسے کہیں کام سے بھیج دیا ہو گا اس لئے لیٹ ہو گیا ہے مگر اے حضور۔ آپ بڑو نہ نہ کریں۔“

سمعان کی اس حد درجے بے اپنا ہٹا کا اب اسٹاف آدم میں کڑی نظروں سے لوٹ لیا جا رہا ہے اسے اندازہ تھا اس نے سختی اور خدشہ اس سے کہی مخاطب ہوئی۔ اس وقت بھی کچھ بچہ زور دیکھ پچھندہ باہر آ جا رہے تھے۔  
 اس کے لئے خود بے شک ہے میں اس کی نہایت شرمندگی۔  
 ”تو ٹھیک ہے آپ جا کر اندر بیٹھیں گے کہ آپ اگر آپ کا انعام کر دے گا۔“  
 ”مردو سر کی جانب تو اس سردی اس رکھائی کا خاک آڑو تھا۔ وہی گھڑی احساس ذمہ داری۔ وہ چپ چاپ ہٹ گئی۔“

کئی نظروں نے اسے متنی تیزی سے دیکھا مگر اسے اپنے آپ کو سمجھا۔ اور خود سے لڑنے سے فرمت نہ تھی اور دھڑکا رہی تھی اور ہر بارے دل سے اٹھنے لڑے چندہ میں صفت گزرنے اور بیونے کے آکر گاؤں آگے کی اطلاع لے کر صحت قدموں سے باہر نکلی تو بڑی گاؤں دیکھ کر ٹھک گئی۔ آج ہر بارے اسے پک کرنے کے لئے بھیج دیا تھا۔ ایک لمحے کو اس کا دل بھٹے سے ٹھول تھا۔  
 ابی اس کے ساتھ یہ کیا کر رہے تھے اسے کسی جھڑکی یا ماندہ گاہک کے سامنے پیش کر کے اس کی بولی لگانا چاہا۔  
 یہ تھے بالے ابی ہی نظروں میں ڈیل کرنا ان کا مقصد تھا۔  
 ”بچہ جائے زمین۔“

وہ بچے احساسات سمیت جھٹکتی ہوئی گاؤں تک آکر گئی تو اپنی رائے سے اسے پکارا۔  
 اس نے بے حد تیزی سے نظروں اسے اغماض میں لے لیا۔  
 ”ابو نے اس کی قیمت سے کشادہ ہوتی اس کے گھلوں میں کھانا وہ پختہ کر کے رکھ دیا۔  
 ”واہ ابی واہ آپ کروا میں کو تانہ میں ٹوایہ بھلا کسی اور کے ساتھ میں اس طرح گاؤں میں گھوم رہی تھی۔“  
 ”اب۔“  
 ”پلیس وچال سے اس کے رخسار گلابی ہو رہے تھے۔“



”آئی! یہ سوری آج خاص رہی ہو گی۔ اگلے دن مجھ کو دیکھ لے گی اور بلا جاتا ہوا سوراخا“ چلا گیا۔“  
 دوسری بار اسے دم نہیں ہوا تھا۔ اب کے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا نہیں سہارا دے سکا۔  
 اس کے لیے یہ حالات وہ خوفزدہ ہو گئی۔ کسی کوئی نظر اس پر نہیں ڈالو اور نہ اس کی آنکھوں سے

دیکھا۔  
 چند چرخوں میں کتنے ہی آثار اس کی آنکھوں سے ٹھک کر عتاب ہوئے تھے حیرت و استحباب و غصہ اور  
 ہی اور اب آخر میں اس کی اور خوف۔  
 ”انسان کو کھتا اور واقعی یہ حد مشکل ہے اور یہ لڑکی نہیں یاد رہے تھی کہ کوئی جگہ ساہل ہے جس کے کچھ  
 پیچھے کہیں کہی ہو گئے ہیں۔ عمل نشوونما پر تمام مرتبہ کے کوئی۔“  
 ڈاکٹر کو دیکھ کر وہ ہنس دینے پر آمادہ ہو گیا کہ اسے سوچے کہ کیا اور کی طرف اس کا دل اڑنے لگا  
 سے پہلے اس کی کڑی کے چال کو دیکھتے ہوئے بھی اسے سہنے اور دینی کے لئے دیا کچھ نہیں کر سکتا تھا  
 ”میں جانتی ہوں اور یہ لڑکی کہ اپنی کے عزم کا یقین نہیں۔ مگر کیا میں اور کم ایک جگہ تک پہنچے رہتے ہوں۔  
 ایک سو سرے کو کچھ نہیں کہ ایک سو سرے کو ہی متاثر نہ کیں کہ جس کا یقین اپنی کرنے جارہے ہیں  
 کیا ہم ایک سو سرے کے لئے اپنے ذہن میں محبت کے چراغ جلا سکتے ہیں یا ساری عمر وہاں سے دور  
 دیکھنا اور میرا دل رہے گا کیا اس کی دقت اس کا دل دیکھ کر دوسرے کشت کا شکار نہ ہو جائے گا؟  
 مگر اور یہ رحم نہ میرا دل میں خون اور دل میں جذبات مجھ کو دیکھنا والا خالم نہ میرا۔“

وہ اپنی سوچ میں غور ہی اور خیالات کے سمجھنا اس کے صبح چہرے پر ٹھکر کا چال بچھا رہے۔  
 ایزد بے رحمانی میں لا شعوری طور پر اسے سوچ رہا تھا جو اپنی ذات میں ایک ٹھٹھک اور پرہیز  
 کی مانند نظر آتی تھی۔ ایسے کتنے چہرے اور والے ”اوپر دھڑکتے ہوئے“ چہرے جھلک کر باندھ جس کے  
 شاید روختی کی کوئی کرن بھی نہیں چلی تھی۔  
 ایک سبب اور نہ ہونے والا شائبہ اس کے وجود پر جاری رہتا تھا۔ خاموش کے نقل لیوں پر لوٹ  
 تھے چہرے کے ٹھٹھکے اور جب کھلیں گے تو بھی کوئی خوب صورت منظر اس دورا ہوئے پر شاید  
 فاطمہ کی آنکھوں کو حسن نہ بخشن سکے۔  
 ”میں نہیں بھی کیا سوچتے لگے۔“

اس نے خود کو درس لیں اور دیکھ ہی آنکھوں میں صہیبہ کا چہرہ چلا آیا اس کا پر اعتماد انداز  
 فطری جیسے جنگ جادو والی چٹکی اس کے تصور میں ابھی تک آباد تھیں۔  
 ”توئی مختلف ہے صہیبہ علی کہیں یاد رہے“ کاؤنٹنڈ اور پرہیز آنکھوں والی صہیبہ زندہ  
 آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بندر انداز میں بیٹھنے والی۔ جس کے روم روم سے عزم جھلکتا تھا۔  
 مانتے والوں اور مطلب ہو کر خود کو قسمت کے معمار سے چھوڑنے والوں میں سے نہ تھی۔  
 ایزد نے اس کی شفاف اور بے ریا آنکھوں کی کمری تجلیں سے اس کی عظمت کا یہ راز پایا تھا۔  
 تو صرف ایک بار دیکھنے پر اس کے لیے ہاں کہہ بیٹھا تھا جس کے مزاج اور طبیعت ”ماضی اور مستقبل  
 چلا کھڑے“ کا بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔  
 تاہم اتنا یقین تھا کہ زندگی کا یہ سراسر ایک شگفتہ میں خوشگوار گزر سکتا ہے اس لیے کہ وہ ایک باہ  
 اور باعمل زندگی کی خواہاں اور خوش نظر لڑکی تھی اور اسے اپنی اس قافہ شایہ کی سبائی کا پورا یقین  
 آج تک جس شخص کو دیکھ کر اس نے جو رائے قائم کی وہ شاید ہی کبھی بدلے جاتی تھی اور  
 صہیبہ کے بارے میں بھی اس کا وجدان یہ ہی کہہ رہا تھا کہ یہ وہی ہے جس کا اس کے لا شعور نے  
 بنا رکھا تھا۔

جبکہ زمین ایک دیکھ حالات کے ہماؤ پر بیٹے والی کہمت اور کسی حد تک بزدلی تھی اسے ج

ہاں کہ زمین اور میری بہن اور یاد اور اگل اور زہرہ دیکھ کر بیٹھنے والے کے باوجود وہ کتنی مختلف تھی ان  
 سب سے ہر گھر خود سے آنے والے وقت اور گزرتی ساعتوں سے خوفزدہ اور کسی ہوئی یہ لڑکی ایزد  
 کے ذہن میں بہت گراں گزرتی تھی۔

اس کے نزدیک حسن ہے پروا اور اعتمادی اچھا لگتا تھا۔ ہر گھر کھائی شگفتہ کی لڑکیاں اس کے  
 لیے کچھ کو فکرت کا باعث نہیں تھیں اسکول کا فایز اور بعد شام کے زمانے میں اس کے حلقہ احباب میں  
 اہل دو لڑکیاں شامل نہیں تھیں اور اگر ایک آدھ سا کلاس کی لڑکی اس سے پیلو ہائے بھی تو وہ پر  
 اعتماد اور خوش باش لڑکیاں تھیں۔ سوگوار حسن کو کتنا چاند سے شیدہ دے کر اسے نظروں کا خزانہ  
 بننے والوں کی فہرست میں اس کا نام بھی نہیں رہا تھا وہ بڑک و بڑاں اور دیکھ دم کھل کر گفت گوی  
 میں چھانچا جانے والوں کو پسند کر رہا تھا۔

مجھے کہ صہیبہ بھی خوش تھا اور باحوال سے مطابقت پیدا کر کے حالات کو موزوں بنانے والی جبکہ  
 زمین تو ایک خشک جتنے کی انداز میں حالات و عوارض کی تیز نگاہ رہا ہوا جہاں اڑانے جاتے اسے طے  
 رہنے میں اگر کوئی بدترامی بھی نہ ہو مرامت اور فوٹ اورادی سے دقت کی مثالیں اسے ہاتھ میں  
 لینے کے سارے کر اس سے یوں نکلتی تھیں جیسے عام انسانی بصارت سے زمین میں پیچھے خزانے پوشیدہ  
 ”اہ۔“

برتاؤ رہتے جاتے جانا زندگی کے تیل روم میں اس کا بھی شیدہ تھا۔  
 ”واقعی دونوں تو پیچھے مشرق اور مغرب ہیں ایک دوسرے کے لیے۔“  
 مشکل برتنے ہوئے اس نے اپنی سوچ کو گاڑی کے ساتھ ہی بریک لگائے اور ”اپنی بائیں جانب۔  
 اپنی زمین کو دیکھا کرے چادر کے ہالے میں اس کا سوچ چھوڑ کر تیز اور تیز کی گامیاں بنا رہا تھا۔ اپنی  
 دل تھکتی سے تعلق رہنے کے باوجود وہ خاصی ”مطل ازل“ تھی۔  
 ”یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں کیوں ان دونوں کا موازنہ کر رہا ہوں۔ بھلا ازل اور ابھی کبھی یکساں  
 ہوئے ہیں۔“ نہیں ایزد کو ان دنوں کا کوئی Comparison ہی نہیں ہے۔  
 اسے ہونے سے پہلے سے سرو کھٹا اور کٹیل طے ہی گاڑی کے برساتی۔  
 اور اسے سبیل کے ساتھ فزیشن کریم کی خرید کر بھلی سے باہر نکلا سمعان ایک لکے کو ٹھٹھک گیا  
 گلاس ڈور سے اوپر قدم رکھتے ہی وہ پیچھے فریز ہو گیا تھا۔  
 ”پلو بھائی کیا ہو گیا۔“

پتلی سا پیشے ہوئے شاید جلد از جلد گھر پہنچ کر سب سے پناہ لینے کے بارے میں اسے بے لطف  
 کر رہا تھا کہ اچانک اس کے گھٹنے پر چونک کر مڑا۔  
 ”تپ کیا تو رہے ہیں اوپر“ نہیں کوئی پر تو نہیں گزری یہاں سے ستارے والی چھری سے آپ  
 کو سمجھاؤ تکرر کی ہو۔“

کیک کا دھڑکنے سے بچنے وہ خوشی سے سبق تیر نظروں گماتے ہوئے بظاہر بڑی توشیہ سے پوچھ رہا  
 تھا۔ سمعان نے سیاہ کا گول پر بھاتی دوڑتی گاڑیوں سے نظر نہ ہاتھ ہوئے مگر کسی سانس بھری۔  
 سبیل نے اس کے چہرے سے بڑھتی اور کراہی اس کی یہے ”دورا“ پیچیدہ ہو گیا اور بخور اس طرف  
 دیکھا جہاں سمعان کی طرف سے جاکر کسی عظم کے زیر اثر آ رہی تھیں۔

”جلو۔“ اس نے دوسرے کی جانب شکر چڑھنے کے لیے سبیل کو مخاطب کیا۔  
 وہ اس کے نزدیک سے شاکر تھا زمین کو پھر اس شخص کے ساتھ دیکھ کر ایک ساعت کو وہ کچھ عجیب سا  
 ہو گیا زمین نے اڑھائی کیلے تو خشک افق اس کی اس کی آفر کو ٹھکرا دیا تھا۔  
 ”کیا وہ اپنی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔“

یہ سوال ہی قدر ٹھٹھک رہے ہوئے تھا مگر اس لیے اس نے اپنی سوچ پر لخت بھیجی آپ ہی آپ  
 وہ دم ہو گیا تھا کہ زمین تو اس کا پل بھر والا خدا شہ جاتی تھی نہ کبھی مگر وہ اس کے تصور کے سامنے

خفت پشیمان تھا۔ اس کی معصومیت پر خلک خود اسے اپنی نظروں میں خفیف کر گیا تھا۔

”کیا تم سو رہے؟“ اس نے دل کی تپیل میں اسے مخاطب کیا۔  
 اور محوم کر ڈرا۔ ایک سنگ سیٹر آہستہ۔ سنگلی اس کے چہرے کے تاثرات لوث کر رہا تھا۔ آواز چڑھ کر بعد اس کے وہ قدرے دیکھیں لگ رہا تھا۔ اس نے انکسین میں جانی ڈال کر کارپوریس کی اور سٹ سے اسٹیکر پر گرفت رکھتے ہوئے ٹھٹک کے جھوم میں شامل ہو گیا۔ اسکول کے بعد وہ سنگلی کو پک کے کھرا جا رہا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا۔

”کیوں تھا اس طرف؟“  
 کافی دیر خاموش رہنے کے بعد سنگلی نے سوال کرنے کا قصہ کیا اور بلا حسیہ پوچھ لیا۔

”کہاں؟“ اس نے قہر سے اسے جواب دیا۔

”بھائی؟“ وہ کچھ عجیبہ ہو گیا۔ آنکھوں میں آنکھیں کے آثار تھے۔

”وہ اچھا تمہاری کیا بات کر رہے ہو؟“

سنگلی کے جواب پر اسے کچھ کہہ کر وہ نکلے والا نہیں ہے اس لیے اس نے مل میں جواز گھر لیا اور پو کئے گئے گا جیسے اگر سنگلی نہ بھی پوچھتا تو بھی وہ اسے بتائے والا تھا۔  
 ”در اصل میرا ایک پرانا کھانا نظر آ گیا تھا۔“ اس نے جیسے بہات فرمایا۔

”تو پھر اب اس سے ملے کیوں نہیں۔“ پھر سوال ہوا۔

”میرا احتیال ہے کہ کھان میرا دھیر سے شاید وہ کوئی اور تھا؟“ اب کے اس نے کچھ جھلے ہو۔

بات پائی ورنہ سنگلی کا سوانہ۔ طول سے طول ہو چلا جاتا۔

”سنگلی کی عقل میں تو ڈر۔“ اس کا خیال تھا کہ سنگلی اب بحث راز کیا تھا مگر وہ کچھ انداز صرف اپنی عقلی کرنے والا تھا اس لیے اس نے جھپٹل ہٹ کر باو پار صرف ٹھکرانے پر اکتفا کیا۔  
 ”وہ کئے کیا خیال ہے بھائی جس طرح ایک شکل کے دو آدمی ہوتے ہیں ویسے ہی ایک انسان کے چہرے بھی دو ہوتے ہیں؟“ سنگلی کا استفسار کرنا انداز خاصا مکرر فلسفہ ہے ہونے تھا اس نے ایک اچھے نظر سنگلی کے چہرے پر ڈالی جہاں عجیبہ سوچ کے پداؤ ڈالے ہوئے تھے۔ آٹھوں میں اپنے سوال۔  
 جواب میں ”یقیناً“ کہنے سے لکھا نظر آیا تھا۔

سنگلی اس سے بہت نزدیک تھا شاید اس لیے کہ اس کے علاوہ اس کا کوئی اور بہن بھائی نہیں تھا وہ کچھ ہی تھا کہ سنگھ نے اسے خود سے قہر کر کے اس کے لیے بیشہ سے دوستانہ طریقے اپنانے کے تاکہ وہ تنہا ہی کا شکار نہ ہو جیسے کہ خود بھی وہ اپنے بچپن میں تھا اور دہلی کی تمام توجہ کے بادشاہ کی ایک عمر سماج کی کمی محسوس کر رہا تھا۔

گودہ سنگلی کا ہم عمر تھا مگر مزاج میں قدرے مشابہت اور دلی قربت نے انہیں ایک دوسرے کا ہم

دوست بنا دیا تھا اور دوست وہ بننے لگے کہ اس کی بات سے سنگلی نے بھی اس قدر محسوس کیا تھا کہ وہ کھنکھانے لگا رہا ہے۔ اور پو پو کی لاشینی کی خرابی سے تین بات سے بات نکل رہا تھا۔

”یہ بتاؤ تمہارا اسکول تو کب جا رہا ہے۔“ اس کے تعلقین نے سوال کے جواب میں ذرا

خاموشی اختیار کر رکھنے کے بعد اس نے یوں پوچھا جیسے کافی دیر سے ان کے درمیان یہ ہی بات ہو رہی تھی۔

سنگلی بھائی کے مزاج کو سمجھتا تھا کیا وہ اس وقت کچھ سننے کے موڈ میں نہیں یا شاید یہ اتنے تازے۔

گر پڑاں ہے۔ کیا سوچ کر اس کی بات کا جواب دیتے لگا۔

”دونوں بعد سو گوں جے جا میں گے۔“

”تو پھر تم بھی ملے جاتے۔“

”چھوڑ دے بھائی بہن! ان پاپک پر پہلے ہی بات بحث کر چکے ہیں۔“

اس موضوع سے وہ خامسا ہے اور ہوا پھر کیا تو کچھ اس کے اس دو بہن دوست مختلف وجوہات کی بنیام

اکول کی اس 'Excursion trip' میں شامل نہیں ہو رہے تھے اس لیے سنگلی نے بھی واک اٹھ کر دیا تھا۔

گوکہ ملنا اور سنگھ نے اسے سکھایا بھی شمالی علاقہ جات کی خوب صورتی کے قہیدے دہرائے مگر اس نے سن نہ ہوا۔ اچھے سال ہی تو وہ ملنا اور پاپک کے ساتھ سب عجیبیں دیکھ کر آیا تھا۔

پھر بھی یار پر تم چلے آؤ تو آجھا تھا۔ میرے بھی کچھ دن آجھے زرا جاتے۔

وہ ذرا سانس کر آئے۔ لے کر یوں لاکھ کر سنگلی پر قہر سے عجیبہ ہو گیا تھا۔

”کی سب میں آپ کا پیچھے چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ یہ پورا جھگڑ میں آپ کے اور پاپک کے ساتھ

آپ کے اسکول جاؤں گا اور آپ سے اپنے مشغولین کیسوں کا۔“

”کی۔“ وہ ڈر کر گئے ہوئے اس نے معنوی تھے اور بے زاری کا اظہار کیا۔

”آپ کے کسی اعزاز کا کچھ پر اثر نہیں ہونے والا۔ میں نے پاپک سے بات کر لی ہے۔ اور پاپک زرا

ہلدی مگر خطیں۔ سارا ایک melt (مکھل) ہونا جا رہا ہے۔ اور مجھے ہو کہ مجھ کی بات ہے۔“

سنگلی نے ٹھکر کر چائے کا کپڑا لیا اور فوراً چڑھ کر سنگلی کی طرف موڑ لیا۔ تو اس نے بھی اپنے ذہن

کو زمین کی سوج کے حوالے سے گئے گاڑی کی پہلی بڑھادی۔

گوکہ صہبہ نے کہا تھا کہ فریاد کو وہاں پہنچ کر سر پر راز تو اس کے گھر بڑا کے لیے اتنی بڑی خوشخبری

میں آج انسان پر تھا جس کل خوشی تو اس کے چہرے سے چھوٹی تھی۔ صہبہ بدعت اور دلی جان اس کی

آنکھوں میں اتنی وحشت کے بے خبر نہ تھیں۔

اور یہ وہ رشتہ ہے جن کے غلوں پر خلک کا راز کا کھانا قاجب جب ان تینوں کی نظر پاپک پر پڑیں

اس کے چہرے کی شکایت کی سرت کی سرت کی گھڑی کی بنا کی جاتی تھی۔ وہ کچھ ہی تھی۔ جبکہ وہ

اور اس کے آجماں صہبہ کے شرف تھیں اور سستی خیر جھلوں کی زد میں رہتی تھی جس ہو جاتی اور

بھی معنوی تھے جس کے کھنکھانے کا اظہار کرنے لگتی۔

مگر اوپر اڑ کر کہاں تھا اور بڑا لے قہر کوئی ان کی سب نے فراموش کر رکھا تھا تیار یوں میں سب ہی ممکن

تھے اس لیے صہبہ کا مڈم ڈی کل کل میں اچھا رہتا تھا زہد کو چھیننے اور اس کی جھپٹل ہٹ سے حظ

اٹھاتے ہوئے وہ ہنسنے جاتی۔

اچھا ملاحظہ! پتہ کیا ہوا تھا۔ دوسری طرف فریاد کے رفون پر وہ یوں ہی گول مول سا جواب دے کر

اپنے گئے کی خبر بھی رکھی ہو تھی جس کی طرف کھنکھنے سے ایک شام تھیں جب فریاد نے بت کہ اس سے فون کیا

اور اتفاق سے ذہبہ نے یہ دیکھ لیا تو اس نے اس کے لیے فریاد پر ساری بات اسے تادی۔ حسب توقع

اس کی خوشی کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔

پھر گے گورڈ۔ کیا واقعی یہ جے جے۔ وہ بے یقین ہوا جا رہا تھا۔

”ہاں بالکل جے جے۔“ ذہبہ کی کھلائی کی بھی اس کی ساعتوں کو اعتبار بخش رہی تھی اسے یقین آیا

ساتھ ہی صہبہ صہبہ صہبہ۔ جس کا اس نے فوراً اظہار بھی کر ڈالا۔

”اور یہ صہبہ کی بچی کے رہی تھی کہ داوی جان نے فی الحال کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے تو میں

اچھی طرح بھول گیا۔“ اس نے بے وقوف بنائے جانے پر وہ دھوا کھا رہے بیٹھا تھا۔

”پیارے جے جے مت کہنے گا۔ یہ سب اپنی وجہ سے تو ہوا ہے۔ یہاں بیٹھے بھی انقلاب آنے ہیں

سب صہبہ کے بہن مت ہیں۔ جے جے فریاد کو تو سوج بھی نہیں ملتی تھی کہ صہبہ جیسے بے غری کا

الہی اور ہر دم شواہن شرار میں کئی لڑکی تھارے اس معاملے کو اس قدر جھپٹیل سے بھی لے سکتی۔

نا صرف اس نے مجھے مول سوچت دی بلکہ داوی جان سے لے کر حق تک کو مٹانے اور ان سب

لی برین داکٹر کرنے کے تمام اعتراض اس نے اچھے دھن لے دیے ہیں۔“

اسے نوکتے ہوئے وہ بے حد ممنونیت اور تشکر کے جذبے سے مغلوب کر رہی تھی فریاد اس کی بات

سکرایا۔

”کچھ ایسا کامیابی میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں۔“

”نہیں۔“ اس نے صاف کوئی اختیار کرنے ہوئے غصے سے کہا۔

”چل چل بس پردل لڑی سے بالا رہا۔“ اس نے جیسے آسف سے کہا تو زہا بے چین ہو گئی۔

”تج سے تو آپ سے پہلے ہی کیا تھا فریادیہ سب میرے بس کا نہیں۔“ تجھ سے امیدیں

رکھیں۔

”کلام اس کا بعد مجھ کا تھا خوشی کا تمام احساس فریاد کی شکایت کے پیچھے چھپ گیا۔“ فلتہ لہجہ

کے خاوسوں کی یکدم ہیرا کر گیا۔

”وہ تو صرف فانی کر رہا تھا وہ زہا زور و شوخیت کے باعث یکدم اداس ہو گئی تھی۔

”اے میں تو کھلی نہیں پچھڑا تھا۔ تم تو فانی تیری پس ہو گئیں۔“ بیٹی میرا مطلب تمہیں؟

کرنا یا نہ کرنا میں تھا۔“

”وہ یکدم ایسے مانتے لگا زہا کی ذرا سی ناراضگی ایسے اچھے شاق تھی وہ جیسی ہی اپنی سادہ اور کول

سی آنکھ سے چمک جاتے والی۔ پھر فریاد سے تو اسے مشتق تھا اس کی ناراضگی اور شغل کا ذرا سا بھی

شیدہ ہو جاتا تو وہ ٹوٹ جاتی اور یہ شگفتگی اس کے لیے کسی اثر کی تو فریاد کو سمجھو ذکر رکھ دیتی وہ:

”اچھی طرح جان چکا تھا کہ زہا کا دل اس کی کسی پر مڑ سکتا اور اس کی رہی پر رک جاتا ہے۔

”آپ کے فانی کیا تھا۔“

”اس کے معانی پیش کرنے پر وہ قدرے پرہم لہجے میں تندی سے بولی تو وہ ریٹیکس ہو کر بس بڑا۔

”بچیں کہ تمہارے ساتھ صرف ایک بار سیر میں ہونے کے بعد آپ تو میں نے کان پکڑ لیے ہیں

”سے شیدہ شکایت کرنے سے۔“ میری تو یہ جواب پکڑ گئی۔

”تو گویا آپ شکایت کر نہیں رہے مگر کوئی لکچاپ کو مجھ سے۔“ آپ کے ہات کو اس نے ایک

سرخ بڑا۔

”مخ و دامن میں ہات رکھ کر کوئی زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔“

”تھکا تھکا لہجہ شیدہ کی زور و شوخی کا احتجاج کیے ہوئے تھا زہا مجھ سے نہیں کسی کہ کیا کے البتہ اتر

صہیت کر رہے ہاتھ لگی۔

”مٹی ملا۔“ آج وہ کئی دن بعد آئی تھی لہذا خان بابا اور داجان کی مسرت دینی تھی خود وہ بھی

قدر خوش تھی۔

”بیویا داجان۔“

”آئے ہی وہ ان کے گلے میں جھول گئی۔

”کسی ہو بیٹا۔“ آج کتنے دن بعد جھول پڑیں۔“

”شفقت سے اس کے سر ہاتھ پچھڑا کر وہ اپنے ساتھ اندر لے آئے۔

”شف داجان جانتے نہیں تھی کہ اختتام کی تاریخیں اور پھر اس کے بعد اختتاموں کے پور ترین دن:

سے بنتے ہوئے کسی کو غافل ہو گئی کسی مگر کیلپی اس دوران بھی میں آپ کے یہاں آ۔

والی بھی بعد اسباب و سامان مگر۔۔۔“

”اپنے مخصوص ڈالین میں بولے ہوئے وہ دھر دھر اوجھر دیکھتے بغیر کسی قدر اطمینان سے ان کے سا

والے سے صبر پر بیٹھ گئی تھی۔

”یہ دیکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کہ اس وقت لاؤنج میں اس کے علاوہ کوئی اور بھی بیٹھا

تھا۔“

”ایزیدے اخبار بنا کر دیکھا وہ تار کے بول پڑی تھی۔

”مگر؟“

”داجان اس کے رکتے پر ذرا سا سکرانے۔“

”مگر کیا بس ایسی نے میرا مزہ آف کر دیا تھا کسی بات۔“

”اس نے تصویر میں تصویر میں یاد کیا کہ اس روز ایزیدے کے پروڈل والی بات پر وہ سب سے ہی جیسے روٹھ

گئی تھی۔“ اس کے خیال کے ساتھ ہی جیم سے ایزد کا سر ہلکا اٹھو میں در آیا یکدم ہی دل کی کیفیت بدلی

گئی اس نے جلدی سے سر جھکا۔

”اچھا بھائی تمہارے پیچھے نہ ہوئے۔“

”اس نے جب ادھر ادھر کوئی نہیں دیکھی تو داجان بھی کچھ سوچ کر چپ رہے اور اس سے پچھلے دنوں

لی ورداد سب معمول پر پہنچے گئے۔

”پلیز بلیز اس آگے دقت میں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔“

”اس سوال پر اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں ٹوکا اور پاؤں اوپر رکھ کر بیٹھے ہوئے سرخ ان کی طرف پچھڑ

لا۔

”تو پھر مگر ان بات ہوگی۔“

”میں خیر سکرامٹ داجان کے لبوں پر آئی تو وہ قدرے چوکی۔

”خیر تم تو بے داجان۔“ آج آپ بڑے خوش نظر آ رہے ہیں۔“ کس خوش غلے سے باتیں کی ہیں کہ

اب تک ہم لبوں کا قصہ بنا رہے ہیں۔“

”ان کی معنی خیزی کے جواب میں اس نے شوشی سے نظریں کھما کر سوال کیا۔“ ایزدے اخبار ایک

طرف کر کے اس کو دیکھا تو اس کی سمجھوتے سے میرے خبر کی قدر بے تکلفی سے داجان سے باتیں کر

رہی تھی جیسے اپنے کسی ہم عمر کے ساتھ کو حکام ہو۔“

”اور تو تمہاری بہت باتیں ہوئی ہے۔“

”اس کا سوال گول کر کے انہوں نے صاف گئی ہے اس کی تریف کی۔

”میں جیسی اب آپ میرا سوال انور کر رہے ہیں بتائیے کیا داجان نے بات ہوئی تھی۔“

”جسٹلا کر اس نے انہیں شگفتگی سے دیکھا اور پھر یکدم گل کر شوش ہو گئی۔

”داجان کے لبوں پر ایک فلتہ سکرامٹ نمودار ہوا اور پھر غائب ہو گئی تو یکدم وہ خود بھی شیدہ ہو

گئی۔ چند من کے اندر وہ دوسرے درمیان ایک ہو چکی اس خاموشی کا حل پھر داجان نے خود کو پکڑ لیا۔

”ہزار سالہ قازق کے بعد دوبارہ غصے سے سر جھکا۔“

”مگر آن صبیحہ بیٹا کیا ہو اسل واکن ہو گئے ہیں تمہارے جو یکدم چپ ہو گئے۔“

”اس کے سر کو بھی سے جھنجھ رہے ہوئے انہوں نے استغنائی نظروں سے کھرا کر اسے دیکھا تو وہ

ان کے فطرت پر جان ہوئی خود بھی دوجہ سے کسر دئی۔

”میں کوئی گناہاں ہوں جو میرے تیل واکن ہوں گے۔“ نماز بے لہجے میں جیسے ان سے اختلاف کیا

اور پھر یکدم کچھ سوچ کر بے حد خوش ہو گئی۔

”آپ کو معلوم ہے داجان داوی جان سے ہم سب کو بار بھائی کی شادی میں جانے کی اجازت دے

دے گی۔“ ای اور اب بھی جائیں گے ان کتنا مرا آئے گا آج کل میں اتنے اکیلا نہیں کہ آپ بتا

نہیں سکتی۔

”بتانے کی ضرورت بھی نہیں آپ کے اندر آپ کی کیفیت کے مکمل تر تعین ہیں۔“

”ہائیں۔“

”وہ مجھ کو کہتی ہوئی بھاری مردانہ آواز پر بری طرح شگفتگی۔“ ذرا سا رخ پچھڑا تھا کہ ایزد دانی کج

ن قدم اٹھا کر اس کے اور داجان کے پاس آکر رک گیا۔

”ایک لمحے کے لیے اس کی انہیں حیرت و دقت کے بوجھ سے جبکہ گئیں مگر اگلے بل وہ داجان کو

مائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”یہ ایزد ہے صبیحہ بیٹا میرے بہت اچھے دوست کا پوتا اور یہ وہ خوش غلے باتیں سن کر

تعمیر میرے لیوں کا حصہ بنا ہوا تھا۔  
 اس کی عقل کا اثر برقی نظروں کے برعکس وہ مدت محبت سے ایزد کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے اس  
 متعارف کر رہے تھے گو کہ چہرے کے آثار سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ تعارف محض اس کی حق  
 نثار احساسی سے واک آؤٹ کر دینے کا حربہ ہے۔  
 اس کا جملہ ایسے اسے شرمندہ کر کے گاگر معلوم ہوتا تو کبھی لیوں سے نہ لگاتی ایزد اس کی کینہ  
 سے محفوظ رہ رہا تھا جبھی خوف کی بلبل بنی سی مسکراتی تھی سوچوں سے ٹھیل رہی تھی۔  
 ”چلو کیجی ہیں آپ۔“  
 ایزد پوچھ رہا تھا اسے واد جان کے فائزل پرست تھی عقلی تمسک اس کے سامنے کیا کہتی تھی پچھنے آثار  
 دیکھنے کیلئے سے شاموں پر بٹھاتے ہوئے بے بسی سے جواب دیا۔  
 ”تھک ہو۔“  
 فریاد کیلئے والی چوچھالی اور شرفی کے برعکس بڑا مختصر اور سنجیدہ سا جواب کیا۔  
 ”لگتا ہے میری موجودگی آپ کو سخت ناگوار لگ رہی ہے۔ جیسی موڈ آف ہو گیا ہے آپ کا۔“  
 واد جان کے ٹوٹنے سے پہلے ہی ایزد کے سنجیدہ لہجے پر وہ جھٹکی۔  
 ”مصلحتاً ان حضرت کو میری میں ریڈنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی لگتا ہے انہوں نے مجھے شر  
 کرنے کا تجربہ کیا ہے۔“  
 ”جی نہیں! ایسا کیا نہیں آپ غلط سمجھے ہیں۔“  
 محسوس کیجئے میں سر اٹھا کر اپنا دفاع کرتے ہوئے دو اپنے انزلی روپ میں سٹ آئی تھی۔  
 ”تو اس کا مطلب ہے کہ میرا آپ کو خوشگوار لگتا ہے۔“  
 لطیف سی شرفی ایزد کے بظاہر پرستہ لہجے میں کبھی عقلی تھی۔ واد جان مسکرائے لگے البتہ وہ ایزد  
 گمری نظروں کے حصار میں جھٹکی تھی۔  
 ”کے تو کیا ہے کویم مشکل و گرنہ کویم مشکل۔“  
 ”چلیے اسی بات پر ایک گلاس پانی تو پلویا ہے۔“  
 اسے تنقید میں دیکھ کر ایزد نے اس مشکل سے اسے آزاد کیا اور یوں بولا جیسے برسوں شناسائی  
 ہو۔  
 ”اندھا کیا چاہے دو آکھیں وہ پہلی فرصت میں منظر سے غائب ہو گئی۔“  
 ”اے وادانی اب چلوں گا۔“  
 صہبہ کے بچن دوڑتے ہی وہ واد جان کی طرف مڑا اور اجازت چاہی۔  
 ”اسے جلدی کیا ہے میاں اچھے بیچو آئے رہی تھی ہوئی ہے۔“  
 واد جان اتنی جلدی اس کے چالنے پر رضامند نہ تھے محبت سے بولے۔  
 ”میں پس ابھی ایک ایک انٹرف ہے میرا اس لیے اجازت چاہوں گا یوں بھی میری موجودگی ودا  
 کر کے۔“  
 مسکرا کر مصلحت سے لے پاتھ بڑھاتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس اثنا میں خان بابائی لے آئے تھے  
 کی مسکراہٹ سمجھی ہو گئی وہ وادانی دوبارہ آگئے اسے سے گریزاں تھی اس کی مسکراہٹ سے واد  
 ایزد کے دل کی بات جان گئے فوراً بولے۔  
 ”اے میں ایسا نہیں آئی کوئی بات نہیں“ وہ خاصی پر احاد دینی ہے پس تم نے اسے تمہارا نروس  
 تھا۔“  
 واد جان! اور اس کا دفاع نہ کرتے ہی نہ ممکن ہی نہ تھا اپنے دوستانہ انداز میں مسکرا کر اس کا ہاتھ  
 تودہ لگا سکا تنقید لگا کر کھنکھنایا۔  
 ”ہائے میں اگر زمین آسے دیکھ لیجو تو شاید حیرت کے باعث بے ہوش ہی ہو جاتی۔“ انہی اور  
 ہوا؟“

”یقین کیجئے میں نے ایسی کوشش ہرگز نہیں کی تھی۔“  
 ”چلو ہی بھائی میں کوئی حرج نہیں! رشتہ ہی ایسا ہے۔“  
 وہ دوسروں کے مہذب اور اداریوں کے پیشہ سے مافی رہے شاید اسی لیے آج اکیلے اس پرے  
 سے کھینچ کر ختانی کی سرزماں میں رہے تھے۔ جو پاس آتا تھا انہوں نے روکا نہیں اور جس نے راہ بدل کر  
 اگلے گھر سے بھی انکار نہ کیا۔  
 ایزد ان کی بات پر دل ہی دل میں اطمینان کا سندھ رہا تھا جس بڑا محسوس کرنے لگا تھا ان کا آخری  
 ملا اس بات کی حیثیت تھا کہ دونوں جانب سے بات تقریباً ”تھو پھی گئی۔“ خود بی بی جان سے تو  
 پہلے کا حوصلہ نہیں ہوا تھا۔ جھانکنا کمال تک پتھر کر آج جب بابا کے کئے پر وہ واد جان سے ملنے آیا تو  
 ”کڑی بی بی“ تھی اس کے ہاتھ لگی تھی دوسری خوشی صہبہ سے بھی ملاقات ہو گئی۔  
 ”تھک ہو وادانی میں آپ کے دوستانہ مزاج کا مراح ہو گیا ہوں آج ہے۔“  
 وہ واقعی چران تھا گو کہ بابا اس سے اتنے ہی بے تکلف تھے جیسے عام طور پر ایک دوست دوسرے  
 سے ہوتا ہے۔ وہ واد جان کے عقلی اس نے اپنا ہرگز نہ سوچا تھا بلکہ وہ تو صہبہ کی بے تکلفی پر خاصا  
 بران ہو رہا تھا اب معلوم ہوا کہ خود واد جان کا مزاج اس قدر دوستانہ تھا۔  
 واد جان اس کی بات پر مسکرا دیے۔ ”جس پر وہ پھر لگے۔“  
 ”بھئی مجھے آپ کا فریک اور فریڈنی رویہ واقعی بہت اچھا لگا۔“  
 ”اے یہ سب میری پوٹنی کی وجہ سے ہے۔“ اس کا شانہ تختہ تپتا ہے ہوئے انہوں نے اسے شفقت  
 سے دیکھا۔  
 ”تھک ہو فارورڈ آئر Thank you for this honour۔“ اس نے خوشی  
 سے شانے اٹھائے اور پرجوش مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔  
 واد جان اس وقت تک کھڑے رہے جب تک اس کی کاغذی نظروں سے اوچھل نہ ہو گئی اس لیے ان  
 نے ذہن کی پرواز صہبہ کی خوشیوں سے اس کی پر سکون زندگی تک تھی۔ اس کو اپنے کمرش شاد آباد  
 کیجئے کی ان کی آرزو جلد ہی پوری ہوئے والی تھی۔  
 گو کہ پہلے ان کی شدید خواہش یہ تھی کہ فریاد اور صہبہ کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیں مگر گزرتے  
 رفت کے باعث کیا کہ وہ واد جان کی ایک دوسرے کے لیے ان جھٹکوں میں موزوں نہیں اور نہ ہی وہ  
 اس طرح اس رنج پر سوچنے میں فیذا آج ایزد کو دیکھ کر اس میں لگیے جو کچھ انہوں نے صہبہ کے لیے  
 اہمیت واد چاہا تھا اس خراب کی تعمیر ایزد کی شکل میں آگئی ہے۔  
 خود ایزد کے چہرے پر عقلی جذبات کی دھمک ابھی کی جائیداد نظروں سے اوچھل نہ تھی اس کا شہین  
 انداز اور جھلک تھی جس سے اس کے انسانی جواب کا عکاس کا قیاس سے بڑھ کر بیگم ہوا بی بی جس غلطی سے  
 صہبہ کے لیے آگے بڑھی تھی ان کے دل میں مشکل کے خدے نہ دم بڑھنے کے جو فریاد کے دل کی  
 ات جان کر صہبہ کی انسانی زندگی سے متعلق ان میں پریشان رکھتے تھے۔ مگر اب انہیں یقین تھا کہ ایزد  
 کے ساتھ اس کی زندگی سمل کر لڑ جائے گی۔  
 ”تھکس گاؤ! آپ لوٹ آئے ورنہ میں بھی تھی کمر تک ڈراپ کرنے کے لئے ہو گئی۔“  
 جس کے واد جان کو لڑنے میں داخل ہونے وہ خاصے بھانے ہوئے تھے جس میں کمر رہی تھی۔ وہ واد  
 اس پر خاموش ہو گئے اور کمری نظر سے اسے دیکھا بلکہ وہ رہی تھی۔  
 ”بہت خراب واد جان! مجھے پتلے کیوں نہیں بتایا آپ نے۔“  
 ”کیا نہیں بتایا۔“  
 ”دور آگ چھڑے آئی۔“  
 ”جی کہ.....“ وہ جانے کیا کئے جاری تھی کہ کچھ چھپ کر چپ ہو گئی پھر فوراً ”بیٹا بدل کر عقلی  
 سے بولی۔“

”بس جانیں اور جان میں واقعی آپ سے خفا ہوں۔“

”اچھا بیٹا تم جی بولنا کیلئے اور وہ میرے پاس بیٹھو۔“

اس نے جان سے اندھ سجدہ لگے اس لیے وہ کچھ خطا ہی ہو کر ان کے پاس پڑے غور کر رہی تھی۔ اس کی شکل کا انہوں نے کوئی اثر نہیں لیا تھا اور یہ پہلی بار ہوا تھا۔

”جی؟ وہ کچھ اچھے کنے ان کے تیر دیکھ کر۔“

”ایک بات بتاؤ بیٹا۔“

”ہوں؟“

”تمہیں ایڑ کر کیا لگا۔“

”جی۔“ اس کی جراتی جا تھی۔

سوال قطعی غیر متوقع تھا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ سوال جوابی اور دریا جان سے ابھی تک نہیں ہو چکا ہے اس کی ہم عمر گزراں کے تیر دیکھتے ہوئے پچھتے سے خائف رہتی ہیں اور اس قدر آرام سے پوچھ لیں۔

لاکھ بے گلفی کسی گراں وقت کا بار جانے اس کی بلکیں تک گھس رہی تھیں وہ چپ تھی اس لیے وہ

نے سوال دہرایا۔ اور وہ سب سے بھروسہ دل سکتی تھی اور جان سے نہیں۔

”پلیز اور جان میرا خیال ہے یہ سوال بھل اذوت ہے۔ فی الحال میں جواب دینے کی پوزیشن

نہیں ہوں کیونکہ میں نے اب تک اس موضوع پر سوچا ہی نہیں اور ج تو یہ کہ میں ابھی یہ سوچنا بھی نہیں چاہتی۔“

بہت عرصے ہوئے مٹن لینے میں اس نے دو ٹوک جواب دے دیا تھا اور جان حیران رہ گئے۔ بات

آگے جا چکی تھی اور وہ ابھی سوچنے کے لیے بھی تیار نہ تھی۔

”صبر کرو بیٹا۔ تمہیں کیا کہہ رہی ہو۔“

حیرت کی جگہ اب تشویش اور فکر نے لے لی تھی۔

”پلیز اور جان آپ نے بیش میرا ساتھ دیا ہے نا اب بھی مجھے سمجھیں۔ فی الحال میں امی کی بات

مان لیتی۔“

”اب اس میں کیا بات ہے۔“

”مگر کیوں؟“ ان کا سوال قطعی تھا۔

”مجھ پر اعتبار رکھیں اور جان میں بہت دھرم یا خود سر نہیں کرنا میری فی الحال میری ترجیح نہیں اور

کے علاوہ میں کچھ کرنا نہیں چاہتی۔“

بات ختم کر کے گویا اس نے نینے کے لیے کچھ بوجھ ڈالی نہ تھا، جان گری سانس بھر کر مگے۔

”آپ کا اسٹاف تو بڑا رعب ہے۔ لگتا ہے مجھے جھپٹا رہا ہو۔ ہر طرف تھلک بچ کر خاموش

جاتی ہے ضرور آپ نے ان معصوم خواتین کو ڈرا دھمکا ہوا ہو گا۔“

اسی سال بعد سنی کو اپنے والد کے اسکول آنے کا اتفاق ہوا تھا اسکول چوکے صرف لڑکیوں کا تھا

لیے اسے دوسری جگہ بھجوا دیا تھا۔ اسی لیے اسے ملان صاحب سے سخت شکایت تھی کہ انہوں

لڑکیوں کا اسکول کیوں نہیں کھولا اور ساتھ ہی یہ شکوہ بھی تھا کہ سمعان اسے اپنے ساتھ پرست

لے کر کیوں نہیں جاتا البتہ ان لڑکیوں کا نام ناقص جواب دینے کے لیے موجود تھیں یہی لکھا

چنگی واٹس ہے سنی تو اس سے جو جانتی۔

پرست روم میں سمعان کے سامنے دالی کر سی پر آکر بیٹھتے ہوئے اس نے سنجیدگی اور حیرت سے

اور پھر فوراً ”تھلک نظروں سے اسے دیکھا۔“

”ڈرا یا تو خیر کبھی نہیں بس یہ سب تو اپنی شخصیت کا کامال ہے۔“

وہ فرضی کار بھانسنے ہوئے مسکرایا۔

”جس کی وجہ سے بغیر ڈرائے دھمکا ہے ہی لوگ سم جاتے ہیں۔“

سنی نے فوراً ”کھواگیا اسی نے زمین پر پینکل جڑن فاعل ری چنگ کے لیے ہوں کی مدد سے

لے اندر داخل ہوئی۔ جو کچھ سرفستان پر پڑی وہ کچھ جھجھک سی۔ کیونکہ سنی کی پر شوق اور

ان نظروں اس پر سی جی ہوئی تھی۔

سمعان کیوں پر اس جی ہوتی پڑا اور لہجہ تبصرہ بکھرا تھا سنی کی عقلی نظروں سے یہ منظر نہ سکا۔

ان پر جی لکھ کر پلٹ کر جانا تو وہ بھی چاہتی تھی مگر سمعان کی حوالہ لگا جس کی نظروں سے نہیں تو

کر تفصیل بتانے لگی۔

”اچھا چاہیں انہیں دیکھ لوں گا، فی الحال آپ ان سے میں سمعان گردیزی میرے چھوٹے بھائی

سنی کے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کرنے پر اسے تعارف کراتے ہی بنی۔“

”بیل۔“

زمین نے رخ موڑ کر اسے دیکھا تو اس نے جھٹ دستانہ مسکراہٹ لیوں پر سجاتے ہوئے ہاتھ

کے پڑھاؤا۔

”بیل..... مجھے زمین کہتے ہیں۔“

”جواباً“ وہ بھی دیر سے سے حکمراوی۔ سنی نے ایک لمحے کے لیے ہنسن اچکا نہیں۔

وہ اصل کاردار اسکول ایک بننے کے لیے excursion trip پر گیا ہے اس لیے میں آپ کو

ماں نظر آ رہا ہوں۔ اور وہ بھی تو مجھے بھی یہاں نہیں آنے دیتے تھے۔“

اپنے ساتھ دالی دیکھ کر اسے بھنے کی آفر کرنے کے ساتھ ساتھ سنی کی زبان میں جلی رہی

لی۔ سمعان اس کی شکایت پر کان نہ دھرتے ہوئے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔

”آپ یہاں کیا رہا کرتی ہیں۔“

زمین کو خاموشی کھڑے مسکراتا دیکھ کر اس نے ایک اور سوال دیا تھا۔

”فرس اور مہنہ۔“

”آپ مہنہ؟“ ان کا کوئی کلاس سے آپ کی۔“

سمعان نے آپ کے ڈائریکٹ اسے خطاب کیا تو وہ گزرا نہ گئی۔ اگلے دوپہر تو اس کے فری تھے مگر

اس اس کے سامنے بیٹھا بھی ایک مرحلہ تھا اس لیے بغیر کوئی جواب دیے قدم بڑھانے کا سوچ رہی تھی

سنی نے سامنے رکھی نیچر کی ڈیلی ڈائری میں اس کی ڈائری اٹھائی۔

”ارے آپ کے دوپہر فری ہیں، نہیں لگے۔“ ان کا کیا جاسکتا تھا۔

”بیٹھ جائے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہے گا اس کا زہر میں لینا ہوں۔“

سمعان نے شاید اس کے چہرے پر لکھا کر پڑھ لیا تھا اب حد دے بیٹھ لیے میں کما تو وہ دعامت سے

ابا غرق ہوئی۔

والہ اباب سوچا تھا اس نے بلکہ ملان اگل کی ٹیلی سے اسے کسی نقصان کسی تکلیف کے پہنچنے

اور داخل ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ مگر کیا کرے کہ لیوں کے تو ایک لحاظ نہ کئے کا حد کر لیا تھا اس نے پھر

وہا یہ فرض ہے اس کے دل کی بات جانتا۔

وہ پشیمان و متاسف چپ بیٹھ گئی۔ سنی نے اس کی آنکھوں میں اتنی دھمک دیکھ لی تھی۔

سمعان کو بھی اسے لہو اٹھنے کی کجی کا اندازہ ہو گیا تھا مگر قدرت کے وہ اسے اس احساس سے

پر نہیں لکانا چاہتا تھا جس کے تحت وہ یہ جگت سنی کے قریب پڑی کر سی پر آگئی تھی۔

”ادو ہزار ع ہے آپ پر بھائی کا۔“

سنی نے تھک کر خوشی سے کہا پھر قدرے سر گروشیانہ لہجے میں بولا۔

”ابن کی بات ہے، عرب تو ان کا بچہ پر بھی اٹکتا ہے۔“

یہ غلط بات بتاتے ہوئے اس نے مسکرا کر سنبلی کے رامیدہ چرے کو دکھا۔

”اور اگر کوئی آپ کی کپٹی میں بوری ہونا چاہے تو۔“  
سمعان نے فون بند کر کے ان دونوں کی طرف پلٹ کر سوال کیا تو وہ سنجیدی سے چہو جھکا مکی جبکہ بلی احتجاجاً بول رہا تھا۔

”آپ قطعی غلط بات کر رہے ہیں بھائی میں تو ان کی کپٹی میں بڑی ایکسانٹنسٹ محسوس کر رہا ہوں۔  
مجھے آپ جیسے polite اور gentle لوگ بہت اہل کرتے ہیں۔“

سنبلی بڑے طعوس اور سچائی سے کہہ رہا تھا سماعان نے اسے مہری نظر سے دیکھا جو اس کے سامنے بلی کے والدانہ انداز تو صیف پر یکہ خفیف سی بوری تھی۔ طعوس براق کان کے سوٹ میں جلیوس جہات کی حدت سے دوپٹا گلابی چروہ دار فنی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اعلیٰ اعلیٰ پاکیزہ نرم نرم ٹکڑا ہٹ اس کے چرے پر بھی ہوئی تھی۔

”چلو آئیے بابا کے روم میں بیٹے ہیں۔“  
سنبلی نے سماعان کی سوجوئی کے باعث اس کا گریڈ اور کوئی محسوس کر لی تھی جیسی اٹھ کھڑا ہوا

ماٹھے میں وہ بھی بلی کی تیزی سے آگئی سماعان نے دیکھے ہمہ سمیت اسے دیکھا لکنا لکڑائی مکی وہ اس کے پھر بھی اس کے دل میں ہر طرف بلی ہو رہی تھی۔

”اوسکے بھائی میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔“ اسے راضی دیکر کر سنبلی نے اسے جیسے اعلیٰ داعی۔  
”ان کے ساتھ۔“

سمعان کا سوال غیر متوقع تھا پھر فاکل میں یکہ لگتے ہوئے وہ سرسری انداز میں پوچھ رہا تھا۔  
”ان کے ساتھ مس نہیں کے ساتھ۔“ سنبلی اس کے سوال پر متعجب ہوتے ہوئے بولا اور پھر یکہ

موج کر ٹھٹکا۔  
”میں آپ کو بھلا کیا کہوں۔“

اب کے سوال زمین سے تھا وہ شاید اس جملے کے لیے تیار نہ تھی جیسا کہ سماعان کی نظرات بدل بدل بھی میں تبدیل ہو گئی تھی اس کا سوال سنبلی کو بالکل سچ پراگٹ کی طرف لے آیا تھا۔

”میرا خیال ہے سسر کھلے رہے گا۔“  
اس نے سوچ کر خود ہی جھلجھلایا۔

”مگر سسر تو عام طور پر زسوں کو کہتے ہیں۔“ سماعان نے گویا اسے ٹوکا۔  
”تو پھر سسر ان لاء ٹھیک ہے۔“

سنبلی کی بہت باگن وکی تھی جو سماعان چاہتا تھا۔ زمین اس واضع اور بے باک بات پر بری طرح دل ہوئی پھر اٹھا کر اٹھلائی گاہوں سے سنبلی کو دیکھا تو وہ ”ورا“ دھاکا انداز اختیار کر گیا۔

”میں دیکھنے آیا بابا آپ کو بلی تھے ہیں جبکہ آپ ان کے اسکول میں جاب کرتی ہیں گویا قانون کے دف آپ ان کی بات ہو میں اس طرح قانون اور پاپا کا رشتہ قائم کر لایا جائے تو پھر میرا رشتہ سسر

باہر والی بنے گا نا۔“  
وہ بھی جیسے حرفوں کا پتا تھا۔ زمین لاجواب سی ہو گئی۔

سمعان کے سامنے اس قسم کی باتیں ..... سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھیں وہ بھی وہ اگر نہ ہی وہ تو بھی سنبلی کی زبان کے آگے اس کی ایک نہ جاتی۔

”میں جانتی ہوں اس نے نہ تائیدی نہ تردید بلکہ جاب کے لیے مڑی  
”اے سسر میری بات کا جواب تو دینی چاہیے میں نے فلوکا ماسے کیا۔“

ہل اس کے چہرہ پر کراہ سمجیدہ ہو گیا تھا زمین نے اسے جن نظروں سے دیکھا وہ نام ہو گیا اور اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔

”آئی ایم سورسی میں نے شاید آپ کو جہرت کیا۔“

”جھا“  
اب وہ کھل کر مسکرائی یہ ہی سوچا بھلا سماعان کی بات کو دل سے کیا لگتا اس کا غیر معمولی اکھڑا ہوا سماعان کو تو کیا کسی کو بھی ایسا سوچنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ گویا یہ جرم بھی اس کے اپنے کھاتے میں دما ہوا تھا۔

”بابا سے آپ کے بارے میں بہت سنا تھا آج پہلی بار مل رہا ہوں ماما اور بھائی بھی آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔“

”ہاں۔“  
وہ سنبلی کے اس انکشاف پر متعجب اور پریشان سی ہو گئی روزیدہ نظروں سے سماعان کو دیکھا

انٹرکام پر مصروف تھا۔  
”اے آپ پریشان کیوں ہو تمہیں یقین کس کی کو آپ سے شکایت نہیں سب کے دوٹ کٹا

فیور آپ کے ساتھ ہیں اور اب تو میرا لگا دوٹ بھی آپ کے حق میں ہے وہ دیکھتے گا آپ کو انشاء ادا کوئی پر اہم نہیں ہوگی۔“

سنبلی تباہ ہو گئی جیسے بول رہا تھا اور وہ ساکت بیٹھی اس کی باتوں پر کسی جاری رہی تو گویا پاپا اتنی آگے نکل چکی ہے۔ سنبلی کی بظاہر سادہ سی باتوں کا اصل مفہوم اخذ کرنا اس کے لیے کچھ مشکل تھا۔

سمعان کے توجہ دیکھتے ہوئے کئی بار اس نے سوچا بھی کہ اس تمام کھیل کا حقیقی انجام بھلا کیا ہو گا؟  
آج سنبلی سے بات کر کے اسے اندازہ ہوا کہ جس معاملے کو وہ کھیل سمجھ رہی ہے وہ ایک ایسی باری۔

جس پر بات ہونا اس کے مقدور میں رہ کر فرما دیا ہے۔  
سنبلی کی خوب صورت اور با اعتماد مسکراہٹ اسے مزید ابھمن میں ڈال دی۔ ایک لمحے کو بار جیا۔

وہ سرخ ہو گئی۔  
”بابا اللہ یہ سب لوگ کیا سوچ رہے ہیں اور دوسری طرف الی؟“

”چلو سنبلی تمہارے لیے ماما نے کھر سے گاڑی بیچ دی ہے اب مگر جاؤ۔“  
”وہ شاید بچی مراد میں رہتی مگر سماعان کی آواز نے اسے چوڑا کیا۔

”کیوں؟“ سنبلی ٹھٹکا۔  
”زمین تمہارے ساتھ جا کر یکہ گف لیتا ہے کل بار بھائی کی طرف جانا ہے اس لیے۔“ زمین۔

دیکھا وہ اپنے چھوٹے بھائی سے کتنا دوستانہ اور فریک روہ رہتا ہے۔  
”بلیہ بھائی ابھی نہیں ابھی کچھ دیر میں میاں رکوں گا۔ آپ ماما سے کہہ دیں میں آؤں گئے ۵

آج ابوں گا۔“  
سنبلی کے عاجزی سے کہنے پر سماعان نے اسے قدرے ناہمی نظروں سے دیکھا مکی مکر وہ صاف

انجمن بن گیا۔  
”میں جیسے بہت اچھی گئی ہیں میں آپ سے دوستی کروں گا تاپے آپ کو میری آخر قبول ہے۔“

”ہی۔“  
ظلم سے بوجھا ہوا ہر اتر اس کے لیے ایک آواز بن گیا ہونا تو وہ دے اکڑو جیتی تھی۔ اور ا۔

وقت بھی کچھ ہی ہی صورت حال تھی۔ وہ کس طرح سنبلی کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی کہ جو کچھ وہ اور سماعان چاہتے ہیں وہ ممکن ہے اسی لیے اس کی دوستی کی آخر پر خاموش رہی۔

”شارپہ کو کوشن اچھا نہیں لگا اس لیے۔“  
سنبلی نے اس کی خاموشی کو ایک نئے مٹی بناتے تو وہ خرمندہ ہو گئی۔

”اے میں نہیں جانتی لیکن کوئی بات نہیں میں تو بس یہ ہی سوچ رہی تھی کہ میری کپٹی میں لوگ پور

جائے ہیں شاید نہ مکی.... زیادہ اچھا محسوس نہ کر سکو۔“



184

”مجھے اما بے مایاں ہیں اور میں کب سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔“  
بارے اپنا چاک بولتے ہوئے اگر انہیں کمری سوچ سے بچ نکالا تو وہ ذرا سی چکیں۔

”میں کیا بات ہے۔“  
”مگر ان کی باتوں سے آپ کو یاد کر رہی ہیں کہ یہ شیطان ڈنڈے کر جلدی بے لکھو میں  
میں آ رہی ہیں زنجیروں۔“  
”انہو کے نام پر جھگڑائی مسکراتھ لٹا بار نہیں اپنے آنے کا مقصد بتاتے ہوئے لوگ روم ٹر  
چو کہ اس وقت کسی بے حد پھوپھویش کا پار لگ رہا تھا ہر طرف سکھارے مختلف اشیاء بھری  
تھیں۔“  
”میک کا امپورٹڈ سامان استعمال کے بعد بے دردی سے ادھر ادھر ڈالا ہوا تھا۔  
”کہہ دیجئے حال دار کردہ میدان کا راز ناقتہ چس کر رہا ہے۔“

”ابھی حالت حاضری کا جائزہ لیتے ہی آیا ہوا تھا۔“  
”اف ٹمرا انی آپ کے اسٹوڈنٹ پیٹے نے ہماری تیاری کا حشر کر دیا ہے کب سے اگر تک یہ جار  
ہیں۔“  
”آج نخت زہ انداز اندر آئے فرما کا قفل کروا کر مایاویں چلی جیٹ اس پر ہی کی گئی تھی کہ احد  
بار تو پہلی بار اس طرف آئے تھے جب کہ پیلانے اس کی بی ڈیول گواہی نہ کہ یہ جلد سب کو لے کر  
نکلے۔“

”ارے نہیں ڈیکو تو ساری کیسی پر یاں لگ رہی ہیں۔“  
”اما کا ذرا دیر پہلے والا ہے ساتھ میں تھرا انداز اس بھلائی انار سے کتنا مختلف تھا وہ سوچ  
بجھتا ہوا پوچھ کے بغیر واپس لوٹ گیا کہ اما اب اس سب کی نریٹوں میں رہب انسان ہو  
تھیں۔“

”احد اور بار بار بیچ میں شرح فیس جست کر رہے تھے اور وہ مزید اکرے جاری تھیں۔ بار  
ساتھ دیگر کزنز انتظار میں کھینچے کے بعد اندر چلے آئے تو معاملہ مداخلت میں چڑ گیا۔  
”جانے آج صبحہ اور زادیو آئی ہیں۔“  
”گھڑی تپ رہی نظر دالتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا وہ جھلاہٹ تو اس انتظار کے باعث تھی۔ سفینہ ا  
کے دونوں لون اس وقت انتہج جارہے تھے لہذا اسوے مہر کے کوئی چارہ نہ تھا۔  
”خیریت ہے تم نہ پر بار دجائے کسی خوشی میں مایاں کر دے ہو۔“  
”سمعان جو کہ دوپٹے پہنے ہوئے تھیں گھڑیاں فزیش ہوئے اس کے جانے کہاں سے وارد ہوا تھا۔  
”تم نے ان کی پر کہاں لگی اسحق۔“

”وہ تو اسے دیکھتے ہی یوں کھلے ہوئے کہ وہ آتا مہرے جھنڈا ہٹ کے شاید وہ کچھ تو ڈیوڑھی ڈالت۔  
”بس یاں مایا میں چلی گئی تھیں ان کے واپس آنے کا انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی تھی کہ  
کی تیار نہ ہو رہی کر رہی۔“

”اس نے شانے دھیلے چھوڑتے ہوئے مختصر ”عرض کی۔“  
”کہاں ہیں وہ دونوں۔“ وہ ان سے ملنے کی غرض سے پوچھنے لگا۔  
”اندھ چلے گئے ہیں تمہارے میں لیکن ان سے پہلے بے جاؤ ڈنڈا کے مہرے کوئی کیا یا نہیں۔“  
”اسے اندر جانے کا قصہ کہہ کر دیکھ کر پہلے سے روکا اور پھر تھم ترین سوال ڈال دیا۔“  
”ابھی کہہ نہیں۔“

”آئے کا بتایا جا سکتا ہے۔“  
”میں فرصت نہیں ملی ورنہ میں فون کر لیتا۔“  
”ہوں تو کویا اس کے موڈ آف کیا ہوا ہے کم ان یا راب اتنا پی پی نہ ہو۔“ ”نہیں کر اسے چھیڑا۔“

”ہر کوئی تسماری طرح نہیں ہوتا مسکرمکھ میں دل کا سوال ہی زبان پر نہ لائے ہم نے تو جو محسوس  
لیا سوچا اور“ کہ ستیا اب اس کا انتظار کر اس کز رہا ہے تو اس کا بھی اٹھار کر رہا ہوں۔“  
”وہ سمعان کی قبی پر چڑانے والے سے پیش میں کویا ہوا تھا تو وہ مزہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔  
”تو وہ قہقہہ لگاتے کو دوڑ کر رہے ہو مجھے معلوم ہوا کہ یہ انتظار اتنا جانگسل لگ رہا ہے تو راستے میں  
ک کہ کر آتا تسماری شہر کی۔“

”بے وقتہ یہ پیش ہارنا“ پہلے اپنا راستہ صاف کر دھر میری منزل کی فکر کرنا۔“  
”لہذا اس کے اب تک ملے لکھوں میں اٹھار نہ کرنے پر ادھر اٹھائے بیٹھا تھا بقل اس کے موصوف  
کے دل کی بات کا بیٹھا نہ تھا اور حسرت نے خوابوں کے جہان آباد کر دیے تھے۔  
”ادھر میری سمعان کمریزی تھا نے اپنے جڈوں پر ان اور اعتبار تھیں تاکہ کہ وہ کچھ بھی  
لے نہ لے کر نہیں کے دل کی سر زمین پر اس کی مبت کی تھی کو پھل اک چلی ہو بھی تو اس کے سین  
نوروں میں روپے رنگ ڈوٹے ہیں۔ جو بھی کبھی خدشوں سے آنے والے آسوں کی کی سے پھٹے پڑ  
جاتے ہیں۔“

”مجھے تسمار راستہ تو بالکل صاف پڑا ہوا ہے وہ جو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔  
”مردوں کی تو ہمیں اکہ دیں لیوں کے داستان اپنی  
زبان اک اور بھی ہوتی ہے اٹھار تھنا کی  
”تو ڈیزبات کچھ یوں ہے کہ جو مجھے کتا تھا میں نے کہہ دیا اور جو کچھ مجھے سنا تھا وہ بغیر اس کے کہ  
میں نے دل میں آ کر آیا۔“

”کے میں سرشاری لے پالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سمعان اسے حد درجے مطمئن لگا اس سے پہلے  
کہ وہ نازہ ترین صورتحال کے بارے میں کوئی رپورٹ لیتا اما اندر سے پورے قاطعہ سیت برآمد  
ہوئیں۔“

”چلو فرما جلدی جلدی گاؤں کو اورنگ کرو۔“  
”کی اما“ وہ سمعان کی بات پر دھڑکے سے سر ہلاتا آگے بڑھ گیا تو سمعان ٹھہر چمکے باں چلا آیا  
سلام دعا اور حال احوال سے میں بھی رہی گئی اسنے وقت میں تقریباً ”سب لوگ اپنی اپنی گاؤں میں بیٹھ  
چکے۔“

”سمعان بیٹھی بیٹھی اور اما کے ساتھ سیاہ بیک کی طرف آگیا ساتھ میں باہر بھائی کی کچھ کوبھی بھی تھیں  
بہر حال کسی نہ کسی طرح جگہ بنی گئی۔“  
”میں خیال ہے کہ سب بیٹھ گئے ہیں اب چلتا جا ہے۔“  
”مگر بیٹھ، اختتام صاحب اور راجا کے پاس آئے ہوئے پولیس مہراس سے پہلے کہ اختتام صاحب  
ان کی بات کی تاکید کرتے ہوئے آگے بڑھتے قریب آکر رکے والی دو ٹیگا کر لیا ان کی توجہ اپنی جانب  
مبذول کر گئیں۔“

”صحبہ ڈنڈا۔“  
”فرما دے گا تو فاصلہ ہونے کا یاد دہرائیں دیکھ لیتا تھا۔“  
”یہ کیوں لو لکیاں ہیں؟“  
”ترجمے کے میں سالوں بعد اس میں دیکھا تھا جیسی بچان نہ کیس خاندان والوں کی دیگر تھار ب میں بھی کبھی  
اگر یہ لوگ نظری کی آجائے تو وہ قہقہہ لگتی کہ تکرار کز رہا جا میں۔“  
”کہہ سائے کے ساتھ کون کا گزارا ہو نہ سکا تھا تو اسکی سرال کے لیے ان کے دل میں بھلا گیا۔  
”دھڑک رہی تھی۔ ادھر سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا کہ ایک تو دونوں میں مجاہش نہ تھی۔ اس پر مستزاد  
ترجمے کے منطقتے والے مزاج کے باعث ہم کم لوگ ان سے بے تکلف ہونے کی جرات کرتے  
تھے۔“

واجب نے اپنی پوتیوں کو دیکھا تو نہال ہو گئے، احتشام صاحب باپ کے انداز سے پہچان گئے تھے کہ یہ سب سفینہ لانج سے آئی ہیں اور اس کی تصدیق عییم اور سمو بھائی کی باہر نکل کر سلام کرنے سے ہوئی۔

”اے صہبہ! تم لوگ، یقین کر دینا تو بایں ہو چلا تھا۔“  
ابھی وہ سلام کا جواب دے کر اس نئی اور اچانک افکار پر خود کو سنبھال بھی نہ پائی تھیں کہ فرہادی۔  
ساختہ اور خوشی سے بھرپور آواز انہیں جیسے حیرتوں کے سمندر میں ڈبو گئی۔

انہوں نے بے حد عجب سے فریاد دیکھا جو اس وقت نبویؐ میں لچائی شرمائی زوہا کو لگا ہوا کی گرفت میں لیتے ہوئے بے خود لگ رہا تھا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم میری طرف سے اس بات پر راضی ہو گے۔“

عظیم نے وہاں موجود اہلجان سمیت سب کو مخاطب کر کے تعارف کا مرحلہ بنایا، اس وقت تو بولہ کی صہیب بھی خاصی غصہ لگ رہی تھی۔

مربیہ کے ساتھ پہلے چلے گئے۔ وہاں سے جبکہ وہاں کی سرکات میں کسی کو نہ دیکھا تو وہاں سے  
 احتشام انگل نے جس محبت اور گرم جوش سے ان کا استقبال کیا وہ سب خوش محسوس کیے۔ پھر وہ سب  
 تعارف اور رسمی بات چیت کے ختم ہوئے ہی افراد نے مربیہ کی طرف دیکھے۔ بغیر ان سب کو لے کر اس  
 گاڑی، گاڑی، طرف چلا گیا جس میں تمام لوگ اڑھولک و ڈھولک وغیرہ لے کر بیٹھ چکے تھے۔

”مگر فراد بھائی! ہم لوگ وہیں ٹھک جئے۔ یہاں تو توے بھی آپ کے رشتے دار ہیں غالباً۔“

وہ سب ہی کنفیووز ہو رہی تھیں، صہیب نے ہمت کر کے لہلوں کی جنبش دی۔  
 ”تو کیا تم میری رشتے دار نہیں بلاؤ؟ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آؤ میرے ساتھ۔“  
 اظہار وہ صرف صہیب سے مخاطب تھا تاہم سمرہ سے لے کر شفیع تک اس اہانتا سے متاثر ہو۔

”شہنی ان سے ملو یہ میری کزنز ہیں یہ صاحبہ یہ زہرا اور یہ میری کزن بھانجی ہیں۔ باقی لوگوں سے تعارف صاحبہ کروا دے گی۔“ پھر انہیں ذرا تھک جکھ لوکھ داد۔“

ان کا تعارف کروا دیا البتہ جس بے تکلفی سے اس نے صہبہ کو صبی کہا تھا نہ اسمیت رضا اور کرا وغیرہ کے ماتھے پر شکوہ کا حال بن گیا۔

”ادھو گویا کہ تمہاری سسرال والے آئیے۔ بھی مبارک ہو شکر ہے سفر کا آغاز تو ہوا۔“  
 سمیع کا شوخ انداز حسب توقع تھا فریاد قہقہہ لگا کر ہنس پڑا اور یوں یہ قافلہ منزل مقصود کی طرف  
 بل دیا آج فرادے حد خوش تھا بھی احد کے ساتھ ہر وقت خوش کیساں کرتا رہا۔

”یہ بھائی اگر مجھے معلوم ہو تاکہ اب ہمارے دو حیال والوں کی آمد سے اس قدر خوش ہوں گے تو ان دن پہلے ہی انہیں بلو الیہ ایمان سے بچھلے لوں تو آپ نے خوب ہی آسمان سربراٹھایا ہے۔“

”میں؟“ اچھوڑو اور ادا بناؤ، تمہاری کہاں کہاں تک پہنچے۔“

”وہ بھی اس کی سبھی ہوئی چل رہی ہے۔ آپ کی دعا سے بس ذرا جلدی آپ جگہ خالی کریں تاکہ میری قابل اوپر آسکے۔“

چھپے ہوئے زاکر نے اپنی باتوں سے نکل کر ان دونوں کو متوجہ کیا تو وہ جو احد کی شوفی کے جواب میں پہلے کتنا جاہ رہا تھا۔ ”کچھ عیسٰی زاکر بھائی۔“ کہہ کر خاموش ہو رہا۔  
ادھر ضمیر بھائی کی گاڑی میں وادان نے احتشام صاحب کو بھی بٹھالیا اور تمام راستے وہ ضمیر بھائی سے

جہاں کی باتوں کو غور سے سنتے رہے۔  
 ”آپ فرمادی کہ کون سی کزن ہیں۔“

صحبہ کو چہرال میں مورال ہائی رکھنا تھا لہذا وہی جواب دے رہی تھی البتہ سہرہ بھابی مومن کو گود میں لیے کمری نظروں سے وہاں موجود لاکھوں کے تاثرات بڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

صحبہ کو چہرال میں مورال ہائی رکھنا تھا لہذا وہی جواب دے رہی تھی البتہ سہرہ بھابی مومن کو گود میں لیے کمری نظروں سے وہاں موجود لاکھوں کے تاثرات بڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

صحبہ کے سوال پر شہنشاہ کی معنی خیز مسکراہٹ مہری ہو گئی۔  
 ”بھئی میں تو فرماؤ اور احد کی ناموں زاد ہوں جبکہ ثناء اور رستا پوری خالہ کی بیٹیاں ہیں“ فی الحال۔“  
 فی الحال پر زور دیتے ہوئے معنی خیزی شہنشاہ کے چہرے کا خاص تاثر رہی ہوئی تھی زودا سیت تقریباً“

یہ نہیں کہ وہ کسی گاؤں سے آئی تھیں مگر یہاں روایات کو قدامت پرستی اور اخلاقی ضابطہ و تقویت کا نام دے کر بس یہ راہروی کو قیمن ان کا پناہ لیا تھا وہ ان کے لیے باعث تھا۔  
 وادی جان کی تربیت نے اس میں خوشحال گھرانے کا فز و بر بھی بے راہ روئے دیا تھا جبکہ اس کی کوئی روایت نہیں تھی۔ مگر یہ وہاں کی پہچان کی زاد گرنے سے شادی ہوئی تھی مگر ان میں اے بے تکلفی تو انہوں نے شادی کے بعد بھی نہیں دیکھی تھی۔ سب کے سامنے وہ دونوں کی محتاط رچے بچہ اس وقت دنیاؤ اور ہارے کاغذ پر لکھے تھے اس میں چاند بک کے گھر لڑکے ہوئے تھے۔  
 "اگ میرے خدا اشتیام انکل کی جلی تو کچھ زیادہ ہی ایلودا ہے۔"

فوز نے سب سے پہلے اپنی جیت کو نقصان کا باعث نہ بنایا تھا۔  
 زوہا کی نظریں صہیبہ میں تو جانے کسی جذبے کے تحت جھک گئی تھیں خود فراموشی بہت رہا ہونے کا باوجود ان سب بچوں کا صدمہ بنا ہوا تھا۔  
 اب بھلا وہ سب کہاں جاتی تھیں کہ وہ یہ سب اما خوش کرنے کے لیے کر رہا ہے جن کے با کے بل سفینہ لاج سے آئی تھیں صورت اور بد کردار لڑکیوں کو دیکھ کر مزید بڑھ گئے ہیں۔ شاید اس میں اس سوچ اور ان لڑکیوں کے گھر میں بنی ہوئی ریل محسوس ہو گیا تھا بھی سب سے ملتے ملتے: مگر اسے مبارک باد وصول کرنے ان کی نظریں پوری طرح سے چوس گئیں۔  
 فریاد اور ایک طرف بھی ان سب لڑکیوں کو وہ نہیں گذارے ہوئے تھے ان کے اندر خطر۔ جو اذارم زرا پر پہلے فریاد کی خواب والی بات پر بجا تھا اس کا اصل محرک کسی حد تک سفینہ لاج آئی ان لڑکیوں کی طرف ان کی توجہ کو مبذول کر رہا تھا۔

زوہا نے بہت غور سے دیکھا تھا مشکل فریاد کے ارد گرد قہمی اور اس کا گریز پر سے ضبط۔  
 برداشت کر رہی تھی۔ جانے کیوں اس کا دل یکدم تناسلے میں گھرنے لگا۔  
 "کیا واقعی فریاد اور میری دعائیں مقبول ہو سکیں گی؟ اور اگر ہو بھی سکیں تو کیا میں اس گھر میں عزت اور وقت حاصل کر سکیں گی جس کی میں محتاجی ہوں۔"  
 غریب کی ایک تیز نظر نے اس کی ہتھیلیاں بھگودی تھیں۔ یہ سوچ تو ذہن میں آئی ہی تھی کتنی دیر وہ یوں ہی بیٹھی رہیں۔ سہو بھائی سے کہا تھی کہ جا کر لڑکیوں سے باتیں کرو ان ساتھ گاؤں بھاء میں اس سے کوئی بند نہ کیا۔

حتیٰ کہ فوزیہ اور مدت تک ان کی باتوں پر براہ جان رہیں۔ سہو خد محسوس کر رہی تھیں کہ وہ نو نروس ہیں اس لیے وہ اور دھرا اور کسی باتیں اور نئے مسلسل پیچیدہ تھیں جس پر سوائے حق کے کہ وہ دھیان میں دے سہا رہا تھا۔  
 فوزیہ کی تربیت ہی کی طرح کم نہیں ہو رہی تھی جبکہ مدت سیبت وہ دونوں صرف اور صرف ف کے دوسرے اور تھیک کے ریاس پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھیں۔ گاٹی دیوہ دیوہ کی نیکی میں اور پھر جان اور اشتیام انکل اور صفیہ کے گھر۔  
 واد جان کی مشقت کے تھے تو انہوں نے سن ہی رکھے تھے اب ان کی آنکھوں میں اترے مشا جذبے کی دیوہ لے نام غریب کے برعکس اشتیام انکل کا چہرہ مشقت اور کم جوش انداز تھا اس سب کو تھرا گیا۔

تھوڑی دیر بعد صہیبہ برتھنگم کسی سے جو حکام ہو کر کسی حد تک ان کووں کو بھول ہی گئیں تو فریاد کو اور صہیبہ نے کیا۔ ان سب کا تعارف کر لیا تھا بھلا۔  
 "یہ اے۔"

احد کے کا تعارف کا مرحلہ بنائے میں اس نے اس قدر جلدی کی کہ وہ سب ہکلا ہی گئیں۔  
 "اب میں اتنا بھی خوفناک نہیں کہ آپ لوگ مجھے دیکھ کر یوں کم جائیں۔"  
 ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے احد نے دوستانہ سمرات سمیت کہا۔

"ہاں مگر اسے ضرور ہیں کہ ہم تھوڑے ہو کھلا جائیں۔"  
 سہو بھائی نے مجسم بنے میں جواب دیا تو احد پر فریاد میں دیکھے۔  
 "آپ کی تعریف، خوب صورت خاتون۔"  
 احد نے اپنے مزاج کے مطابق بڑے اطمینان سے بے تکلف ہو کر سوال کر دیا تھا۔ فریاد نے کھٹکار لڑا۔  
 "اے یہ تو کیا ہے۔"

"اے یہ سب دیکھیے فریاد بھائی دیکھیے تو بھائی تھی جوش ہو رہی ہیں۔"  
 صہیبہ نے سہو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو انہیں اس تعریف پر اترا رہی تھیں۔  
 "کیا بھائی؟" احد نے جیسے دیکھ اور سانس نہ لیا۔  
 "او تو لڑکی کیا کیا آپ واقعی بھائی ہیں جی؟"  
 اب کے لیے میں شریف باپوسی سہو کے ساتھ جلی پٹی تھیں۔ وہ سب بھی دلی دلی کسی ہنس رہی تھیں۔ بڑی دیکھی سے احد کو دیکھا جا رہا تھا۔  
 "چھانچائے ہیں آپ۔"

بہی روک کر سہو نے خوشی سے کہا کہ اور کون دیکھا جائے۔  
 "اے مجھے چاہیے کہ ایسی جرات کہاں سب آپ کے حسن کر شہ ساز کا کمال ہے۔" انکساری کی حد تھی۔  
 "اے! فریاد نے تنہا ہا۔" پکارا۔  
 "رہنے دیکھ فریاد، مجھے ایسے ہیں کہ دیووں کے شوق بھولن کی عادت ہے" اور سفینہ لاج میں بھی اپنی جگہ جاتے رہتے ہیں سب۔

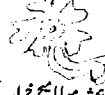
"مگر تو آپ خاصی اثر بردہ ہوئیں۔" احد کو کہا تھیں ہوا۔  
 "مگر کتنے ہیں بہر حال آپ اپنی صلاحیتوں کا انضام کرتے رہیں کیونکہ بھائی گھرا رہے ہیں۔"  
 سہو نے شانے اچکاتے ہوئے مون کو گویاں اور احد نے مزے سے بولیں۔  
 "چلو چلو انکل سے ہاتھ ملاؤ۔" سہو نے کہا۔  
 "جیسے" ابھی ہمارے بھائی کی شادی بھی نہیں ہوا اور ہم چھانچائے گئے۔"

احد نے مون کا کھانا چھوئے ہوئے ہوئی کیا۔  
 "بھئی چلی پالکس کا قصور ہے سارا اور کتنے آپ کو کچھ پتے تو سوا سال ہونے کو آیا ہے بلکہ اب تو آپ کی ایک اور کزن فیروزہ آپ کو ایک وقت چھانچا رہاں دونوں ہی بنا رہی ہیں کیونکہ موصوفہ کے اوپر آپ کے پوچھی زاد ہوئے ہیں۔"  
 بھائی بھائی کے لیے تو بولے تھیں۔ فریاد سہو سے اس وقت بہت خوب صورت اور پرسکون انکساریت کیل رہی تھی کیونکہ یہ ہی وہ ماحول تھا جس کے اس نے خواب دیکھے تھے۔  
 سفینہ لاج کے شیون کے ساتھ نازل تعلقات حال ہو جائیں یہ خواہش تھی زور اور قہمی کہ آج

پارہ ہو رہی تھی۔  
 "تو کچھ تو میری خوشی کی بات ہے، ہم نے ان کے اپنے بھانجوں بھینچوں سے بلکہ آپ کی طرف توجہ سے ہونے کا کر رہے ہیں ہمیں۔"  
 احد بولتے ہوئے قدرے شوق اور قہمی خیر ہو کر کہی نظریں زوہا پر تھیں جو کسی حد تک صہیبہ اور مدت کی آؤ میں تھی۔ فریاد کی نظریں اسے بڑا کر رہی تھیں لہذا بالارادہ وہ سٹ کر کھپت ہی گئی تھی۔  
 "تھک گیا مطلب۔"

اب کے شوق نے بڑا اونچیکٹ سوال کیا۔  
 "اے گھر ہے آپ بھی بولیں، مگر فریاد کر رہے ہیں کہ تھا کہ خدا خواست آپ قوت گویائی سے عزم ہیں۔"

یا ہر کسی طلسم کا اثر ہیں یقین کریں اور دھار جھڑی بھی تلاش کر کے آیا ہوں۔“  
 محبت اور فوریہ نے وہ سفید لاج میں ملا تھوڑے ہو چکی تھیں جبکہ بھی صہبہ اور سوسے بھی ملے  
 ہو رہی تھی وہاں کے بارے میں وہ جانتا تھا ایسے میں صرف محبت ہی تھی جس کی خاموشی اسے دھڑلہ  
 رہی تھی کہ آیا وہ یہاں آکر بیٹھا تو نہیں رہی۔



”جی“ عشق کی جڑاں بھی سمجھی۔  
 بلکہ عشق بائیں نہ کرنا۔ اس کی عادت ہے۔“  
 فرہاد نے اپنائیت سے کہہ کر اچھوڑ دیا۔  
 ”اور ان کی عادت ہے کہ یہ خوشی میں کھڑے ہو کر بیش میرا راج خراب کرنے کی کوشش  
 ہیں۔ ان فیکٹس میری بہت سے جھلس ہیں۔“  
 اچھا بھلا ہر پری جیجی کے لیے یاد رکھنا وہ رہا تھا آخر میں گردن اڑا کر ہلا۔  
 ”میری جی لڈی گر (Lady Kiler) جو ہوئے۔“  
 فرہاد نے اپنا پیچھا آگرا سے بے کسے کر وہ کوئی جواب دینا چاہی وہیں امد کو پکارتی چلی آئی۔  
 ”اے امد امد ہو میں کب سے تمہیں تلاش کر رہی ہوں چلو تھوڑا سا فریج ہونے والی ہے  
 صہبہ نے دیکھا اس کی پکارنے اور وہاں پہلے آنے پر ان دونوں کا مودہ یکدم آف ہو گیا  
 حالانکہ بظاہر وہ خاص رینج اس کی لگ رہی تھی۔ راستے میں اس نے ہی تو ان سے بائیں کی  
 سب کے دل میں اس کے لیے خاصی جگہ بنی تھی۔  
 دلوں میں جھانک کر ان کو دیکھا کہ آپ کی کسے کیسی سوچ رکھتے ہیں لوں سے جھڑنے  
 بیٹھے بول سننے والی کی ساتوں کا اعتبار ہے میں خواہ دل میں لاکھ کدورت اور عداوت ہو۔ یہاں کا  
 اصول ہی ”دل سے کوڑا زیندہ ہوں بائیں کھلی رہیں“ ہے مراد جاتی نہ تھی۔  
 ”سو دلت میرا ان لڑکیوں والی رسموں سے بھلا کیا تعلق تم جاؤ انجوائے کرو۔“  
 اس نے جی (الحدود) کے لیے گورڈ رکھا۔  
 ”انجوائے کرنا چاہتی ہوں مجھے تو نہیں ملتی ہوں۔“ اک انداز دہری سے کہا گیا۔  
 صہبہ کا بے باک انداز ان سب کو خوف سا کر گیا۔ اپنی صنف سے اسے گرسے ہوئے رو  
 اکھار ہو یا دیکھ کر وہ سب ہی نظرس جھانکے پر مجبور ہو چکی تھیں۔ امد اگلے کھس کر وہ کیا فرہاد نے  
 منہ ہی پھیر لیا تھا۔

”پلیز بیسی میرا مودہ نہیں انتہائی اسٹوڈنٹ لگتی ہیں مجھے یہ کہیں۔ تم جاؤ بلکہ میری ان تمام کزنز  
 لے جاؤ یہ سب ماری خاص warm reception کے لیے تھوڑا سا دھیال سے چل کر پوچھ کر آیا ہے۔ کوئی  
 ریسپشن (warm reception) (Give them) انہیں لگے کہ اپنے چچا کے گ  
 ہیں۔“ آئی ایم شیڈر تم سے بہتر یہ کام کوئی نہیں کر سکتا۔“  
 صہبہ کو کھیل کر اٹھا سے زیادہ کون جانتا تھا۔ وہ اس اعتبار پر جیسے نملال ہی ہوئی۔ اور اس  
 اسے اپنی دیگر کزنز کی باکواری کا بھی خیال نہیں رہا۔ جھٹ پوئی۔  
 ”شو..... تم کو اور میں نہ ہوں۔“  
 ”فہمکنک صہبہ“ یو آر مای ریل فرینڈ۔“  
 امد کی ہنسی پر تو صہبہ ایک پھوڑو دس کزنز تو بھان کر سکتی تھی۔ لہذا بعد جو صورت مسکرا  
 سمیت ان کی طرف مڑی۔  
 ”پلیز آئیے میں کو اور لوگوں سے بھی انٹروڈیوس کرادوں گی یوں میں شرم پیچھو کے“ ان  
 کے بارے میں تو بیش ہی ایک مسکری رہی ہے۔ آئی ایم شیڈر سب آپ سے مل کر اچھا لگتا ہے  
 ہے کیا چیز ہوتی ہے چاہ بھی عورت کے دل کو کیسے روٹی کے گالے کی مانند نرم اور نازک بناتی ہے

لوہ کی نظروں میں سامنے کے لیے ہر گھر کو بھی قدم اٹھانا دشوار نہیں لگتا۔ شاید ایسے ہی بہت جلد  
 بارودوں میں چھوڑی جاتی ہے انارکلی۔  
 مگر کہاں انارکلی میں بلکہ صہبہ امدار تھی یعنی ان تمام عادتوں کو ترک کرنے کا بھی ذہن تھا  
 نہیں امد نے پتہ کواری سے دیکھا ہے۔  
 کوئی کہ وہ جانتی تھی کہ یہ پازاریسے جیتنے میں مشکل نہیں ہوگی مگر پھر بھی وہ امد کو اپنی محبت سے جیتنا  
 چاہتی تھی خاندانی زور آزمائی سے نہیں۔

شادی کے فکشن میں جانے کے لیے سرہ اور شفق تیار نہیں ہو رہی تھیں صہبہ نے کہا بھی مگر  
 ہاؤں نے کوئی نہ کوئی مستقل سامنے پا دیے۔ لیڈا آج کل لیڈری کے انتظار میں تھیں آجائیں رہی  
 امد نے وہ سب بھی اپنی ساتھ رکھیں۔  
 البتہ اس روز رخسانہ بیکر اور امد صاحب بچوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ فیض بھائی نے آڈر ساجد  
 اور مگر بھی زبردستی تیار کر لیا تھا۔ کوئی سفید لاج سے احتشام ہاؤس تک کی مسافت بظاہر لے کر کوئی  
 کی آج بھی فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ آیا واقعی یہ فاصلے سب سے ہیں یا محض نظروں کا فریب انہیں مسرت  
 ہے بہتکار کر رہا تھا؟ اگر آریسا تھا تو ذرا بھی پشیمانی نہ رہتی۔  
 ”چلو جلد ہی سے تیار ہو جاؤ زوفا۔ ہمیں ایک بھٹے لینا پڑے گھر سے۔“  
 اسے زوفا کے چہرے پر غلغلہ نظر آ رہا تھا۔ جی اپنی تمام تر کام چوری کے باوجود وہ اس کا  
 مات بریس کر کے لے آئی تھی۔

”گھر دھوسی“ میرا اٹھال اٹھنے کا مودہ نہیں۔“ لیے سے زاری مایاں تھی۔  
 کا پٹ پرے پڑے میز پر نیم دراز تکیہ سے کمر لگائے وہ کچھ زیادہ ہی خاموش لگ رہی تھی۔ اس  
 روز والی مستعدی اور سرخوشی کا کوئی رنگ نہ تھا چہرے پر... صہبہ کی نظروں سے یہ بات نکلی نہ تھی۔  
 کل جب سے وہ لوگ گھر آئے تھے وہ اسی طرح کچھ اچھی اچھی سوجھیں میں تم کسی ادھیڑ میں  
 مایاں نظر آ رہی تھی۔“ یقیناً“ فراد کے گھر والوں اور ماحول سے متعلق سوچنے والے اسے اپنے حصار میں  
 لے رکھا تھا۔

”کیوں؟ آج جانے کا پروگرام نہیں ہے“ پلیز یا مت کہنا میں ابھی ابھی سے اور شفق سے بحث  
 کر کے آ رہی ہوں۔ ناٹ آگین۔“  
 اسے لیے کوئی نال رکھتے ہوئے سوال اور تنبیہ ایک ساتھ کی۔

”صہبہ ایک بات پوچھو۔“  
 اس کے ہنسنے کے جواب میں کوئی تاڑ نہیں دیا تھا اس نے بلکہ انسا سوال کرنے کی اجازت طلب کی تو  
 صہبہ نے کسی قدر خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھا جو جانے کا پوچھنے جا رہی تھی۔  
 ”ہوں کو۔“

”کل تمہیں فرہاد کے گھر جا کر کیا لگا۔“ پلیز بھائی۔“  
 عجیب صہبہ کو بھلا اچھا لگتا ہے تو تھا جیسے وہ اس کی رائے سن کر کسی نتیجے پر پہنچنے کی سعی کر رہی ہو۔  
 ”صہبہ اچھے کی مگر متسلل کر رہی۔“

”بہت اچھا لگا۔“ وہ تو یہ ہے کچھ بہت خوش ہوئی کوئی سالوں کے بعد ہم اپنوں سے ملے طے پھر  
 ملا سروس نہ ہونے کی یاد ہو سکتی تھی۔  
 زوفا کی کمری نظروں میں آ کر موزوں میں مراد عام سے انداز میں کرسی پٹی لگی۔  
 ”کیوں؟ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟ میں سبھی وہاں جا کر اچھا نہیں لگا۔“  
 اس کی بات پر زوفا نے گہری سانس بھر کر تجھیری تو اس نے قدر سے ہند پوچھ لیا۔ کل  
 سے یہ سوال اس کے اندر بھر کر رہا تھا۔

”مجھے.... تم نہیں میں کیا لعل کر رہی ہو، مگر صبحی کج کوں مجھے فرما دی کہ مہما سے سخت غم  
 محسوس ہو رہا ہے۔ ان کی نظروں میں جوانی ہی بس باقی نہیں رہی۔ انہوں نے میرے اندر اس کا جا  
 بجا دیا ہے مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے مجھ کو محض میں تو لعل اب شروع ہوا ہے اور اس محل میں  
 مات لکھا گیا ہے کیا جا چکا ہے۔“  
 سراپا سبکی سے بھروسہ لینے میں کبھی وہ صہیبہ کو پریشان کر گئی۔ کتنا چاہا تھا اس نے کہ زہبا سے  
 محسوس نہ کرے جو کہ وہ اور مدحت پورے راستے فکسکس کر لی آئی تھیں مگر زہبا اتنی کم فہم تھی  
 تھی۔

محبت تو یوں بھی دہی ہوئی ہے پھر ایسی صورت حال میں تو لایاں یوں بھی بہت حاسن ہو جاتی ہیں  
 ”تم ان زہبا۔ یہ تم نے مایوس کن سوچوں کو کب سے خود پر جاری کرنا شروع کر دیا ہے پا  
 لڑکی۔

وہ تیری سی تیزی سے اسٹری اسٹینڈ پر کھڑے پھوڑ کر اس کی طرف چلی گئی۔  
 ”تو کبھی صبحی صبحی کل سے مجھے میرا دل ڈوبا جا رہا ہے۔“  
 ”بے وقوف ہو تم“ اور کوئی بات نہیں۔ اُسے اچھی لڑکی ہارنے کا خوف ہی دراصل ہارنے کی  
 ہوتی ہے۔ شکست خوردہ اعصاب اور بد کمائی کے باعث اجماعت ہاتھ سے نکل جاتا ہے زہبا  
 سوچ ہی اچھے مستقبل کی ضمانت ہوتی ہے۔ اگر تم اس طرح تھی سوچوں کو خوف پر جاری کر دیتی تو تم  
 ہی نقصان سے ڈیر۔“  
 اس کا ہاتھ تھا کہ اسے سمجھاتے ہوئے ولادہ دیتے نہایت صحتی کرتے ہوئے وہ کس قدر بدبار  
 متین لگ رہی تھی۔ شہید کی اس کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا پھر وقت انسان کو دھیرے دھیرے  
 رہتا ہے۔ وہ دہی پہلے کی نسبت بہت بدل چکی تھی۔

”مگر میں یہ سب کچھ قصدا“ نہیں کر رہی صبحی نہیں بھی خوش ہونا چاہتی یوں لیکن جاسے کیوں  
 ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے خوابوں کا تعین ہار بہت مشکل ہے بلکہ میں گمان ہے کہ ایسا بھی نہ  
 سکے۔“  
 زہبا تو بالکل ہی حوصلہ چھوڑے دے رہی تھی صہیبہ کو احساس تھا کہ وہ پریشان ہو گئی ہے مگر  
 نظریہ شدت باہمی میں تیراں ہو جاتا ہے اس نے سوچا نہ تھا۔  
 ”اس طرح کی سوچوں کو ذہن میں رکھ نہیں دیتے زہبا۔ اللہ تعالیٰ کتنا ہے کہ۔“  
 ”میں اس بارے میں کائنات کے ساتھ ہوں۔“

فلزا جو لوگ کیلے سے ہی اپنی شکست کا تعین کر بیٹھے ہیں پوری دنیا کی طاقت مل کر بھی کامیابی کو  
 کی مالک کا بھروسہ نہیں بنا سکتی۔ آخر تم سمجھتی کیوں نہیں۔ اور پھر بھلا یہ ایسا کیا ہو گیا ہے کہ تم  
 سوچنے پر مجبور ہو کر ہو۔“

”اے... مجھاتے... مجھاتے وہ جھنجھلا کر پچھنے لگی تو زہبا کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ البتہ ہو  
 جب ہے۔“  
 ”کیا فرما دیا تمہاری کے روپے میں کچھ فرق آیا ہے۔“  
 زہبا کے انداز پر بے اختیار سر خیال دل میں چلا آیا۔ اس نے بڑے سستے ہوئے لیے میں دریافت  
 تو زہبا کا سر اٹھکی سے نفی میں مل گیا۔

دل میں شکار اور کرتے ہوئے اس نے قور سے سختی سے پوچھا۔  
 ”کل میں نے ایک بات بہت محسوس کی صبحی۔ وہ یہ کہ اختصار اکل کی روٹ اکل اپنے گھر کے  
 محلے کا اختیار اپنے پاس رکھنے کی عادی ہیں تم نے ان کی بھانجیل دیوید نہیں۔ کیسے اعتماد ہے  
 کو کہ وہ گادی جو عمر آتی چاہیں گی تم کو جاتی ہو۔ مگر تم ان سے فرما دے گی اپنے بہن کی بیٹی پندرہ کر  
 ہے۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شادی تو فرما دیا تھا تو کوئی ہے اور وہ تمہیں اپنا جیون ساتھی بنانے کا  
 اہلہ کر رہی ہے۔“  
 ”ان کے فیصلے کرنے نہ کرنے سے کیا فرق پڑتا ہے صبحی۔ عمل کرنے کا اختیار تو انہیں بھی نہیں  
 ہے۔“ باپوی اور فرسکی اس کے لیے کا حصہ بنی ہوئی تھی۔  
 ”تم کہہ رہی کہ مجھے وہ دھما کیا کچھ کر سکتے ہیں اس کا اندازہ تو تمہیں اسی روز ہو جانا چاہیے تھا  
 اسنو بد کرل جب وہ فیصلہ لا جاتے آئے تھے۔“

فلزا زہبا خود کو اختیار دلاؤ کہ فرما دیا تھیں یوں اور آج جو کچھ بھی ہوا ہے ان کی کوششوں سے ہوا  
 ہے ورنہ اختصار اکل اور امجد کا وہ بے یار و بسال تھا۔  
 اس نے بدلے میں اندازہ اس سے قائل کرنے کی سعی کی۔  
 ”اور تم کرتی۔“

”فوتیل وہ تم کرتی.... وہ کیا خود باللہ قسمت کی مالک ہیں سب کی۔ دیکھو تم اللہ پر بھروسہ رکھو ہوتا  
 رہی ہے جو وہ چاہتا ہے اور جب اس نے اتنی مشکل راہ کو ہمارے لیے کھول دیا ہے تو پھر محض کا کاذب بھی  
 اس کے ہے۔“

”تم تو لڑکی پھر زہبا میں تو تمہاری فکر کرنا چھوڑے گا۔“  
 انگشت شہادت سے اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کچھ ایسے طریقے سے کہا کہ زہبا چپ  
 چاپ شاکی نظروں سے اڑنے لگی تھی۔

”میلو کی زہبا منزل کے لیے حوصلہ درکار ہوتا ہے۔ باپوی تو کفر ہے اوٹ ٹانگ بائیں سوچ کر خود کو  
 کھلاؤت۔“ شکر ہے کہ تم نے یہ بائیں فرما دیا تھا ہے میں نہیں ورنہ انہیں کتنا قلق ہوتا۔ اور وہ  
 اتنی جانفشانی سے تمہارا نہیں لڑے ہیں جبکہ تم یہاں صرف فضول باتیں سوچ رہی ہو۔  
 چلو خیر اس قصے پر مٹی ڈالو اور انھو جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ اوہو دیکھو تو تم سے باتوں میں پورا  
 آواز کھنکھانے لگا ہے۔ باپا کی آواز آنے ہی والی ہے میں بھی تجھے ایسی ہی بولی بتائے ہیں۔“  
 جلدی جلدی اسے سوچنے کی ایک نئی اور مثبت راہ ڈال کر دیتے ہوئے کمرے سے قصدا باہر چلی  
 مئی تاکہ وہ ختمانی میں سکون سے سوچ سکے۔ وہ اب بھی کئی دربار پر بعد ہی زہبا اس کے اور مدحت کے پاس  
 موجود تھی۔

”مجھے تو اب یہ یقین نہیں آ رہا کہ فیصلہ لا جاتے یہاں ہم سے ملے ہاری خوشی میں شریک  
 ہونے چلے آئے ہیں۔“  
 جو تو اس سے فکروں کی تازش غراش کرتے ہوئے ٹرینیک اپنی حیرت کو نقصان کا جامہ دیتے ہوئے  
 نکل قاسم سے فکروں کی تازش غراش کرتے ہوئے ٹرینیک اپنی حیرت کو نقصان کا جامہ دیتے ہوئے  
 اختصار صاحب سے مخاطب تھیں۔ جن کے چہرے کے اثرات بتا رہے تھے کہ انہیں اس ”قصیر“ سے  
 خوشی ہو گئی تھی۔

”خون کی خوشش بھی نہ کبھی ضرور رنگ لاتی ہے شرجوان نسل کو اپنے باطن کے کلیشہ  
 (Clashes) سے دور رکھنا کامیابی ہے ورنہ ہاری اور ہمارے سامنے کمرے کو یہ بھی  
 کہہ سکتے ہیں کہ جب آپ نے اپنے بہن بھائیوں سے تعلق نہیں رکھا تو ہمیں بھی ایک دور سے  
 بانہ بننے کی کوشش نہ کریں۔ یوں بھی شادی کے بعد سب لاک اسٹائل اور ٹیوچر چلا پھڑ بدل جاتی  
 ہیں۔“

شکر کا حوالہ انھوں نے حوالے کرتے ہوئے انھوں نے مگر صبحی کا اظہار کیا۔ ٹرینیک کے لیے ان  
 کے دوسرے کی تبدیلی بھی خاصی توجہ کش مالک تھی دوسری جانب فرما کے انداز و اطوار کا بدلہ بھی ان کی  
 نگاہوں سے محال تھا۔  
 کوئی بہت واضح منکھ صورت حال کا نقشہ تو ان کے ذہن میں نہ تھا مگر اتنا اندازہ ضرور ہوا تھا کہ ان  
 کے ارد گرد ایک کامیابی اپنا چاہا پھلا رہی ہے اور اس کے کردار بھی کسی حد تک وہ بھی نہیں مگر



حتیٰ طور پر وہ کچھ نہیں سمجھ سکتی تھیں کیونکہ ان کا لا شعور عقل ایک جتنا ہی جارہا تھا جبکہ شعوری طور پر یہ سب کچھ اس طرح قبول کر لیا تھا کہ اس کے لیے مشکل تھا۔

”آپ کی بات تو غلط ہے مگر اس طرح اچانک ان کا ہم سے ملنے چلا آتا میرے لیے تو بڑا مزیدار ہے (Amazing) ان سے یہ بول بول پھر رہے تھے کہ سزا اشتیام پر آپ کی بھانجی اچانک کمار سے آگئیں۔ اور مجھے ہر ایک کو بریف کر دیا تھا کہ وہ میری نہیں آپ کی بھانجی تھی۔“

”نہایت سے کہے ہوئے انہوں نے فائبر آپٹک ٹیبل پر رکھ کر کہیں شہر کی طرف نظر ڈالی جن کی آنکھوں میں اس انداز پر پائندگی کی کو آج تک جھلک نظر نہ آئی تھی۔ اور وہ میرے حوالے سے تشریح کی بھانجی تھی۔ رہتے تھے۔ عقل نہ رکھتے تھے۔ نوٹے نہیں۔ اور میرا نہیں خیال کہ میرے بھائی بھانجی کا تعارف کراتے ہوئے جنہیں ان کی شرمندگی کا کیا کھینچو کا شکا ہوتا ہے۔“

ان کا جواب تھا کہ ”میرا غرض یہ تھا کہ شہر کی مزاج آشنا تھیں فوراً ہی منہ بول گئیں تاہم دل میں سخت ناگواری کا احساس ہوتا تھا۔“

”مگر کن شادی میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا۔ آپ نے قطعی غلط سمجھائی بات کو میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ بڑا (Unusual) آن پوڈل سالگ رہا ہے۔ تاہم سب۔“ آج ہم اپنی بورڈ رخت کرنا کر لائے ہیں اس کے تعارف کے ساتھ کراچی کے اور رخت بھانجی کو لوگوں سے ملانا پڑا رہا ہے۔“

”کہہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے مگر یوں اراتے تھے ہم اسے دیکھیں کریں۔“ میرا خیال ہے کہ وقت آنے پہلے قبول کرنے میں نہیں چٹکانا نہیں چاہیے۔“

مجھے خوشی ہے کہ پاپائی برسوں کی خواہش آج پوری ہو رہی ہے۔ تاہم ملحدہ ہونے سے خون اگلے نہیں ہو جاتا۔ مجھے میرے اپنے تئیں بیٹوں دیکھنے کا خواہش ہوں ایسے ہی پاپا نے بھی ہم چاروں بھائیوں کو متحد دیکھنے کی تمنا کی تھی اور اب ان کا یہ ارمان پورا ہونے والا ہے جس کے لیے ہمیں اپنی جوانی سہل کا شکر ہے اور اگرنا چاہیے۔ ہماری اولاد ہماری گواہیوں کا اڈالہ کروے اس سے اچھی بات کون کہتی ہے؟“

”جرت سے سادگی بچھی شرمنے ان کے جب ہونے پر کچھ کہنے کی کو شکر کی۔“

”پاپا شرمنا پاپائی آج نہیں ہیں جو خوشی میں اس سے بھی دیکھی جب کراچی بھائی نے مجھ سے ہاتھ ملائے تھے میں بھلا نہیں سمجھا۔“ تم نے مجھے میری ماں سے جدا کر کے تمام عمر اپنی چالی سے مگر آج میں سفید لاج کے کینوں کے معاملے میں کچھ کہنے کا دروازہ نہیں۔“

”میں نہیں کچھ سمجھتا ہوں اور تمہارے مزاج کو کبھی نہیں شیر کرنے کی عادت نہیں۔“ مگر مجھے تھا رستے رستے کھن کا احساس ہونے لگا کہ اشارہ کرتے ہوئے اشتیام صاحب نے جس صاف گوئی کا مظاہرہ کیا کہ میری ک آگئیں جرت سے بچل گئیں۔“

”آف خدا اس قدر تہذیبی کمپلکس ہوئی ہے مجھ سے پاپا کی کسی سے مجھ کو دبا ہے۔“ ان پر۔“

”اپنا مطلب ہے کہ میں نے اپنی محسوس ہو رہی تھی اس لیے۔“

”اب مطلب ہے کہ میں نے اپنے لیے کہاں سے اپنے لیے کہاں سے“

”جرت کے سوتے جانے کہاں سے اپنے لیے کہاں سے“

”جرت کے خدیا کی دیوار ڈھے گی کچھ ان کے مخصوص تیرے لیے میں بولتے ہوئے وہ اشتیام صاحب کے متعلق آگئیں تو انہوں نے سے بعد سنجیدگی سے انہیں دیکھا اور انہیں ٹرے میں مگر سار ڈالا۔“

”میں بھائیوں سے نہیں والدین سے تو کم یہ بیش ہی مجھے ہر دور رکھا۔“

”اور آپ تو مجھے اتنے نا بوجھ تھے کہ میرے اشاروں پر چلنے پگھلے۔“

تیز لہے میں ان کی بات کا اثر انہوں نے بے حد خطرے کہا۔

”میں اس سچا پانی سے اس کا تھا کھیر دیا تھا میں نے اپنے بچوں کی خاطر اور اس محبت کی خاطر جس کے باعث میں نے اپنے والدین کے خلاف جا کر کمرے میں شادی کی۔“

”اب اس میں بھی قصہ آیا۔ ابھی مجھے وہ سنائی دیتی تھی کہ کروا کر دس کو کھلانے کے بعد ضروری رہیں اور اگر کہ سزا اشتیام اپنے کمرے میں آئی تھیں اور باتوں باتوں میں یہ جنگ اپنی چھری۔“

”وہ تو کیا آپ کو سمجھا رہا ہے اپنے فسطے پر تو جاسم چلے جائیں ان ہی غل غلاں کو لوگوں میں جن سے بددلا کر میں نے کمرے توڑی مارا تھا۔“

”مگر مجھے تو ہتے سے آگئی شرمندگی موت سے کام لینا نہ سیکھا تھا انہوں نے۔“

اشتیام صاحب نے بے حد شہری ہوئی نظروں سے انہیں دیکھا۔ جو اس وقت شہلہ خوالہ بنی ہوئی تھیں۔

”آہستہ لہے میں بات کو مگر۔ میں نہیں چاہتا کہ باقی کی راکھ کا ڈھیر کا یہ دھواں ہمارے بچوں تک پہنچے۔“ وہ مجھے میرے کھڑا ہے وہ اٹھ لگا کلاس تھے وہی انادور کا ڈالے تھے۔ ہنسا جانتے تھے جیسی چلی پلٹ کر تم سے سوال نہیں کیا۔ کراب جبکہ ہم اپنی اپنی زندگیوں گزار چکے ہیں میں شہلہ کوئی راکھ تو برداشت کرنے کا قائل نہیں۔“

”کہہ تو یہ مجھ میں نہیں آتا کہ اس کے لئے پوزیشن کیا ہے آپ کہ۔“

اشتیام صاحب نے اس انداز پر وہ حصار گریز کرتے تھے۔

”میں نے نہیں کیا تھا پوزیشن مجھے۔ کراب میں جان کیا یوں کہ مجھے کیا ہے میرا فرض کیا ہے۔“

”تم بھی کچھ لو تو پھر سے دگر میں تو بہت پہلے تمہارے عمل پر سوال کرنے کے حق سے دستبردار ہو چکا ہوں۔“ آج سے نہیں شادی کے دوسرے سال سے جب ہم نے عمل دلا چھوڑا تھا۔“

”مجھے نہیں معلوم تھا اشتیام علی کہ آپ کا دل اب تک باقی کے کھنڈروں میں بٹکتا رہا ہے۔“

”بھٹکانا رہا نہیں ہے مگر آج کی پود کو کچھ کہ مجھے کہ نہیں دلا دینی چلنا چاہیے آخر میں مرنے کے لیے بچوں کو کیا کہتے رہے کہ جا رہا ہوں! انہیں اتنے قریب اور خوب صورت رشتوں سے محروم رکھنا ظلم ہے اور میں اس روایت کا خاتمہ کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے تم میرا ساتھ دو گے۔“

”ایک خواب آج میں میں بولتے ہوئے اشتیام صاحب نے بڑی امید سے تمہیک کی طرف دیکھا تو وہ جھپٹے سے اٹھیں اور اپنی جگہ ٹکروٹ میں بدل دی۔“

”میں شرمنا بھائی میں میں بچے کی فزائی کی آنکھوں کے خواب ڈھے ہیں میں اسے ہرٹ نہیں کر سکتا میں سال سے میرے غلط فیصلے کو پاپا سے سر آکھوں پر رکھا تھا۔ میں بھی اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے ایسا ہی کروں گا جبکہ اس کا فیصلہ تو غلط نہیں تھا۔ وہ نازک سے پاری لڑی دلا دینی ایسی ہے کہ اس کے ساتھ اولاد خوار رہے گا جو ان کا فیصلہ نہیں کریں تو اس میں انہوں میں اسے کامیاب نہدرت کے ساتھ کہ اب مجھے تمہارے مقابلے پر اپنے خون کا ساتھ دینا ہو گا اور اس کے لیے میں دل دجان سے تیار ہوں۔“

”سب ٹائپ بند کرنے سے پہلے تمہیک کی پٹ دکھتے ہوئے وہ دل ہی دل میں ان سے مخاطب تھے۔“

”دلیعہ والے روز زمین دار اور شرمین دارا کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ حسب معمول دارا کی خوش دلیکان عورت پر میں اس پر متوا دیکھا کہ ساتھ شرمین کی آنکھوں میں جیسے ستارے اترے ہوئے تھے۔ زمین سے بہت تھکتے تھے۔ وہ کلاس کے خوابوں کی سمیوں کے لیے وہ یوں دغا و کرتی تھی جیسے وہ خواب دہائی کی آنکھوں میں سے تھیں۔“

”اپنی سے اجازت لینے کا مسئلہ بھی دارا نے ہی بتایا تھا میری رعایت صرف ایک روز کے لیے لی لی تھی



ایک لمحے کو ذرا سارک کر وہ جوبلی نو حسبِ عادت میرے لیے اٹھا تھا۔ فرہاد اور سمعان یکے کے ساتھ بیٹھے۔  
 "مگر سنو اس وقت مسئلہ ہمارا ہے نہ میرا بات ساری ہے کہ میری عزت کا سوال ہے بلکہ  
 کر انہیں پسند ہے۔" فرہاد نے سر جھٹک کر اس کی توجہ اصل مسئلہ کی جانب دلائی۔  
 "اس سے کس کو خوشی حاصل ہوگی۔" وہ جانے کیوں بحث پر اتاری ہوئی تھی۔  
 "مجھے۔"

سمعان کا مختصر جواب غیر متوقع تھا اس نے قدرے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر جرے کی سیج سے اٹھ کر اس کی نوبت اخذ کرنی فرہاد اور اس کی معیت میں آگے بڑھ آئی۔  
 سمعان پر نظر پڑتے ہی زمین کے چرے پر جو تاثر آیا تھا اس نے ایک دقت فرہاد سمیع اور شربت سمعان کو بھی جیسے متحیر کر دیا۔ انہی نے اختیاری تو صرف چندوں کے امیروں کی ہی سیرا ہے۔

صیہون کے یوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ پھیل گئی۔ شربین بھی فرہاد کے تعارف کرانے پر صدمہ کو چھپانے کی بجائے تصدیق نہیں کے تھوڑے سے کردی۔  
 اور پھر تیرے تمام وقت صیہون کی سنی تیز آوازوں اور سمعان کی کمری نظروں سے وہ بڑل ہوئی رہی وہ رات اپنی خوب صورتی کے رنگ ٹھکانا کر رخصت ہو گئی۔

پابھائی کی شادی کے بنگلے سے سڑ پڑنے کی آہنی پٹی اور زمین کی طرف لوہے۔ اور وہ جو اور فرہاد کے لمحے میں اپنے معاملے کو قطعی قبول چکی تھی بلکہ اچان سے بات کر کے قطعی مطمئن ہو گئی اس چھوٹی سے ٹاور آف ہی گئی چلیا اور اسی نے وادی جان کے مشورے کے مطابق پکائی تھی۔  
 "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں وادی جان۔"  
 حیرت اور غصے سے وہ بے اختیار ریچ اٹھی تھی۔ اس کا رشتہ اس کے خالے اور منع کرنے کے باوجود ابڑے سے کر دیا تھا۔

"کس بات کو؟" وہ میری بچی "لڑکیوں کی شادی تو کی ہی جاتی ہے آج یا کل تمہیں بھی بیامتا تو تھی۔" پھر اس کا ہاتھ کان۔  
 وادی جان حیران تھیں اس کے تصور پر جبکہ بچکے دونوں وادی جان سے اپنے دل کی بات کہہ کر وہ مطمئن پھرتی تھی کہ وہ یہ بھی سمجھیں کہ اس نے خود کو اس رشتے کے لیے راضی کر لیا ہے۔  
 "بلکہ وادی جان میں فی الحال شادی کا نہیں سوچ سکتی۔ مجھے پرہیز ہے ابھی تو میں نے بی بی اسے نہیں کیا۔ اور آپ لوگ میری شادی کر رہے ہیں۔"

"شادی میں کیا صرف نکاح کر رہے ہیں۔" انہوں نے نرمی سے تھکی۔  
 "مگر کیوں جب میں نے ہاں ہی نہیں کی تو یہ زبردستی کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ میں ایم اے چاہتی ہوں ڈاکٹر کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں آخر شادی انہی ضروری ہی نہیں ہے۔"  
 مجھے اسے سمجھ نہ پاتا میں چل رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔  
 رخصت ہونے سے اس کے چپٹے کے انکار کی طرف توجہ دے بغیر بات کی کردی اور اب ابڑو کی بی بی جان جلد آ جلد شادی کی خواہاں تھیں ان کا بس چلتا دوڑے دن وادی جان۔

آج۔  
 گھڑا طے یہ ہوا کہ وادی جان اس سے بات کریں گی کیونکہ اس کے غصے کی سب کو خبر تھی۔ اور بھی یہی اس نے سنتے ہی وہ غصہ نہ کیا بلکہ اٹالیں۔  
 "دیکھو صیہون بیٹا شادی کی ایک عمر ہو رہی ہے پرہیز کے لیے تو زندگی پڑی ہے پھر لڑکی کا اصل دی ہو تا ہے جہاں بیاہ کر جاتی ہے۔ ہمارے بعد مدت کے فرض سے بھی ہمارے والدین

ملدوش ہوتا ہے تم ان کے لیے مسئلہ کیوں بن رہی ہو بیٹا۔"  
 اس کے سرکل سے بچے کے برعکس وادی جان کا شیشی گھبراہٹ حسبِ سابق برقرار تھا۔ وہ نادم ہو کر لفظی "میں اسی بیٹا کے لیے مسئلہ نہیں بننا چاہتی وادی جان مگر میرا مسئلہ کیا ہے وہ مجھے نہیں ہیں۔"  
 اگلے اگلے ہوئے اس نے نرمی سے جواب دیا۔  
 "ہمارا مسئلہ کیا ہے بیٹا۔ مجھے بتاؤ۔ تمہیں اعتراض اصل میں کس بات پر ہے جلدی شادی کرنے

ہا ابڑو سے شادی کر کے رہ۔"  
 انہوں نے سیدھے ہتھیار سوال کر ڈالا تھا۔ وہ بری طرح سٹپائیڈ جی تو یہ تھا کہ ابڑو کے نام پر دل گھبرا گیا تھا۔ کہے تو کیا کہے وہ تذبذب سے چپ بیٹھی تھی۔ وادی جان نے سوال ہی ایسا کیا تھا کہ ہر صورت وادی جان کی پسند رہی۔  
 "بولو بیٹا میں تمہاری وادی ہی نہیں دوست دوست تو ہوں گی تم مجھ سے نہ کہو گی کہ کیا چاہتی ہو، یقیناً رو پروردی ہو گا جو تم چاہو گی جی جی کہہ دو۔ تمہیں یہ رشتہ منظور نہیں یا جی جلدی شادی کرنے سے ناگوار ہو۔"

وادی جان کا گھبراہٹ نرم بھی تھا اور دوستانہ بھی مگر سوال کر ڈالا تھا۔ وہ الجھ سی گئی تھی وادی جان نے بغور اسے دیکھا تو بے ساختہ مسکرا دیں اس کے چرے پر تو حواف ابڑو کے لیے ہاں پرہیزا جارہا تھا مگر وہ دیا جا رہا تھا۔  
 "نظر اس جگہ سے ہٹائی تھی۔  
 "ہوں تو کیا جلدی شادی نہیں کرنا چاہتی؟" یہی بات ہے نا۔"  
 وہ بی مسکراہٹ سمیت پوچھ رہی تھیں۔  
 "صیہون نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر بے ساختہ ان کا ہاتھ قیام کیا۔

"نہیں وادی جان نہ بات ہے نہ وہ بات ہے۔ بلکہ یہ کہ میں بہت خوفزدہ ہوں وادی جان سے۔ تو یہ ڈر ہے میرے اندر۔" خوف اور سراسیمگی کے کمرے سامنے یکدم ہی اس کے چہرے پر بھائے تھے، سینہ پیچھے سے نکلتا دل کر بیٹنے پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

اس کے چہرے پر آج جو رنگ تھے ان میں خوف اور سراسیمگی سے زیادہ بے بسی اور گھبراہٹ کا عنصر غالب تھا وادی جان نے اسے بے حد غور سے دیکھا۔ وہ اپنی پوری زندگی میں بھی ایسی نظر نہیں آئی تھی جسے آج ان کی آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔  
 "تو یہی خدشہ ہے اس کی آنکھوں کی جھیلیں میں ہنس کی مانند تیرے پھر رہے تھے۔ سفید بیگم کا دل بیکار کی کسی انداز پر سے ہو کر لگے۔ میدان کوئی کھلی جگہ تھا۔

ایک کھانا دھبی چلا۔  
 ان کی آواز اور لہجے میں جو ارتعاش تھا وہ صیہون کو رو کر ڈالا۔ نظر اٹھا کر قدرے تذبذب سے انہیں دیکھا۔ جیسے مایوس رہی ہو کہ اسے اپنے دل کی بات ان سے کہنی چاہی ہے۔ انہیں گزرتے چند لمحوں میں جس سوچ نے اس پر اثر کیا اور خوف کے چور دار کیے ہیں کیا وادی جان اس کو نہ دے کہے کہ خود ہی غائب کی گئیں حقیقت کا پردہ ان کی عین کی کیا واقعی اس دور کے وہاں ہونے سے وہ میری جانب کا جو منظر اس کی آنکھیں دیکھنے پر مجبور ہیں کیا اس کے منظر سے مقرر ہے۔

"مگر بیٹا! جب تک آخر ایسی کنی کی بات ہے جس سے تم خوفزدہ ہو۔"  
 حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھ بے حد ترس اور تشویش میں ان کے فقرے میں وہ خوف کی سی گئی۔  
 "خوفزدہ لاج۔" یہ کہیں اس کے قدر ہمارے مجھے ہے۔ ان کے خیال میں اسے کوئی خوفزدہ ہے ساتھ ہمارا نہیں ہے جاسکا اور یہ کہ حد تک تنگ بھی ہے کیونکہ اس کا بیچ بیٹھ سے ایسا ہی رہا تھا اور کچھ اس کی شعوری کوششوں سے بھی سب یہ سوچنے پر مجبور ہوئے تھے کہ جی تو یہ تھا کہ ایسا ہی تمام تر ہمارا ہی اور جرات کے باوجود وہ









وہ خاصا اکتایا ہوا تھا۔ وہ ایرد کے نام پر بری طرح چوتنگ لگی۔

”اے تو یہ ہیں ایزد صاحب“

”امی جی! ابا سے ملنے کوئی ایر و صاحب آئے ہیں۔ بتائیے کیا جواب دوں۔“

تو لہ اندازہ تھا کہ امی بی سے سوائے ہزار کن روپیے کے کچھ نہیں ملنے کا عمران سے پوچھنا ضروری ہے۔  
مذہب سا سوال کر کے وہ چپ ہو گئی۔

”ان کے مہمان ہیں جا کر انہیں اٹھاؤ مجھے کیا تار ہی ہو۔ ان کے پاس ہمارے لئے تو وقت نہیں لیکن۔“

عیمروں کے لئے تو محلوں کا سمندر ہے لٹائے بیٹھ جا میں کے فوراً۔" پیر جمع کرنے کے علاوہ اس شخص

حسب توقع ای جی ایس پر برسی تھیں۔ آج ابی سے جانے کسی بات پر صبح ہی صبح جھڑپ ہوئی تھی سوہ اندر

خانہ دہلی کے پاس بھی اس لئے معلوم نہ ہوسکا۔ میرے متعلق شاید کوئی بات تھی۔ شرمین تو لڑائی شہ

یہاں پہنچ کر وہ اپنی کاپی کے سرے کی سی ٹیڈا سے کچھ حاصل معلومات نہ ہو سکیں۔  
 یا ہم جب باہر نکلی تو دونوں کیل کانٹوں سے لیس ہو چکے تھے گھمسان کا رن پڑا تھا کلن بڑی آواز سنائی نہ

وہ گھر اگر شرمیلے کے کہہ رہے ہیں، تو آج کے دن ان کے گھر میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ کچھ کہہ رہے ہیں۔

وہ جھڑا کر سرین کے سرے میں پہنچی، الٹی جو کہ بظاہر میٹریز میں دھیان لگائے ہوئے تھی۔ لکھی ہی دیر نہ ہو کہ

اب کھانے میں کاکس کا سوڈ تھا۔ پورا دن ہی سستی میں گزر گیا۔ نہ بڑھنے کا دل چاہا نہ لکھنے کا تو وہ شام ہو

پہلے لان میں نفل آئی تھی اور اب جب ازد کا پیغام لے کر اندر گئی تو معلوم ہوا کہ صحیح کی غیر اعلائیہ جنگہ  
ایراں اس وقت بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔

ان کا کث دار لہجہ الہی کے موضوع پر اسی طرح نیکھا اور تنفر سے بھرپور ہو جاتا تھا۔ وہ متذبذب کھڑی تھی کہ

بے کہہ ذرا اوپر انتظار کے بعد اپنے خود ہی لاؤنج تک چلا آیا تھا۔ غالباً اسے کوئی ضروری کام تھا ابی سے۔  
لاؤنج کا حالی دار دروازہ ناک کمر کے دو در اسار کا درشتک پر جب ایڑچرنگ کے دروازے کھلا کر اسے ایک آواز

جی بھی حیران رہ گئیں۔

ان کا رد عمل فطری اور ان کے قصص کے منافی تھا۔ ان دنوں ان کے لیے یہ کہیں سے نہ آتا تھا۔

ت سے سلام کر کے پرو قار طریقے سے ان کے سامنے چلا آیا۔

ان فیکٹ مجھے یاد اور آنکھ سے بے حد ضروری کام ہے وقت کم تھا اس لئے میں خود اندر چلا آیا۔“

فلت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی امی جی کو سامنے پا کر اس نے سنجیدگی سے اپنے آنے کا مقصد ان کے حزر کیا۔

آئے بیٹھے بیٹا۔ میں ابھی انہیں بلواتی ہوں۔“

۱۰۔ اتنا ذلیل کرس گئی کہ وہ دوبارہ اس گھر میں داخل نہ ہو سکے اس وقت بے تحاشا تعجب سی ساکت رہ گئی۔

ال یہ انداز گفتگو یہ ملائمت و مروت۔ وہ بھی ابی کے مہمان کے لئے جن کی آمد پر ہمیشہ ہی وہ ناک بھوں  
جاتے ہوئے ملتے تھے۔

حیرت سے وہ بے ہوش ہونے کو تھی۔ اور یہ استعجاب اس وقت دچند ہو گیا جب انہوں نے ملازم کو طاکر اہلی کو

انے اور ایک طرف سناکت کھڑی حیران ہوتی شرمین کو مخاطب کیا۔  
 ”میں نے کہا تھا کہ انہیں سناکت کے گھر لے جاؤ۔“

وہ مزید وہاں رکتی تو شاید حیرت سے بے ہوش ہو جاتی اس لئے پہلی فرصت میں منظر سے غائب ہو گئی۔

امی جی کو بمشکل ہی لوگ پسند آتے تھے اور جب ان کی نظر ہندو کی کسی پر رک جاتی تو اس کے ساتھ ان کا رویہ

وہ زمین کو تمام بات بتاتے ہوئے کتنی حیران، کتنی ایکسانڈل تھی مگر جلد ہی اس کی یہ حیرت اور ایکسانڈنٹ ختم

”جی۔ ایک روز اہی اور امی جی کئی مہینوں بعد خوشگوار موڈ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو نے اسے

نات کر دیا۔  
زمین، فرحت عمار، شاہ کا ”صحرا خرد لائے“ ہیں، لے کر ہاں لان میں جانے کے لئے لونگ روم کے اس سے

ابنِ عمرؓ کہیں سنا ہی سزا کر دیا جائے ہیں کہ ہر کائنات میں جیسے جیسے کائناتیں ہیں ان کی زبانیں اس بات کا علم ہوا کہ وہ امیر اور اس

کی شادی کرنے کے خواہاں ہیں۔

اس نے دل کی دھڑکن اس لمحے بے حد تیز ہو گئی جیسے اب اس کی سب سے بڑی بات اس کی ہے۔

ایسی نہ کسی بات پر ان کے درمیان تنازعہ منٹنگو چھڑ جائی۔ اور پھر وہی ڈھاک کے تین بات ہوتے یعنی امی جی

مگر اس لمحے ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کا گوشہ برتواز و جو اس لمحے بالکل دھیل گیا جب ای جی کا ٹھہرا ہوا الجھ

اس کے کان میں گونجا۔

”نرا کاتوا صبی بے حد اچھا ہے مگر کیا آپ کے دوست، ہمدانی صاحب اس رشتے پر راضی ہوں گے؟“

”مطلب یہ کہ کہیں ان کا خیال کسی اور طرف نہ آخر کو اکلوتا بیٹا ہے۔“ امی جی نے اپنے کسی خدشے کے

ت کچھ چھکاتے ہوئے کہا تھا۔ جس پر یادو صاحب نے گہری سانس بھری۔

ہم اپنی نواس رے پر راسمی ہونا ہی پرے گا۔ یہی اس کے معادیں بہتر ہے ویسے کی سن میں لکھی جا  
 نہیں۔ ایز کے ساتھ اس کا جوڑ ہر لحاظ سے بہتر رہے گا۔"

امی جی کی بات پر جس زعم سے الیٰ نے یہ جملہ ادا کیا وہ باہر کھڑی کانپ سی گئی۔ بغیر اس کے دل کی بات جانے الیٰ

ایمان کو تو اس معاملے کے بارے میں بتانے کے بھی الٹی روادوار نہیں تھے۔ الٹی کے کجج میں اس کی ذات کے لئے

سائش سے زیادہ غافل تھا مجھے بھر کے لئے دل میں خوشی کی لہری اٹھی۔ اپنا آپ کتنا معتبر لگا، مگر اگلے لمحے اپنے

کونکہ یہ تو طے تھا کہ اسے اُردو، ہندی اور انگریزی کی شخصیت نے ان معنوں میں متاثر نہیں کیا تھا کہ اسے اپنے جیون

انہی کی صورت میں دیکھ کر اسے کوئی خاص خوشی ہوتی بلکہ کسی حد تک اس سے ڈرتی رہی۔ سب سے پہلی بات تو یہی

لی طرح تند لہجے اور تناؤ سے بھرپور اس کے تور زمین کے دل میں اس کا بیج گھل ایک خود سراور کھمنڈی  
 معلوم جھانک کر تھرا، راستہ، ادا، کاسیہ، وار، کھور، انداز، گفتگو۔

اس نے اپنے شریک سفر کا کوئی خاکہ نہیں تراشا تھا کیونکہ ابی کی جو شخصیت اس کے سامنے تھی اس نے تو

۱۔ شادی سے پہلے خوفزدہ کر رکھا تھا امی جی کا تھکھا مزاج اور ابی کا خاکمانہ پن دل میں ارمان جاتے بھی تو کیسے۔ ری

کسی کمر کیمبر کے لیے جس روئے سے پوری کردی اور مردوات سے اس کا اعتبار رہنے کے نکتہ نظر سے ہو۔  
 وہ سوچی اگر ان ایسے نہ ہوتے تھک سفاک اور بے پروا شاہی ایسی کاوری بھی ان سب کے ساتھ بہت  
 کے بعد دیکھ سے وہ بیٹوں کی پیدا کر دیتے مسراں اور شوہر کی طرف سے اس نے انہیں مزید بیٹرو  
 بدل کر دیا۔ ایسے ہی کر تیسرا ان کی کوہنہ نے آتا تو وہ مزید درشت بھی ہو سکتی تھیں۔  
 الی کو بھی کوئی خاص پروانہ نہ کر سکتی خواہ کسی نے اس کی زندگی میں کتنی انہوں نے اسے کبھی  
 دیکھنے کی ضرورت نہ تھی اپنی بیٹیوں کے ساتھ بھی ان کا دوا کرنا اور یہ ہوا تھا۔  
 ایسے میں ایرو کو کہہ الی کا حضور نظر تھا اسے الی ہی کا روت لگتا۔ پھر بھلا اس کے لئے بدل میں کچھ پیش کر  
 پیدا ہو سکتی تھی۔ جسے روئے سے الی کے فیصل کا کلمہ ہوا تھا پر کرتے کے ساتھ اسے ایسا لگتا جس پر  
 چند اس کے میں بھی پختہ ہوا۔ ایرو دنیا کی قدر کے قبول کرانے کے سے ضروری تھا اور وہ ہم  
 جہاں شرمین کی اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی اسے یقین تھا۔ اسی لئے اس سے کچھ کہتے ہوئے وہ

جھجھک جاتی تھی۔  
 مگر ان تمام باتوں کے باوجود وہ دل کو سمجھانے پر کمر بستہ رہتی تھی اور اس کو شش میں وہ کسی حد تک کا  
 بھی ہو جاتی اگرچہ جو سمعان کی سسرال انہیں اس کی راہ میں نہ آجائیں تو وہ کبھی خود کو الی کے سسر  
 اصول پر چلانے کی سعی ایسا عمل میں لے لیتی تھی ایرو کو قبول کرنے کی اس کی کوئی کو شش اور دل کو مٹا۔  
 کوئی دعا پار اور نہیں ہو رہی تھی۔

جب بیل ہی نہ چاہے تو وہ تعالیٰ اور ملائکہ

کے مصداق وہ اندر دینی جنگ کرنے میں ہلکان ہو سکتی تھی شرمین کے سوال نے اس کے ذمہ کھج  
 دینے اسے کہ جیسے وہ الی کے فیصل کا بوجھ اٹھائے انہیں نہیں ملے گی۔ کبھی شرمین کے شانے پر سر رکھ کر بے  
 روئی اور آنسوؤں کے ساتھ دھیرے دھیرے لفظ بھی اس کی گرفت سے نکلتے چلے گئے۔

نرمین کی بدولت کی غیر حاضری نے اسے خاصا پریشان کر دیا تھا۔ تناخ تو یہ اسے روز و رات ہی کے بے اختیار  
 ہوا تھا۔ اتنی ہی غصہ اسے اس کی اس حالت پر آ رہا تھا۔ ابھی طرح اتنا دھماکا دیا ہے آپ کو آتش اور فیر  
 جانے کی سزا دے رہی ہو۔ خود کو یاد اور اس کو بھی۔ کبھی بدولت سے بغیر اطلاع کے غائب تھی۔  
 اس کے سوا کچھ ہی کہ اس پر کہ اس کے بارے میں معلومات کو اسے طریقہ خود ہی اس خیال سے کہ  
 کہ اس کے سوا کچھ ہی کہ اس پر کہ اس کے بارے میں معلومات کو اسے طریقہ خود ہی اس خیال سے کہ  
 اس نے ماما سے قدرے علیحدہ ہو کر اپنے گھر کے پاس آ کر رہنے لگا۔ اسے ان بدولتوں کی غیر حاضری کا فائدہ ضرور  
 بھی پس اٹھا۔ کار کا دفتر تھا وہ نرمین کی اس بے اختیار کیفیت نے دیکھا تھا کہ لفظی اظہار تو نہیں تھا  
 معاملوں میں اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔

جو ان کے غفلت کی انہوں میں خیر خیر نہ اس کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ دیکھتے ہی ان دونوں میں اس  
 اس لڑکی کو پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ اب وہ اپنے آپ کو سات تہوں میں مچھا کر رکھتے پر کمر بستہ تھی۔ تجا نے کیا نوڈ  
 اسے انہوں کو پورا فیصل ہو گیا۔

ہمات نے اس کی فرائض پر شوق سے بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ کمر کیمبر کا مسکرا دیا۔  
 "فیصلہ دوست بہت ہے جو کچھ تھا ماما۔ اب تو محض آپ لوگوں کی اجازت چاہئے تھی۔"  
 اس کا دواؤں موضوع پر بات کرتے ہوئے حد سے زیادہ خوشوار تھا۔

مسز ملان محسن کے ساتھ نہ کھیں۔ مسز ملان کی انہیں بھی تھی۔ جبکہ اس وقت تو سمعان کا کہ  
 اندر آنا زندگی سرت کا غماز تھا۔ خود بھی وہ کبھی اس کی بات نہیں سن سکتی۔  
 گولف کے اس بنو زار کو اگر کوئی دھوکا دے پاس وہ دونوں بیٹھے بائیں کمرے سے بیٹھی اس وقت

ساتھ اسٹوک لگا سکا۔ رات تھا۔ اس نے نور سے ی سمعان کو بات چیت بلایا جو اب "دو بھی اسے ہاتھ سے کھپاٹ  
 اپ" (Keep it up) کا اشارہ کرتے ہوئے دوبارہ ملانی طرف متوجہ ہو گیا۔ ہلی ہلی ٹھنکے ہوا میں یہاں بیٹھنا اچھا  
 لگ رہا تھا۔

"کیا آپ نے لپا سے بات کی تھی یا سلسلے میں۔"  
 ہمات نے نرمین سے شک کرتے ہوئے انہوں کو دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا تھا۔  
 "ہوں۔"

حقیر جواب دے کر وہ چپ ہو گئی تھیں مگر بدولت نے ان کے بولے کا شعر یاد پڑھ کر کہنے لگیں۔  
 "اس میں تمہارے فیصلے پر کبھی تو شی ہوئی ہے۔ کبھی ادا ہو یہ ہی چاہتے ہیں کہ پٹیلے یاد صاحب سے غیر کی طور پر  
 لیا جائے۔ اس کے روبرو رابطہ اور ان کے خفیہ کھیلوں کی جائے کو یاد کرنا۔ اس کے خیالات میں ایسا کوئی تقیہ تبدیل کیا ہے یہ  
 دیکھنے بغیر دوست سوال دراز کرنے میں ہمارے لفظوں کا بھرم بھی ہو سکتا ہے۔"

اس کو کئی دن پہلے اس کے جو بیٹا ہمات نے سمجھا تھا وہ یہ کرم نقصان دیکھ کے حوالے کرتے ہوئے یہ حد  
 بندی کی اور صاف گوئی کا سارا لیتے ہوئے حقیقت کے اس پلو سے بھی بخار ف کر رہی تھیں جس کو نرمین کی  
 ذات کو سمجھنے میں وہ شعور بھی طور نظر انداز کر رہا تھا۔

"اب ہم کبھی سناں لیتے ہوئے اس نے دونوں باتوں کو کہیں میں بیکار کھانا پر نکالا۔ واقعی محبت کرنا اور  
 بھانا بلکہ اسے باہمی آسان میں ہو۔"

"تکم یو سمعان بیٹا۔ میں نے تمہیں باپوں اور دل شکستہ ہونے کے لئے تو نہیں کہا۔ تمہارے لپا کی بات کا  
 مطلب یہ تو نہیں کہ یاد صاحب انکار کریں گے بلکہ وہ کبھی کبھی حالات کا جائزہ لیتے گے ان سے لٹنا چاہے  
 ہیں۔ اسی سلسلے میں انہوں نے یاد صاحب کے کلب کی مشہر پر بھی دوبارہ جو ان کی ہے اگر اسے زمرہ ان سے  
 رادو کر بھی بھائی چاگے۔ تم سمجھ رہے ہو یا نہیں کی بات۔"

اس کے اس طرح تنبیہ کی میں ڈوب کر بیٹھ جانے پر وہ بے اختیار اس کی بولی تھی وہ بولتی تھی  
 دل میں سرگرمیاں۔ کیا تازہ دھماکا انہوں میں اس کے لئے اس کے خیالوں کو تعمیر نو کو یا ان کا فرض کو کون

تھا۔  
 "ور حقیقت اس طرح ایک دم سے پرو پزل سے جانے پر نرمین کسی نام سے اس کا۔"  
 ذرا سار کہ سوال کیا اور پھر اس کی خاموشی کو اکیثات جان کر سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے وہ اسے ٹھنڈے  
 لپے میں چھوڑ گئیں۔

"اس طرح اس کی پریشانی تو فوری ہی گھبرا ہو سکتی ہے یاد صاحب یقیناً جانتے ہوں گے کہ وہ سلمان کے  
 اسکول میں چاہ کر رہے ہیں۔ تمہارے متعلق تو میں نہیں جانتے ہیں۔ ایسے میں جبکہ میں نے اسے کئی سالوں سے دیکھا  
 بھی نہیں پروڈ کر دینا صاف ظاہر کر آئے کہ اس سارے معاملے میں تم بھی سینٹر پر سینٹر انوا لو۔ اور پھر  
 تمہارے لپا کے یاد صاحب نے ان لوگوں کے حوالے کرنا انہیں جن سے نزدیک ہو سوج کے جانی کا فائدہ۔ اب وہ جوہ  
 اپنے خاندان میں کہہ کر ہوتے پر راضی نہیں۔ غالباً اپنی پسند کی شادی ان کے خاندان میں۔ اس بھی  
 جانی۔ شاید اس نے کچھ کہہ اس خواہش کی سرائی ہوئی کہ خیریت بات چالے۔"

روانی میں وہ جانے لگا کیا کہ ہر افشاں اس کی ہلی کی میں اور اسے آج احساس ہو کہ آج وہ دونوں بیٹوں میں  
 و نظر کے تقاضوں سے کیوں محبت چھاتی ہیں۔ اس خوف نے ان کو پاد زنجیر کو کھانے تو یہ تھا اصل مسئلہ۔ یعنی  
 ان کی رائے اور یاد صاحب کے ہاں نہیں ہیں۔ کبھی ہاں نہیں دیتوں بلکہ اپنی خواہش رکھتے ہوئے بھی ان  
 راہوں کی مسافر بننے پر مجبور ہیں جو ان کے لئے کوہنے گئے ہیں۔

گو اس کی سزا کے خوف سے وہ اس قدر کبھی رہتی ہے کہ اس روز فواد کے گھر اس بے اختیار سے جیسے میں  
 کھل جانے والے اس راڈ کو چھانے کے لئے وہ پھر سے اپنے قول کو جوئے میں لگی ہے یقیناً "اسی لئے اس  
 کے سامنے آئے گے کہ یہاں دونوں سے اسکول میں آئی تھی۔"

ان کے وہ اجداد اور پاپائی سنت میں خاصا مشہور وطن نظر آئے۔ مذہب وہاں بھی سے پہلے بھی بہ حیثیت زنانہ اچھی ملکیت  
ملیکت بھی اب اور بہتر انداز سے انڈر اسٹینڈنگ ہوئی جا رہی تھی۔

ہو گئے تھے۔ اسی لئے اسے مدت کے ساتھ نہایت محنت سے کام لیا تھا۔ کالی کاف اسے بھلے ہوئے مدد دے  
نے بغیر کسی تمہید اور پیش بندی کے گفتگو کا آغاز تو پرامن طرز کے انداز میں کیا تو اسے کب لبروں سے لگاتے ہوئے



اس کے بے چارے کہنے پر وہی طعن غزالی تھی۔  
 ”جس میں دو صریح غیر سوسائٹی کان میرے ذہنی ہیں۔ لیکن کو کرانے نہیں ملے تھے مجھے۔ اگر وہ جنت  
 سے لوگ ایں سے لاؤں گا۔“  
 ”جہاں ہے یہ نیک انڈیا کر مجھے گا خوب چیں گے۔“  
 وہی سفاکی ہے بولی تھی۔

”ہاں!۔“ فریاد کا انداز سوچتا ہوا اور آواز میں تھکی  
 ”اٹھ جائے ہیں آپ ان کے بارے میں پلےز فریاد کیا کرتا ہے؟“  
 اس میں سیرکرا ہوا دیکھ کر اس نے کہا کہ اس طرح خاموش اور جانا تو یوں بھی آج کل بے حد عام  
 ہو رہی ہے۔ ”میں نے کبھی اس طرح کو نہیں دیکھا ہے۔“  
 ”بھولے فریاد؟“ ”نہی! اس کی صورت حال سے نہیں ہوئی تھی۔“  
 اور اس طرف فریاد کو بے حد مشکل سے اپنی ہنسی کے بیٹھا قابو اختیار نہیں پڑا۔  
 ”یہ وہ دنوں کا ہے۔“ ”مجھ اب ایک سو سے زائد کو دیکھ چکے ہیں۔“  
 ”میں کہتا ہوں یہ صرف ڈھکا لکھا کامزما کیا۔“ ”بھلے تمہارا بھنا جابا تھا۔“  
 ”فریاد بھال۔“ ”بھنے اور بھلا کر مٹ سہے۔“ ”آپ کو کئی“  
 ”بہت فضول مذاق کیا ہے آپ نے مجھے آپ سے یہ تو معنی تھی ہر بات اور ہر وقت مذاق کے لئے نہیں  
 ہوتا۔ بعض محالے بہت حساس ہوتے ہیں۔“ ”اہ! اس طرح سب افسوس۔“  
 ”فریاد! اس نے تو یوں اٹھ کھڑی ہوئی کہ اس طرح کا مذاق سمجھنا اور بھڑکانا جو فریاد اور مذاق ہے۔ اس نے سوچنے کے  
 کیا وہ تو کبھی سمجھ نہ سکی۔“

تھی مدحت کے کان کڑے ہو گئے

”ہوں تو گویا کوئی خاص بات نہ کہ جس کی جارہی تھی مجھے بھی تھوڑا۔“

وہ صہبہ سے رو کر توجہ مبذول دے کر کہی۔

”جو چلو اس لیے جھوٹے جان بھڑکائی تھی اور کام بھی کرتے ہیں۔“

وہ آنکھ کر جائے گی توجہ دے کر استغما کی نظر سے زیادہ نکالیں اور پھر یکدم پھٹ کر کہیں۔

”تیس سو بھائی بنا دی ہیں صہبہ، مون رو رہے تھے تخت انکاری ہے۔ اس وقت بھی خامی کا

کھائی ہو رہی ہے اسے بھائی کے کام ہے اگر ان کی پہلو ہے۔“

”ہاں، یہ تھوڑے دنوں کا بیسہ ہیں۔“

وہ رک کر اس کی بات سنتی ہی ہڑبالی اور پھر ہارنگل گئی مدحت نے دھارہ رخ روشن زیادہ کی طرف پھیرا

مڑنا مکی اب اسے کیا بتائی کہ وہ کہہ کر وہاں سے بات کر رہے تھے کہ اس سے کچھ پچاس پچاس خاکوہ خوسے

کا ذکر کرتے ہوئے جھجک رہی تھی۔

”افوہ مکی وہ انسان ہے اس قدر زور سے کہ کیا بات ہے۔“

دل کی مضطرب دھڑکنوں کو ڈالنے ہوئے وہ جیسے ہٹ کر سر پر جا بیٹھی جس جیسے وہ اپنے حواس درست

ارہی مکی مدحت اور زہا اقبال تیریں خوشی سے دھتے چہرے لے کر بھاگتی ہوئی آ رہی تھیں۔

اس نے شکر کیا کہ وہ ہنگام سے ہٹ گئی تھی ورنہ وہ اس کا خوب رکاڑ ڈنگا تھی خود کو نارمل ظاہر کرنے کے

لئے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پیر کر رکھے ان دیکھ رنگ دکھائی کی خوشی جو کہ کچھ دیر پہلے اسے سیر کرنے

”صہبہ، صہبہ، تمہارے لئے ایک زبردست خبر ہے۔“ مدحت نے آتے ہی سہجہن سے پھیلانے کی

ادائی کو کوشش کی تھی۔

”کی خبر؟“ اس نے تعالیاں عارفانہ سے کام لیا۔

”ایک زبردست سہماں آیا ہے تمہارا۔“

وہ اپنے مدحت کو دیکھ کر ایک انگلیا دے ہوئے معنی خیزی سے کہا دونوں ہنگام قہقہہ دیکے ہوئے تھیں۔

”کیا راجا جان آئے ہیں؟“ غضب کی آواز گونجی تھی وہ کسی سے پوچھ رہی تھی وہ بولی تھی اسی ہی جہی ہو۔

”اگر وہاں۔“ مدحت نے سر ہٹ کر اسے ٹھوڑا تو اس نے معصومیت کے کالے بچھلے تمام کارڈ توڑ دئے

وہ آگے بڑھ کر چلا۔

”تمہارے تو سب التیں تمہارے پوتے پوتوں کے ہوئے والو راجا جان ضرور شریف لے آئے ہیں مل لو جا کر۔“

”تین لوگوں کی اصل رونا دھندا ہے تو میں ہی تلاش کر رہی ہیں، وادی جان سے تو صرف ہوں ہاں کی جارہی

ہے۔ اور میں تو کیا اصل رونا دھندا ہے تو وہ جسے عرض کرنے کے تھمتی ہیں۔“ لہجے بھرپور ساتھ تھا۔

”جس الہام ہوا ہے کہ مثنوی ہیں۔“ لہجہ بھرپور تھا تھی۔

”وہ سن لو زہا دے۔“ مدحت نے شرارت سے ”وہ“ کو لمبا کھینچا اور آگے بڑھ کر مثنوی خیزی سے گردش

لیا تو اسے ہر آگئی۔

”تس قدر فضل ہو تو مدحت اس کے کندھے پر بھر پڑ جائی۔

”تس کے۔“ کھارگی کی انکاری تھی۔

”چلو نیچا راہی ہو جائی تمہارے ہتھکڑیوں کے۔“

”ان کا درست ہے تمہارا۔“ اسی گھٹے سندر میں جھیکواریں گئی اس نے حیاتی پر۔“ وہ انھیں گھور کر دیکھتے ہوئے

”ضرور کوئی گڑبڑ ہو گئی ہوگی دونوں سے۔“

اس نے قیاس کیا اور اس سے پہلے کہ وہ ان دونوں کو پکار کر کچھ پوچھتی ”خوش تو نہ کھول کر ہاں لکھنے ایو کو دیکھ کر

ان کی آواز گھٹنے میں ہی جھپٹی۔

چند منٹ کے بعد کھینچ کر کو سوچ رہی تھی وہ یوں جھٹ سامنے آگھڑا ہوا گمان تک نہ تھا بلکہ عجب رفتار سے

ادھار شادی ہو اتوہ گھر گئی۔

بچے آؤ اور ساجد سے اندر آئے کو کہہ رہے تھے عموں شاہنشاہی سے انکار کرنا تھا۔ وہی نے خیالی ماہ سے

لے ہوئے اسے بل کی دھڑکنوں کی بدل ہوئی دست پر غور کر رہی تھی کہ جانے کیسے یکدم یاد نے نگاہ اونچی کر کے

”االی اور اسے پا کر جیسے ساخوہ مگر کیا تھا۔“

”اے۔“ لہجے اختیار کرتے ہی تھی۔

ایر کے بیلوں پر دو قریب جسم بھیل گیا اور بالا خرا سے اندر لائے میں کاماب ہو گیا تھا اس نے چند سیکنڈ بعد

پہنچا تھا تو وہ تین عجب تھے سر پر زلی موجودی کو کہہ کہ اس وقت گھر میں موجود ہے۔

”افوہ مکی وہ انسان ہے اس قدر زور سے کہ کیا بات ہے۔“

دل کی مضطرب دھڑکنوں کو ڈالنے ہوئے وہ جیسے ہٹ کر سر پر جا بیٹھی جس جیسے وہ اپنے حواس درست

ارہی مکی مدحت اور زہا اقبال تیریں خوشی سے دھتے چہرے لے کر بھاگتی ہوئی آ رہی تھیں۔

اس نے شکر کیا کہ وہ ہنگام سے ہٹ گئی تھی ورنہ وہ اس کا خوب رکاڑ ڈنگا تھی خود کو نارمل ظاہر کرنے کے

لئے اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پیر کر رکھے ان دیکھ رنگ دکھائی کی خوشی جو کہ کچھ دیر پہلے اسے سیر کرنے

”صہبہ، صہبہ، تمہارے لئے ایک زبردست خبر ہے۔“ مدحت نے آتے ہی سہجہن سے پھیلانے کی

ادائی کو کوشش کی تھی۔

”کی خبر؟“ اس نے تعالیاں عارفانہ سے کام لیا۔

”ایک زبردست سہماں آیا ہے تمہارا۔“

وہ اپنے مدحت کو دیکھ کر ایک انگلیا دے ہوئے معنی خیزی سے کہا دونوں ہنگام قہقہہ دیکے ہوئے تھیں۔

”کیا راجا جان آئے ہیں؟“ غضب کی آواز گونجی تھی وہ کسی سے پوچھ رہی تھی وہ بولی تھی اسی ہی جہی ہو۔

”اگر وہاں۔“ مدحت نے سر ہٹ کر اسے ٹھوڑا تو اس نے معصومیت کے کالے بچھلے تمام کارڈ توڑ دئے

وہ آگے بڑھ کر چلا۔

”تمہارے تو سب التیں تمہارے پوتے پوتوں کے ہوئے والو راجا جان ضرور شریف لے آئے ہیں مل لو جا کر۔“

”تین لوگوں کی اصل رونا دھندا ہے تو میں ہی تلاش کر رہی ہیں، وادی جان سے تو صرف ہوں ہاں کی جارہی

ہے۔ اور میں تو کیا اصل رونا دھندا ہے تو وہ جسے عرض کرنے کے تھمتی ہیں۔“ لہجے بھرپور ساتھ تھا۔

”جس الہام ہوا ہے کہ مثنوی ہیں۔“ لہجہ بھرپور تھا تھی۔

”وہ سن لو زہا دے۔“ مدحت نے شرارت سے ”وہ“ کو لمبا کھینچا اور آگے بڑھ کر مثنوی خیزی سے گردش

لیا تو اسے ہر آگئی۔

”تس قدر فضل ہو تو مدحت اس کے کندھے پر بھر پڑ جائی۔

”تس کے۔“ کھارگی کی انکاری تھی۔

”چلو نیچا راہی ہو جائی تمہارے ہتھکڑیوں کے۔“

”ان کا درست ہے تمہارا۔“ اسی گھٹے سندر میں جھیکواریں گئی اس نے حیاتی پر۔“ وہ انھیں گھور کر دیکھتے ہوئے



”خدا یا۔“ اس نے بے لگائی سے ان سب کو دیکھا۔

ہر بار وہی سب کو چھیڑتی شرع فقہوں شریر جہلوں سے ستاتی تھی لہذا سب کا بہت حساب لگا تھا اس کی وجہ سے۔

ہماری طرف آئی تھیں آتے ہی صہبیہ کو آؤڑ دیا۔  
 "کیوں؟ چھٹی کی بجائے کیا صرف صہبیہ کی انگلی کھائی جائے گی؟" میں نے بے حد سادگی سے

”اے نہیں بھئی وہ موصوف چائے میں چینی نہیں پیتے“ بھابھی نے ہنسنے کے بعد اظہارِ غریب

”یہاں والا کو کہہ جتا کر ڈالو اتنا مٹھا ہوتا ہے۔“ روانہ چچی نے بظاہر سنجیدگی سے کہا تھا ایک زبردست فقیر۔

”یہاں جب یہ وقت آتا ہے تو سب چلا جاتے۔“

[illegible]

ملک کو انجوائے کر رہے تھے۔  
 ”اے بھئی چائے ملی یا نہیں۔“

تو نے اس لمحے اندر داخل ہوتے ہوئے طنز پر استغفار کیا۔  
 ”میں بھی یہ طے کیا جا رہا ہے کہ چائے بنائی کیسے جائے۔“

”کہا مطلب وہ ہے چارہ شریف بندہ کیا آپ کے اس سلوک کا منتہی بیٹھا ہے۔“ اس نے بھنوس سیڑ کر

”خیر حکم توہ کی اور کائے مگر افسوس اتنی جلدی تو یہ سال والے مغلنے والی نہیں۔“

[illegible]

فوزیہ کا اشارہ صہیبہ کے مسلسل انکار کی طرف تھا، اور اس نے مفتی کنگو سے کچھ جھنجھلا گیا تھا، بے چارگی سماں کی طرف دیکھا۔

”تم چلو بیٹا چائے پیس آ رہی ہے، ویسے بھی ابھی ساجد ریفرشمنٹ کا سامان نہیں لایا ہے۔“ رفانہ بیگم نے سے لکھی ہے کہ کیا ہر کی راہ دکھائی۔

”حالانکہ امیں ریفریش (Refresh) کرنے کے لیے صہیبہ کا دیر اسی کا ہو گا۔“

ساجد جب تک ٹوٹا نہ ہو اور روم نہ تیکم ڈرامنگ میں روم دادی جان کے ٹلاوے پر چاچلی تھیں۔ چھٹی دیر اس

ساجد سے معلوم ہوا کہ ان کی بانیگ کہیں خراب ہو گئی تھی، مگر وہ تو کہیں سے گزروا تو تھمد اصراراً انہیں ڈراپ





”تو ابرو صاحب سے پتا کیا ہوتا اب تو ان کو ہی ابلی کے پروگرامز اور پلاننگز کا پتا ہوتا ہے۔ رائٹ ہینڈ (Right hand) جو سرے۔“ سمیر نے ترشی سے کہا۔

”مہلی آپ کو سرگزند دینے کا ارادہ رکھتے ہوں گے اسی کی بنیاد پر ’طالب‘ اسی لئے واپسی کی باتیں کہتا ہے۔ آج میری کلنیوں بعد شام میں گھر پر تھا۔ قدرے استہزائیہ میں خوشی سے بولا۔“

الہی کی غیر موجودگی میں اس کی روح نکل کر تبدیل ہو جاتی تھی۔ آئے جانے کے اوقات کار یا مخصوص تبدیلی ہو جو اکثر شام کو الہی کے متعلق کرنے کے باوجود دوستوں میں نکل جاتا تھا۔ قمر گنج کل گھر پر موجود رہتا۔  
 ”دے دیا انہوں نے مجھے سر پر اڈا اور مجھے سر پر انڈوس نامکون۔“ ایسی ہی یکدم متحجب ہو گئی تھیں۔

زادری سے لویا ہوئیں۔  
خیر مرزا کے طور پر یہ تین تین بچے تو دیے تھے انہوں نے آپ کو اور کیا خوب دیے تھے۔ ”سمرائیس“ کے  
تکلفی سے بات کرتا تھا۔ ہمارے شرم کے نظر بھی نہ اٹھا سکی جبکہ ایسی جی مسکرا رہی تھیں۔

میں حلیہ بنانا پسند نہیں کرتی تھی۔ اس کا موٹا پٹا خوش گوشت تھا۔  
 ”ہوں، میسرے آکھوں کی ٹھنڈک ہو تو“ سمیران کہاس ہی کارپس پر بیٹھا جھجھل بول رہا تھا۔  
 اسی جی نے نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر کر محبت سے کہا تو انا کل کرنی زمین رک کر اسٹو  
 نڈاں سے اسٹو

”مکراتے مکراتے“

اسٹینڈنگ کے ساتھ وقت نہیں گزارا۔" جب تک کہ وہ اس نے دیکھے سو میں اپنا سوال ان کے سامنے دہرائے تو وہ ہر یکم کے چہرے پر کئی رنگ اگر گزرنے کے بعد یہ خاموشی چھائی رہی وہ قدرے سنبھل کر بولیں۔

باتیں کیا کر رہا تھا، ذکر نہ ہی ہے کہ شروعات ہی جب اچھی نہ ہوں تو اختتام بھی بدتر نہیں ہو سکتا، ایک اچھا اختتام ہی اچھی انتہا کو جنم دیتی ہے۔ ہماری زندگی آٹھ گانے سے Clashes کا شکار رہی اس لئے اس کا انجام گاؤں میں کیا ہو گا؟

نایابی سے کہتے ہوئے وہ زمین کی اری سنی امیدیں بھی توفیق ملی گئیں۔ ہمسفر نظر بھیج کر رکھا ہنی وی کی جا متوجہ ہو گیا تھا، ماحول میں عجیب کی بو، جل ہن دور کیا اور وہ ہن کے سر سے کہتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ ”کن“ ”حالات“ میں ان کی شادی ہوئی ہوگی۔ کون سی منوس گھنٹیاں تھیں وہ ہن کی نخست آنج بھی ان سے

انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ شرمین کی تعہدیں ملازمہ جانے کی ٹڈی لوٹھکی ہو چکی تھی۔

”میرا ایک بار پر دشمن ہوا۔ دشمن کے لیے ہر بے ساختہ جسم ہلکا ہے۔“

”ہاں! کاش کوئی خون کیا کچھ خبر لی کہ کہاں ہیں وہ کب آئیں گے۔“  
شرین نے سنجیدگی سے انحصار کرتے ہوئے موضوع ایک بار دہرایا: ”مجھ پر جو جس سے اسی جی کی توجہ بنانے۔“  
لے سمجھنے کے لیے انحصار کیا تھا۔ ایک بار بحال کا بیان تھا۔

یہی نہیں کیا ضرورت ہے یہ بتانے کی کہ انہیں ہوا کی کھلی ہے کہ یہاں کوئی پریشان ہو رہا ہوگا۔ وہ تو بیشہ۔  
یہی ہی ہیں۔ مگر یہ طریقہ سب سے بہت کو خاصا بنایا تھا۔









”وہاں راجہ آئے انہوں نے بعد بار بار“  
 فوزیہ جگہ دی کسی سہی سزا رہے تھے خوشی سے سب کے چہروں کی جگہ ہلکتی تھی

”آپ نے بھی اہل شادی مرگ ہو گیا ہے۔“  
 آؤر اور ساجد بھی وہیں چلے آئے تھے ساجد نے آتے ہی خوشی سے کہا سب کے سامنے ہنس پڑے نہ  
 کہ وہ بالکل مغمم ہی ہوئی تھی۔  
 ”مگر آج صبحی بائی مجھ کو یوں درد مگھو لے کر نکلا بھی کرکتے ہیں سوچ میں نقصان ہو جائے گا نہ  
 آؤر ساجد کے چپ ہوتے ہی بولا تھا۔  
 ”پیشان ہونے کی ضرورت نہیں آؤر اپنی صبحی، بڑی عقل مند ہے اپنا نقصان کبھی نہیں کرے گی دیکھا  
 سر وہاں بھی۔“  
 ”یہ سچی ہے اسے کہتے ہوئے مسنونتی بھید کی ہے کہ تو سب نے فوراً“ ہاں میں ہاں ملائی۔  
 ”بالکل بالکل یوں بھی کتنی منتظر ماروں کے بعد تو دن آیا ہے یقیناً“ صبحی نے کوئی طیفہ پڑھا ہوا گا۔  
 ”دھتے دھتے“ سے سہرا کھڑا کیا عکاش کیا۔  
 ”پلیئر پلے مجھے بھی بتائیے۔“

آؤر مقتدانہ انداز میں اس کے قدموں کے پاس بیٹھتے ہوئے عاجزی سے بولا اس نے بے ساختہ پیر کیڑ لے لے  
 جلدی سے ہاتھ کھڑی کی۔  
 ”یہ کیا سب کا رویہ ہیں بھائی۔“ وہ اب تک گویا بے یقین تھی بھید کی سے پوچھنے لگی۔  
 ”وہی کر رہے ہیں جو کم رو رہی ہو۔“  
 بھائی اس کی توجہ کی، دیکھ کر خود بھی سمجید ہو گئی تھیں نظروں ہی نظروں میں اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر  
 ہوئے کو یوں تودہ بھلائی۔  
 ”راہ اصل تہناری ساس کو تہناری ہول لے بی ہے شائق کروری سے اس لئے انہوں نے نکاح کی فرمائش کی۔  
 دھتے لے اس کے قریب ہو کر ظاہر انداز مانہ انداز میں خوشی سے کہا مگر تو اب سب نے سنی۔  
 ”سائے انداز بھائی نے“

نڈیا نے مصحوبیت سے انھیں دیکھا جس تو وہ عجب ہی مٹی  
 ”بھئی وعدہ دار لوگ ہیں ہو سکتا ہے بیٹے کا نام لیتے ہو مجھے جھجک محسوس کی ہو۔“  
 ساجد نے ہلکا سا سے خیال آرائی کی۔  
 ”اور نہیں تو کیا“ ایسے معاملات میں والدین اپنے سوا مزاج لینے سے قطعی احتراز نہیں کرتے۔ ”فوزیہ قدا  
 متوں کی سزا کرنا تو سب سے بڑھتی ہے۔“  
 اس کی پوزیشن بڑی عجیب ہوئی تھی نہ ہی آری تھی نہ غصہ اس اہل وقت ختم کی بھید کی طواری تھی ام  
 کے چہرے پر۔

واہی جان اپنی جلدی پر سب کو پس کی اسے اندازہ نہ تھا ابھی تو وہ خود کو واہی جان کے یقین دلائے کے بارے  
 میں امر کے راضی نہیں کر پائی کہ انہوں نے والی ہی بلا سب بھگتے بھی کر دیا ”خفیہ لالچ“ میں آج تک  
 ایسے تمام فیصلے پر رگوں نے ہی کیے تھے البتہ بچوں کی خوشی اور مرضی کو ضرور نظر رکھا تھا اس معاملے میں  
 بھی جیسے کام نہیں کیا تھا اسے ہوا کر دینے اور کھواہوں کی رائے سے متفق کرنے کے لئے صحبت اور حکم  
 بجائے دوستانہ انداز اور اطوار انہوں نے مجھے سے مکر سبب تھا کہ وہ سیرابی یا مغمم بھائی کی طرح سیدھے مزاج کی میز  
 تھی نہ تو کیا ایسے ہشت پہلو کے کہا نہ تھی جس کی ہر ترش سے ایک نئی دوستی منظر ہوتی تھی ہر ایک  
 کے لئے اس کے رازوں کی منتقلی کو سمجھنا نہ تھا قادی جان کر خفا نہ بھگت (ای) کے مقابلے میں اس کے حراز  
 کو زیادہ سمجھتی تھیں جیسی اسے راضی کرنے کے لئے انہوں نے کسی حد تک خود کو اپنے پاس بھی کبھی اس سے  
 سامنے کھول دیا تھا۔

کا خیال ہی نہیں لے سکتے تھے حکم تھا کہ وہ اپنے کے ساتھ خوش رہے گی اور ایسی لیے اس کی ختم مہارت کی  
 اور انہوں نے ہار میں بائیں اور اسے مٹایا گیا۔ مگر اس طرح کر اس پر جبر نہیں تھا تو دس بیس بھی انہوں نے  
 زبردستی کیا تھا بلکہ کمال تھا۔  
 ہر مہر بھی قطعی طور پر بھگتے ہی مٹی کی آگے دھنکی بہت جاہلوں میں تھی اس میں مگر تڑکے بعد مٹاؤ کرنے کا  
 اکرام ہر برسوں سے طے شدہ تھا جب کہ اس صورت حال میں تو آؤر وہ ناہمی مشکل لگ رہا تھا۔  
 ”لوگ اس کے گوشہ خفیوں کے تارے اور دوستی جھلکیں کی سزا سے بہت خوشگوار ماحول بنائے ہوئے  
 تھے بھائی نے اسے نظروں ہی نظروں میں بھلا دیا تھا کہ اس وقت کچھ نہیں کما کھڑا وہ دل مار کر چپ ہو بیٹھی  
 لی۔  
 ہاں اس کی رگ رگ سے واقف تھی اس لیے زیادہ تر خاموشی سے اس کا معاملہ کر لیتی رہی البتہ دھتے فوزیہ کی  
 اور اور ساجد آؤر کی مسرت دیکھنے کے لائق بھی بھائی نے مون کو لار اس کی گوشتیں بھلا دیا تھا جو مکر گلوب  
 دیتے رہتے تھے دیکھ رہا تھا۔  
 رل افواہ بھی تک اندری صلح و مشورے میں لگے ہوئے تھے لہذا ایک جزئی نے اچھا خاصا شور مچایا ہوا تھا  
 لئے تھے کچھ بھائی لانڈ میں داخل ہوئے آؤر ساجد کا قاعدہ بھگت اڑاں رہے تھے۔  
 ”میری یا مہربانی دیکھو۔“  
 ہائے آئیں گے دے لے راجہ۔  
 ”خیریت“ بھی کسی کی ذہن چاری ہے آج۔“  
 الی باٹ ڈھکی کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا برف کیس کیچھ کا پٹ پر رکھتے ہوئے وہ حیرت اور مسرت کے لیے  
 پٹ انہماک کے ساتھ ان کے سامنے آؤر بے ہوش تھے۔  
 ”تپ خود ہو جھجھ۔“  
 بے ک سلام کر کے اور ان کے جواب دینے کے بعد بھائی نے بیٹھے ہوئے گویا ان کا امتحان لیا ”مہربانی نے  
 یک نظر بے ک چہروں کی دہائی سب نے زیادہ سمجید اور پر سوچ انھیں صبحی کی تھیں چہرے پر ابھی تک گویا  
 برکت برائے والے ہوئے تھی۔  
 ”یہ میں کیا سن ہاں صبحی۔“  
 ”یہ سات اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے پوچھ بیٹھے تودہ تواری سے خیریت دیکھ کر کہتی تھی بے  
 ماتہ بھائی کے بیٹے پر سر رکھ کر کہنے لگی۔  
 ”اسے مارے۔“  
 ”اب اسلئے سے سر وہ بھی۔“  
 ”مہربانی دہائی بہن کے آؤر بے کدم پر کھڑے نظر نہ لگے تھے اس کے گھٹے ہاں والے سر کو تھپتے ہوئے گویا  
 نہ دیکھیں گے کا اشارہ کیا جا رہا تھا۔  
 ”یہ بعد راصل کی واہی جان نے اور سبھی کا نکاح طے کر دیا ہے۔“  
 ہر مذکر کے چہروں بھگتوں روئے اور شوہر کے کڑے تیروں سے بیٹھا کر لئی تھیں آؤر اور ساجد تو سیکھنوں میں  
 مجیدہ صورت حال دیکھ کر کھٹکے۔  
 ”اور اور نڈیا نے بھی بچن کا رخ کرنا مناسب سمجھا البتہ دھت بھائی اور بھائی کے پاس کھڑی ختم نظروں سے  
 اسے گھوری رہی کسی بے غی کی یہ دھڑلے سے مارا داخل ڈھب کر دیا تھا  
 ”گلے بھینٹے مگر اپنی جلدی کیا کسی اس کا کام۔“  
 واہی جان کا حکم اور معاملے کی نوعیت جان کر وہ کچھ دھجھے دھجھے زیر لب بیٹھتا ہوئے اسے دکھا جو ان کے  
 اندھے سے گلے محسوس کر رہی تھی۔

”میرے لئے ایک کام چاہئے کہ اگر کوہسراہد حوت تمہارا دودھ کھسکے کے لئے پانی لے آئے۔“  
 ان دونوں کو وہاں سے دو ڈاکر اسے اپنا سپ بٹھاتے ہوئے دیکھ کر خستہ بھی ہوئی نظروں سے اٹھ کر رہے۔  
 بہت مضبوط کی چین میں بھی اسے دوسرے کی عادت نہیں کی چرت لگا جاتی تو بھی یہی بہت۔  
 پرورش کر کے سوائے آزادی رائے کہ اسے کسی معاملے میں خواہ پناہ دوسرے کے لئے نہ تھوڑے  
 نہیں دیکھا تھا۔  
 مگر آج جب کہ خوشی کا موقع تھا اس کے یوں اسے پناہ کی وجہ سوائے ناشکری کے اور کچھ نہیں ہو سکتی  
 مدت اس آٹھ سو پانی کا گلاس اسے سونے کر جا بھی لگی اس کے چاہنے کے بعد یہی پھانسی لے اسے دیکھی آواز نہ  
 پکارا۔

”صبر۔“  
 ”جی بھائی۔“ وہ اب خود کو نہ سمجھ سکتی تھی مگر ساتھ ہی یہ فکر بھی دامن گیر ہو گئی کہ اب یہی پھانسی کیا چارہ  
 دے گی۔ سن کی تفریق کا نشانہ ہونے والا تھا اپنی صاف مٹی پر ہی کیا ہے۔  
 چننا خاصے کچھ پیچھے غالب ”موزوں الفاظ ترتیب دے رہے تھے اس نے سہمی نظر میں اٹھا کر انہی  
 دیکھا کہ اسے یاد رہے۔

”کیا تمہیں اس رہنے سے انکار خاصہ ہے۔“ وہ اس کے نظر ٹھکانے پر اچانک پوچھ بیٹھے تو وہ بھاگتی گزری  
 مشکل ورنہ نہ کہ مشکل، خواہ وہ خود کہ فریاد مگر اپنا خود کو کوسے ہوئے اب وہ بھی مناسب الفاظ کی تلاش میں  
 غلطیاں ہو چکی تھیں۔

”اور اس کی بات تھی تو تمہیں یہ سب پہلے کہتا تھا۔“ یہی پھانسی کی شفقت اور نرم غوطی کا ایسا مظاہر ہو چکے  
 ہی دیکھتے تھے کیا تھا کرب سے اس کے لئے رشتوں کی آمد و رفت کھیں بڑھی وہ اس کے خصوصی التفات  
 اظہار کرنے لگے تھے پھانسی کی عدالت کے خیال سے عدالت میں ہوئی محبت بڑے عطر لاق سے جاگ اٹھی تھی۔  
 ”مگر کمرت کروا بھی بھی اگر تمہیں اعتراض ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔“

اس کی خاموشی پر وہ اس کی بہت برصاٹے ہوئے بولے تو اس نے قدرے گھبرا کر انہیں دیکھا اس کی ذرا سی  
 دھکیل کس کمرے سے آئی تھی اسے کئی گنا سے اگر انکار کرتی تو یقیناً یہی پھانسی اور وہاں سے اچھڑ جائے ایسے میں دلوانا  
 جان کی پوزیشن میں خراب ہو سکتی تھی۔

”ہاں ایک شکست بھائی۔“  
 متذہب کی انگلیاں سنبھل گئی یہی پھانسی کو خنزیر الجھن میں ڈال گئی۔  
 ”ہوں انہوں میں نہ باہوں اب یہاں کہیں سے پوچھنا پانچہ نہ ہے۔“  
 ”نہیں۔“ گواہت دے دیکھی تھی۔  
 ”تو پھر۔“

اس کے لئے نہیں گردن ہلانے پر یہی پھانسی کا بھرہ حیرت سے بھر رہا تھا اب یہی آپ آپ مجسم ہو گئے۔  
 ”یہ سب کچھ اتنا جلدی۔ میں ہا سڑنا کر چاہتی ہوں۔“  
 سر جھکے اس نے جھرمول کی طرح ہات کی پٹیلی نکلیں ایک دوسرے سے جڑتی تھیں۔  
 ”ہاں۔“ وہ اس کی بات سن کر جیسے ہر سون ہو گئے جب کہ وہ بہتے ہیں لگ رہی تھی۔ یہ ہم اے اے مجید  
 ہماری نظروں سے نکلا اور اس کا سر جھک کر کہنے لگے۔

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”ہاں۔“ یہی پھانسی ہا سڑنا کرنے کے یوں لوگ رہا ہے ابھی تو صرف لگا رہی ہو یا ہے تاہم بھی تم خود۔ جو زندہ  
 میں ہر کام کا ایک تھوڑا سا تعلیم کا بھی کاشی کا شادی کا بھی میں حصول تعلیم کے خلاف نہیں مگر ہمارا مذہب اور  
 روایت یہی ہے سکھاتے ہیں کہ انہوں کو اپنے گھریا کی زیادہ فکر اپنی جائے مقفل رہنے آئے کے بعد بلا وجہ ناخ  
 اچھی نہیں جاتی پھر بعد میں بھی اپنی اسطوری جاری رکھ کر جو کچھ نہیں سکھائی تعلیم بھی باقی نہیں ہوئی

”مطلب؟“

”مطلب یہ کہ پاپا کی پانچ لاکھ ٹرم لگ رہی ہے جب کہ ماما مزید اس معاملے کو Delay کرنے کے خواہشمند ہیں۔“ وہ بہت نرمی سے گویا اسے تسلی دے رہا تھا۔

”صرف ماما آپ بھی۔“

سینٹی نے شوخی سے آنکھیں کھمائی۔  
 ”وہ عظیم داروغہ ہمیشہ ایک طرح سے جوتے پہنتا ہے۔“

اس کے سر پر بھی سی چپت لگا کر اس نے چالاکی سے کہا تو سینی قلمبہ مار کر بس پر اس دور ان وہ گھر تک پہنچا  
تھوہ بھی مسکرا ناہو اندر چلا آیا۔

”تو جب سارے مسئلے تقریباً حل ہو چکے ہیں پھر آپ کی ٹینشن چھو معنی دواؤں“  
 لان چکر بیٹھتے ہوئے سیٹھی نے سلسلہ کا مواہد سے جوڑا جہاں سے شروع کیا تھا۔  
 ”کس نے کہا کہ میں بیس ہوں۔“

اس نے بے فکری کے انداز میں شانے جھٹکتے ہوئے خود کو یکدم فریش ظاہر کیا۔

کے ہمارے چاہیے۔۔۔ جیسی حد درجے جید کی اس سہیلی سکول کے کے لیے ہو کے پوچھے گا کہ وہ  
غضب کی مزاج شناسی پر دل ہی دل میں اسے دانسے بغیر نہ رہ سکا۔

”م ان جی اور جی م ہیں نائے میں محبت کے سوا صرف ایک ہی مسئلہ تو نہیں ہو مابندے کے ساتھ بھی دس معاملات ہوتے ہیں جو ذہن کو الجھا دیتے ہیں میں درحقیقت ایک نئے مسئلے پر غور کر رہا ہوں۔“

”کون سے مسئلے پر غور ہو رہا ہے ذرا ہم بھی تو سنیں۔“

چونکہ سلمان صاحب سگار سلگا کر وہیں چلے آئے سمعان نے اٹھ کر انہیں اپنی کرسی پیش کرنی چاہی تو انہوں نے اشارے سے اسے روک دیا اور ساتھ ہی کہا کہ یہ بیٹھ جائے۔

”ہاں تو مجھ کوں سام مسئلہ زیر غور تھا۔“ مسکرا کر استفسار کیا سیفی خطر تھا کہ وہ کیا کہے گا

اپنے بڑے بھائی میں شمولیت کی کئی بار آفر کر چکا ہے میں ان دنوں پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہیں دیا مگر اب تو فاف

سمسٹر کارزلٹ بھی آؤٹ ہو چکا ہے وہ مسلسل Insist (اصرار) کر رہا ہے۔  
اس نے سنا کو پہلی ہی بھارت کھاتھا لہذا اس وقت بغیر تمہد و تفصیل کے معاملہ ان کے گوشہ گزار کیا۔

”آئی سی۔“ مسلمان صاحب سگار کا کش لیتے ہوئے کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے سیفی نے قدرے اکتا کر کہا۔

”جاؤ تم جا کر کمپیوٹر آن کرو میں ابھی آتا ہوں مل کر کوئی گیم کھیلیں گے۔“

”تم نے کیا سوچا ہے اس شخص میں۔“

”کچھ ایسا خاص نہیں بڑس میں میرا اثر بیٹ تو ہے مگر اسکول کا ایڈمنسٹریشن آپ تنہا کیسے چلا میں گے۔“

”وہ سنجیدہ تھا مسلمان صاحب نے جس قسم نظروں سے اسے دیکھا۔“  
”وہ تو بے یوں بھی اب سب کو تمہاری سخت گیری کی عادت بڑھ چکی ہے۔“

ایٹل رُے میں راکھ جھاڑتے ہوئے انہوں نے اسے دیکھ کر بغیر کہا، مگر وہ ان کا مطلب بخوبی سمجھ گیا تھا، جیسے

”مگر میرا خیال ہے کہ تمہیں اس آفر ضرور غور کرنا چاہیے۔“ بلا خیرہ بولے۔

نفس کے ساتھ کام کرو اور خود بھی ایک سپر جنس گین کرو " وہ بربداری سے بولا۔  
"مگر اسکا۔۔۔" اس نے کہنا چاہا۔

”اس کی غم پر اومت کرو میں ہوں نا پہلے بھی سب کچھ دکھتا رہا ہوں پھر ضروری تو

انہ دن کے وقت دو یکن سے نو کم میرے ساتھ بی رہے ہو اپنے انی لہند  
جائے گا یوں بھی وہ تمہاری میری براہم سمجھتا ہے۔

ہر طرح سے اسے اپنی منشاء اور خوشی کے مطابق فیملی چننے کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔

نارہ انہیں اس کے ذہن کے ساتھ ساتھ دل کا بھی خیال ہے۔

ہے میں یکدم خود کو اس روئین سے علیحدہ کرنے کی اسے قطعاً "خواب" نہ تھی گو کہ

پارو گر ام تھا کہ جیسے ہی اس کا ایمپلی اے کھل ہو گا وہ اس کے بزنس میں پارنٹرشپ

اب ایسا کرنا اسے خود مشکل لگ رہا تھا جذلوں کی بس غمیری زنجیر نے اسے  
سے مجبور کر ڈالا تھا اور سلمان صاحب بحیثیت والدین بات اچھی طرح سمجھتے تھے۔

”اوہ تھینک یو پیپا آپ نے میرا پر ایلم حل کرویا۔ ورنہ میں کئی دن سے اسی لڑوں، فراہو کے ساتھ کام کرنے کا تو بہت لمبے ہی وعدہ کر دیا تھا مگر اسکول کا کام بھی

ہی اس کی وجہ صرف وہی نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ محبت و تشکر سے کہتے

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ اسکول مجھے آپ کی وجہ سے بھی عزیز ہے۔ اس کے بجائے میں نے  
”اوہ آئی نوا شائی سن۔“

اس کے صفائی پیش کرنے والے انداز پر وہ قہر لگا کر رہے تو وہ بھی قدرے خفیف سلطان صاحب نے براہ راست تو اسے بتایا نہیں تھا مگر وہ حقیقت اسے برزخ کر

اور پہلو بھی ان کی نظر میں تھا اور وہ تھا خنیاور علی خان کا "کاروباری بیٹا" نہیں

صاحب نہیں چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا یا ور علی کی کسی شرط پر پورا نہ اتر سکے۔

”خیریت کس کا لون تھا۔“

”ایزید ہوائی کا۔“

”تم نے انہیں منع نہیں کیا کہ بھی اپنی ہونے والی سسرال میں زیادہ فون وغیرہ

اپنے مخصوص کٹ دار لہجے میں بولتے ہوئے شرمین سامنے والے صوفیے پر بیٹھنے لگی۔

”پلیئر شرمین۔“ زمین اس کی چھتی ہوئی بات بردہ اور عاجز سے کہہ اٹھی۔

”مجھے خاموش کرانے سے بھلا کیا فائدہ ہے نرمن کیا میں نے غلط کہا۔“

”اپنی تمہاری فضا اور مرضی کے بغیر ہمیں اس روئے کو اور ”مٹی مانڈو“ بندے کے ساتھ عبادتیں۔“ اسی طرح خاموشی کی صورت میں چپ چاپ کھلی پیش پیش جانا۔ ”شرین نے یہی طرے سے حرکت کیا۔“ ”جس بھی یہ خوش آئے، انکار کرنا اور بدتمیزانہ مزاج کا فیصلہ نہیں ہے۔“ اس نے مضبوط اور ضد میں کہا تو وہ یہ کسی سے سر نہ جاتی تھی۔

”مٹی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”اور وہ اس سے بوجھل تھی۔“ ”شرین نے کچھ سے تمام تر قصور اور جھوٹا مٹ بھر کر کہا۔“ ”زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے۔ شرین کے اسی اور اپنی کسی ایک بات پر متفق ہونے میں انکار کر کے باقیانی کو دعوت نہیں دیتا جاتی۔“ ”مٹی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے تمام تر قصور اور جھوٹا مٹ بھر کر کہا۔“ ”صرف اتنی سی بات کی خاطر کئی زندگیوں کا ڈیر لگا دینی جانتے ہوئے بھی کہ شاید ایک جوا ہے جو وہ سب کچھ حاصل کر لیتا ہے اور جو بار ایک اور زندگی کے ہر روز پر گھٹک لکھا نا ہے کسی کے حصے میں سودا کے حصے میں نہاں۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”یہ ترازو ان پڑھ سودا گرنے سے زندگی کے لیے ہر کسی کو مٹا دیتی ہے۔“ ”شرین نے اس سے کہا۔“ ”پھر اس کی کیا ضمانت؟“ ”آئندہ زندگی میں کچھ کوئی مزاج انسانی ملے گا وہ یہ بھی کسی کے متعلق پہلے معلوم ہوا اس کے ساتھ ایک جھٹک کرنے میں مشکل نہیں ہو گا۔“ ”مٹی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”مٹی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“ ”اپنی مانڈو، یہ کیا ہرگز نہ کر سکو۔“ ”شرین نے کچھ سے مدد سے اسے دیکھا تو لڑنے کے سارے اختیار چھپے دیرا بند کیے تھے۔“

یہ سب باتیں سن کر وہ بے حد غصہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں نے تم کو یہ سب باتیں سن کر بہت غصہ ہو گیا ہے۔

”معلوم ہے مجھے کہ اس نے تم سے فی الحال کوئی تذکرہ نہیں کیا مگر وہ ایسا کرنا ضرور چاہتا تھا۔“



244

ماتھے میں چلے آئے ہیں اس گھر میں بہن۔

دو دو صاحب ہو، موصول ہو، تو یار صاحب کی آنکھوں سے جیسے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ میرے ایک تھوڑا سا نظروں اندر والی اور دیکھا کہ راضی کی زبان بعد مل بیٹھے کا موعظ تھا اور وہ بھی ”راہی تازہ عین“ کی نذر ہو گیا۔  
”جہاں گھڑیاں ہیں تم غرق دونوں کے اطوار بھی بدلے ہیں تم بھی عورت صرف یہ ہی باتیں کر سکتی۔“  
شوہر اترے عرصے بعد آیا اس کی مزاج پر ہی کسی نہیں جھگڑا تھا تو کھول لیا، ”میں برداشت میں ہوں تاہم آج گھر میں سکون ہے۔“

اشغال سے بھرے ہوئے بھی اٹھ کھڑے ہوئے شرمین کو اس لئے ان دونوں رہے طرح غصے آ رہا تھا کہ میں اس لئے ہوں وہ دونوں ہی تنہا کے راتوں سے نکل جانے کا عادی تھے شاید کسی اس کے بھی ان کا سامنا نہ سمجھتا تھا۔

”ہاں ہاں گھر سے باہر رہنے کا بھی تو ہمانہ بنایا ہے تم نے یاد دلائی میں بھی خوب سمجھتی ہوں جسیں بھڑکا کی آڑ میں تم غصے نہیں کرتے۔“  
زہرہ کی یہ شط صفت کواڑ میں ملک کے سامنے سرسراہے تھے جوان بیٹیلوں کے سامنے اس پر ہر نہ سرائی پر یاد صاحب کی بیٹیوں کی دیکھیں جیسے کھولے لگیں۔  
”تم بیٹی عورت جس گھر میں ہو، وہاں تباہی کون چاہے گا؟ ہونیکہ وہ تین اپنی اولاد کی خاطر آجاتا ہوں ورنہ تمہاری صورت دیکھنے کی تو بھی تمہیں نہیں رہی۔“  
”تو مجھے کون ہی حسرت کھائے جارہی ہے یاوری میں نے بھی تمام عمر سمجھو تباہی کیا ہے تم سے جانے کر

وہ عین ہو تم مجھ پر ہر نہ تھا۔“  
”معلوم ہے مجھے نہیں تو سمجھو تباہی کر تھا ساری شد میں تو تم نے پہلے ہی کہیں۔“  
”جب ہو جاؤ یاوری علی ورنہ آج میں ہو گا تم غرق ہو تم جو ذرا سی بات آج تک نہیں بھلا کے تمہارا دگر کہ جس چیز کی سزا تم نے آج تک مجھے دی ہے وہ صرف انسانوں کا مقدر ہوتا ہے کہ جیسے پھر مشکل چٹان کا تیسر

اور اسی کا تم نہیں باہر رہا۔“  
جانے یاوری صاحب کیا کہنے جارہے تھے کہ زہرہ بیگم نے جگر انہیں دو کا تھا وہ دونوں کا ہوا تھا ان دونوں نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جو اس لئے ایک دوسرے کے ایسے دشمن گدھے تھے کہ بس نہیں چلا تھا قائل

واپس ایک دوسرے کو۔  
کوئی راز چھپا تھا ان کی باتوں میں شرمین آگے بڑھ کر کچھ پوچھنا چاہتی تھی انہیں روکنا بھی چاہتی تھی کہ زمین اسے سمجھ کر اپنے ساتھ لے گئی۔

”شرنواز بیگم مجھے بھول کر آج پہنچے دو مجھے اس چٹان کی وجہ“ آخر کسی جذبہ کی تسکین کرتے ہیں یہ دونوں اس طرح لڑ بھڑ کر کہ بات کا انتظام لے رہے ہیں یہ ایک دوسرے سے ”اور میں بھی مصلوب کیے جارہے ہیں۔“

شرمین اس کے ان دونوں میں چل چلی تھی کہ زمین نے بے دردی سے آنسو بہائے ہوئے اس پر اپنی گرفت مضبوط رکھی تھی کہ اسے گھر سے ملے گا کروانا لگا کر دیا۔  
”پیارے شرمین خود کو سنبھالو۔“

”مجھے جانے دو آج حساب کتاب کر کے دو مجھے بھی زمین۔“ شرمین جیسے مسڑک ہوئی جاری تھی مگر اس نے اسے جانے دیا یا لا خراس کے کندھے پر سر کر کے کدو بھی پھوٹ پھوٹ کر دودی۔

یار صاحب کی دباہی پر ایز کو ان سے رمت سے برز ش میز پر بات کرنے کی فکر حرمین نہ دواپس آئے اس کے دوسرے دن ہی اسلام آباد میں ایک ایسے ہیٹنگ اور اسے دواپس آئے اس کے چلے کر مستعد کرنے کا چارہ دارا اسلام آباد میں اس کا بڑا بیٹا ہو تھا ان کی خواہش تو شروع سے ہی تھی کہ اپنے دو بھائی کارکن سنبھال لے

داہنے اوڑھ لیں کو اس طرح چھوڑ کر جائیں سب کا تھا اور ساتھ جانے پہلی ہی جان راضی نہ تھیں۔  
”ہو شیوہوں کے اس خوبصورت اور بارے سے شرمین راجی سے شرمین رمت محبت کی ”میں ہاں میں خواہ کے ہیں۔“ یہ ان کا قول تھا اور ایز کو ان کی خواہش کو پس پشت نہیں ڈال سکتا تھا لہذا ان کے نزدیک جو تہہ اسلام آباد ہاں، رہتا تھا البتہ قیام کو سبک دے رہی تھی۔ لہذا یاوری صاحب کو اور ہر صورت یہ پڑا تھا۔  
یار اس کے جانے کا پروگرام تھا مگر یاوری صاحب نے ہونیکہ کی باتوں اور تکرار کے باعث خاصے ریش موڈ میں تھے لہذا ان کی انہوں نے اس کی بجائے وہاں جانے کا قصہ ڈال کر یہاں سے ان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے غامض ہو رہا اور وہ اسلام آباد روانہ ہو گئے۔

پہلی ہی جان نے نکاح کی تیاریاں تیز سے تیز کر دی تھیں سات دن بعد تو قیوب تھی ایز کو کامل پہلی پہلی خوشی کا حصول پر بڑا گلاب کی مانند تھلا ہوا تھا۔  
”خیر میں دیکھ لیتی ہوں اس کی لہجہ کو کبھی ہوں گی جسے چند دن بعد اس کا ہو جائیگا جس کے خیال پر خواب

خارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ البتہ زندگی کے رمت سے حسین نکھوں کو اس کے ساتھ کا خندہ سمجھ کر ان کا ہنر تھا۔  
اپنی جان اس موقع پر اس کی بھرپور توجہ چاہتی تھیں اور ان کی خواہش کچھ ایسی غلط بھی نہ تھی مگر یاوری صاحب کی غیر

اندری میں اس کے لئے کتنے کتنے کٹھن کا نشانہ مشکل تھا ان کی کدے سے اس نے سوچا تھا کہ اسے اپنی جان کی شکایت دور کرنے کا موعظ جانے گا مگر ایسا ہوا مشکل ہو گیا۔  
ار صاحب اتنے ہی دوبارہ چلے گئے لہذا اس کی مصروفی دہری اور وہ ان کو اس افرا تفری کے باعث اپنے نکاح

کی توجہ نہیں دے سکے۔  
”میرا تو خیال ہے صہبہ تم نکاح والے دن سرخ زرد تار جوڑنے کی بجائے نیوڑی کر کا شراہ سوٹ بنالو“  
ہرین کو دیکھتے سوٹ کرے گا۔“

”نہیں اور میرا آج کل اور ہری راضی تھیں صہبہ پچھو نے ان کو کہاں رکے گی بھی اجازت دے رکھی تھی کہ کو کہ فریضہ کو تین کیا تھا انہوں نے مگر اپنے شوہر کے مزاج کے باعث خود بھی دو ڈنڈہ دیکھ کر کہنے کے گرد کرتی

”میں بلکہ ایسا کر دیکھ بلکہ کر لہذا نہ کثرت اچھا لگے گا۔“  
”نہا نے بھی شوق کا تھا وہاں جو کہ اس کی نظیر رنگ کے شیڈز سے ہانڈیہ کی کے ایشا سے پچھڑی تھی۔“  
”اور میں تو کیا پہلے کے تو سارے شیڈز ہی مانگتے ہوئے ہیں۔“

”دھت کر کم فریضہ کو فرائز کی پلیٹ اندر لائے ہوئے حسب عادت بغیر بات کیجیے بولی تھی۔ اس نے ان تینوں کو دیکھتے سے گھورا۔“  
”دیکھتے کی ای ہی تو مجھے بلکہ ہاؤجہ غصہ دار ہی ہیں۔“

”آج سے اب تک یہ ہی ہے میں ہو گا تھا۔ نکاح کا جو ڈاکس رنگ کا ہو گا بی جان نے کل ہی فون پر سفینہ بیگم سے کہا تھا کہ اس سلسلے میں صہبہ کی پسند معلوم کی جائے لہذا سب ہی اس کے مقدر پر رعب کر رہے ہوئے کہ یہ قدر جانے والی ساس لڑی رہی ہے اسے ساتھ جارہے تھے۔ بھارت بھارت کی دلیاں تھیں اور درختوں

فورے۔“  
”میں میں مذاق کر رہی ہیں تم سے اب تم بھی تو فیصلہ کرنے کا حق تو ہو گا رہی ہو تھی دھت کے لئے سل آئے۔ سوئی کا چاقو زنا کر رہی تھیں۔“

”اسے تو فیصلہ کرنے میں تاخیر کرنے کی عادت ہے نا ہی جان اب دیکھیے اس کا قدر مشکل سے مائی ہے نکاح لے لئے۔“  
”میرا بھائی نے بھی اسے سمجھتے ہوئے شرمی سے کہا۔“  
”وہ تو بے چارے ایز کو بھائی کی شد میں ہیں کہ رنگ لے آئیں ورنہ ان کو حمرے سے تو انہیں ایک کدھ صدی کا

پایاں دے نہ تھا۔“

248

249



ان کا رانی جادو جلال لمحہ سے اور انھوں سے جھٹک رہا تھا تو رانی نظروں سے ان کو دیکھ کر وہ انتہائی دورا  
استغفار کر رہی تھیں۔

نہیں نے نہامت سے سر جھکا لیا اور اسی خوشی میں بے قابو ہو گئی تھی وہ

”کیوں ان ہی کی کیا ہوا؟“ ”شرین نے بڑی سادگی اور خفا سے سوال کیا تو رانی نے کانٹے کا گراف اور  
نہیں نے اسے تنہی نظروں سے دیکھا بھی مکہ نہ تھا اور نہ کئی۔

”کیا ہوا ہے پوچھ رہی ہوں اس قدر بے تکلفی سے اس غیر لڑکے کے ساتھ نہی مذاق کرتے جس پر  
آج کی تیرہویں صبح سے نہیں اٹھ تو اس کی موجودگی میں آدھوں کو یہاں رکھنے کی ضرورت ہو  
اور جو ایسا کر بھی لیا تو یہ جرات کہ میرے سامنے اسے بے باکی سے مخاطب کر رہی تھیں۔ اور تم نے  
جسمارے منہ میں زبان نہیں ہوئی اور آج ہے ہوا کیا تھا نہیں؟“

شرین پر برستے تھے ان کا رخ نہ نہیں کی طرف ہوا تو وہ مزید پیش آنے لگی۔  
”بڑی زانی ہے آپ کا کہ میں اٹھ تو اس کی اساتذہ کا بیٹا تھا۔ پھر رکھا ہے کہ میں کسی سے موت  
مظاہر کرنا اب ایسا کیا ناقابل معافی جرم نہیں کہ آپ ہیں ہمیں بدانتظنی۔  
شرین کی بدولت چلے گیا ان کی کسی کر ڈرا سی بات پر پھر واقعی بھی نہ نہیں نے ٹھہرا کر اسے نکاح  
میں کی انھوں نے دوپہے شرارے چلے تھے۔

”نہیں کو لگا اور شرین تمہاری اساتذہ اور بے باکی حد سے بڑھ رہی ہے میں جس پر اصل دے رہا  
میرے سر پر چڑھ کر جاری ہو سکے۔“ ”شرین ابھی کی کہ اسے انتظام کالوں کراہم پھر اسے میرے  
مظاہر ہو کہ وہ حدیں رو کر لیں تمہارا باپ تو پہلی جلاہ ہے کہ نہ خرم لطف جذبے کی قدر میں اس کے  
کانٹوں کی راہ پر چلتا ہے۔“

چلے نہ لیا کہ کسی نہ نہیں شرین کے دل پر جیسے کسی نے ان کا رے رکھ دیے نہ نہیں نے بھی پاک  
چشم محسوس کی بھی اپنی ہی کے چلے سے۔ یہ بھی نہ نہیں اور نہ کئی آج بھی۔

وہ دلا ہوا دمکھتے ہوئے بھی سمجھ نہ سکی تھیں انھوں میں بھی کسی نے اپنی ہی سے میں گرج رہی تھیں  
”میں نے بڑھ نہیں دور رکھا ہے کسی خرافات سے یہ انتظام و موت بعد کے لئے کڑی مزا میں  
ہیں۔“ ”شرین نے روتے۔“ ”نہیں۔“

حسب سابق وہ سخت اور درشت تھیں۔ میں چلے گیا سمجھا اور جتا کر کہ جس کے چند خانے وہ وہ  
مسعودی کے زیر اثر رہیں پھر قدر سے چونک کر شرین نے اس کی طرف دیکھا جو خوشی کو پوری دیا۔  
محسوس کرتے ہوئے بھی اپنی ہی کے کہ بے میں لڑائی کی سطحیں چٹائی کی جی کا جاہلی رہی تھی  
”میں نے سمجھا نہیں اپنی ہی کے کیا کہا۔“

شرین کا بھرپور رات کو سویت ہو گیا تھا۔ نہ نہیں نے ذرا اور انتظار کیا اور پھر نہ نہیں گری سانس لی  
”شاہیہ یا شاہیہ نہیں۔“ وہ عجیب گھٹی گھٹی رہی تھی۔

”اپنی کو جلا دیوں کہا انہوں نے نہیں یہ جملہ کہا کہ کسی لطف جذبے کی قدر نہیں ان میں سوچو نہ نہیں  
کیا میرے یہ ان دونوں کے سامنے نہیں۔“ ”شرین نے تجلی سے پوچھ رہی تھی۔

”تیرے تو شرین نے اپنی ہی کے کہ بے میں لڑائی کی سطحیں چٹائی کی جی کا جاہلی رہی تھی  
جس میں تم زندہ ہیں کل کی فکر کرتے نہیں میں نہیں کرنا ہے۔“

”شاہیہ یہ خدا“ اسے کچھ بھی سوچنے سے روکنا چاہی تھی جبھی ہلکی سی مکرانہ سمیت ہوئی تو شرین۔  
”سائنس لیتے ہوئے نہ نہیں اس پر اس کا ہاتھ تھا۔ کیا۔“

”میری طرف سے نہیں انڈی مارا کہ ہوئے نہیں۔ میں ہے کہ اب یہ خود کو پر سکون محسوس کر رہی  
تھیں کو میں بھی بے حد خوش ہوں۔“ ”بہت محبت سے شرین کہ رہی تھی وہ دم سکون میں ہی پڑی  
اس کے اٹک اٹک سے عیاں تھی۔

دیے تم سوچ لو اب بھی وقت سے ابلی کو فون کر کے یہ نکاح کر لیا بھی جا سکتا ہے ابیرو صاحب خامے معقول  
ہیں کچھ ہار یا نہیں ہتھ پتے ہوئے کچھ اچھے احساس ہوا۔“  
نہیں نے خوشی کی تھیں لیے اور بھولوں سے شرارت نکال رہی تھی اور وہ جو انتہائی انتہاء سے اس کی  
نہیں کی تھی مجھے پڑا ہے اسارے نے وہی تو شرین جھاک کر اپنے کمرے میں جا چکی۔

اکال حیرت سے نہ نہیں یاد رہیں بھلی کئی ہے میں نے بھی سوچا بھی نہ تھا۔ ”کار کا فرشتہ اور نکول کر بیٹھنے کے  
سے ذہن میں پہنچا بھی نہ تھا۔“ ”اس کے ذہن نے اسے جیسے سخت  
ہاں تو وہ انسان ہے یہی جس سکتی ہے وہ بھی سکتی تھیں ہی بات ہے۔“ ”اس کے ذہن نے اسے جیسے سخت

سامنے کے ذہن میں پہنچا دیا تو وہ بھی سے انداز میں سرکھڑا۔  
”جرت اپنی جی سلم سلم ہے جس کی گواہی سال سے جاتا اور پچھتاہتا تھا تو اپنی متلاوی ہو سکتی تھی عام  
یہ بھی کسی اور خاموش رقی بھی جب کہ اس کی موجودگی کے باوجود وہ کتنی با اعتماد اور خوش گفتار لگ

تھی۔  
ہو سکتا ہے اور انکل کی غیر موجودگی نے اسے یہ اعتماد بخشا ہو کیونکہ ان کی حاکمیت سے بھر پور اندازہ اطوار  
بابت کو ان کو ان سے دور کر دیتے ہیں۔“

یہ تجزیہ کرتے ہوئے سوچ رہا تھا اور ناہا۔ ”شک کی سوچ رہا تھا۔“  
”میرے حال آج اسے اپنی خوشی میں خوش ہو گیا کہ میرے دل سے اس کے لیے کدورت نکل گئی ہے بقیہ وہ  
اچھی لڑکی ہے مگر تا نہیں کیوں یاد انکل ان سب سے تالا ہیں ان کے دیوں سے شاہی ممکن ہے کہ اپنی

اس کی رو میں عمل میں یاد صاحب کا کچھ اپنا عمل بھی شامل رہا ہو جس کی اصلاح کرنے کی تھا۔“ ”کسی نے  
نہ نہیں کی۔“

”میری طرف موڑتے ہوئے وہ خجیدگی کے جوابی آج نہ نہیں بے اسے ہوئے تھیں حاکم کی کدھ مگر کچھ بچا گیا۔  
اسلام شکر اور کہیں کہیں ہو۔“

”کے کیٹ سے اندر داخل ہوئے ہی اس کی نظر کو آدھو اور ام پر پڑی تو بے حد گفتگو سے سلام کیا۔ ”شاہیہ“  
ہے اپنے لیے اسے خوشی کا اندازہ نہیں تھا جب ہی اس کے مآثرات پر وہ ہوا لیے نظروں سے اسے دیکھتے  
تھی جو اس کے سلام کا جواب دے رہی تھی۔

”وہیکم اسلام میں تو ائمہ اربعہ ایک ہوں تم سنا کچھ زیادہ ہی شگبک لگ رہی ہو۔“  
”کسی ہی نہیں کچھ اور شرین نے حیرت دیا کہ ”خود“ شروع ہو گئی تو وہ خوشی سے نہ نہیں پڑی۔ برا خود بصورت اقتدار تھا  
یہ دم کی طرف جاتا سمعان یکدم ٹھٹھ کر مڑا تھا نظروں اس پر جا کیں جو اپنے اور کر دے یہ نیا زار سے

نہ نہیں رہی تھی۔  
”بس کج موعجہ آج سے تو موعجہ ہی اچھا ہو گیا ہے۔“

”کے سوال پر اس نے فورے سے متناہ انداز میں شکر ادا کرنا جواب دیا تو اس کے توجہ پان کر مزید سوال کرنے  
پر نہ نہیں نے اسے انشاف دہم کی جانب بڑھ گئی ہے حاضری کے رجز پر سائن کرنے تھے اس کے لیے سمعان  
اس کی طرف ہلکی آہٹ کر کے اس کے آگے سے پہلے ہی اندر جا چکا تھا۔

اسلام شکر۔ ”اس نے داخل ہوئے ہی سلام کیا جس کے جواب میں سمعان نے سر ادا کیا تھا۔  
نظرا سے دیکھا تو اپنی اپنی نہ نہیں فرشتہ اور کل کی لڑکی تھی وہ آکھیں جو ہر وقت تجلی کے روتی  
اس وقت کا خیالی سرت سے چمک رہی تھیں چہرے کا ناخوشی خود شکار قاتلوں پر ایک دم ہی مکرانہ

دیکر اس کی شخصیت میں سمجھ کر نہ نہیں رہی تھی۔  
اور یہی بس آپس نہ نہیں۔“

”نہ نہیں کیوں کا یہ نگاہ تھی تو کلا کو اور دھر کر تاہ ایک دم ہی بول پڑا تھا۔  
253

”جی ٹھیک ہوں۔“

”مگر اہمیت سمیت اس نے مجھے سروں میں کماؤ سمعنان لیے میں مضبوطی اور احمق محسوس کیے گا“ آج پہلی بار اس کے لیے اس کے ہٹنے کا سامنا کیا تھا۔  
بعض لوگ ایسی کئی کتاب کی مانند ہوتے ہیں جنہیں پڑھنا مشکل نہیں ہو تا خصوصاً ”سمعنان گردہ زہ“۔  
نیشنل پاور ایس ای ٹی کتاب جسے بھی بغیر کسی تردد کے پڑھ لینا تھا جب کہ اس کی عبارت اور دل کے لیے آ بھی نہ تھی۔

”مگر آپ کی پہلی میں تو سب خیریت ہے خصوصاً“ آپ کی وہ سرسری ہیں۔“

اس کے باوجود انداز کے باعث وہ بھی قدرے پریکٹس ہو کر پوچھ رہا تھا کہ میں نے تو کمرے کے ساتھ ہی آٹھوں میں احمد کا سر لیا تو کیا جو اس کے لئے کسی قدر پریکٹس تھا اس کا اندازہ اسے تو اپنی باتوں کے بعد پڑھ کر تھا۔

”مگر احمد اللہ سب خیریت ہے لیکن پچھلے دنوں غلام نوہرے آپے اب دلپس پاکستان آگئے ہیں۔“

اس نے یوں ہی بتایا جو وہ جیسے ہو چکا گیا۔

”مگر میں آج بھی دیکھنا ان سے ملنا چاہ رہے تھے۔“

اپنی دھن میں وہ بے ساختہ کہہ گیا تو اپنی جگہ کھڑی نیشنل آٹھوں کے آگے جیسے ستارے جھلملانے لگے بڑی باتیں سمجھ لو کہ کسی قدر آسانی سے کہہ جاتے ہیں۔

”جی ہاں۔“ وہ ایک سی۔

”بتانا“ کیا کو ان سے کوئی خاص ڈیل کرنی ہے مگر وہ ہی نہیں رہے۔“

اس کی گھبراہٹ پر محفوظ ہوئے اس نے مزید اضافہ کیا تو وہ پشیمانی گئی۔

”سلام آباد کے ہوئے ہیں آج کل۔“

سمعنان ہنسنے خاص کے جواب کا ڈنڈا سے کچھ نہ کہتا ہی پڑا تھا اور جواباً ”اس نے قدرے دباؤ سی سے کماؤ دار اور داس کی جانتی نظر آتی تھی۔“

حسب سابق آٹھوں میں جملی جنڈ بے ادب اور کیرہ خواب لیے وہ اسے دیکھ رہا تھا جلدی سے پلکیں جھپکنے

وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

کافی تجربہ و اضافہ دے کر اس کی طرف مائل کی تھیں وہ دل میں وہی وہی ہو کر کھڑکڑ کھڑکڑ کر کے کرتے ہوئے قہر اٹھاتا اور لاکھوں کھڑکیوں کی چند خانے سے پوکی تھیں اور دھڑک دھڑک کر کے وہ خود کو مارل

میں کامیاب ہوئی تھی۔

دل لاکھ سرزد ہونے کے بعد سمعنان کے جھلرے اچانک آزاد ہوئے والی خوشی سے دامن نہیں چھلایا تھا۔

اس نے بھی اس کی لالچا میں کچھ دھڑک دھڑک کر دیکھتے ہوئے انھیں سونڈس۔

”کیا ہوا نیشنل آؤ نیشنل پوری ہوئی ہوئی کیا؟“

پاس سے گزرنے کا فائدہ سے اسے پکارا تو وہ سٹندسی سے انھیں کھل کر ڈرا سا مسکرائی اور تسلی سے

چھلایا۔

”گتے“ جتھرے کا خواب اور وارہ گیا ہے انھیں موند کر اسے مہل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔“

وہ پاؤں کو مہل کی خاموشی کے بات میں اضافہ کیا تو وہ ہنسنے ہوئے لکڑی کھڑی ہوئی۔

”مجان سے برا کہہ دیتا تو کوئی کمرے جھگڑے۔“

شوہر لیکر شائے پڑاؤ لےتے ہوئے اس کے ساتھ ہی باہر کی طرف قدم بڑھا گئی باقی سب بھی فنتی مسکرائی

کل آئیں۔

سمعنان مسلمان صاحب کے ساتھ خود بھی اس کی گواہی کی طرف جا رہا تھا اسے یوں بے ساختہ ہنسنے ہوئے کہ

سوچے پڑے نہ رہا۔

”جانبے خوشی کی کوئی سی خوش رنگ تھلی اس کے ہاتھ لگی ہے کہ یہ مسکراہٹوں سے ہاراض لڑی دینا سیکھ گئی  
اس کی ہونہو پوچھو تو کس پوچھ میں نے چند منٹ پہلے سے سنا ہے۔“  
”خیاں کیا کہ چند منٹ پہلے سے سنا اس کے بلی سے لئے کا تو کہ کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی  
گوارت کا کھرا اور اس کے کمرے میں کچھ اور کچھ تھا۔“  
”نوں بعد اس نے خود کو ہلکا ہلکا محسوس کیا تھا دل کا جھجھ آپ ہی آپ کہہ ہو گیا۔“

”مٹتی اور شادی کرنے میں بڑا فائدہ ہے نہ شاپنگ کے لئے خوار ہو پڑنا ہے نہ میچنگ کی فکر سارا سامان  
مرے ہی آتا ہے۔“

”ت شاپنگ بیگ اس کے بستر جھپکنے ہوئے دھم سے اس کے پاس گرنے کے انداز میں بیٹھ کر بولی تو وہ

اپنی ہی اپنی شاپنگ سے دباؤ ہوئی تھی سب کی۔

”اب تو زہ بھی مٹھن سے چور اندر آ رہی تھیں بھاگی ان کے پیچھے تھیں۔“

”اور وہ بھی ایسا سامان کہ ہم جیسے جو اپنی محنت شاق کے بعد خوشگ کی چیزیں تلاش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں

میں بھی پیچھے چھوڑ دیا جاتا ہے۔“

”اب نے بھی باؤسی کے اٹھارے کے طور پر سر کو جھکا۔“

”خیریت لگتا ہے کچھ زیادہ ہی تھک گئی ہے عوام۔“ صہبہ نے مسکرا کر خوشدلی سے استفسار کیا۔

”جی جاب آپ جیسے خاص سب ستر تو نے لکھیں تو وہ تو وہی ہے۔“

”بھی اس کے ساتھ نہ جانے بہ خاصی بھائی ہوئی تھیں وہ بچہ گریس پڑی۔“

”جی“ اپنی کڑی میں تو میرا سوائے مرنے کے کسی چیز کو دل نہیں چاہتا۔“

”نے شائے اچکا ہے ہوئے صاف کوئی سے کہا۔“

”تو پھر نکاح سر خوشی میں کڑی ہو موند دکھائی میں کیا ہے سی لٹو والا ہے۔“

”ابا کا مال سراسر بھاگی کی تائید تھی۔“ اس نے دھشالی پن سے کان لپیٹتے ہوئے باہر کی ماحول تو وہی تو ذکر دہا میں

گئی۔

”صہبہ کہاں جا رہی ہو ماری شاپنگ تو کہہ لو۔“

”تمہاری شاپنگ بھی دیکھ لو کہ کوئی کی افلاں تو دای جان نے مجھے لایا ہے کہڑوں کی ڈھنگ چیک کرنی ہے تو میرا

تھکا کر دے گی۔“

”زہ کے اتنے اصرار سے کہنے پر اس نے سمجھ سی مسکرائی اس کی جانب اچھلے ہوئے قدرے راز دارانہ

راز افشاں کیا تو وہ سبھی چھپس نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

”گوئن تاسو؟“ وہ سب تقریباً ساتھ ہی چلائی تھیں۔

”وہی جو پر سول بھٹنا ہے۔“ تو پھر پکھلی سی آتا ہے۔

”نے مرنے سے امیں اطلاع دی تو سب ہی خوشی سے پیچ پڑیں۔“

”کیا واقعی اچلو کو چل کر رہیں۔“

”جت نے سب سے پہلے چل کر قدم لگے۔“

”مگر تمہاری باؤسی اس کے لئے والی تھیں تو کہے کیے آئیں۔“

”بھی کو کھدہ لگ گئی کہ کل کا بڑا گرم تہیج ہے ہو گیا۔“

”وہ نہیں آئی تھیں ان کا بڑا زور ہے کہ کیا ہے ڈھنگ چیک کرانے کے لئے وہ تو کل ہی آئیں گی۔“

”بھی کے سوال پر اس نے ہنسنے لگی تھیں اور داخل انداز میں تھیلہ جواب دیا سب کے لیے پر مسکراہٹ کھیل

گئی۔“ ہماشاہد کا خوشی ہے۔“ وہ ہانے بے ساختہ سر ہایا



”ایزیدی کا تو یہ سولہ ہزار اسی حافظہ ہو گا خیال رہے کہیں اسی وقت رہے جیسی پہنچنے ہو جائیں۔“  
 نواز نے تقریباً ”کانٹن“ میں جیسے ہوئے سر کوئی کی توبہ بے ساختہ سن رہی۔

ایزیدی کی بیل مستقل بیچ رہی تھی آج ایزیدی کی والدہ کو آگنا تھا لہذا سب ہی بے حد مصروف تھے اسے اچھے کرفن  
 بڑا کرنا تھا۔

”بیگم“ خود رہے ڈاری سے بیٹو کا۔

”بیگم“

اسی طرف سے ہماری اچھی سنانی دیا تھا وہ ٹھک سی گئی۔

”بیگم“

”کیا آپ صیغہ ہیں؟“

بے گئے میں شوق تھا کہ عالم اضطراب قاصد صیغہ کی ہتھیلیاں ہلک گئیں۔

لیکن مرکز کن میں غصہ پڑا ہو گیا تھا اور کاغذ کا نظام سے اشارہ دے رہا تھا کہ دوسری جانب ایڑی ہوائی ہے۔

”بیگم؟“

نفاصے کے وقفے کے بعد اس نے اپنا اپنا احوال کمال کرتے ہوئے دوسرے سے کہا تو ایڑیوں پر ایزیدی کی مری اور

اگر طمانیت سے بھر کر آواز کوئی

”تھمتھمتھ“ گاؤں یہ آپ ہی ہیں۔“ وہ کہہ رہا تھا۔

جیسے چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھائی اچال لاؤں میں کوئی موجود نہ تھا۔

”بیگم“ اس ایک لفظ کے علاوہ اسے کہنے کے لئے کچھ نہ سوجھا تو ایڑیوں میں پڑا۔

”آپ نے میرے فون کرنے کا راتو نہیں مٹایا۔“

ہیڑی بٹائی ہے کہ رہا تھا ایک لمحے میں ایک سہن بھی تھا کہ جیسے وہ انکار ہی کرے گی۔

”یہ سوال پوچھنے کا آپ کو خاموشی پر سے خیال کیا۔“

بے ساختہ لیوں سے جملہ جملہ ایزیدی کے لیے ان قہقہہ دانا شکل ہو گیا وہ جھپٹ ہی گئی۔

”مجھے ان فیکٹ کا آپ کیا خیال ہے؟ احوال انداز اچھا تھا اچھا کہ بغیر شخصیت ادھر سے پنا کا کٹا رہ جاتی ہے پر

کارو کو جیسے وہ نہیں ٹھوڑی رہے ہیں۔“

نہ کے بعد ہیڑی صاف کوئی سے کہہ رہا تھا صیغہ اس انداز و گفتگو پر خاصی حیران تھی اور ایزیدی کے اس انکشاف

سے اس نے پند کیا کہ بدل میں ایسی آپ ایک الگ بلزنگ کیجئے گی بھی۔

”آپ کو کیا لگ رہا ہے؟ یہ سب کچھ“

”آپ کو کیا لگ رہا ہے؟“

”بیگم کی سب کچھ غور غور کی توجیسہ“

”بیگم نے اسے احساس کئے انتشار کر رہا تھا۔“

”بیگم نے اسے احساس کئے انتشار کر رہا تھا۔“

”آپ کو کیا لگ رہا ہے؟ یہ سب کچھ“

”آپ کو کیا لگ رہا ہے؟ یہ سب کچھ“

”ہوں گی تو میں کون کتھڑہ ہماری شاہجی میں انٹرنٹ کیوں نہیں لے رہی تھیں۔ اپنا تورا آنے کی۔“  
 سے فرصت کے بھی؟“

بھابھی نے بھی مسکرا کر اس کی کوٹھالی کی۔

”کمال ہیں آپ لوگ بھی جب میں اپنے معاملے میں انٹرنٹ نہیں لے رہی تھی تو بھی آپ لوگوں کو پرا

تھی اب خوش ہوں تو بھی آپ لوگ کان میں میرا تو جیانی مشکل کر دیتے ہیں سب نے مل کر۔“

ان سب کے شرمخ اور شرارتی تیروں پر وہ کھنکھلا کر دھڑکی ہوئی تھی۔

”میرے جیانا مشکل کر دینے کا تورا تم پر ایزیدی ہی رہے تو مجھے بے لیا بگم میں کیا۔“

”رحمت نے جھٹ اپنے گلے سے بلا لیا وہ دیکھ کر کھنکھلا کر رہی تھی۔“

”تک پہنچنے پہنچنے سب اسے بری طرح نچ کر چلے گئے۔“

”آج کی دیر سے تم سارا جوڑا کیا ہوا تھا سیکس سے اگر چیک کیوں نہیں کیا۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”جس جیسے اکیلے دای جان کے سامنے آئے ہوئے عجیب سا لگ رہا تھا تو لگ آگے ہو تو“

”جو کم شرم آری ہے۔“

”رحمت نے اس کا جھٹہ اچک لیا تو وہ یکدم حلال میں آگئی۔“

”تھمتھمتھ“ میں ہوں۔“ جیسے تم چلو تو اندر آئی سے شکایت نہ کی تو۔“

”تھمتھمتھ میرا نام نہیں۔“

فوزیہ کے رحمت جھٹ پر سب نہیں دیکھ رہی تھی شادی ان کے حرم میں اندر بلی آئی کرے میں داری

رخسانہ بیگم، نوازہ بیگم اور میر بیگم سب موجود تھیں۔ اسے دیکھ کر چاروں شفقت سے مسکرائیں۔

”میرے دوسرے کوئی بیٹا نہیں ہے کہ جسے بلایا ہوا تھا۔“

پاس بیٹھے پر دای جان نے شفقت سے اس کے سر ہاتھ پھرتے ہوئے پوچھا۔

”سینا“ اکیلے آئے تو لگ رہا تھا کہ دوسری تھیں کہ کچھ ایسا ہی گارڈ کی ضرورت پڑنے لگی ہے۔“

”رحمت کی زبان پر کھلی ہوئی تھی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“

”بیگم نے اچھے اچھے دوسرے عجیب سی ہوئے دوسرے سے کہنے لگی۔“



وہ پہلو بچار ہے تھے مگر فریاد ان کو یوں چھوڑنے والا نہیں تھا۔  
”تو کیا اس مقام پر آپ مجھے کوئی مشورہ نہیں دے سکتے؟“

”میرا مشورہ تو یہی ہے کہ جب سفر شروع کر دیا ہے تو اس راستے کی کھنڈیاں نہ دیکھو آگے بڑھنے کی لگڑ۔  
 دل میں باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔“  
 ”مطمئن تھے اور اسے بھی پر سکون رہنے کی تلقین کی تو وہ قدرے ریلیکس ہو گیا۔“

میں اور موسیٰ و یونسؑ نے یقین کر لیا کہ تمہارا یہ پار ٹرنز شپ کا فیصلہ مجھ سے پسند آیا ہے میں کب سے اس کا منتظر تھا۔

سمعان اس کے آگس میں بیٹھا اس کا جوش و خروش دیکھ رہا تھا فریاد واقعی کب سے اسے کیا ہے کہ وہ اپنا جوش و خروش اس کا دل پر گھاسا خوش ہو گیا تھا۔

”ہاں یار مجھے معلوم ہے جب ہی تو کیا کی طرف سے اجازت ملے گی میں چلا آیا۔ مگر میری کچھ شرائط بھی ہیں ایسی شرائط۔ تم جتنا مجھے منظور ہے سب کچھ۔“ فرماؤ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”صرف یہی کہ تم مجھے اسکو لکھنا نہیں ہوگا۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تو فرار پوچھنے لگا۔

”خیزی خیزی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا تو سمعان بھی مسکرا دیا۔“

مادہ اقصیٰ کافی مسور نظر آ رہا تھا سمعان نے جلد ہی اسے پکڑ لیا تھا اس کی بات پر وہ مگر مسکراتے لگا تو سمعان۔

”گناہ ہفت اقصیٰ کی دولت کا تھک گیا ہے۔“

2. نفس کرا سے مشکل میں ڈالا۔

”والتی یار سمعان تم بھی جوئی ہو گئے“  
”تو کیا واقعی کوئی رو کر گئے ہو اے؟“ اس نے لچکے مارے۔

”ہاں یہی سمجھ لو۔“

”مگر تم آئی میرا مطلب ہے ان کا کیا راسخ ہے۔“

پوری بات سن کر اس کے ذہن میں پہلا سوال یہی آیا تھا جو بغیر کسی کہیں و پیش کے اس نے فرما دیا کہ مجی  
اس بات کے جواب میں فرماؤ گے چربے پر شہید کی چھائی۔

”جس یار ایک اسی مقام پر آکر میں خود اچھ جانا ہوں ماما نے فصلوں کی مضبوطی کو چیلنج کرنا قلعی گوارا نہیں  
میں اور میرے معاملے میں ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے پتا نہیں کیوں میں اور یہ شرم سے متضاد ستوں میں سوئے

”ہیں اور اس بلائی کی سسک دور نہیں ہے کچھ اور چاہتی ہیں۔“ وہ کھلے کھلے بے یوں رہا تھا۔

”کیا مطلب؟“

سے زیادہ سفینہ لاج سے الرجی ہے بلکہ نوہا کے بارے میں تو غالباً ”وہ جانتی بھی نہیں۔“ لہذا الجھا الجھا سا لگ رہا تھا معلمان کچھ دیر خاموش رہا۔

۳؎ بیوے فی الحال تم آنٹی کی فکر تھوڑی کم کرو، دوسری طرف کاسوچو انکل تمہارے ساتھ ہیں اپنی خوشی مائل کر لو تم خوش رہو گے تو آنٹی کی شکایت بھی ارفٹہ رفٹہ ختم ہو جائے گی۔

”ڈونٹ پوری سب ٹھیک ہو جائے گا۔“  
اسے تسلی دیتے ہوئے وہ بڑی ابرو باری سے کہہ رہا تھا۔

”ہاں میں بھی ہی سوچتا ہوں اپنی بوئے تم آؤ اور اپنے اسٹاف سے ملو اور ہمیں یقیناً تم اچھا نفل کرو گے۔“  
 مہرئ سانس بھر کر مٹے ہوئے فریاد یکدم اٹھ کھڑا ہوا تو وہ اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔

جس وقت وہ تیار ہو کر باہر نکلا بی بی جان ایک عالم اضطراب میں ادھر ادھر پھر رہی تھیں۔ کچھ کمی نہ رہ جائے

”دیکھ لو بھی لڑکوں کو کتنی کسر نہ رہ جائے“

پہل جان نے جمع کر رکھا تھا۔ قریبی رشتے دار تو ان کے تھے نہیں بی بی جان کا سارا خاندان یہاں ملگ میں ہی آباد تھا۔

آج تو کیا بھی بہت دنوں بعد خوش نظر آرہے تھے گو کہ ہنسی مذاق کی تو انہیں عادت تھی مگر ہچی خوشی ان کے

”بس کریر بی بی جان تھک جائیں گی۔ سب ٹھیک ہے کوئی مسئلہ نہیں۔“

ماننے اس کی طرف پٹیں۔  
”ماشاء اللہ چشم بدور۔“

بلیک ڈیز سوٹ میں اس کی دروازہ شخصیت۔ ست جاذب نظر لگ رہی تھی لیلی جان کی آنکھوں میں متا اور محبت کا مندر تھا جسے مارنے لگا۔ بے ساختہ اس کا ہاتھ چومنے کے لیے اسے اپنے سامنے ٹھوڑا سا جھکا لیا۔ تو وہ قدرے

”کمال پہلی بی جان میں نے آج کوئی پہلی بار سونچک کی ہے؟ وہی تو عام سا لگ رہا ہوں۔“

”کو خواستخواہ عام سالک پر ہے میرا بیٹا، سات گھنٹہ وارے واروں میں تم پرے، ماشاء اللہ میری تو نظر نہیں ٹپکتی۔“

”نہ گئی سوچنا کی بات تو میں نے کتنا کہا تھا کہ شیر وانی کلاہ میں ہی دولہا لگتا ہے مگر تمہارے نہیں۔“

”جھانک کر اس نے دیکھا کہ ایک شخص اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ اس کے ہاتھوں میں ایک چمچہ ان کی کھال ہاتھ بندھ کر اس کے لئے لٹا رہا ہے۔“

ہمدانی صاحب نے قریب آتے ہوئے قدرے شوخی سے کہا تو بی بی جان حسب عادت چڑی گئیں مگر فی الحال شک و قوت نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے سب کو دعا دیتے ہوئے اہل کار اہل کار

ذرا دیر بعد سب ہی سفینہ لاج کے لان میں موجود تھے جہاں سارا ایجنٹ کرکھا تھا بارات کے استقبال کے لیے ساری لڑکیاں زر مار کے ٹول میں ملبوس پھولوں کے ہار لے کر کھڑی تھیں۔ مووی کی حکا خونہ اور لائٹنگ کی بو سنی

ہا بھرا وسیع لان لوگوں سے بھرا بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔  
 ”فندا میں سخت خند ہو رہی ہوں۔“

261

اندرا ہر وہ خوش کے مشاق با تھوں سے بنی سندی وہ سخت مل جی بیٹھی تھی۔  
 ”یادہ نوں مت ہو جاتی ہوا اس طرح تم کچھ زیادہ سی سین لگتے لگتی ہو اگر ایڑ بھائی نے رخصتی کی  
 شوق کر دی تھو کہ نہ پتہ چا گیا ہے“  
 وہ بڑھنے ہوئے اسے پچھڑتی سی اس نے سخت ناراضگی سے اسے دیکھا۔  
 ”جئے منو پریشان نہ کرو تو ہاں ساری جان سے کہہ دینا میں باہر نہیں آؤں گی۔“

”تیرے ڈور کی۔“  
 زو کا کہنے کا موقع مل گیا تھا صاحب نے تجلی نظروں سے اسے گھورا مگر اوپر اڑن تھا۔  
 ”ساری تو کسی فریاد بھائی کو دیکھ کر نہ ہو سکتی ہیں تو تھ پٹ کا شیار“  
 اس نے رات کہنے سے کما تو زیادہ کچھ نہ کہی۔ نظروں جھکائے جھکائے پوچھتے گئی۔  
 ”میں کیسے مظلوم کرو لوگ آئیں گے“

”کل فون آیا تھا فریاد بھائی کا کہہ رہے تھے سہرا بڑھ بھی ہے کوئی۔“  
 ”کیسا سہرا بڑھ۔“ اس کے اطمینان سے جاتے پر زو ابھرا کر بول پڑی۔  
 ”تالیاں آ کر پیو نہ“ وہ بڑھتی ہوئی طرف اشارہ کر رہی تھی۔  
 وہ ایک آٹھ بند کر کے ہوتے ہوئے بولی تو زیادہ کے چرے کا رنگ ہی اڑ گیا اسے پچھڑے میں صاحب کی  
 گھبراہٹ خاصی کم ہو گئی تھی۔

”دیکھو تم صاحب کی بیٹی اگر اب کچھ ہوا تو میں بچ تیار ہی ہوں۔ میں تو ہاں سے بھاگ جاؤں گی ایک۔“  
 نہیں کروں گی صاحب۔  
 ”اس کا ساتھ۔“ اس کے چہرے پر اس نے معصومیت ماری کہ دریافت کیا تو زو اپنی طرح بھلائی۔  
 اندر کرے میں بیٹھی ہوں وہوں کھر کھر کیے جاری تھیں کہ بھائی سے آ کر بات کر آئے گی اطلاع دی۔  
 ”وہ خدا یاد۔“ اس کی ہتھیلیاں جھجک گئیں۔  
 ”اس جلد تمام کر چھو سکتی ہو جان کہ وہاں کیا کی سواری یا سواری آئی۔“  
 زو اسے پچھڑتے ہوئے ہار نکل گئی تو کمرے میں وہ تیار ہو گئی۔

ابھی کسی طور ایڑ کے نکاح میں شرکت کے لیے تیار نہ ہوئیں تو پلا خراں دونوں نے ہنسل کیر کو منایا  
 کہ وہ عام طور پر ان کا گھارہ نہیں ملتا تھا مگر ان جالی کی خیر موجودگی اور ان کے بعد اصرار کے باعث ان کا گیا۔  
 جس گھر وہ تھیں وہاں پہلے اشتیام صاحب اور کچھ فریاد بھائی اور زو کے ساتھ اندر داخل ہوئے  
 فریاد زین کو دیکھ کر اوپر اڑ کر تھیں پر نظروں نے سے ٹھٹھک کر رک گئے۔ دونوں کو دیکھ پکڑے جاتی تھیں  
 لیے بہت چران جاتی تھیں ہوا میں اوپر ایک طرف بڑھ گئیں۔  
 سفینہ بیگم کے لیے بے نظارہ بہت حیرت انگیز تھا کہ پہلی بار اشتیام اور ٹریٹیم سفینہ لانچ میں قدم در ہرے  
 ساتھ جاتے ان کے پاس پہنچے تھے۔

”بابا زین رادی جان۔“  
 فریاد کے ایک طرف اشارہ کرنے پر ان دونوں نے یکے وقت اس سے دیکھا۔  
 سفینہ بیگم آئیں ہی دیکھ رہی تھیں اشتیام صاحب کے قدم ایک لمبے کے لیے جیسے زمین سے پکڑ لیے۔  
 یہی عورت ان کی ماں کی سون بھی جس کی جدائی نے انہیں دو تمام تر خوشیوں کے ان کے والد علی صاحب  
 ذہن کو بھٹکا دیا تھا۔ ان کی والدہ شریا بیگم ساری عمر ان کے خوف سے چین کی ٹھونڈ سونگیں جبکہ وہ پلا تانہ  
 اور کھو پڑی ہوئی تھیں۔  
 سر ٹریٹیم نے اپنے بچہ جی کو درود سے خضرے فریاد کی طرف دیکھا جو ان سے پہلے مسکرا کر خوش ملی۔  
 ساتھ سفینہ بیگم کی طرف بڑھ گیا تھا ان سب کو بھی اس کی حلیہ کی بڑی اچھا دہر بار اس وقت قطعی خاصوش۔

”دو ٹوکائی لو پچ نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔“  
 ”جئے خوشی ہے بیٹا کہ آج آپ لوگ ٹریفک لائے خون کے رشتے کچھ نہیں ٹوٹے باقی میں توڑے گئے  
 من ان ہی بدجیست موجوں میں تھو ان کے نظریہ انا جھن کو کاناہ نہ کھی ہی ہو گی۔“  
 ہواں دھوا اور تعارف کے بعد سفینہ بیگم ”اشتیام صاحب کو لفظ تلاش کر سکتے دیکھ کر بولیں تو ٹریٹیم کی جبین پر  
 لہولہا کا جال پڑ گیا۔“

”ہو یا اس ساری کارروائی کا اصل کردار خود یہ سفینہ خاتون ہیں۔“  
 ”بابا آپ ہماری بزرگ ہیں فرزند نہ کریں۔“  
 اشتیام صاحب کی نظروں سے ان کے آگے اٹھ کھین رہی تھیں کہ کھو تصور اور وہ نہیں تھے مگر علی صاحب کی تمام تر  
 دیوں کا زور اور وہ خود کچھ تھے۔

ان ہی کی موجودگی نے تو علی صاحب کو اپنے دیگر اولاد کی یاد بھلا کر تھی جان کا تصور بھی کچھ کم نہ تھا۔  
 ”آپ سب دوسرے بچوں سے نہیں بچا آپ خانا“ فریاد اور آپ اعد ہیں جائے اوپر آپ کے سارے کزنز  
 اور ہیں میں کھو لاری یہ ہوں ان سے تو آپ کی ملاقات رہی ہے۔“  
 سفینہ بیگم کے حلقے سے فریاد فریاد کی طرف متوجہ ہوئیں تو اشتیام صاحب نے زلفیہ نظروں سے اوپر  
 مڑ کر بھائی اکرام صاحب اور انعام صاحب زرافا سے موجود تھے۔  
 ”جی بہل جیتے ہیں۔“

فریاد چلنے سے وہاں سے ہٹ گیا کہ ابھی یہاں تو دستا خون اور زینا توں کے طویل سلسلے تھے۔ احد اس کے  
 فریاد قہیم بھائی سے کہا کہ وہ کتا قاتلہ انا ہی کی طرف ہی بڑھنے لگے آئے تھے۔  
 ذرا ہی دیر میں ان کا تعارف سب سے ہو گیا زین کو سہرا بھائی کے حوالے کر کے وہ دونوں باہر بھائی کے ساتھ  
 نہ رہتے باروں سے شغاف ہوئے رہے۔

توڑ کی کہتے کہلا کر وہ زور اور ہوا تو اس سے پہلی فرصت میں گھر کا۔  
 ”بھائی“ جیسے آواز کی بات نہ ہوئے کہ یہ کسی کسرال سے والے سے میری نہیں میری یادداشت تو رشتے  
 ان کے معاملے میں ویسے ہی کڑور ہے مجھے زور اور اوپر ہونے دھیسے میرے بھی کچھ واقف کار ماں موجود  
 تھیں غلطی کرتے ہوئے نہ کسی سے بولا تو فریاد کو اس پر ہنسی آگئی۔  
 اوکے کا مگر فریاد بھائی کو لوانا تو لوانا ہی سہاوت سے زو نے کہا۔  
 بات کے اختتام پر زو اور جیسا ہو گیا تھا بعد شرارت سے ٹھٹھک کر آگے بڑھ گیا۔ باہر بھائی خاصے آگے  
 سے لگ رہے تھے اس سے دور کھڑی ٹریٹیم پر نظروں نے سفینہ بیگم کی دوسری سونگ کے ساتھ کھڑی سخت سے سر  
 مائے ہنسی بے زاری کا تھو پوتا ثبوت تھیں۔  
 زین اور شرین کو زو اور زو کا تھو پوتا ثبوت نہ کھی اب تک بے یقین ہوئی جاری تھیں کہ چاکا اعد بھی وہاں چلا آیا  
 ہی سوچوں کا شمل ٹوٹ گیا۔

”بیولو صاحبہ کل پڑز کیا میں یہاں سے ملتا ہوں۔“  
 اسے فطری اور انسانی شرف سے اسے نہیں پکارے ہوئے وہ بیٹنی کی اجازت طلب کر رہا تھا وہ دونوں ہی بے ساختہ  
 راہت کو ضبط کر لیں اور ان بات میں سہرا پڑا۔  
 ”خیر آپ کو کچھ کچھ۔“ وہ پوچھ رہا تھا۔  
 ان دونوں کو اس سوال کی توقع تھی اس لیے زین نے پتھر ”جی“ ہی موجودگی کی وجہ بتادی۔  
 ”واقعی دنیا کچھ ہے لگتا ہے ہم نہیں کسی جاسین سے ہی راستے کیوں نہ اختیار کریں ہمیں کسی نہ نہیں ملتا ہے  
 ایک خطی ضرور ہے ہم سب کے۔“  
 خوشی سے پتھر انہاں بظاہر زین سے مخاطب تھا کہ وہ دونوں جاتی تھیں خوب سمجھتی تھیں کہ وہ کیا کہہ

ہے جیسی جنب کہ مسکراتے ہوئے شرمین کا چوکھدم لودہ پڑے گا تھا۔  
 شرمین کی آنکھوں میں اس سکون کی ہر چھائیاں تھیں اور ہر مناسیت اس وقت مزہ دھ گئی جب نکاح کی ر  
 ہوئی اور مبارک سلامت کے شور نے فضا میں خوشگوار آواز بھرا۔  
 محوڑی ہی میں دیش صہیب کو سین بڈب میں پہلے اندر کے پیلوس لاپٹھایا گیا تو وہ سارے اندیشے  
 واپس اس کے اندر خندہ چسپ دھیرے چینی خندہ سونے لگے۔  
 فریاد نے بھی پہلی فرصت میں اپنا کھوکھلا لپا تھا۔ صہیب کے ساتھ ساتھ زندگی کی ہر سرساری قصوریں  
 گئی تھیں اور ان سب سے علیحدہ ایک طرف تخت کا گوارا آواز لے کر تریک میٹھی فریادی آنکھوں میں جلتے دیے  
 کرکڑت کیٹھنٹھلاہوئی جا رہی تھیں۔

”یہ جو کہ تم کہتے ہو فریاد اور کو میری خوشی اور مرضی اس میں شامل نہیں یہ مت سمجھو مجھے کہ  
 نہیں میں سب جانتی ہوں کہ تم کیا کرتے ہو۔“  
 تریک کا علیہ اگر اسے برسا ہوا تھا آنکھوں سے نکلنے والے شرارے کوادھتے کہ ان کے جنب کی آخری حد آگئی۔ ا  
 نے علیاں پہنچ کر خود کو فوری اور سخت جواب دینے سے روکا۔  
 ”میں نے تم پر اس بات کو نہیں کیا کہ جس پر کیا تھا وہں بھی آپ کی خوشی کی بات تو جب آپ غصے سے  
 سے غور کریں گی تو اس بارے میں طے سے کوئی قیادت محسوس نہیں ہوگی۔“  
 وہ خود کو صبر اور حفظا کر رہا کہ بات کرنا تھا اور حقیقت تو وہ انہیں ہموار کرنا چاہتا تھا ساری زندگی اس کا  
 تریک کا کرنا تو تھا کہ قرب ملکہ کو چھوڑنا تھا میں تھا زندگی کا سب سے اہم اور ضروری فیصلہ تھا یہ جس  
 سب کی اتفاق رائے کا مضمون تھا۔

”مجھے اس بات پر غور کرنا ہے کہ میں اس کے لیے مجھے تم سے پوچھنے کی ضرورت نہیں فریاد جب  
 اپنے فیصلے میں خود مختار ہو تو میں بھی تمہاری پسند پائندہ کو رد کرنے کا اختیار رکھتی ہوں۔“  
 تریک میں اس بات پر غماز کرکڑی ہو گئی تھیں فریاد نے انتہائی غصے سے اسے انہیں دیکھا۔  
 ”اور میں تم سے سوچنا شروع کرچکی ہوں کہ دہریہ ہوں کہ سفینہ لاج سے کوئی ایسی دہلی میں آئے گی اس کو  
 ہر وہ فرد اور صرف شاہ جہاں کی اس اور تم جانتے ہو کہ سفینہ لاج سے کوئی ایسی دہلی میں آئے گی اس کو  
 انہوں نے دو ٹوک انداز میں حتی فیصلہ سنایا تو فریاد کے لیے خطرہ بنا کر نکلتی ہو گیا۔  
 ”اور آپ بھی اس بات سے واقف ہیں بلکہ میں اپنا وعدہ بھولنے والوں میں سے نہیں۔ شاہ آپ کی بھانجی  
 اس سے میری کوئی کہیں صفت نہیں رہی اگر آپ نے مجھ کو رکھا ہو تو آپ خود ذرا دیر میں یوگ تک میں نے  
 اس رہتے پر ہائی میں بھی مری اور نہ ہی اس کے کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔“  
 وہ بھی ان ہی کا بیٹا تھا آج قاتل تھا اور نہ صرف اپنا فیصلہ سنایا تھا بلکہ اس کے تیرا اس بات سے گواہ تھا  
 وہ علیا بھی اس کے کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔

”میں نے پاپا اور داجاں سے کہہ دیا ہے زبانتا ابھی لڑکی ہے اور اسی سے شادی کرنے کا میں نے فیصلہ  
 ہے۔ وہ نہیں تو کوئی نہیں۔ کم از کم شاہ ہرگز نہیں۔“  
 اپنی قطعیت کو اس کے لیے جس کہ تریک میں خود کو کڑی دہریہ نہیں اور نہ فیصلہ سنایا کہ جاہ جاہ۔  
 ”وہ خدا کی قسم ہر قسم کر دیتے ہیں۔“  
 ”یہ سب کیا ہو گیا مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ دورے والے گئے ہیں میرے بیٹے پر غماز ہے انتہا قاتل دیدہ او

بلا لگا انہیں کہاں ملتا ہے پناہ سفینہ لاج“ والوں نے۔  
 تریک اس لیے اپنی ساری شائستگی بھلائے جاہل عورتوں کی طرح تین کر رہی تھیں اور اس سے پہلے کہ باقاعدہ  
 نے سیدے جانا شروع ہوئے اشتیام صاحب نے کرے میں قدم رکھتے ہوئے ہی اس کو قدرے سخت نظروں سے  
 مان۔  
 ”دیکھ لی آپ نے بیٹے کی دہریہ جی بھوے آنکھوں میں ابھیں ڈال کر بحث کرنے لگا ہے عمریں جانتی  
 اب سب آپ کی اور آپ کے والد کی شہ ہے جو وہ ان سارے پرہیزگار ہے۔“  
 اور شوہر کو دیکر مزہ چھڑ گئی تھیں۔ اشتیام صاحب نے بے حد بے زاری سے انہیں دیکھا۔  
 ”مگر تمہیں اشتیام اپنا بھوتہ ہو تو پھر سے دکر نہ مجھ سے کسی بھی کام میں شرکت کی امید مت رکھیے گا۔ نہ  
 میں کوئی قتل کرکھوں گی سن لیں۔“

شوہر کی خاموشی پر انہوں نے مزہ فیسے سے وارنک دی تو اشتیام صاحب ٹالی کی بات ڈھیلی کرتے ہوئے  
 دے پر پٹھنے کر تریک کے چہرے پر اشتیال اور جلال کی اہرس موزن تھیں۔  
 ”کچھ تو تم پر اس موضوع پر ہم پہلے بھی بحث کرچکے ہیں۔“  
 Liben (آزادی فیصلہ) کا قاضی ہوں۔ پورا اور فرادوں ہی اہل سے بیٹے ہیں۔ پھر کیا دے ہے کہ تریک کو کوئی  
 اہل اور پسند کے مطابق زندگی گزارنے کا اختیار دے رہی ہو دوسرے پر بھڑکانا فیصلہ ملکہ کرنے کی تمہاری  
 ہدایہ ضد نہیں مجھے سے بالاتر ہے۔“  
 تریک نے دیکھا اشتیام صاحب بھی جھجھلائے ہوئے لگ رہے تھے ان کے تیرا اس بات کی گواہی تھے کہ ان  
 بات فریاد کو حاصل ہے اور وہ ہر ایک طرح فریاد کے فیصلہ کو بھی بدل سے قبول کرنے کو تیار نظر آ رہے ہیں۔  
 ”اسی مطلب ہے آپ کا ہے جہاد سے زندگی کا شیش اور فیلی بیک کر اؤتھ تو کیجئے جبکہ۔“  
 ”شاہیات شرم کرنا کیا چاہتی ہو یہ ہی کہ میرا خاندان تمہارے خاندان سے کم تر ہے۔ تیرا مطلب  
 بدلی ہو تم اور تمہارے رشتہ دار کیا سمجھ کر تم نے میرے خاندان کی کھائی گلاٹھ دیو یلو۔“  
 اشتیام صاحب ڈھلا کر ارادہ ہی پڑا لیا ہوئے لگے تھے تریک ان کے تیرا دل پر قدرے خوفناک اور بدم نظر کرنے  
 اس۔

”نکاحی برا ہے میرا خاندان تو کیوں چاہتی ہو تم اپنی اہلی نسب بھانجی کو اپنے بعد اس فیلی کا حصہ بنائیں میں اس  
 ازلی تیار کرنا چاہتی ہو۔ ہر دہریہ کی کیا ہے تمہیں اس سے؟ میں سے دور رکھ کر۔“  
 ”خدا! تم نے؟“ کہنے تو کہنے چلے گئے تھے تریک چند فاصلے کو شرمناک ہوئیں شوہر کا علیہ ہر داشت نہ کر  
 ل۔ جھلاتے ہوئے بولیں۔  
 ”مجھے کوئی انصاف نہیں ملے والا ہے میں لا کر ہمہ جہاں ہی جاں نی ہے اس لا اہل لڑکے کے پیچھے سے پیش مجھ  
 ۔ اختلاف کر کے سکون ملتا ہے۔“  
 دھننے میں تھیں اس لیے بلا ارادہ جاکر ان زبان سے نکل گیا۔ اشتیام صاحب نے قدرے چوک کر انہیں  
 اہل سے کاتنا دیکر مہلچلا دیا۔  
 ”تو یہ کہہ دیجئے کہ زیادہ بھانجی کی خوشی عزت ہے جس میں تریک ریزہ ریزہ سنا سوا کبھی منافع نہیں دتا خدا  
 ہاتھ آتا ہے۔ یوں ہی جب ہی فریاد کی خواہش ہو تو کیا ہو سکتا ہے کہ تریک کو بھٹاک دے کہ خدا نہ کرے اگر

اس کی جگہ فراد بھی اس طرح جزا اپنی خوشی حاصل کرنا چاہتا تو میں اس کے بھی خلاف ہو جاتا۔ یہ تو خالہ عتا اور بحث ہے۔ مصلح انان کی جنگ۔

و اب کے رک کر قدرے ریلیکس ہوؤں بول رہے تھے غریب کو تلفظوں پر گرفت کرنے کے بعد پوچھتا تھیں تاہم اشتقام صاحب کے لیے میں مظلوم تھاں اس لیے وہ بھی ہوسکتی تھیں۔

”میں کبھی بھی خاندانی تحصب کو اپنے بچوں کی زندگی میں نہ رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ ہاں، تمہاری بھانجی نونیو کو پسند کیا میں نے قطعی کوئی اختلاف نہیں کیا۔ تم نے یہی قسمی خوش سنانی بھی کیا ہو گا تمہیں مگر اب جبکہ ایک بہتہ فرادے کیا ہے تو تم کیوں اس سختی Rashi ہو رہی ہو۔ مصلح اس لیے کہ فرادہ یہی سبب ہے کہ تم نے آخری فقرے پر وہ جھگڑے میں ہوسکے تھے۔“

”بہت افسوس کی بات ہے کہ تمہارے دل میں اتنی ہی مچھلیاں نہیں۔“  
”تو کیوں وہ مچھلیاں ان لوگوں نے نہیں دیاں کیا ہے۔ وہ لڑکی نے سبھی کتے آپ کی زبان سوکنے لگی ہے۔ ہوبہا نے کے آپ نے خواب دیکھنے شروع کر دیے اس وقت کہاں تھے اور اس کے والدین جب ہمارے گھر سے دعوت تارے جاتے اور وہ لوگ شرم و حضور بھی کھل رکھانے نہیں آتے تھے۔ وہ بچہ چاشنی کے اختلافات اور Differences آج بھی بھلا نہیں کئے اور آپ ان کو ملا کر کرتے ہیں۔“

شریکم کیا یہ پڑھنے کا تھا اپنے مخصوص گرفت اور فیصلہ کر لیتے ہیں وہ سنانی ملی گئیں۔ ان کا کنارہ بھی غلط نہیں تھا۔

انہیں تو یوں بھی بعض رکھنے کی عادت تھی جبکہ وہاں سے مواقع بھی فراہم کیے گئے تھے۔

”میں جانتا ہوں جو کچھ ہو ا غلط تھا۔ تمہارا کننا اور شکایت کرنا بھی سچا ہے مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ماضی غلط دہایا تو کہ آگے بھی چلایا جائے۔ جو چیز ایک بار غلط ثابت ہو گئی اسے پھوڑ دینے میں بھلا کیا برائی ہے تم بچھلے اختلافات بھلا کر تو گھٹو مکمل صہیبہ کے کھان میں جنہیں کسی نے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ سفید آفتی کا رویہ کتنا اچھا کیا یہ سب بچھلی کا چاقا بھلانے کے لیے کافی نہیں۔“

اشتقام صاحب کی دلی خواہش تھی کہ شریکم خوشی و رضا اس فیصلے کو قبول کر لیں تاکہ سفید لاج جا کر اپنا عرض کرتے ہوئے کوئی نکتہ اعتراض اٹھنے کا شکار نہ رہے۔

”ان لوگوں کا رویہ اچھا کیوں نہ ہو۔ فراد کوئی گمراہ لڑکا نہیں۔ ہانگی کو الیغافڑ ہے شکل و صورت؛ یہ سب سے تو عادات و اطوار میں بھی شامل ہی ہے۔ مصلح نے اسے لڑکے کوں ہاتھ سے جانے دے گا۔“

تمنا کے فخر کے ساتھ ساتھ خود بھی ان کے سبب دینے کا صدمہ ہوتا تھا اشتقام صاحب کی ناگواری سے بھنو تن گھسٹتے پڑ گئیں۔ اب مگر۔۔۔

”تم جھٹھلنا سناہاں سناہاں۔۔۔ تم سے پہلے کہ کچھ اور کہیں اور پہنچ پڑے۔“

”مزدبہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ بیٹی کو خوشی میں قبول سے شامل ہو جائیں مگر گلہ ہے جنہیں خواہیں کوئی خواہیں نہیں۔ لہذا اب میں تم سے اس ناچکے مزدبہ کی بات سنتا نہیں چاہتا۔ بس میرا فیہ سن اور اس کو Opposes کرنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دوں گا۔“

ان کا دنگ اور اتنی اچھے قطعت سے بھر پور تھا کہ شریکم ایک بار پھر خاموش ہو گئیں۔

بابا ورنہ یہ غور میں لکھنا پسند کرتی رہتی تھیں جس سے یہ ہی تاثر نہا کہ اشتقام صاحب کے خاندان اچھا نہیں سمجھتیں مگر آج تو انہوں نے لڑکی کر نہیں چھوڑی تھی۔

”اور میرا فیصلہ سن لو کہ اگر کچھ جھگڑتا ہے سب ”سفید لاج“ جارہے ہیں۔ ایڈریش کل۔“  
شریکم ششدر رہی کچھ اچھا چاہتی تھیں مگر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں کچھ کہنے سے روک دیا۔

”آئی سینڈ تو کنٹرویورس ہے، ہم جاہیں گے اور دنیا کو روڈو کر کے آئیں گے آئی میں اسٹ۔“  
لڑاکہ کے بعد بھی اپنا فیصلہ سنا کر باہر نکل گئے تو شریکم خود غصے سے طعنان بھیج کر کڑی سے کچھ سوچنے لگیں

اس اندر دلی اشتقام کا کوئی کل نظر نہیں آ رہا تھا۔

”تو گویا آپ نے مسمرہ کر لیا۔ بسا اے دل کی بات ان صاحبان کمر ڈال۔“

امد پوری تو پڑ اس کی جانب مڑ کر دیکھنے کے خاموش ہوتے ہوئے جوش سے بول پڑا تھا۔

”میں دل کی بات تو کہہ ڈالی مگر اصل مسمرہ تو ابھی ماننا ہے۔ یہ کچھ بھلا کچھ۔“

کمر کی سانس بھر کر مین کی مسمرات لیلوں پر جانے لگا اس کا شانہ ”سفید لاج“ جانے سے احمہ نے متفق ہو کر سہرایا۔

”کیا خیال ہے آپ کا کیا مانا کو تو کبھی کر لیں گے ”سفید لاج“ جانے کے لیے۔“

اچھے کے بچپن سالگ رہا تھا۔

”اب تو کوئی آج تک کوئی کر سکا ہے نہ کر کے گا ان کی نیچے کا تو تمہیں بھی پتا ہے ایک بار جرن کی نظریں متبہ شہر تو پھر اسے کہیں کیوں نہ لگی۔ کئی لاف اس موضوع پر پہلے نے اپنا لاسٹ ڈیوڈن انہیں سنا دیا مگر بھوکا ہو سکتا ہے۔ کل رات سے تو مانا کرے میں نہیں۔“

”اھ۔“ فراد کی بات پر امد ٹھکرتے سوچ میں پڑ گیا۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ فراد نے ٹوکا۔

”میں ابھی سوچ رہا ہوں کہ یہ کیوں ہونے لگا۔ کس کوٹ مسلمان آپ کے اس دھم دھمک پلے میں اہم ترین رول ادا کر رہی ہیں یا آپ انہیں خواہ کتنا ہی اتور کریں۔ مجھے نہیں لگتا کہ ”سفید لاج“ والے اس بات کو

For granted لیں گے ان کی موجودگی ضروری ہے۔“

امد کا تجزیہ بالکل عجیب تھا فراد سن کر خود بھی فکر مند نظر آنے لگا تھا۔

”ہاں۔۔۔ تمہاری بالکل ٹھیک ہے مگر اس بھی مت سمجھو کہ بھٹپا کو کمال کی پسند پند کی فکر نہیں۔ بلکہ یہودوں

چاہتے ہیں کہ لما توڑنا Rational ہو کر دھو جھن اور غیر جانبداری سے فیصلہ کرتے ہوئے میرا ساتھ دیں۔

یونکہ بارہا بھال اور میرے فیصلے میں اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ میں نے اس خاندان کی لڑکی کو پسند کیا ہے لما

اتفاق قبول قرار دیتی ہیں جبکہ خود اس خاندان کی ہوں۔“

فراد نے حد تک سمجھی ہے کہ امد ہاتھ دتا رہے ہوئے جانہ رہا۔ مگر خوشی سے بولا۔

”تمہیں کس گڈ میں ہے میں نے اس کی ٹھیک بالیکس سے اگلی سامتی ہے۔“

”وہ تو ہے۔“ فراد اس کی شکر گزاری پر بے ساختہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنسا تو بھی ہنسنے لگا۔

”غیر بہت دھول بھلی ہوئے خوش نظر آ رہے ہیں۔“

نونیو بھی اچھی اچھی سمجھتی تھی کہ میں ان دونوں کے پاس آ بیٹھیں۔

”جی بس اللہ کی قدرت سے ہے جیسے چاہے تمہارے اور سے چاہے۔ انہوں کے حقے مصلحت کرے۔“

امد کی زبان پر کبھی ہوتی تھی نونیو سکرانے لگیں۔

”بابا! داد ہے آپ کہیں کے صدمے میں آئی ہیں۔“



”اما کہ“

ان کے راز وراز سوال کرنے پر بے ساختہ کہا تھا احد نے۔ فرما نے اسے نظروں ہی نظروں میں فرما  
تھی وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

”فہ میرا مطلب ہے کہ درد اصل ہے۔“

”معلوم ہے مجھے تم کوئی جھوٹا مان نہ کر دو۔“

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا نہ ہوئے اس کی جان بخش دی۔

مگر فرما ہی نہیں آپ ہو گا کہ۔ آئی تو خاصی ناراض نظر آ رہی ہیں۔ سچ میرے لیے ہے ان کا قلعی بنارہے  
میں نے تو بیش انہیں نرم اور مشتق دیکھا ہے۔ مگر ان پر یہ ختہ ہے جس میں کبھی نہیں کیا ہے انہوں نے  
نہیو کے تھکے گئے پر اور احد فرار ہوئی تو شیش سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

”پارہتا ہے تھے کہ میں قلمی تھوڑی ہو گئی ہے۔ یعنی سانج کی دیوار سے میں حائل ہو گئی ہے۔ دیکھ  
بات سمجھیں کیا واقعی زندہ نہیں ہو چکی نہیں۔“

نہیو کے لیے میں آپ کی شوشی اثر لگی تھی جو بلا خراست خفا تھی جس میں داخل مٹی انداز ایسا تھا کہ  
نے محض مسکرانے پر اتفاق کیا۔

”ہو گئی کی از۔“ اس کے ہم جواب اور وہ وہ مسکراہٹ پر نہیو نے یہ کہہ رکھا ہے کہ احد سے  
کیا فرما بولا۔

”نہیو جیسے نہ ہوں۔ کچھ ادا پہلے رہا بھی تھا۔ اب کچھ اسی قسم کی غم سے باز آیا کرتے تھے آپ کے لیے ا  
میں ہماری بلکہ بڑی پیش میں ہی مشتق دعا شکی کے جراثیم موجود ہیں جو نہیو قلعی ایسے معرکہ چکر لینے کی ر  
پائی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں اس لیے آپ نہ ریشان نہ ہوں آپ کی موجودگی نبوت ہے اس بات کہ۔“

”تو ہے احد اس کے کہاں لے جاتے ہو بات کو؟ چھوڑنا بیٹا چاہئے کہ۔“

نہیو اس کا گھٹھ کھلی ہو گئی اور دھانے کی آفری توڑوں نے۔ صحت اہانت میں سر ہلایا۔

”اف اس قدر حسین فوٹو گرافس کی ہیں۔“ فشب کی چوری لنگر میں بے دلوں کی۔“

فوزیہ کا بے لاگ پر جوش۔ تصویب صبیحہ کے چہرے پر گال اور جسم بکھر گیا۔

”ہاں شائد کہتے ہیں بیٹا۔“

داوی جان بھی اس وقت ناؤ نہیں موجود تھیں فوزیہ ”محبت سے بولیں۔“

”جی ہاں داوی جان مجھ کو بیکس کتنی اچھی لگ رہی ہے صبیحہ۔“

”واقعی نظر نہیں ٹھہری۔“

”درد ہے تو جی محبت میں ہاتھ میں بھی پیچھے ہوئے کہا۔“

”اصل مزانو مودی دیکھ کر آئے گا۔“

”واقعی گھٹنا ایک لاشنگ۔ دو گایہ سید بھگتا۔ ہے نا صبیحہ۔“

زہا اس وقت اتنی مصیبت سے بولی کہ صبیحہ اسے گھور کر رہ گئی۔ دلی جان کے سمیت گھر کی سب بزرگ

خون میں وہاں موجود تھیں اور اپنے میں ہی فخر۔

”بلکہ کج و نیم ہدائی کا فون بھی کیا تھا ان کی طرف کی تصویریں بھی اچھی ہیں بلا دہی تھیں سب کو کہ ا

نہی انہیں آپ لوگ۔“

رخسانہ بیگم نے خوشی سے ہر روز لیے جس سب کو مطلع کیا۔

”سچ اپنی اہم سبب جائیں گے۔“

دحت نے فوراً ”منعوا گیا۔“

”تم بھی چلنا صبیحہ مڑا لے گا۔“

بھگیا لے اسے ٹوکا رہے ہوئے پھیرا تو وہ قدر ۱۴۱۱ نہان بن گئی۔

”ایا واقعی قادی جان۔ صبیحہ بھی جائے گی۔“

فوزیہ نے شیشی سے سوال دیا تھا کہ۔

”نہیں بیٹا شادی سے پہلے انہیں سرال نہیں جائیں۔“

داوی جان کا محکمہ ہے۔ پھر اجواب لوگوں کے انہوں پر اس ڈال گیا۔ صبیحہ بھی عجیب سا محسوس کر رہی  
گی اس وقت چائیں میں کئی ٹھیک کہہ رہا تھا کہ نہیو۔

”مگر نکال دو تو ہو گیا۔“

دحت نے مزے سے سوال کیا تو داوی جان کے لیلوں پر مسکراہٹ ٹھہری۔

”یہ باتیں بھول کی ہیں دحت تم بت بولا کرو۔“

رخسانہ بیگم نے بچی کو فوراً ”گھر کا۔“ انہیں زیادہ بولنا قلعی بند نہ تھا صبیحہ کی بھی اسی عادت ہے سخت شاک کی  
انہیں صبیحہ محالہ اس کا قائل نہ لایا لال اس نے خاموشی اپنا لی ہوئی تھی۔

”اگر ہم سے رخسانہ بیٹا ہے کہ کچھ کر گیا تو کچھ کر پڑا دے۔“ انہوں نے سوالات کی کتاب گاہ  
نہا ہے جس میں جواب مل جائے تو مطمئن ہو جائے ہیں ان کو مطمئن کرنا چاہیے۔ خاموش نہیں۔“

رخسانہ بیگم کو حسب عادت عادات سے فصیح کرنے کے بعد دحت کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ بھی خاموشی  
انہیں سننے کے شہر پہنچی تھیں۔

”بیٹا نکال دو عتقا منیو درشت ہوئے اتنا ہی ضرور بھی جاتا ہے حد میں ادا رہنا یا عیش غلغہ نہیں ہو تیں۔“

”مستی سے کل کا میل بدل کی کل کے باجوں میں تو بہت اچھا لگتے ہے فشن کا حصہ بنا ہوا ہے مگر اس میں بہت  
باتیں ہیں اور ہو سکتی ہیں جو حد میں بڑوں فریقین کے درمیان اختلافات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ اس لیے  
میرے کہ مجھ بعد دحت میں رہے ہوئے رہشوں کے تقدیر کا کمال ہونے سے بچایا جائے۔“

”گھر اس معاملے میں اٹھو نہیں کیا جا سکتا۔“

دحت کو داوی جان کی طرف سے بولنے کی آزادی مل گئی تھی اس لیے دل کا سوال فوراً ”ہاں بولیں بولے لگی۔“

رخسانہ بیگم نے اسے کڑے تیروں سے دیکھا تو اس وقت صبیحہ کی سن ہونے کا قاف ادا کر رہی تھی۔

”موم اور حوا کے درمیان ایک شیطان پیشہ ہوتا ہے بیٹا اور یہ بات یاد رکھو کہ بھگتا۔ خود شیطان ہی ہرما  
انہوں کو بھگتی پڑتی ہے کہ ہر حال اسے اپنے عمل کا اختیار دیا کر بھگتا گیا ہے اس لیے کہ یہ بہتر نہیں کہ انہیں فطرت  
اشکل میں نہ ڈالا جائے۔“

اب اب تک اسلام کا ہدایت ہے تو ان کے فون نہ کرنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس بار بھی نیا رنگی شہید  
ہیت کی ہے ساتھ ہی وہاں ان کی ضرورت اتنی زیادہ ہے کہ وہ فی الحال کراچی واپس نہیں آ رہے تھے۔

حسب سابق یہ اطلاع نامیں ایڑوں کے توسط سے ملی تھیں جو کہ نرین کی نگاہوں میں اتنا براہ جتنا کہ پہلے ناقابل قبول خوشی اور طہائیت کا لپاسا نہی کی سال سے اس کی رسانی اور دھڑکن سے دور آج ایسا لگتا جیسا زندگی کی بے ہوا فرائض کی مانند ہو گئی تھی جس کے لفظ لفظ میں سرست اور جس کے اجساد کا چھوڑنا تھا۔

ای کی اس روز کے بعد سے بہت جلد ہی ہو گئی تھیں غالباً "ایڑوں کے لیے انہوں نے الہی کے ساتھ خواب دیکھ لیے تھے اور شاید زندگی کے اس دور معاملے میں جبکہ ان کا اپنے شریک حیات سے اتفاق رائے اس کا یوں ختم ہو جانا انہیں دلگیر کر رہا تھا۔

نرین ان کے احسانات کچھ کبھی کبھی مگر جب اپنے کندھے سے بوجھ ہٹا ہے تو پھر کسی کی محسن نہ آتی وہ بھی دل سے خوش اور مسرور تھی۔ تاہم ای کی کو کچھ کراہیک موہم سامان سے گھرے میں۔ "میں تو شاید غلامی جان کے بتا رہے ہوں پوئل گھرانے کا بھی افسوس ہوتا ہو گا۔ چچ چچ اس فعلوں پر کراہی ہی نے تمہارے بارے میں تو تقریباً سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ کھرا لاکا جو موجود ہے اب میرے تمہاری فکر میں تو اس کی گہر ہو گئی ہے۔"

شرین نے لیمن اسکو انش کا سپ لیتے ہوئے قدرے افسوس سے کہا آج کل تو وہ بھی نرین کو خوش مطمئن رہتی تھی۔

چ تو یہ تھا کہ الہی کی غیر موجودگی کی باعث گھر میں امن و امان کی فضا قائم تھی اس لیے بھی ذہن پر سکون تو "ہاں شاید ایسا ہی ہو کہ جسے کو نہیں ایڑوں صاحب کی منکوحہ ہو گئی۔ "نرین نے کچھ سوچ کر تائید میں کہا اور پھر استفسار کیا۔

"نوں صہید؟"

"ہول۔"

"اں اچھی ہے بہت اچھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہیں گے۔ دیکھنا نہیں تھا کہ وہ دونوں خصوصاً "ایڑوں صاحب کی قدر خوش نظر آ رہے تھے۔" شرین ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"ہوں غالباً ان کی ذاتی پسند ہے۔"

نرین دیکھے سرول میں بولی تھی۔ شرین نے نظر اٹھا کر اسے غور دیکھا۔

"نہایت تمہیں کیا جیسی ہو رہی ہے اس سے اسے میں نے تو پہلے ہی کہا تھا سوچ لو۔ مگر اب الو

چاہے۔"

"کجومت۔"

شرین کی خوشی پر وہ جینپ سی گئی۔

"ہاں ہاں ظاہر ہے تمہارے لیے ایک اور راستہ جو اب کاٹھوں بھری راہ زہر پر کیوں چلنے لگیں۔" ڈ

کا سوڈ آج بچہ زانہ خوشگوار تھا۔

"دیکھا مطلب؟"

وہ قدرے عجیب سے سوالیہ ہو گئی۔

"نہی ہے کہ وہ آپ کے پاس سرسبعان کی روپیہ ان کا قصہ بھی تو ابھی پاک نہیں ہوا۔" شرارت سے۔

ہوئے شرین انھیں کھڑی ہوئی تو وہ بات کچھ کر لیں۔

"اٹ شرین تم کتنی ذلیل ہو چکی بہت فضل ہو گئی۔"

وہا جہ نے آئی تو وہ اپنی جگہ پر رک کر اسے سخت ستانے لگیں جینپ متائی ری مگر شرین نے پھر سارا وقت اس کا ازار ڈر لگایا اور وہ "اٹ شرین بہت فضل ہو گئی۔" کہہ کر کھڑا ہوتی رہی۔

ملی ولا زکی وہی خوشامیال تھیں وہ جس وقت یہاں آئی خت غصے میں تھی کہ وادیاں سے پولوں کی پولوں کی کھانسی لگتی کہ وہ اس کے کھانسی کی تقریب میں کیوں نہیں آئے مگر اسے مائنس مائنس پکار ماری خفگی حسب معمول اس کے جھاک کی مانند بیٹھ گئی۔

"کیسی ہے میری پولی۔"

وہ اس کے سر پر کچھ بھیر کر سلام کا جواب دینے کے بعد انتہائی شفقت سے کہہ رہے تھے۔

"آپ کو پوچھا ہے اس کی میں کیسی ہوں۔ جیتی ہوں بھی یا۔"

"نہیں بیٹا یہاں قال منہ سے نہیں نکالے تمہاری خفگی کچھ ہے زندگی سے تو نہیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا فلفلی زانہ لگا کر مکمل کرتی کہ وہ اسے بخت سے ٹوک گئے کیسی محبت میں میں متنبہ بھی نہی اور نعمت بھی۔

"میری زندگی کا تعلق آپ سے بھی ہے وادیاں۔ آپ کیوں بھول جاتے ہیں بہت حق بناتے آپ پر میرا۔"

وہ رو دھستے ہوئے کچھ بھٹ بولی گئی۔

"مجھے اس سے اختلاف ہو کر نہیں۔ صرف تمہارے ہی نہیں بہت لوگوں کے حقوق ہیں مجھ پر مگر تمہارا یہ واد

رائٹس کی بجا آوری میں بیٹھ پیچھے رہ جاتا ہے بیٹا۔"

اسے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آگئے اور بیٹھتے ہوئے بہت ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولے تو اس سے دہانہ

کیا۔

"پیچھے رہ جائے یا آگے بڑھنے کا بہت سی تھوڑا بہت تواضع رائسان کیپ اس بھی ہوتا ہے وادیاں۔ پولوں تو اس سزا اور جزا میں دی جاتی۔ کیا آپ نے ایسی کوئی خوش خیالی نہیں کی بہت نہ سی تھوڑا بہت ہی بوجھ اتر

ہا۔" وہ یکدم بہت عجیب ہو گئی تھی۔

"چاہیں بیٹا شاید تو کتا ہے پیچھے عمر گزرتی تھی ہم نے، محسن اور بوجھ دونوں ہی اس قدر گراں ہو گئے ہیں کہ

ماتہ کھٹکے گئے ہیں اب تو۔"

شک سے لیے اور محسن نے پور انھوں نے صہید کی قوت کو گواہی چند چٹائیوں کے لیے پیچھے سلب کر لی۔ وہ

ماوش بیٹھی کھنے کے لیے لفظ ڈھونڈ رہی تھی کہ وادیاں نے اسے مخاطب کر لیا۔

"خیر تم بتاؤ کہ گھر میں تو سب خیر بہت ہے نا۔"

"ہی۔"

"زندگی کی بہت تیزی کیسی لگ رہی ہے۔"

"ہاں نہیں وادیاں، عجیب سا لگ رہا ہے مجھے جیسے میں اب کسی کو کھو رہے کے خوف میں مبتلا ہو گئی ہوں۔ رشتے

افزائے کیوں ہوتے ہیں وادیاں کہ ساری زندگی خوف خدے اور اپنے انسان کو اپنا سر پڑا رہ گئے ہیں۔"

"اس لیے جینے کہ محبت بیش کی ہو جاتی ہے لہذا جب اسے رشتے کا اعزاز حاصل ہو جائے تو حیات میں بھی

بہہ جاتی ہے۔"

۴۴ پروقار انداز میں کھوئے کھوئے سے کہہ رہے تھے۔

نہاد واضح طور پر چونکا تھا سمعان کے لیل پراہم جو تفلک کے مسکراہٹ دوڑ گئی۔ چند ثانیے اسے بغور دیکھا تو

۱۱۔ بہت دلداری سے اس کے شانے پر ہاتھ دھرتے ہوئے استغفار کر رہا تھا۔ فرہاد ممنونیت سے مسکرایا۔ اس لختی پروا تھی سمعان کو۔ ایسا مان ملنا اچھا لگتا ہے۔

”مطلب یہ کہ ابہٹا بھند ہو گئی ہیں کہ زوہا کو سو نہیں رہتا میں کی۔“

”مگر کون؟ تمہاری ان خالہ زاد کنزن کی وجہ سے تو نہیں۔“

سوال پوچھ کر اس نے یہ بھی قیاس کیا۔

”ہاں، کسی حد تک مسئلہ انوائٹمنٹ بھی ہے اور غالباً“ اسی وجہ سے یہ سارا معاملہ اتنا کامپلیکسٹڈ (Complicated) بھی ہو گیا ہے مگر اصل پر اہم تو ماکہ کی ضد ہے۔ وہی سرال رشتے داروں سے انہی عداوت

وہ سخت الجھا ہوا اور بے زار ہو رہا تھا۔ سمعان خاصا حیران تھا۔ اس کے والدین تو اس کی پسند کے لیے دل و

ان سے تیار تھے جبکہ ماں معاملہ کس قدر متضاد تھا۔

”یہی توجہ ہے کہ جب اسنے سال انہوں نے کوئی تعلق نہیں رکھا تو اب ہم کیوں ان کی بیٹی کو اپنا نہیں۔ اُن  
بیکٹ زہرا کی راوی نے میری راوی جان کے باعث و جان سے قطع تعلق کر لیا تھا ایک طرح سے ہم سب کو اُس

ان کی کیا تھا اب ماما کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ وہ کیوں ان کی پوتی کو اٹھ کر لیں جنہوں نے کئی سال پہلے ہمیں چھوڑ دیا۔

”مگر ماہی نہ نہیں کرتا یا یہ تو انکل کا بیٹا ہے۔ جب وہ کچھلی باتیں بھلا کر راضی ہو گئے ہیں تو پھر آنٹی کو تو

سعدان نے دل کی بات نہ تے انداز میں کہہ دی اور سچ بھی یہی تھا کہ جب احتشام صاحب نے سارے

”یہی توقعہ پوائنٹ ہے یا رجس پر ماکو کنونینس کرنا ایک مرحلہ ہو گیا ہے نہ وہ کوئی لاجبک سائنٹی میں نہ دیمل سنٹی

ال کے فیصلے سے دستبردار ہونا بھی ناممکن ہے۔ سمجھ نہیں آتا کیا کروں۔“

انسان کے لئے چھوٹا ہے۔

273

”صہبہ بیٹا اگر بے یقینی میں سکون تلاش کر کوئی تو بھی نہیں ملے گا۔ سکون اور طمانیت تو ایمان میں۔ اپنے دل کو اس خوش امید پر مطمئن کر لو کہ جو تمہارا ہے تمہارا ہی رہے گا خواہ وہ رشتہ ہو محبت کا عازان ہو“

اس کا جملہ منفی تاثر دے رہا تھا لہذا اسے مکمل کرنے کا موقع دے بغیر واجان نے کج اسے دبی سبق دیا۔

اولی جانے سے بھی پرہایا تھا۔ جس شخصوں کا فرق تھا وہ انہوں نے بھی اسے یہی نصیحت کی تھی کہ دل ایمان کی شمعیں جلانے سے ہی منزل کا راستہ ملتا ہے اور اسے منزل کا راستہ تو مل گیا تھا مگر منزل طے کی یا نہیں

”مائی بے، یہ ساری باتیں چھوڑ۔ مجھے وہ تصاویر دکھاؤ جو تم نے لکرائی ہو۔“ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور

انہوں نے قصداً اس کی توجہ دوسری جانب دلائی تو اسے خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ کیونکہ مزلنج ششاس تو ان کی اس وقت اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ مزید اس موضوع پر کچھ سننا نہیں چاہتے اس لیے خاموشی ۱۱

صویریں بیک سے نکال کر ان کی طرف پھینکا دیں اور پھر موڑی دیر بعد وہ ان کی بیلک سنبھلی کی نڈیس مٹی ڈھیروں نکال اس کے گالوں پر بکھرا ہوا تھا۔

لہر میں ایک خواہواہی پیش ہوئی مگر خدا اس امر سے بخوبی واقف تھا جب تک اس من میں اس نے والوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا البتہ باوجود اس امید کے کہ جلد اس ماحول

تقریباً روزانہ ہی اختتام صاحب اور شریک کی طویل بحثیں ہوتی تھیں اور فی الحال نتیجہ صفری تھا۔ دل سے

اس کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے نہیں دے رہا تھا۔ غریب کی کم بے چلک شخصیت کے لیے یہ بات ان سکوا کے ممتاز معلم ہو آئی تھی کہ وہ ان کے لیے ایک نیا عالم کھلا دے گا۔

تاہم احتشام صاحب کو اس بات کا سو فیصد یقین تھا کہ جلد یا بدیر پروردگار راضی ہو ہی جائیں گی۔ یقین تو فرما دیا کہ

کامل طور پر انجینی تو بنائیں جاسکتا تھا۔ جبکہ نظر آتا تھا کہ سلام کرنے اور احوال پرسی کی عادت اس نے بہت کم

آج کل تو ان کاموڈ بہت خراب تھا لہذا اس کی خفیف سی جنبش سے جواب دے کر قصداً اسے نظر انداز کرتے ہوئے وہ لڑتا لڑتا چلا گیا۔

مگر کہ احل کا اثر تھا کہ وہ خاصا منتشر اور متکثر نظر آئے لگتا تھا زیادہ ترقوت آف مویشی گزرتا تھا اور یہاں

”کیا مسئلہ ہے بھائی تیرے ساتھ۔ کچھ بتاتا ہوں یہ یا اکیلے یا اکیلے سار ابو جھ اٹھانا ہے تم نے۔“

272



وہ ستانہ انداز میں صفائی پیش کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔  
 ”آئی ڈوشما سزا موت سراسر ہے فرق بھی نہیں پڑتا۔“  
 وہ قصے کے اصل پہلو سے قصداً ”پہلو“ ہی رہتے ہوئے نازل سے لیے میں بولی تو سمعان کے گالوں پر  
 کیلنے لگا جو کہ اس کے احتدائی غصہ میں گرائے لگتا تھا۔  
 ”میں چلوں گی سر۔“

اس نے منظر سے غائب ہونے میں ہی عافیت جانی اور تھک کر وہ اڑنے کی طرف بڑھ گئی مگر چند قدموں سے  
 ہی سمعان کے پکارنے پر روکنا پڑا۔  
 ”نرمیں!“  
 ”جی سر۔“

اس نے تاجہ اداری سے ہلت کر پوچھا۔  
 ”تپ کے قادر ہیجے ہی اسلام آباد سے واپس آئیں مجھے انعام کیجیے گا اور اگر مجھ سے کہنا چھانڈ لگے تو کیا کر  
 جایا جاسکتا ہے۔“

”مٹی تیری سے زرب سکرنا ہوئے جو کچھ اس نے کہا نہ سمجھ کر تو غصہ ٹھاک پکڑا گئی۔  
 ”وہ خدا یا تو اٹھ لیا کو بھی انہوں نے بتایا ہے۔“ وہ جیسے پیش ہو کر نہ گئی۔ ”عجب آدمی ہیں۔“  
 تیری سے جا رہے تھے ہوئے اور ارادہ پڑائی تھی۔  
 ”کون آدمی تھی۔“ کہیں سر سمعان تو نہیں۔“  
 سامنے سے آئی ارم کے کان حسب حالت اس کی بڑھا مٹ سن چکے تھے وہ پہلے تو جھکی پھر بڑھا گئی۔  
 ”نہیں میں کسی اور سبکدار میں سوچ رہی تھی۔“

اس نے اپنے گلابی ہرے سے پوچھتی حد کو محسوس کر کے بدوقت بہانہ دیا تو چوایا ”ارم کا قہر کو گنج چاہیہ  
 ”یہ کسی کون ہے اس کی تفصیل تو میں تم سے آگے پوچھتی ہوں۔ فی الحال یہ رہنمائیہ کوں سرکہ بھرتم۔“  
 باتیں ہوں گی۔“

شرارتی نظروں سے جھک کر اس سے کہتے ہوئے ارم آگے بڑھ گئی تو وہ یہی طرح جھینپ کر جھنڈا لے گئی۔  
 بیکر بھائی کا اصرار روز بروز بڑھ رہا تھا اور یہاں سب کا اشتیاق تھا وادی جان لے ان کی دعوت قبول کر رہی  
 اور چھٹی کا ایک دن مقرر کر لیا گیا۔

ان کو کون زیادہ شوق ہو رہا تھا اس لیے سب تیار ہو گئے وادی جان کا قطعی ارادہ نہیں تھا کہ ان کے ساتھ جائیم  
 مگر رخسانہ بیکر و تھو کے کہنے اور بیکر بھائی کی بے زور تاکید پر انہیں جانا ہی پڑا۔  
 صہبہ کو الوداع ساتھ میں جانا تھا اور یہ بات بیکر بھائی کو بھی معلوم تھی تاہم اسے اکیلے ہی رہنا تھا۔ جر  
 سامنے ہی ارم انہیں کیا تو سب کی امیدیں ہی ختم ہو گئیں۔  
 ”چچا تھاندا آتا جو صہبہ بھی ہماری ساتھ جاتی۔“

زہبا نے تیار ہونے کے لیے تیری بار یہ جملہ بولا تھا صہبہ بیٹہ ہوئے وحت کی فریغ ناٹ پانے نہ  
 گئی رہی۔ ”سید بھی مل جائے گی وہیں بھرتم کو لوگوں کو صرف وہاں آکر کیریں گی اس کی۔“  
 بھامی سے بیٹہ ہوئے تھو کس کر اسے خوشی سے نہ کہ۔

”تھیں اسے ازیر بھائی کا قیدہ ڈالیں گے۔“  
 فزیر نے شرارت بھری معصومیت سے سوال ڈالنا۔  
 ”خیر عرق تو انہیں مل ہی گئی ہے نکاح کی بیویاں ڈال دی گئی ہیں یا کس میں مزید کیا کر سکیں گے۔“  
 بھامی بہت شخ ہو رہی تھیں۔

”بالکل بالکل۔“ میر محبت سے بڑھ کر بھی کوئی قیدی ہوتا ہے۔“  
 دحت نے فوراً ”اب تک کا سب کا ساتھ دیا تو اس نے قصداً اس کے بال زور سے کھینچ لیے محد دت کو پورا  
 ہی جھپٹا ڈالا۔  
 ”بہت فضول کچی ہو تم۔“

وہ اس کے مسلسل ہنسنے پر چڑھی تھی کیا کرولی۔  
 ”جیسا کہ آج ازیر بھائی کو کہہ تم ان کے تھو کرے کو فضول کہہ رہی تھیں۔“ دحت نے صہبہ صہبہ کی دی۔  
 ”معلوم ہے مجھے پوری بات پتا ہو تم۔“  
 وہ مزید بل کی اس کی بد شکل پر۔

”اور تم میری بڑی سن۔“  
 برابر کا جواب دیا ”اب تک کھکھلا کر فزیر بڑے۔“ ایک ہی تو پابخت تھا جس پر وہ سب اس کا ریکارڈ لگاتے تھے  
 اور وہ چٹان پر ٹپکے کوٹنے کی عادی تھی کیسے چپ ہو جاتی تھی۔  
 پورے اجتماع سے تیار کر کے ہوئے وہ لوگ مسلسل اسے زنج کر رہی تھیں تو وہ باقاعدہ دھندھ کر ای سی کیپاس  
 لی گئی۔

”واؤ زور سے آج تو آپ سے زور سے لگ رہی ہیں امی۔“  
 بلکہ بار بار رولی کرے سارا بھی میں رخسانہ بیکر واقعی اچھی لگ رہی تھیں۔ اس کی بے ساختہ تعریف پر مسکرا کر  
 لی طرف مڑیں۔  
 ”دھندھائی کھنکھائی۔“ فی الحال تھماری کوئی فرائض پوری نہیں کی جائے گی ہمارے مہمانوں کی سراسر رخصتی  
 سے پہلے نہیں جاتی۔“  
 مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے اسے چھینا تو وہ باقاعدہ دھانسی ہو  
 گئی۔

”اسی آپ بھی حد کرتی ہیں میں کوئی اس لیے کہہ رہی تھی۔“  
 ”تھمرا اور دوسری نہیں۔ سارے جگ سے زراں ہو گئی ہیں تھماری فرمائش بھی۔“ امی ہولے سے ہنس کر  
 انہیں خوشگلی سے انہیں دیکھنے لگی۔  
 وہ چند دھن میں پرانی ہوئے والی تھی رخسانہ بیکر کو یکدم اس پر ڈھیر سارا بار دیا گیا قہب آکر اسے خود سے لگا

”بہت خوش نصیب ہے میری بیٹی کہ اسے اتنا چھو کہ انہ ملے۔“ میں تو شکر کرتے نہیں تھی۔  
 وہ مکمل غمایت سے کہہ رہی تھیں ”میں نے بھوکے لیے اسے متا بھری آغوش سے جدا ہونے کا خیال اس کی پچلیں  
 بھوکا تو اس نے جلدی سے خود کو ان سے علیحدہ کیا۔  
 ”صرف میں ہی خوش نصیب ہوں۔“ کیونکہ وہ لگی نہیں کہ جنہیں مجھ جیسی لڑکی ہے۔“

قدرے کر دیں اگر اڑا کے تھا قرعے کا مٹور شہزادہ بیگم نے ہنس کر اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"جیتی رہو خود انھیں سکھائی چھاؤں ہے۔"

ہاں کے لیلوں سے نکلتی مقدس دعا میں اس کے اندر جیسے قندو قندو آب حیات نکلتے لگے۔

اور یہ سکون اور خوشی اس لئے اور بڑھ گئی جب سب کے جانے کے بعد وہاں پہنچنے پر بارہ کافران کیا گیا تاہم

اس کا شدت سے منتظر تھا۔ جیسی فوج انھیں تھی بڑی لگاتار سے شکوہ کیا۔

"صہبہ تم نہیں آئیں میں نے سرت اختیار کیا تھا آج کے دن کا۔"

نکاح کے بعد سے آپ جناب کا کلف بارود نے ختم کر دیا تھا۔ اس لئے بھی اس کا مہمان مجھوں سے پرلو

صہبہ کے اندر بارہا ہماروں سے رنگ بیکر آیا۔

"ہنس داری جان نے منع کر دیا تھا۔"

"نکبیل۔"

بڑی بے چینی سے سوال ہوا۔ تو وہ بے ساختہ بولی تھی۔

"اس لئے کہ ہمارے یہاں لوگیاں رخصتی سے پہلے۔"

اور میں نظری شرم سے اس کی فرمائے بھرتی زبان کو ریک لگے تھے اس اوچرے جھلنے سے پورے دم

پہنا تھا۔ بارود نے اختیار دیا تھا اور میری ہل ہو گئی۔

"یعنی رخصتی کے بعد کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

وہ ہنس ہاتھ اور اپنے اٹھا کر سوال کرتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اب کیا جواب دے۔

"میں شرمیک بہت ہو گیا۔ میں نے جن میں ایک ہفتے کا نام لیا تھا اور تم نے دو ہفتے پہلو کر دیے۔ اب آخری ما

میں تم سے کہہ رہا ہوں سالین کر بیٹے کی خوشی میں اس کا ساتھ نہیں تو میں اکیلے ہی مسئلہ بننا مل گا۔"

آج تو اشتیاق صاحب شدید غصے سے پٹ پڑے تھے شرمیکہ جو ان کے سکوت کو غالباً اپنی حمایت سمجھتے گو

تھیں ایک بار پھر بچ گئیں۔ مگر خدا اپنی جگہ تھی۔

"کیسے بچا نہیں گئے آپ اکیلے مسئلہ بننا صرف آپ کا بیٹا ہے میرا کچھ نہیں۔"

وہی طرح جھج کر بولی گئیں۔

"ہاں بیٹا ہے تو پھر اس کی خوشی کا بھی تو خیال کرو مالین کر تم صرف وہی مصلحت ہی کرتی رہو گی کچھ دہی نہیں اچ

لاؤ کہ تم۔"

"کیا نہیں دیا میں نے انھیں محبت توجہ عزت اور ہر چیز جو ایک اچھی ماں دیتی ہے میری بہترین تربیت سے۔"

ی تو آج اس قدر اپنا شخصیت بنائی ہے ان کی کہ لوگ ایک بار دیکھ لیں تو قبول نہیں سکتے۔"

وہی غلط اور وہی مغرور انداز فکر تھا ان کا اشتیاق صاحب چڑھ کر کمر بھر کر دھمکے سولوں میں بولے

"تو پھر ان کیوں بیٹے کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی کی راہ میں جاں فدا ہو۔"

"میں جاں فدا ہو رہی ہوں میں؟" نہیں شادی سے تو اسے کیا اچھی اور بہتر زندگی دینا چاہتی ہوں۔"

وہ اٹھ بیٹھ بولیں۔

مگر اسے وہ زندگی نہیں چاہیے۔ اسے اپنے لئے اچھے برے فیصلے کر سکتا ہے شرمیکہ اس قدر تردد نہ کر

نا چاہیے۔ دیکھتی ہی کبوں تو جن میں خود معلوم نہیں کر بیٹے کے لئے کیا ٹھیک ہے کیا غلط۔ تم آج تک اس

زبان کو سمجھ ہی نہیں سکتیں۔

اور کھو کر میاں بوی میں ڈنک مارتی اور ملاقات میں ہونے کے ساتھ ہی اجڑ جاتے ہیں اور ہمیں

لاکھ رہا ہے۔"

"پھر مصائب انداز میں سمجھا رہے تھے۔"

"تو کیا ضروری ہے کہ گھر رہا کے لئے ایسی لڑکی کو اپنا بیٹا جائے۔"

وہ زخموں سے لگی تھیں اشتیاق صاحب اس تحقیر انداز کو تنگ نظر مشتعل ہوئے۔

"ہاں ضروری ہے کیونکہ ہمارے بیٹے کی چواس ہے اور مجھے قبول ہے، مگر تم تو ہمارا بیٹا کو دیا ہو اس

بلند ہیں۔ میں ان سے مزید سر میں چھوڑ سکا، کل شام میں 'سفید لاج' چاہا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھو واقعی

ن فرادے محبت ہے تو شام کو تیار ہو جانا۔"

اب ایک لحاظ زور دے رہے تھے اشتیاق صاحب نے فیصلہ لکھ کر گریا قلم ڈھکیا۔ اور کمر چھوڑ گئے۔

نرمیکہ بے چینی سے بولتے ہوئے پردے کو دیکھتے ہوئے تحقیر بھری نگاہیں کرتیں۔

وہی اشتیاق علی تھے جو ان کی خاطر اپنے والدین کو چھوڑ دئے تھے مگر اولاد انہی ایسی شے ہے کہ اس کے لئے

بانت جانا ہے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا کرے ہمارے استقلال اور مضبوطی اس لئے ساتھ چھوڑ دئے تھے اس کی

بار اس سے متعلق امور کہ میں میں لیشی کی کھاٹ نہیں کے اس کا اسے کم از کم اتنا اندازہ نہیں تھا۔

تو بیکر بہت دھڑکی اپنی جگہ کی تو اشتیاق صاحب بھی مدد میں آئے تھے۔ وہ سرے نام کو اس سے

ہاں انہوں نے چاہے بیٹے ہوئے لازم کو پر لے اس کی کرنے کا حکم دے کر کوئی نہیں پریشانی ہر شخص کو یہ یاد

ہا کہ وہ آج 'سفید لاج' چاہنے کے فیصلے پر قائم ہیں۔

"ابو بھی بھل کر شرمیکہ کو چاہے دینے کے لئے نا تنگ ہو۔ دم نکلائی تھیں اس غیر متوقع بات پر گھبرا کر

سہم کر بیٹے گلشن میں سے چھوڑ کر اپنی اپنی بات پر قائم رہے کامر صاف لگا نظر آ رہا تھا۔

اور چھوٹے بچہ کو اور فریاد غلط لائی تھیں تو میں سمجھے سرے نے اپنا بیٹا چاہے بیٹھے تھے۔

نرمیکہ ان آنکھوں میں یکدم شرار سے اتر آئے تھے سخت تیروں سے فریاد کو دیکھ کر وہ اشتیاق صاحب کی

توجہ ہو گیا۔

"جی آپ نے فیصلہ کر لیا ہے چاہے کا۔"

پہلو تو میں کر چکا تھا اب اس پر عمل کر آدھ رہا ہوں۔ اشتیاق صاحب کے لہجے سے اور غصے سے بولے

ہئے۔ پر سب سے پہلے فریاد نے ڈانک دیا چھوڑ دیا تھا اور دونوں بچہ بارہ کافران کر دی ہوئی تھی کل گئی تھیں کہ اس

نہیں بارہ دونوں کو چھوڑنے کی کوشش کریں۔

نرمیکہ ان کے دو ٹوک انداز اور ایک لمحے کے خاموشی رہ گئیں پھر جلد سے جلال سے مخاطب ہوئیں۔

"اب کیا بات ہے میں نے سمجھ لیا کہ میرا بیٹا بیٹے اور اس کی زندگی پر کوئی حق نہیں۔"

نرمیکہ پر تو حق ہے مگر زندگی بچا کرنے کا نہیں۔ انہوں نے بلا توقف کا مٹور نرمیکہ کی ہمنوی بن گئیں۔

اب مخاطب سے جیسے اپنی زندگی بچا کر چکا تھا اس میں کوئی سختی اشتیاق علی اس لئے اسے تنہا اسے چلا

ایا تھا ہوں اشتیاق صاحب کی نگاہیں اس سے بڑے الزام پر نہ ٹھکرا کر دی گئیں۔

تو پھر سوتیلی ماں کی طرح اس کی شہینوں کی راہ میں کھڑے نہیں بچا رہی ہوں اس کے انہوں کو کچل کر

ہا انہوں کا کل جگر کے کی خفاں میں رہی ہے یہ ہمارا بیٹا اور ہمارا ہے کی زندگیوں سے بچان کر رکھا

۔ ماری زندگی کی کی اولاد والدین کے بچائے نرمیکہ پر میں کتنی شعور آگئی کے لئے یہی ہر ذی کس اپنی



چراغ سے زعفران کا راجا پتا ہے۔ فریاد نے بھی ایسا ہی کیا تو اس میں غلط کیا ہے۔

اشتہام صاحب کا پروقا اور محنت سے بھر پور انداز بڑا دلکش تھا۔

عزیزم جھگڑا کر چپ ہو گئی تھی میری سرخھی کی ایک ٹانگ تھی کہ آزادی حق کی کیا ساداری کہنی ہے جب کی لغت میں اولاد کے لیے ایسی کوئی آزادی نہیں تھی جو ان میں سے کسی کے تسلط کے خلاف لے جاسکتے۔  
 ۳۳ کا مطلب ہے کہ آپ اور فریاد کو یہ پسند پائے نہ کہ کوئی خیال نہیں اگر میں نہ بھی جاؤں تو بھی آپ جانیں گے اس لیے۔

عزیزم کی جھگڑا صاحب اپنی کار تک اختیار کر گئی تھی انہوں نے فکرت لیے میں پوچھا۔

”کیا کیا ہیں۔ بار جا رہا ہے میرے ساتھ اور نڈھو کی آخر کو اس کھر کا بڑا بیڑا اور بڑی سوسموجود ہیں یہاں اچھے اچھے جانے کی کیا ضرورت ہے۔“

انہوں نے جس اطمینان سے جواب دیا شریک ہو کھا کر بار کو دیکھنے لگیں جس کی حمایت انہیں بیشہ حاوی رہی تھی۔

”پلیز نہ مداخلت کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ ملیا کا کہنا ٹھیک ہے تو ہے کہ جو حق مجھے ملا وہ ان دونوں کو کم

چاہیے۔ ویسے بھی فریاد کی آواز سن کر ہی نہیں اچھی دیرینہ اپیل لڑی ہے ساتھ ہی ہماری کرن ہے اسے کرن ہی سن سوائے آپ کی پائندگی کے اس کی شکل میں کوئی برائی بھی نہیں پھر کیں خود خواہ کا بھڑکاؤ

کے کو کا دل خراب کیا جائے۔“

بار بڑی سے مسکراتے شریک کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسی لیے میں کہہ رہا تھا جس کی بدولت آج تک شرا

اس کی باقی باقی تھی۔

”تو مجھے تو کہ میں خود خواہ ماحول خراب کر رہی ہوں۔“ بار کا ہاتھ جھٹک کر فیس میں کہتے ہوئے وہ کہ

ہو گئی۔

”میرا ماما جسٹس کل فاؤن۔“ میرے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ا

میں عزیز ہے اس لیے اس کی خواہش بھی میں عزیز ہونی چاہیے۔

”میرا بھی کیا خیال ہے آئی۔“

میرا ہی سے نڈھو تھا کسی انداز داخل ہوتے ہوئے بہت کر کے پولیس تو شریک اس طرح جانے پلٹے پھر جن اس

”کیا رہائی کی چوائش واقعی اچھی ہے۔“ نہایت تشریف وار غلوس اور regard دینے والی لڑی ہے نہا

میری کرن سے لاکھوں میں ایک ہے فریاد بھائی اور اس کی پیروی میں بہت فرق ہے جبکہ نہاد مجھے مزاج کی ہے

لیے دونوں ایک دوسرے کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔“

اشتہام صاحب کے اشارے پر نڈھو نے بات بھٹاتے ہوئے کہا اور شریک کپاس اٹھائیں توہ کر مارا

بھر کر گئے۔

”مہوں۔“ گویا تم سب کی بھی خواہش ہے۔“ کافی دور کر کے میں بیڑے خاموشی حاکم رہنے کے بعد شریک کا

دار کو دروازہ کو بجاتا تو سب نے تائیدی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

”مگر تمہاری خوشی کو غور رکھتے ہوئے۔“ اشتہام صاحب نے سہارے لگاتے ہوئے احماد سے تقریباً تو شرفا

انہیں دیکھ کر ایک حافیہ کے لیے رکھیں اور پھر گویا وہیں ایلتے ہی میں کدورت اور بچی انتہائی تھی۔

”جو ٹھیک ہے میں چلی گئی ہوں۔“ سینہ لانچ اپنے بیٹے کی خوشی پوری کرنے کے لیے۔

”وہ رہ گئی ماما۔“

ا کے بننے پر وعدہ اس ماسٹر کی تھیں۔

”وہ تو فیکس آئی۔“ بیوی بہت اچھا فیصلہ ہے آپ کا چ نڈھ سے لیں گی تو آپ کو پلے گا کہ کتنی

اس لڑکی ہے۔“

نڈھو کی برین داؤدک بہت اچھی کی تھی کچھ بات بھی تھی کہ نہاد سے وہ حقیقتاً ”سٹار ہوئی تھیں۔“

مہیب کے نکالنے والے روز اس سے پہلی ملاقات ہی نڈھو پر کافر ناظر چھوڑ گئی تھی۔

”پلو اس بچوں کو خبر نہاتے ہیں۔“

بار فریاد سرت سے کہتے ہوئے اٹھے تو نڈھو بھی خوشی سے ہنسی بارہل تھیں ان دونوں کو خوشی سے نہتا

نظر آجا تا کہ ایک کا اشتہام صاحب نے سائے شریک کی طرف نظر پھری۔

”تھیک ہے سوچ کر شریک میرے یہاں آکر کیا۔“

سار ایش نے سہے، جیسا کہ وہ ان کے پاس چلے آئے تھے سائل کی رفاقت میں پہلی بار انہیں شریکوں جھٹکا

۔ اتنا چھکا تھا ان کا ہاتھ چھپتا کر مطمئن مسکرا ہٹ سیت کہ وہ رہے تھے کہ شریک نے سنجیدی کے نظریں

الٹ دیے۔

”مگر آپ نے میرا ہاں تو لڑا اشتہام میرے بھی نظار میرے بچوں کی نگاہ میں بے وقت کر دیا۔“ ثابت کر دیا

کہ بحیثیت سائل میں ان کے لیے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔“ وہ بہت شامی لیے میں کہہ رہی تھی اشتہام صاحب

پلے سے کہتے۔

”بلیوی شریک میرا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ تم بات بدلے سے نکال دو کہ تم اپنی اولاد کی نظر میں بے وقت ہو

گی وہ اچھی جا کر فریاد کے چرے سے خوش رہو خود ان لوگوں کی اس کی بڑھتی ہوئی سرت کے ساتھ ہی تمہاری

رفت عزت اور احرام کرتا ہو گیا وہاں کا سب دل میں خصوصاً میرے دل میں۔“ وہ خوشی اور شرماری سے

اٹھ لیے میں بولے تو شریک کے لپٹل رہے سائنڈ سائیم شریک ایلتے ہی وہ کدورت نکلی نہیں سکی جو

”نہ نہ لا ج۔“ کے لیے سائل سے رقم تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ پوچھ اور کہیں احد شور مچا تا فریاد کو کھینچ کر اندر

لے آیا۔

”کیا بیچ ہے ملا یا بھی مذاق کر رہی ہیں۔“ احد کی خوشی اور فریاد کی خوشی حورج پر لگ رہی تھی شریک نے

کمری نظروں سے فریاد کو دیکھ کر دوسرے سے انہایت میں ملایا تا حد کہ صحراد اور فریاد سے کیا۔ جبکہ اس

لی نظریں میں کی طرف مرکوز تھیں جو نہایت خاموشی سے اس کے چرے پر پلٹے رنگ بد رہی تھیں۔ بلاخر وہ

ا کہ وہ ان کو اس کیس اس چلا آیا۔ اس وقت کچھ کچھ نروس اور بے چین سا فریاد انہیں یکدم اتنا محسوس ہا کہ

بالقار اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر کر چاچم لیا۔

”میں خوشی ہوں بیٹے صرف اس لیے کہ تم خوش ہو۔“

بادجو کو کوشش کے پیچیدگی ان کے لیے سے جھٹک گئی تھی ایسی پیچیدگی جس میں بے زاری تو نہ تھی ایلتے قلبی

رت بھی شائیدہ نہ تھا فریاد نے قدرے کمری نظروں سے اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں بھی ایسی آنکھ کی کافر

تھابت ہے سب انہوں نے لپٹل غور صرف اس کی خوشی کے لیے کیا ہو۔

”وہ۔“ وہ سائل بھر کر گیا۔

”میں نے کی کمر احد نے چھوڑی نہ تھی خوب دہس بول کر ہنگامہ کیا حتی کہ شریک بھی مسکراتے پر مجبور

ہو گئے۔“

دراستی نہیں ہو ہا تھا فریاد سب سب کو خوش دیکھ کر اطمینان ضرور ہوا۔

”افسوس کیا کہ میں ہوں فریاد بھائی۔“

صہب ان سب کے آنے کی خبر سن کر کھلائی تھی۔

”ٹھیک کہہ رہا ہوں تمہارا خُبر آج آئے اور اسان کو یوں رکھ کر میری بات سنو“  
فرمانے سے بعد سرشاری سے کہتے تھے تجھ کی ملازمت کی توفیق جو تیرے سمندر میں غوط زن تھی مشکل  
و حیان اس کی طرف کا کہ جبکہ ذہن اب تک بھلائیے کیسے ہو گیا؟“ میں ہی اٹکا ہوا تھا۔  
”جی جی کہیں میں سن رہی ہوں۔“  
”تم ایک کام کھوہ یہ کہ دادی جان کو ساری صورت حال بتا دو۔“

فرمانے کے بعد وہ دوپہاڑی کر کے ریسور کاڑوں سے دور کرنا پڑا۔  
”جانتے ہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں دادی جان سے ساری بات کہوں اور وہ بھی میں! اتنی ہی بکلی کرنا نظر آتا  
ہے آپ کی میری۔“  
باد و تمام تر اعتماد کے صہبہ گرامی تھی چھٹی چھٹی باتیں مٹوانا اور بات تھی جب کہ یہ تو بہت بڑا فیصلہ اور اہم  
مصلحت تھا اسے معلوم تھا کہ اگر اسی کو ٹھیک ہوگی تو دادی جان سے زیادہ ہی سادہ بن کر اسے جیسی گھبراہٹ  
یہیں میں بھوکا تھا۔

”مگر اتن صہبی میں کی تھی جس میں یا نہیں سمجھ رہا ہوں جو کانپنے کی ہو۔“  
وہ میں رہا تھا اور جہان کی تھاک صہبی میں لڑکی میں ڈر سکتی ہے۔  
”جیہ جازا اس سے کہیں میں اسی کو بتا چلا تو جان لے لیں کی میری۔“  
”جو تم اپنی عزیز کرنا اور دوست کے لئے اتنا ہی نہیں کر تیں ہمیں تو بھائیوں کے لیے دادیوں جمان کر  
دولت لانا ہی ہے جب کہ تم پہلے مقام پر تھک گئیں۔“  
فرمانے پر وہ کہنے کی کوشش کی جو کہ گایاب ہوئی جیسی وہ بھڑک اٹھی تھی۔  
”جی نہیں میں کتنی کھلی نہیں ہوں۔“

”کی تو ہو۔“ فرمانے سے بھڑکا۔  
”کہ دادی جان کے ساتھ ساتھ ای اور تمام گھر والے ہیں۔“  
وہ یکدم سے کسی سے بولی تو فرما دیا تو اسی آہی۔ مسکرا کر لڑا۔  
”جیہ جیسے اور دنیا میں فیصلہ کرو۔“  
”بیٹھنے آگے کواں پیچھے کھائی۔“ اس نے بے چارگی سے کہا۔  
”مہوں اور جیسی میں نہیں آتی۔“

فرمانت اچھے صہبی میں تھا مگر ہوا نکل تک ناممکن نظر آ رہا تھا مگر آج جیسے ہمارا جمل خوشیوں کے نور  
سے منور ہو گیا تھا۔  
”مگر یہ کہہ کرنا چاہتی تھی کہ اس نے لوگوں کا۔“  
”مگر مگر کہہ نہیں اس سے بات دادی جان تک پہنچاؤ اور اگر خداوند کر کو کو تجھے بتاؤں بات کر لیتا ہوں  
مگر کی ضرورت نہیں اس سے کہہ کہنے کی۔“ شرم تو نہیں آئے گی خود سے کہتے ہوئے۔ وہ بھلائی توفیق تھوڑا کر  
فہم نہ رہا۔

”کیا کرنا ہے جس کا کہنا تھا ہوں۔ ایسا تو کہنا ہی پڑے گا۔“ فرمانے نے بے چارگی سے پھر پھر پڑا۔  
”جی جی بات کی ہوں دادی جان سے۔“  
مرے لیے جیسے نہیں کہہ کر اس نے فہم نہ کر کہ ساتھ بیٹھی ننڈا کو کھاجو حیرت اور پریشانی کا مرقعہ تھی اس کا  
ضبط آنا دہری کی۔

”اس کو کہتے ہیں کہ نیت مصلحت ہو تو مصلحت ہی جاتی ہے۔“ یونہی شرم کی کینچن میں بیٹھا کولڈ ڈرنک سے

اٹا دوڑو ہونا اچھڑے جسے بولا تو شرمین اور دارا نہیں پڑیں۔  
”اس کا مصلحت تو ہے ہوا کہ شرمین ہی صاف نہیں۔“  
دارا نے ممتی خیزی سے جواب دیا۔ ”مگر اس نے براسات مصلحت کیا۔“  
”مجھے تو بھی لگتا ہے جڑ سے مصلحت نہیں۔“  
”ہمت کہہ رہا تھا ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔“ دارا نے ہنس کر بڑھ چڑھی سے تسلی دی۔  
”ممتی کی مثال پر یونہی کے امتحان کی جڑ لے لیں آپ دونوں پر وہ ضرور اڑا لگے ہفتے ٹیسٹ لینے کے موا میں لگ

”جی۔“  
”کرتین فوراً میں ہی جیسے کہہ سنائی نہ ہو اور ان دونوں کی توجہ کسی اور جانب مگر کو کرنا چاہی۔  
”آپ کہہ تم شرمین کا تھوڑا کم کرنا چاہتے تھے کہ فرما لیا کہ پھر دونوں کے گرجا تھے تو کم کرنا۔“  
دارا نے بھی اس بات تک پہنچنے کے لیے ممتی کی اس نے شرمین کو نہت کر دیا تو اسے تھوڑا کم پھینچا۔  
”اس کا شائد کہ گرجا ملا دو جو ممتی کے اسی کے تو ہیں کہ رہا تھا کہ اس کو کہتے ہیں مصلحت کا لٹا۔“ وہ ہنس کر لڑا تو  
اے جی ممتی کی انداز میں سر ملا دیا۔

”میرا خیال ہے کہ تم بھی آرزو کھیلنے کے کہ اپنے بھائی کے ساتھ رہ کر لو۔“ خواجہ امیر نے تک کا انتظار  
کی اور تو بہتر ہے کیونکہ ہمیں سے جلدی سوار اور بھر بھی۔“ ممتی خیزی سے آکھوں کو شرمین کی طرف جنبش  
”ایک کے بعد ان کا فہم ہے۔ اچھا ہے شرم کے حال ایک ہو گا۔“  
مرے سے اچھا تھوڑا کر لڑتے ہوئے یکدم شرمین کی سخت نظروں کی گرفت میں آئی تھی جبکہ اچھڑنے لگا

”کتنے کو تو اس نے دادی جان سے سب کچھ کہہ دیا تھا مگر اب دل ایسی رفتار سے دھڑک رہا تھا جیسے منوں میں  
”ہوں تو زکریا پر آجائے گا۔“  
مرے کا سکوت اور دادی جان کی خاموشی اس کی جان پر بٹانے سے رہی تھی نظریں چروں پر جمائے وہ یوں  
لمبی کی لیے اشارے تھے جیسا کہ کڑی ہوگی۔ ساری بھاری کی ہوا ہو گئی تھی۔ دادی جان شاید اس کے ضبط کا  
فہم نہ رہی تھیں۔ چپ سی سادھی کی تھی۔  
”نئی باتیں کرنے پر بھی ان کی خاموشی نے بولی تو اس نے زور سے زور سے نظر اٹھائی اور بھلا کہ اس سے دیکھ کر رہی  
”البتہ آکھوں میں سوچ کی جو پر چھائی ان نظر آ رہی تھیں اس سے۔“ انہوں نے ہوا بھلا کہ اس سے دیکھ کر کہی نہیں

”جی۔“  
”اور کچھ کہتا ہے جس میں۔“  
اس کا اضطراب اور بے چینی ان سے ممتی کو نہ تھی بلکہ آخر قلعی بات ابھری میں سوال کیا۔  
”صہبہ کے لیے یہ جواب تو تھا کہ بات اس کے چہرے سے طرح طرحی سفید بیکم نے اسے ایک نظر نہ کھا تو وہ  
”جی۔“  
”جی نہیں۔“ ممتی میں گردن ہلی۔  
”ایک سے تو پھر تم جاؤ۔“

”تک کہ۔“  
”جی اور کچھ نہیں پوچھا تو ابھی نہیں۔“ خدایا! حیرت سے اس کی بڑی بڑی آنکھیں مزید کشادہ ہو گئی تھیں۔  
”ف سے سوال کر ڈالا۔“  
”اگر جان۔“

”بھید کی اور بھیداری سے اس کی طرف دیکھ کر انہوں نے حتیٰ کہ اسے کہہ کر قہقہہ میں لگا کر لگا دیا۔“

صاف اشارہ تھا۔ اندھا کیا چاہے وہ آنکھیں نہ دیکھ سکتا تھا۔

”یالاندھ کی باتیں واقعی سچ ہے یا کوئی ذرا تو خواب دیکھا ہے میں نے۔“ کمرے تک آتے آتے اس کی حالت جانفزا ہو چکی تھی۔

”وہ تو داری جان کا ہر موقع سوال کا جواب سوچ کر مگنی تھی۔ مگر جانتے ہی سب کچھ ذہن کی سیلے سے مٹ گیا۔ تو تو سہوا کر انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا۔“

”خیریت کیا ہے پیچھے لگے ہیں۔“

”دست داسی نے اندر آئی تھی بے ساختہ بولی۔ ”تو کیا؟“ وہ اسان بحال کرتے ہوئے اسے گھورتے گئی۔

”بہت فضول بولتی ہو تم۔ یہ بتاؤ نندا کہاں ہے۔“

”مجھے لاؤ نہیں ہے مچھی جان کے پاس اور وہاں سنو مچھی ملاری ہیں تمہیں۔“

”دست نے جواب دے کر بیٹھا مڑا ہوا۔

”کیوں؟“ وہ پوچھی۔

”بھئی کی کہ اتنی دیر سے وادی جان کے کمرے میں کیا کر رہی تھیں۔ یقیناً ان کا دل غلط رہی ہوگی۔“

”نکو مست۔ ایسی کوئی بات نہیں۔“

”گھر اہل بے ساختہ اس کے لیے سے جھکی تھی۔ دست نے ذرا کی ذرا اس کی طرف دیکھا اور خاموشی۔

”آگے بڑھ کر اس پر ایسی کھینچ کر پیش سوار ہو چکی تھی۔ لہذا اس کے نیچے کوئی نندا ہے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ وہاں ہر جگہ کھنکھاتی تھی۔

”مچھی! سنو! آج رات ہی نہیں۔“

”میرے لیے میں کوئی وہ دیر میں مل گئی نندا کی آنکھوں میں استغفار چل رہے تھے مگر اس وقت کہنے کا موقع نہ تھا۔

”نندا! کہاں تھیں تم۔“

”پانک کے کاتے کاتے ہوئے ان کا سوال بھی کٹھ دار تھا۔

”وادی جان کیساں۔“

”تو باہر بیٹھا کیا ہے۔ مت کیا کرو ان سے۔ اتنی سیدھی باتیں۔ اپنی ہم عمروں میں کیوں نہیں چٹھتی ہو تم۔

ان کی بات کا تعلق تو نہ تھا۔

”مچھی! ای۔ میں نے کوئی فضول بات نہیں کی۔ میں انہیں مہمانوں کی بارے میں بتا رہی تھی۔“

اس کے سوال بان تک بحال نہیں ہو سکے تھے لہذا بے خیالی میں سچ زبان سے پھسل گیا تو نندا گھبرا کر اپنا ہاتھ

مچھی سے کٹ بیٹھی۔

”یالاندھ!“

اس کی سچ کے ساتھ ہی مچھی جان اور ای بے ساختہ اس طرح متوجہ ہو گئیں اور یوں ”مہمانوں“ سے متعلق

تفصیل پوچھنے کا کسی کو خیال نہیں رہا۔

”نندا کے ہاتھ کی ڈور تنگ کر کے وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔ ایک منانے اور دوسری سننے کو مشتاق۔“

نندا اور نندا کا کہہ کر کے جلدی سے اس کیساں آئی۔

”وہاں ہوا وادی جان نے کیا کام کیا۔“

”کچھ بھی نہیں۔“

”کیا مطلب؟“

اس نے جواب دیا۔ ”تفصیل سننا دلی۔“

”وہ تو کیا وادی جان کے فیصلے کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہوا۔“

نندا کا دل جھنجھوٹ کر ابر کھاتا تھا۔

”نہیں۔ بلکہ ابھی کچھ بھی کہنا سنبھلا۔ اب تو وقت ہو گا۔ لہذا خاموشی سے دیکھتی جاؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔“

”اوہ میرے خدا۔“

لہذا حسب عادت قہقارہ کر بیٹھ مچی تھی صورت حال ایسی تھی کہ صہبہ نے بھی کوئی بلا نہ سونا ضروری نہیں

لہا کی وقت کیا حال چلنے والا تھا اس کا دوسرا کون نہ مقرر تھا۔ انداز۔

”نالی تو اس بار کچھ زیادہ ہی ناراض ہو کر گئے ہیں۔ پلٹ کر خبری میں لے رہے۔“ رات کو اور شرمین لان

ن لہا رہی تھیں جس سب سے کہنا۔

”نالی کی بات ہے۔ ان کی شکل کا کلیفہ خواہی آسانی سے کھیلنے والا نہیں ہو گا۔ ان کی نیچری ایسی ہے کہ

ب تک مخالف کی ناک سے لکیریں نکلیں۔ لہذا ان کی ان باتیں تمہیں نہیں پائی۔“

”شرمین کا تیرہ حسب سابق تھا لہذا وہ چپ ہو کر کچھ سوچنے لگی۔

”خیریت ہے تمہیں کیونکر خیال آیا ان کا۔“

”کچھ رپورٹ اس کی خاموشی پر محسوس کر کے شرمین نے سوال کیا۔

”ابو۔ بس ایسے ہی۔“

”وہ راز ایسی چوکی پر خراشے لے چکا ہے فکر ای ظاہر کی جبکہ سمعان کہنا کہ ”آپ کے فاروق اور آپا نہیں دیکھے

ایسے۔“ آج کل ایک سوال میں کر اس کی آنکھوں میں گھبراہٹ تھا۔ وادی اس کی استغفار کی نظروں سے اسے دیکھتا تھا

”وہ راز کھانچا۔ سوچیں مچی! کوئی والا نہیں آئے نہیں تھے اور کاشیفہ بھی نہیں کیا تھا۔

”البتہ اب وہ دن ہر تیرے کے دن ان کی خیریت سے مطلع کرتا تھا۔ سچے کھواہوں کو حقہ جانت کر کے کالی

ایہا برا طریقہ تھا۔ غالباً۔“ ایسے ہی گھر سے باہر والے لوگ ان پر حاوی رہے جس کے باعث خصوصاً ”نرمین کی

دست میں خدو سے برائی گئی چلی گئی تھی۔

”ویسے۔“ مچی ایسے ہی کا استہلال کرتے رہا۔ ”کر لیا ہے۔“ وہ گزرتا ہوا ہے۔ میں فیل کر رہی ہوں کہ

ایہا انتظار کرنے کی ہو۔ خیریت تو ہے ذہنیہ۔ ”وینڈگ دوم“ میں بیٹنے کی حالت کب سے ڈالی کرتے۔“

شرمین بھی ان کے دلی نظر میں تھی اور ان کو لیا۔

”تم ان شرمین۔“ تو فوراً کاروبار سے تھی۔ وہ ایسی کوئی بات نہیں پہلی کو ہم سب میں کرتے ہیں۔ اگر

ن نے تو کہہ کر دیا تو کیا سوچ کر کیا کوئی ایسی کی کو محسوس نہیں کر سکتے۔“

اس نے قصداً ”سمعان“ کا ذکر کرنے سے گریز کرتے ہوئے سوال درخشا تو شرمین سنجیدگی سے سر ہلاتے ہوئے

نہا۔ ”ہاں۔ وہ تو ہے۔ مگر یہ نے آج کمالی کے جانے کی دعا میں بھی آئی۔“ میں غالباً۔“ اس لیے کہ ان کی

لہہ کر شرمین کی لکیریں پڑتی تھیں۔ یہ بڑی تکلف و حقیقت ہے مگر یہ سچ ہے لہذا ان کے ہمارے اس

مرحہ لپ کا ذکر پچھلے سے میں بھیج کر تمہیں شاید بے محک پر دانی ہے۔“

”ہاں! ایسی تھی کہ وہاں حال پر غور نہ پڑی۔“

”میں مطلب۔“ سب کی ہلکت۔“

”رک کر بے ساختہ اس کا استغفار کرنا شرمین کو نہ پائی۔“

”نالی ڈیٹر۔“ آپ کیا سمجھتی تھیں کہ ابو صاحب کے کھنکھ خرف سے آزاد ہونے کے بعد آپ کو کھلی نغاضی

میں اڑان بھرنے دی جائے گی۔ میں عزیز م ایسی ہی تے آپ کے لیے آپ نے لہذا پوئل کی جانچ پڑتال شروع

کر دی ہے۔ کل حالہ جان سب کات کر دی میں وہ ہمارے لئے۔“

شرمین کی خبر غیر مستعد نہیں ہو سکتی تھی۔ اعتبار سمعان کا خیال کیا جو کہ الی کی دانی کا شہر تھا جبکہ یہاں

الی کی لے لے لیں کر سکتی۔ ”وہاں ہوا وادی جان کی بار مچی ہلکت مچی تھی۔“

"وہ تو چمک رہا کیا ہو گا۔" وہ خود گھلائی کے لیے بیٹھ بیٹھ کر شرمینہ کو قدم آگے چل کر لپٹ آئی۔  
 "اب دیکھو، جتنا منظور اور دلنور ہو گا دیکھو، تم اپنی رائے کا اظہار ضرور کرنا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔  
 اس کے شاولیہ پر نرمی سے تھپتھپ رہے ہوئے شرمینہ بولی تو وہ جانی نظروں سے اچھادی کر رہ گئی۔

آج کی رات کے بعد وہ چمٹی والے دن کو گھر پر تھا۔ بی بی جان نے تو اس بار جتنی سے وار نکھڑے دی تھی کہ  
 اس چمٹی کو بھی اسے آفس کی بڑی بات تو وہ اس کا آفس چاہتی رہ کر رہی تھی۔  
 لہذا گھر کا مگر مناجات کے مصداق آج گھر پر موجود تھا۔ بی بی جان کے بلانے پر جس وقت وہ ان کے  
 گیارہ بیٹھ گئے تھے کیا کیا نکال کر ہر کھڑی رہی تھیں۔  
 "خیر بی بی جان۔ یہ سب کیا ہے؟"  
 قدرے جرت سے سامنے رکھے ڈیڑھ کے ڈیڑھ کو دیکھ کر وہ سوالیہ انداز میں بولا۔

بی بی جان مسکرائیں۔  
 "اگرے بھی یہ سب زیورات صہیبہ کے لیے ہیں۔"

"یہ سب؟"  
 اب کہ جرت مزید بڑھ گئی۔  
 "ہاں، کچھ میرے تھے اور کچھ نئے اور کچھ تھے تمہاری پس کے لئے۔"  
 وہ جس کو ایک ایک سیٹ کو تنقید کی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولیں۔  
 "مگر یہ زیورات وہاں نہ آئے اور ایک ایک پتے کی کوئی شے تو صرافہ بازار کا اشتہار تھے۔ لگی۔"  
 وہ مسکراتے ہوئے بولا تو بی بی جان ہجرت سے مسکرائیں۔  
 "تو بیٹا ایک سیٹ میں اتنا لڑنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ویسے بھی آج کل کی لڑکیاں ملائی زیورات پہ  
 کتابیں ایک انگوٹھی ڈالیں اور ایک سیٹ کلاں میں آکر فیصلہ جیت چکی ہیں۔ کوئی گھما کر مل  
 تو تھا چھائی ہے نہ۔ آج کل ڈھنگ کی واردات بھی تو ہوتی ہے۔ سترے کے نہ ہی پتہ جانے خواہ  
 فرمائش۔"

اس نے قدرے "اُمیں جھپٹنے سے کھلا۔  
 "جیسے یہ سب تماشا لگ رہا ہے جبکہ میں تو تمہاری اور صہیبہ کی مشترکہ پرندے سے کچھ اور بھی لے  
 رہی تھی۔"

بی بی جان اس کی بات پر صہیبہ کو گھنٹوں مذاق سمجھ نہیں آیا تھا۔ ان کے  
 "کیا مطلب۔ مزہ کچھ لیتا ہے آپ کو۔ کہیں وہ لڑنے کا راہ تو میں آپ کا۔"  
 اس نے گھبراہٹ کے بغیر بولا اور کہا۔  
 "کیا وہ... میں بھی نہیں۔"  
 "ووہ... سویرن بی بی جان۔ کتنی بھلی ہیں آپ بھی۔"  
 وہ وضاحت کرتے ہوئے شرمینہ سے انہیں دیکھ کر بولا تو وہ ان کے سمجھ کر کھنکھرائیں۔  
 "چلے بے وقت۔ بیٹا ایک ہے تو بھئی ایک سی ہوگی۔"  
 "مگر شرمینہ تو ہمارا کی اجازت ہے۔"

وہ پھر شرارتی انداز میں کیا ہوا۔  
 "بھئی ایک مسادات کا تم کو کھانسی نہیں تو ایک ہی ستر ہے۔"  
 وہ قدرے صہیبہ کو گھنٹوں داسے بھی مذاق کرتا رہا۔  
 "وہ کم آن بی بی جان۔ اسی سنجیدگی سے میرے مذاق کا نقل نہ کیا کریں۔"

ان کے شاولیہ کے گرد بان مقبوضہ بانو حاکم کے کھلاڑے سے بولا تھا۔  
 "تو بیٹا۔ یہ کئی خوب تھی۔ اچھا مذاق تھا۔ مگر حقیقت ہی سے بیٹا عورت بہت کمزور احساس ہوتی ہے  
 اعماماً اپنے شوہر کے معاملہ میں۔ صہیبہ نے بھی کچھ اپنی دادی کے ساتھ دیکھا ہے جس بہت خیال رکھنا  
 ہے۔ گویا دیکھتے ہیں کہ انشاء اللہ ایسا ہو گا نہیں۔ لیکن اگر زندگی میں ایسا کوئی موقع آئے تو یاد رکھنا کہ  
 انہی اعلیٰ چل شانہ نے چار شاولیہ کی اجازت ضروری ہے مگر سونامی شفاء میں فرمایا کہ۔  
 "اگر برابر دیکھ کو تو تھیک ہے ورنہ ایک سی کافی ہے۔"

"تھیک۔"  
 نامحاکم نے کچھ دیکھ کر صہیبہ کو بولا تھا۔ وہ بھی ہجرت سے انداز میں سر ہلا گیا۔  
 "تو پھر کیا خیال ہے چلیں کسی دن صہیبہ کی طرف آئے ساتھ لے کر چوراز کے کھانے ہوتے آئیں گے۔"  
 اس کے خاموشی ہوئے پر انہوں نے خود موضوع بدل دیا۔  
 "اُمیں جلدی بھی کیا ہے بی بی جان۔ پورے ڈیڑھ سال بعد شادی کا پروگرام ہے تو پھر ابھی سے خریداری  
 شروع کرنے کا کافی۔"  
 "معلوم ہے مجھے کہ ڈیڑھ سال بعد شادی ہے مگر جس حساب سے تم ہاتھ آتے ہو تیار کیے لیے ڈیڑھ سال  
 بھی کم ہے۔"

وہاں جواب تیار تھا۔ صہیبہ کو سر کھانے لگا۔  
 "میں تو پریشان ہو گئی ہوں تمہارے معاملہ سے۔ آج اکیلے ہو اس لیے سب پہلے مگر کل کو جب گھر بار  
 والے کو ہوا تو بے پروا ہی نہیں چلی گھر کے لیے عورت دونوں کو یکساں توجہ اور وقت دینا پڑتا ہے جبکہ  
 تم کو کہیں برس سے یہ فرصت نہیں ہے۔ آخر وار صاحب اور اتنا بڑا ملک کیا کرتا ہے۔"  
 بی بی جان کی جھجھلاہٹ خود کو کتنی بھی چھلنے والوں کا مارا غصہ ایک سیٹ میں نکال دیا۔  
 "اشاف تو کام کر رہی ہے مگر کئی دن سے دار فوض کو سپرویزن (SUPERVISION) کو ٹرانسپیرینٹا  
 ہے۔ رہ گئے ہمارے دارا کل تو وہ آج کل اسلام آباد میں ہیں۔"  
 اس نے بی بی جان کو تسلی کے لیے نصیحت کیا۔  
 "دیکھو اسلام آباد میں کیلے۔"

"یہاں بھی وہ کام کرتے ہیں بی بی جان۔"  
 "بیٹا! کیا انہیں اپنے گھر کو وقت نہیں دیتا ہو۔ آخر انہیں کیا کہیں ہے اس لیے کہ گھر کا سکون حاصل کر  
 سکے اور جب گھر کی چھوڑ کر دیکھیں میں رہتا ہوں تو فائدہ دیکھیں کیا کیا۔"  
 بی بی جان نے بڑی سادگی سے کہا تو وہ ہنس مسکرائیں۔  
 "ہر ایک کے لیے گھر میں سکون نہیں ہوتا بی بی جان۔ بعض لوگ سکون کی تلاش میں گھر سے دور ہو جاتے  
 ہیں۔"

"کیا مطلب۔"  
 زیورات کے ڈبے بند کرتے ہوئے اس کی بات پر بی بی جان قدرے چونک سی گئیں اور سوالیہ نظروں سے اس  
 کی طرف دیکھا۔  
 "مطلب یہ کہ یاد رکھنا کہ اسے گھر میں دیکھیں نہ ہونے کے برابر ہے غالباً اس کی وجہ مسزاد کا رویہ ہے۔  
 اس کی وجہ سے مجھے یہاں کے سب کچھ بچتے رہے ہیں۔"  
 اس نے صہیبہ کی بجز یہ کہتے ہوئے تویاں کہا۔  
 "مگر یہاں کی بی بی جان تو بہت یاد دہانی اور سلجھی ہوئی ہیں۔"  
 "ہاں ہوتے ہو مگر وہ یاد رکھنا کہ کافی دور دور رہتی ہیں۔ خدا جانے کیلے؟ جبکہ انکل تو بہت نہیں کوئی ہیں۔"



"ہاں بھئی جاکیں اور جلدی سے تاک کے آئیں کہ اندر کھڑا کرتا ہو رہے ہیں۔"  
 سب اپنی اپنی دلیل کرنا نہیں چیتے تھے بلکہ فرما گئے تھے کہ اگر تو اٹھ کر نہ گئے تو کبھی بھی وہ دایم  
 آئیں تو سادہ اور آؤرو ہو کر ہر گھل گئے

"تو بڑا شکستہ رہ رہو اندھا ہو گیا جو جانے پہنچانے میں نہیں۔"  
 فوریہ باقاعدہ جرتے ہوئے ڈرا ٹنگ دم کے دروازے کی طرف چل دی تھا "کان کان گارنے کا ارادہ تھا۔  
 اس کے جانے میں بدعت صہبہ کی طرف متوجہ ہوئی، سب نے فوراً نظریں پھیر لی تھیں۔ مگر بدعت نے  
 کہا تو قہم کر اسے متوجہ کر لیا۔  
 "بیتا صہبہ، سب کیا بک رہے؟"

"کون سا بک رہا؟"  
 "بہی انتقام اکل کے گئے۔" بدعت جھپٹا لئی۔  
 "جس اندازہ ہونا چاہئے۔"

اس نے جسم سے جواب میں وضاحت کر دی۔  
 "بہی مطلب کیا؟ اپنی ہی دیوانہ پن کو روک نہ سکتے۔"  
 "ہاں ہاں کیے آئے ہیں۔ کچھ نہیں آئے۔ اب ہو گا کیا بے؟"  
 اس کی بات کٹ کر صہبہ نے بے ساختہ کان اور چہرہ پٹی سے اسے دیکھا جواب تک احتجاج کر مارتی  
 ہوئی تھی۔

سائل سے ایک مخصوص دوش پر چلنے سے اچانک کسی نئی راوی کی نوبہ سنائی جانے لگا۔ قہم کر کا نفا  
 نہیں ہو کر فوراً "اسی راستہ لیا جاتے۔"  
 سفیزہ بیگم جاتی تھیں کہ ان کے بیٹوں اور رسول کے لیے یہ بات قبول کرنا تھا آسمان ہرگز نہیں تھا۔  
 لے انہوں نے پہلے سے رضامندی کر رکھی تھی۔  
 باہر کی شادی پر وہ سب "مقتضیٰ دلہا" گئے اور پھر صہبہ کے نکاح پر وہاں سے سب "سفیزہ لاج" شریک  
 لے آئے تھے۔ پچیس سال بعد کی یہ بدعت کافی بچی رہی۔

یہاں وہ کسی کے آج جب یہ لوگ بغیر کسی بدعت کے آئے تو یہی پہلے مخرج تک ذمیت کا طم قہم قہم  
 لے لیا کی سمجھ میں کرتے ہوئے خوشی سے کہنے لگے۔  
 لیکن اب جبکہ راوی کے کہنے سے ایک بار پھر بیگم بدعتی ہی اس رشتے پر کوئی راضی ہوتا نظر نہیں  
 تھا خصوصاً "انعام صاحب" ندیا کے والد ہونے کے باعث یہ رنگ لپکتا تو تار تار تھے کہ اسے کریم کے قتل  
 و سزا جانے اب بک رہے تھے اور سوتیلے رشتوں کا مسئلہ تھا۔  
 خواہ مخواہ معاملہ ختم ہو جائے یا نہ تھا۔ راوی جان پوئی کے بل کی خرافات سے واقف تھیں فرما سے بھی دل  
 تھیں۔ اور اپنی عین نظروں سے اس کے بھڑکنا دیکھ کر بھی جانتی تھیں کہ اس رشتے کی حالی ہونے میں کوئی  
 راز تھا۔

تھیں شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی کی تفریق سے دوسری نسل کے جوان کو دکھ میں مبتلا کرنا چاہتی  
 تھیں۔ مگر یہاں سوتیلے سب سے بڑی اس رشتے کے خلاف اپنے والد کا دل دینے تو بچہ ڈھانے کے لیے رک گئے  
 بہت سیادو قارئین میں کیا ہو گیا ہو۔

"تمہارے اختلافات اپنے والد سے میری وجہ سے ختم اور بدعت سے تمہارا سارے قصے میں انتقام  
 قصور سے بیکہ کہ تمہارے والد کا بیٹا ہے۔ جس جاتی ہیں کہ سوتیلے رشتوں کو قبول کرنا آسمان نہیں ہو گا۔  
 یہ تو سچ کہ اپنی تیری نسل کو اس صورت کی یاد میں سزا دل دی جائے جس کے اسراف نے کیے ہوئے  
 فرما چکا ہے جس میں ہی ہوں اس نے سب سے مختلف ہے اپنے گھر میں۔" اچھا ہمارا، سلجھا ہوا لاکا

خوش نصیبی سے، "یہاں انعام میں جاتی ہوں کہ قرآن پڑھتی آتی ہے جو گھر بھی سوچ کہ اس کا راضی میں چلا  
 سکتی۔"

"یہاں ہی جان میں نے ایسا کیا کیا۔" انعام صاحبہ بڑی سے بولے۔  
 "تو پھر میری صلاح نافہ ناشی کو بھول کر مستقبل کے لیے سچ انصافی سے سوچ۔ ندیا کا جو دست اچھا رہے  
 گا تو وہ سب دلوں کا خلیجی ہے کہ ان میں خلیجی خلیجی ہے۔" چھاپیں لگتا۔

"مگر مگر کچھ ہو رہا تھا۔ زندگی کے فیصلے خدایت سے کیا ہو سکتی اور صلے کے جانے ہیں۔ تمہاروں  
 بہر حال والدین ہو تو رہے ہو فیصلہ کرنے کا مگر خدا خیال اندر رکھنا کہ آج کے بچے ہرے پچھلے دنوں کا حساب  
 ضرور دیتے ہیں اس لیے مخرج کے مستقبل کے لیے ہی نہیں اور تین تین غلام کی جانیں تاکہ آج کا مستقبل کل  
 کا بھی ہے تو اس کے سوال کے لیے اور اگلے خدایت کے لیے کہ سیاست غلاموں کا مل جودہ دے۔"  
 اپنی بات مکمل کر کے انہوں نے مکمل گویا برخواست کی لڑ بھائی گھر کا ہر پہلو گئے۔

کوئی بھی انقلاب اچانک نہیں آتا اس کے پیچھے ساروں کی زمین اور دلائے لائن تحریکوں کی خوشیں کا فرقا  
 ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس مسئلے کا حل بھی اپنی جلدی تک نہ تھا۔  
 بیگم انعام اور خرافات صاحب اس رشتے سے مکمل طور پر مطمئن نہیں تھے۔ فداا معاملہ طویل پکڑا چلا گیا۔  
 جس قدر دن گزرتے جاتے رہتے ندیا اور فرادی بے قرار رہا تو کچھوے لگی تھی۔

اور یہی حال آدھا چان "انتقام صاحب اور صہبہ" کی تھی۔ یہیں ہی واسطہ دیا واسطہ اس معاملے میں  
 خدایت تک سے دو تک اٹھوا لیا۔  
 ڈانگ دم میں جس وقت صرف کانے اور چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی سفیزہ بیگم کی آواز کو بھی تو پچھلے  
 کی دلوں سے چھانی خاموشی خدا ان کے فیصلے سے بچ گئی۔  
 "جس نے ندیا کا رشتہ فرادے کے لیے کہنا چاہا۔ اگر کسی کو اعتراض ہے تو بتا دے۔"

جرم تھا کہ سب کے والدین پر یوں کہہ کر کہنا کہ انہوں سے چھوٹ کر بھیلوں میں جا کرے اور  
 کہہ میں ایک بچہ جس کے بعد خاموشی چھائی۔

"ملا کے سامنے بولنے کی کس میں جرات تھی سب اپنا جگہ بہت بٹھے ہوئے سفیزہ بیگم نے حکمت  
 سے مخرج رو انا میں سب کو سالیہ نکلوں سے مکمل۔

"صاحب کہنا چاہتے ہو انعام۔"  
 انعام صاحب کے چہرے کے اثرات صاف جاری تھے کہ وہ اپنی بیٹی کے مستقبل سے حلق اس فیصلے پر  
 حیرت زدہ تھے۔ کچھ ایسی ہی حالت ندیا کی والدہ صہبہ بیگم کی تھی۔

"یہاں ہی مان۔"  
 وہ صوبہ سے مخرج ساتھی سے گفتگو بھی۔ زندگی میں بیکاروں کے فیصلے سے اتفاق رائے نہیں ہوا تھا انہیں مخرج  
 صاف انکار کی ہی حالت نہیں تھی۔

"مکوش سننا جاتی ہوں تو کہ اس بارے میں کچھ بڑے بھی میں نے قسم کو سمجھ کر رائے تھیں کرنے کے  
 لیے کہ بچہ کا قاتل کرنا یہاں تک صاف تکمل میں تھا کہ اس کی ہر گز نہ ہو۔"

"نہیں اپنی جان میں تھیں۔ ہمارے سوا میں تمہاری ہی تمام حاصل معاملہ تو یہ کہ کیا ندیا کو "مقتضیٰ دلہا" میں  
 عزت دے دو گا تو دل سکتا ہے جس کی خدایت نہ کرے گا۔"  
 انعام صاحب نے انتہائی تشویش سے سوال کیا تو سفیزہ بیگم خاموش رہ گئیں۔



جواب دے کر وہ لڑکی نے کہا: "میں نے اپنے والدین کے کہنے میں نہیں دیکھا کہ کسی کی کیا شہادت ہوگی؟ لڑکی کی رائے کی

293

وہیے بھی زندگی لڑنے کے اور لڑنے کو گراہنی ہوتی ہے اور ہم پہلی ہی سے زندگی بہتر گزار سکتی ہے اور میرا خیال

مجھ کو ایسی ہی نہیں ہوگی۔

الاعمال والا قوت۔  
انعام صاحب نے کیا سہی ہو گیا۔

مستم غور میں بھی مکمل کر لی ہو مگر لڑاکا دل کے کتنے میں ہو تو وہ قابل قہل کے میری بیٹی کی نہیں سے گا اور اپنے فیصلے خود کرنا تو میری جائز حق نہیں واداد ہے جا چلی ہے بیٹے والا صلوات۔

مگر چونکہ کہلوں میں صرف ایک فرد کی حکومت اور انوار دار کی قائم ہو نہ سکی تھی میں کرتے متوازن اور بہ سکون کہلوں کی بنیاد پر انفاق اور لکھن میں ایک سو کے خوراک کو اپنے ہوتے سے ہی مضبوط ہوئی۔

قدرا یہ سوتا ہو تو نہ کہ نہیں اپنی بیٹی کی سلطنت کی مطلق العنان سربراہ کر سکتی ہے بلکہ اس کی عقل خود گھر کی بہ سکون بنانے کے لیے مجبور واداد ہتھیار اور چارہ کا ہونا ہے۔

انعام صاحب صاحبان انوار میں کتنے تھے بہت کچھ جن کا راضیہ تھیں بل میں بننے جاتے ہو تو فیصل اور اندیشوں کے گرواب میں بھی کر لیا کہ نہیں۔

تو کھو نہ دیا میں تمہاری ہاں میں بیٹا تم سے اپنے دل کی بات کیا آسانی کر سکتی ہو یہ ورثہ کیا ہوا ہے میں اس سے کہ نہ کب مکمل مطمئن ہوں تم پر انداز اور کتنی ہو۔

کرنج نہ دیا کی خوشی رضیہ کے کہ میں گھر اور سب واداد ساقہ وقت خوشترک رہی تھی۔  
تمہاری وادی سیت تمہارے بیٹا میں اس فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں کہ انہیں ہاں کر دی جائے یعنی اشتباہ صاحب کے بیٹے کو فراہم کا رشتہ منظور کر لیا جائے۔

میں کے لیوں سے لکھنے والے الفاظ تھیں اور قبول نہ ہو تکل پہلوں کی پیتاں جنہیں طوطیوں ہواؤں نے ادا کر اسے ملا دیا تھا۔

بے اختیار سوالیہ نظریں ان کی طرف پڑیں انہیں جیسے ان کے الفاظ کی تصدیق چاہی ہو یہ یقینی اور پہلیاں مرتبہ بیک وقت تفسیر عروج کا چہرہ دیکھیں کہ فردی طور پر یہ احساس کرنا مشکل لگ رہا تھا کہ آیا وہ خوش لڑاکا ہے یا بے یقین۔

جب کہ کھٹان لوگوں کو ہاں کہتے سہو ہے ستارے ہیں۔  
رضیہ بیکار اس کی حالت سے قطع نظر اور بے خبری ہی کے جاری تھیں۔

”چنانچہ میں کیا ماحول ہے مگر کامیابی وادی میں ہاں سے مطمئن ہیں انعام بھی یہی کہتے ہیں کہ فردا اچھا لڑاکا ہے میں بھی بیستادتی ہوں تو سرخیلے ہر سیریلے ہوتے ہیں بیرون اول درجہ ہے۔“

رضیہ بیک در حقیقت سخت خوش واداد میں تھیں بیٹی کیو کو اپنی بیٹی یعنی انعام صاحب کی بہن سہو کے بیٹے سے اپنا واداد تھا اور اللہ خوش بھی ایک بیٹا بھی تھا نہ ہوا کہ۔

خوش گئی کہ چہرہ کی گھر کا لڑکا تھا صاحب کا لڑکا بھلا چاہے اس کی طرف سے کوئی گھر نہ گئی جب کہ لڑکا طوطی کا گھر تھا لڑکا کوئی بیٹا نہیں تھی اسے اپنے بہن بھائی حالات کا سامنا کرنے نہ تھیں خیرا بیچ نہیں کوئی نہیں تھی وہ بھی کہیں لوگوں میں انہیں جنہیں سہو تھے مگر مانا ہے۔

”جب تو بڑے صبا بھائی اور تمہارے بیٹا میں انعام اور تمہاری وادی کی بہن واداد ہے تو بھائی“ رضیہ لگنے کے ہیں گھر بیٹی بیٹی کو اپنے لوگوں میں نہیں جاتا جن کے ساتھ پہلے ہی بیٹھوں والے رشتے ہیں۔

لڑکا اچھا ہے کہ بیٹی انہوں نے بڑی محبت اور تڑپ سے اچھا دیکھا جو کچھ پہلے تو خیروں کے ہنڈولے میں بھول رہی تھی یکدم آسمان سے زمین پر اُگر۔

”بی بی“

لیوں نے آواز جنہی کی سوالیہ حیرت سے انہیں دیا وہیں رضیہ بیک کی طرف انہیں واداد لے مکمل۔

294

کی بیٹا یہ اول یا لکل راضی نہیں اور اس وقت سے انعام کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ تم انکار کرو۔  
”بی بی“

ن کہ بات سے ہو کر اطراف میں بھول گئے  
پایں نے کہا کہ وہاں جب صرف خود کم کے قائلے میں چل رہی تھی ہیں راستہ ہاں

کہ اس وقت اور اس حال پر ہے ہر گھنٹہ کے گھنٹے گئے  
اپنی زندگی پر اپنی وادی کو انکار کر دیا تو نہ تمہارے بڑے ہاں کہتے کہ بے ہاں کیڑا نہیں غمیر کے

ابھی زندگی تڑپ کے نہیں اچھا کھا کھا آگیا ہے پھر گئے ہاں کی بیٹا ہے پہلوں پر رکھ سکتا ہے  
ن۔

وہاں یوں چکا رہے اور پہلے لگیں جیسے کوئی پکاؤ نہ رکھنے والی اسکل کرل ہو جسے میں کے بھلاؤں  
بل جائے کی عادت ہو۔

رضیہ بیٹا اس میں قہار چھی طرح اپنا اچھا رہا تھی۔  
شہر ہاں کی کو نہ ہاں سے بل کا مل رہا ہے واداد ساتھ ہی اسے بھی مطمئن تھا کہ غمیر اور اس کے مزاج میں

آہاں کا فرق ہے نہ تو خیر اور زندگی کا ایک جب کہ طبیعتا میں نہیں لگتا تھی دیکھنے طوطی کی تھی۔  
میں کیا ہوا تو ہم پہلے گئے ہو۔

ان کی بات پر وہ نظریں جھکاے اشتباہی حیرت کا شکار تھی بیٹی کی کس طرح کو سمجھانے کہ اس کی خوشی  
کے ساتھ ساتھ میں فراہم کے ساتھ سے ہیں ہے۔

”پلویا کرو اچھی طرح سوچ لو میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا بالکل ذرا مت بے حساری زندگی کا سہلہ ہے وہی  
اور تم چاہو کہ دیکھنے مطمئن کے کہ تم میری بیٹی ہو۔“

وہاں اسے غمیر کا حسب نشانہ فیصلہ کرانے کی کوشش کرتے ہوئے رضیہ بیک نے اس کے سر پر ہاتھ بیکر کر  
جائے کا اشارہ کیا تو نہ ہرے عہد انداز میں گھر لائی ہوئی۔

”ہاؤ جا کر اطمینان کے سرخ لکھ جائی ہوں نہ بہت ترشیں ہو لڑکا صاحبہ کو اپنے فیصلے سے مطمئن کرنا میں  
اسے پہلوں لگ۔“

بے اختیار طرح سے باز کرتے ہوئے بھی انہوں نے بظاہر اسے اپنے فیصلے میں آزاد کر دیا تھا کہ کیا کتنی  
رہتے ہوئے انہوں کو پہلوں کی ہاتھ پر روکتے ہوئے بے شکل کرے سے باہر نکلی اور جا کر اپنے روم میں بند

نہیں کی اطلاع کے مطابق اپنی جان سے اس کے لیے کسی اور رشتے میں بھیجی گئی شروع کردی تھی اور یہ  
سابقہ حاکم جیسو اچھا تھا۔“ میں طرح اچھا تھی۔

زندگی میں خوشیوں اور اطمینان کے دل کی کتنے کہتے ہوئے ہیں یا شاید اس کے ساتھ ایسا معاملہ جاتی تھی  
شرین سمعان گروہ کی اپنی بیٹی کے واقف ہے اس لیے اسے پہلے سے اپنی بی کے ٹکڑے فیصلے سے آگاہ

ہوا تھا کہ وہ اپنے لیے کوئی فیصلہ کرے کہ اس میں اپنی جرات اپنی اعمال میں تھی۔  
نئے سرے سے بیٹا لکھ پھر کہ کاربن تھی میں صرف کی نہیں تھا کہ اپنی بیٹی اس کے لیے رشتہ دیکھ رہی

نہیں اصل یہ بیٹا لکھ تھی کہ اپنی کی زیر موجودی میں اگر ایسا دیکھتے ہو تو میں نا تو کھر میں شیشی کا پڑنا بیٹی  
تھی۔

دوسری طرف سمعان کی آنکھوں میں لکھے سوال اپیل پر کرنے کے لیے بھٹکے تھے اسے لگانا کسی روز  
اسے روک کر اپنے سوال کا جواب مانگ لے گا۔ جب کہ جواب میں اسے بتانے کے لئے اس کے پاس جو کچھ

اسے وہ الفاظ کا پیرا پیرا کرے کر خود کے مہل میں کرنا چاہتی تھی۔

ایک بار چار دیواری کی نسبت اس پر حاوی ہو گئی تھی۔ کوئی کوئی ای تو وہ پہلے بھی رہتی تھی مگر اب جو ا  
 شور و حال سامنے آئی تھی اس نے اسے ششادیاں سارے روز اسکول سے واپس آنے کے بعد وہ آرام کرنے کا کام  
 رہی تھی کہ ایسی ہی دردناک کر کے اندر چلی آئیں  
 ”مواہجی آپ یہاں؟“

حیرت فطری ہو گی کہ انہیں ایک دوسرے کے درمیان آنے کے لیے کون کر رہا ہے۔ کیا اس میں  
چیت اور ذہن تو نہیں خوار ہو رہے ہیں؟ ہم نے تو اس کام کے لیے لوگوں کو ہی استعمال ہوا تھا۔  
"ہاں! کیا میں تمہارے گھر میں نہیں آ سکتی؟"

اس کے اسرار کا کیا یہ جملہ اسے چونکا کیا ہو چیت سے اپنی جگہ ٹھنڈی ہو گئی تھی تو آجے آیا کہ جب کا  
بات مذاق واقعہ، خواجہ صاحب سے انسان کے ہر کمرے کے سوا کہ جانا ہے۔ اس میں اس وقت کچھ اسلام  
کی کیفیت سے دو چار کریں۔

دوسرے دن میں میں دور خطرے کے منتہی بھی تھی۔ اتنی ہی کا اس طرح اس کے کمرے میں آگیا اور  
میں وہاں تھا۔  
میں نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں اس لیے کہ آپ اس طرح سے آئی نہیں ہیں اس لیے مجھے خود آواز  
لگا "آئیں صوفے پر بیٹھا دیکھ کر اس نے خود کو پکڑا کہ آج کل ہر لمحہ یہ لگتا تھا کہ جیسے کبھی وقت بیکہ ہم  
فیر سٹوٹ ہو جائے گا۔  
"یہ اخلاص ہے تم رست کرنے کے موڈ میں تھیں"

اس بات کو جس سے نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے کیا سوال داغ دیا اور اذایا تھا کہ میں آکر انہیں جو جیسے غلط وقت پر ملتی ہیں۔  
 "میں سمجھ گیا خاص نہیں البتہ بیچ کرنے کا پروگرام ضرور تھا۔"  
 اس نے اب تک بیچ نہیں کیا تھا جن پر شائد نہ کرنے کے باعث اس وقت ہموکست زوردار لگی تھی لہذا پہلے  
 کھانا کھانا تھا۔

”اے تم پیچ کر آؤ میں تمہارا دستہ (انتظار کرتی ہوں) دراصل تم سے کہہ بات کرتی ہے۔“  
 صوفی کی ہلکے سے ٹپک لگا کر سائیدہ پر رکھا میگزین اٹھاتے ہوئے انہوں نے قدرے سرسری سے یہ نہیں کہا تو روایت کی صحت پر ”مجھ کو خاموشی سے اس رنگ و دم کی طرف بڑھ گئی۔“  
 (تجربہ نامی نئی کتاب کی دہائی والی ہیں چاہتے ہیں ان کے سوالوں کا جواب دے بھی سکوں گی یا نہیں یا یہ بات کی طرح خاموشی میں دھوکا دیں گے۔)

وہ محتسباً لکھنے لگی تھی مگر قزوین میں راجا مولوی کے مصداق چپ چاپ اگر ان کے مقابل بیٹھ گئی۔ غالباً وہ کوئی بے حد چپ آرائی پسندے شخص تھیں کہ چند خاصے اس کی آمد سے خبر دیں اور بد اس کی نظروں کی محبت سے لا شعوری طور پر چپ بن گئیں تو اس کی طرف سراٹھا کر دیکھا۔

عجیب سا ہوتا ہے یہ سوال بھی، کسی کو دیکھتے ہوئے بھی اس سے اس کی موجودگی کی تصدیق چاہتا پھر اگلے کا جواب دے گا اور بھی دلچسپ ہو جاتا ہے کہ جیسے وہ بھی اپنے ہونے کی تصدیق کو اہم سمجھتا ہے۔

اس کی توقع کے برعکس انہوں نے زمر اور حرکی بات چیت بڑی قسمی چنانچہ اچھے ہونے ذہن کے ساتھ اس نے ان کے سوال کا مختصر جواب دے دیا۔

احد کو جانے کیوں فرما دو گا چاہئے جس میں مردہ آقا اس وقت بھی اس کی خاموشی کے بعد خود مستقل رہے جاہا  
مکون رو زحما اور باہر چارہ کچھ نہیں کیوں کہ میں سنوں۔  
پارے لہان کی طرف آتے ہوئے صحن آخری قریبی سا قافرا سوال داتا تو دنیو نے صحت جملے کا میں  
سنایا۔

”ہو گیا انتظاران پر زماہل (Un bear able) ہو گیا ہے فرما صاحب کے لیے۔“  
پارے میں ماسی آئے گا ہوں اپنا تو خیف ماہو گیا۔  
مگر ہو گیا ہے مہائی۔ کس بے دلکھے کیوں کار نہ کر رہے ہیں بہ کچھ کہ تو میں میں نے آپ لوگوں سے  
جھجھجھ جھجھجھ انداز میں وہاں تک مختلف گدا کا قند  
”ہاں تو اس نے کیا فرمایا ہے۔ تم آپ کے اپنے ہیں۔ کہنے کا نہیں دیا ہوا ہم آپ کے دل کا  
چرے سے بڑھ گئے ہیں۔“

احد کی خوشی اس سے بڑھ سافتہ چنے پر مجبور کر گئی۔ ہار بھی مکر اور اپنے  
”کیومت انتہائی کہتے ہو تو۔“  
ایک زوردار وہ چپاں کے کٹانے پر رید کر رہے تھے اس نے گویا دلہ لیا۔  
”آپ کو اور یہ کچھ بھی اور باہر مہائی غلوں رکھنے والوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے۔ اس کا شتا  
فرما کر اس کی طرف قند۔“

”ہاں۔ کئی ٹھیک ہے مطلب کل جانے کے بعد مہلا کو ان پر جتا ہے۔“  
احد نے خون پر قہقہے پر کیا تو ہنسی چلا کیا دنیو کی ہنسی اس کی باتوں پر کئی نہیں تھی اس وقت بھی اس  
بھرور ساتھ دیتے ہوئے فرما گواہوں نے بھی خوب خوب چھیڑ  
”میں وہی جس کی کو اب معاف کرو اسے اور یہ سوچ کہ آخر ”میں لاج“ والے اس قدر رو رہے ہیں کہ۔“  
”ہاں۔“  
دنیو نے کالی پر اس کی درگت پر بھی کئی توں دوقلوں کو روک دیا اور اصل موضوع کی طرف لوٹ آئے  
وہ تین ہی بچہ ہو گئے۔

”ہاں۔ کئی باقی یہ تمہارے کر رہے تھے کہ اکل سے کہہ کر زور مہلا کو اتار دیں کہ اور کیا حالات ہیں۔“  
دنیو نے صحن پر کئی سے کہتے ہوئے ”اوھر“ پر زور دیا۔  
”میں سب سے پہلے ہی کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ صہیب سے معلوم کریں۔“  
احد کے ذہن میں اچانک ہی اپنا آئینہ آیا تھا جسے اس نے فرما ”الفاظ دے دیے بارہ اور دنیو نے بھی تانید  
نظروں سے اسے دیکھا۔

”ہاں واقعی یہ ٹھیک ہے۔ چلیں فرما ہائی کال کریں صہیب۔ اس سے واقعی صحت جو حال کا پتا چلے گا۔  
صہیب سے ہی میں فرسٹ ہینڈ ناچ (First Hand Knowledge) سن رہی ہے۔“  
دنیو کی جذباتیت اس وقت دیکھنے سے تعلق نہ تھی۔ کسی کی دلچسپی کی طرح اس ساری صورت حال کی  
لفظ سے وہی نہیں کیا۔  
”تم کن بھیجی۔ جسے کام ڈاؤن (Just calm down) کسی کو کال کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”صہیب مجھے فون کر چکی ہے۔“  
”انہوں نے کیا فرمایا آپ نے۔“  
احد نے بات بک کر اسے مگھور۔  
”فردا کو دست سہل اتار دے فرما کیا بات ہوئی۔“

”نہیں بچی کا حکاماریا فرما دلربا۔“  
”کیا ہوں جی ہاں اعلیٰ اعلیٰ معلوم ہو سکا ہے کہ لہذا کہ قند یعنی انعام اور ولدی چاہن ماضی ہو گئے ہیں۔“  
”ہے۔“  
کیا بات مکمل ہو گئی تھی احد نے فوراً جواب دیا۔ جبکہ بار بار مکر اسے ہوئے اس کے ”دلی جان“ کہنے پر  
”خیر سے چھٹے۔“

”ماتہوس کی بات ہے فرما ہائی۔ اچھی بیٹی خربک کو معلوم تھی اور آپ اب تک خاموش بیٹھے ہوئے  
راہی بھی نہ بکھت نہ بڑھتی نہیں۔“  
نویسے سب سے پہلے اسے آئے گا ہوں اپنا قافرا اس سے پہلے کہ کوئی دہائی بیان دیتا احد خود ہار بھی  
مخلاف ہو گئے اور گراہ کر اسے اتار شور مچا کر اسے ان سب کو ٹنٹھوئے کھوڑا کرتے ہی تھی۔  
”اے اے کے جہاں آپ سب کہیں گے کوئی نہ شعلہ گا۔“  
لیکے سے مکر اور یہ بھی طرف سے دس یا دس تھی شامل ہوں گے۔ احد نے پچھانی سے کہل  
”دو بیٹی اور ہار کی طرف سے بھی اتنے ہی بچہ کر۔“  
نیز دہائی ماسی صہیب احد کے صحن مکر اور اپنے۔  
”دو بیٹی پر نہ شعلہ جاری ہے چارہ دھو کر۔“  
”اچھی نہ شعلہ قند۔“

”کیں ہار پر زور نہ شعلہ ہی ہے کہ نہ دھو کر کے لے کر صرف میرے ہی ساتھ ضرورت ہوں گے  
پناہ ماسی کی دوش میں بھی اس کا خیر میں شرکت کے لئے ضرور آئی گی۔“  
”ہے آگھا مارے ہوئے دنیو کو اشارہ کیا توہ کھکھلا کر سن رہا۔“  
”ہر ٹھیک ہے ان سب کو صرف دلچسپی میں ہی دیا والیہ نہ شعلہ دہانے میں صرف سہلان کو لے جاتوں گا  
رنت۔ آپ لوگ بھی دلچسپی میں ہی شرکت کی زحمت کر دیجئے گا۔ کو کے گناہ ہے۔“  
”ہی ہائی کاہائی قافرا اور ایک ماسی میں اپنا فیصلہ سارکشتہ اور چلتا ہوا۔“

”ہے لہذا اور احد کی قہقہہ پر اسے اس کا اپنے کرے تک بچھا گیا جس کے دوا ان سے احد داخل  
گئے وہ بچہ بے سافتہ مکر رہا قند۔  
”نہ شام کی بی بی کے بتائے ہوئے سہلاؤں کی آمد موقع قحی لہذا جس میں اسے اس کو اسکول گئے کے لیے تیار  
تھی ماسی انہوں نے شرمین کو یہ فرماتے کے لیے بھیج دیا۔“  
”ادانہ تاک کر کے جسے شرمین کرے میں داخل ہوئی وہ چلنے کن سوچ میں کم پڑے پر پس کرنے میں  
غیر آتی تھی آپ ماسی انہوں کی حرکات سے اندازہ ہوا تھا کہ دھیان کام کی طرف نہیں۔“  
”نہیں۔“

”جب کی کو ازاد اس کی آمد سے پیدا ہوئے لوالی آہٹ بھی جب شرمین توجہ میں نہیں تو اسے پکارا پڑا۔  
”ہوں۔ تم راجرت۔“  
”چمک کر مڑی اور قدرے تجھے شرمین کو دیکھ کر کہ اتنی صحت کہی تھی۔ پھر مڑی میں زیادہ ترس  
دیکھتے تھے جانا ہوا قافرا لہذا جاتی کسی ماسی حساب سے تھی۔“  
”ہاں میں اتنی کئی نے سمجھا ہے مجھے تم سے کہہ کر ہے۔“  
”مالی لینے ہوئے صوفے پر بٹے ہوئے ہوئے۔“  
”ایا کہتا ہے۔؟“  
”نظر سے اس کی آنکھوں میں سوال اگر شرمین ساتھ حیرت بھی تھی کہ اس کی بات ہے ہوا تھی ہی نے خود

اس سے براہ راست نہیں کسی بلکہ خلاف معمول شرمین کو خیر سے بچایا۔  
 شرمین اس کے چہرے پر چماتے تعظیم کے ہاتھ دیکھ چکی تھی لہذا سنجیدگی سے اسے دیکھ کر قہقہہ  
 اشارہ کیا اور بولی۔

"تو آتی ہی ہے کچھ سہانہ ہوا ہے۔ غالباً۔" جس میں ان کی کدو کی نوعیت کا اندازہ تو ہو گا؟۔ "شرشہ  
 قدرے توقف کر کے اسے دیکھا اس کی خاموشی میں تائید تھی۔

"اس لیے انہی کا گمان ہے کہ اگر آج نہ جاؤ تو کچھ پر اور اگر جاؤ تو اسکل سے فائز نہ ہو گے مگر کامیاب ہوئے۔  
 شائیک کا دوا پر اپنا ہاتھ تھا اسے کل پر سولہ چلے گا۔"

اس کے چہرے کو نور دیکھتے ہوئے شرمین بولی تو وہ سب باتوں سے استری کا ہلکا ہلکا نکل کر خود بھی صرا  
 مگی توجہ نہ تھی۔

"جس میں کیا ہو؟ تو لڑکیاں تو ایسے موقعوں پر بڑی خوش ہوتی ہیں جب بڑی بے چارے آتے ہیں۔  
 خاموش کیوں ہو؟۔"

اسے کہہ دینے کی خاطر شرمین بڑی خواہش سے مسکراہٹ لیں پر سچائے ہوئے پوچھ رہی تھی آگے  
 شرمین کی چمک چمک کی بات نہیں۔ اس نے سب بات چمک چمک ہو اس لیے عجیب سا لگ رہی ہے۔

"میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اس لیے سب بات چمک چمک ہو اس لیے عجیب سا لگ رہی ہے۔  
 اسے تو خود سے بھی راز داری ہے کہ اسے کیا خیال ہے اس لیے سب بات چمک چمک ہو اس لیے عجیب سا لگ رہی ہے۔"

"شعور کے یہ کیا بات ہے؟۔  
 شرمین نے قدرے جھک کر آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"ہاں۔ اور بات ہو سکتی یا نہیں؟۔  
 وہ نظروں پر آ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پکڑے سمیٹ کر ایک طرف ڈال دیے۔

"جو کیا اسکل نہیں جا رہی ہیں؟۔  
 "جہنم۔"

استری کا تالیف کر اسے اسٹینڈ پر رکھتے ہوئے قصداً "مخ خود مٹی۔  
 "ہاں ظاہر ہے سب پر ہنسنے پھرنے میں بھلائی کا لطف آئے گا۔"

"تم شرمین کو شرمین کا نام یاد دلانے سوئے گا اور اسے۔  
 شرمین کی خوشی نظر انداز کر کے اپنے احساسات اور تاثرات چھپاتے ہوئے اس نے ہمارے ہٹنے کا قصداً

مکر کا سوال کیا۔  
 "سوئے گا تو میں فی الحال تم سے باتیں کرنے کا سوچتا ہے۔"

اس کے چہرے کو پڑھتے ہوئے شرمین کو کچھ زیادہ دلچسپی ہو رہی تھی۔ جس پر کہہ دیکھ اور کچھ کھو دینے  
 صاف نظر آ رہا تھا۔

"مگر یہ ایسا کیسی مڑ نہیں۔  
 وہ عجیب لگ رہی تھی۔

"کیوں مجھ سے بات کرنے کا دل نہیں جا رہا یا کسی اور سے محو کام ہونے کی خواہش ہے۔  
 "شرمین پلیز۔" جس میں کیا ہو گیا ہے۔ آج۔ میں پہلے ہی پریشان ہوں۔ مجھے ڈسٹرب نہ کرو۔" وہ مجھلا

گئی تھی۔  
 "کیوں؟۔ تم کیوں پریشان ہو کر آج؟۔"

شرمین یک۔ یک سنجیدگی سے اس کے سامنے آتے ہوئے بولی تو وہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی اور  
 "مگر تم نے آنا ہے کسی کوئی حرج تو نہیں۔"

اس کے اسی طرف بڑھ گئی۔  
 میں اسکل فین کر کے ادم کو آج چھٹی کرنے کا پتا ہے جاری ہوں۔ تم جہنم میں چل کر بائنا سٹاؤ۔" بابر ہٹنے

خاس نے کہا تو شرمین کچھ سوچ کر اس کے پیچھے چلی آئی۔  
 "زمین ایک منٹ دیر پلینز۔" لیجئے میں انتظار دو وقتوں ہوں۔

ایسا ہے؟۔  
 اور سائیت سے کہتے ہوئے مڑی۔ جبکہ آنکھوں میں جی جک لینے لگی تھی۔ شرمین اس کے اٹھ دیکھ کر لے

لیے لے کر گئی۔  
 میں خود کو جھٹلاتی ہوا ہلکی لڑکی۔ جس میں بھی مسلمان کر دیتی ہے سنا کر کیا ہے۔ اس کے جہنم نے تھوڑی

اس حقیقت کو ماننے سے کیوں کر ریل ہوئی۔ کیوں اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں آگ لگا دی ہو۔ ہوش کو  
 ان پلیز۔ اس کے کدو میں پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ درد سے بولی تو کسی دنوں کے چکوں پر گئے ہوئے

ہونے لگے۔ شرمین نے خاموشی سے اسے روک لیا اور اسے لے کر واپس کرے میں آگئی۔  
 "تو اسے لڑنے کے بجائے حالات سے لڑنا سیکھو لڑکی۔ آخر تم خود کو کیوں اتنے متوجہ ہو؟۔"

"تو میں کیا کروں؟۔  
 انہو پوچھتے ہوئے گویا کہ اسے میں بولی۔

"آئی کی کوئی منع نہیں میں کہتی کہ کسی کو ملانے کی اپنی اہم ضرورت نہیں۔  
 اور وہ انہوں نے پوچھا کہ کس پر ہے کس پر صبر پر انکار کر رہی ہوں تو۔"

"جی میں نے کب کہا کہ انکار کر۔ کسی طرح چاہتیں۔  
 شرمین نے تاحاجان انداز میں چھایا۔

اب تک کے لیے اور بھلا اس کے لیے۔  
 لی سائنس پر مکر اس سے بدل گیا انداز میں کیا۔

"اس کے لیے ہے؟ تم کو کدو رہی ہو۔ اسے بے وقوف لڑکی مسلمان کر دیتی ہے کہ اسے اور کس کے لیے۔  
 شرمین نے ملاحتی نظروں سے گھور کر کہا تو وہ توہم نظروں سے اسے دیکھ کر قدرے کھڑکی۔

"جس میں یاد ہے شرمین اپنی بے سلیمان انکل سے کیوں نہیں جیتے تھے۔ صرف اس کے کہ وہ اپنی طرح تھی  
 ۱۱ میں اور نہ ہی پرس کو اور اور تائیں ترقی کے لیے وہ اسکل پر سمجھوتا کرتے ہیں۔ اس کے لیے میں

ہی صاحب کے لیے قافرا تھا اور کہیں نہیں اپنی کی سوچ پر تائید تھی۔  
 ۱۲۳۳ بات سے تمہارے اور مسلمان کے پر پونل سے کیا لفظ ہے۔ شرمین نے قدرے استعجاب سے

کہہ کر استغفار کیا۔  
 اپنی کے اصول جس میں معلوم ہیں شرمین انہیں سلمان انکل سے دوبارہ تعلق جو باجی کا وہ نہیں ہو گا۔"

اس کے معصوم سے قدس پر شرمین کو کسی آئے لگی۔  
 اور تم نے یہ سب قبل از وقت سوچ کر ماری امیدوں کو تائید کی قبر میں دفن کر دیا ہے۔ کج زمین تم ہی

اب میں نے آج تک نہیں دیکھی۔  
 زمین ہنس کر قدرے جھلکے ہوئے بولی۔

"حقیقت جب دوا دوش کی طرح عیاں ہو تو آنکھیں چرائے سے کچھ نہیں ملتا شرمین۔ میں اپنی کو جانتی  
 ہے۔ اس کا یہ یکدم ہوا تائید ہو گیا تھا۔

"مگر تم نے آنا ہے کسی کوئی حرج تو نہیں۔"

شرین نے اسے بکاپ کر لے کر کوٹش کی۔

"میں شرین میں ایک اور دن طالع نہیں کر خوشیاں ہاتھ بچھا کر تمام لوں۔ مجھے اتنی ہی دورانی کے لئے راتے ہی چاہتا ہے۔"

وہ دھڑکتا ہوا اور مہل چلی۔

"تو کیا تم نے کر لیا ہے؟ محل آسومہا کر ساری زندگی چنوا کر۔ ٹھیک ہے ایسا ہی کر۔ بیٹہ کھانا میں تمہارے اسکول فون کر دیتی ہوں۔"

اٹھ کر اسے پڑے ہوئے ٹیکے کے ساتھ شرین کرے لے گئی تو وہ چوتھا تھوڑا سا چمکا کر مٹی

"پہلوی مسلمان صاحبہ بات کر رہی ہیں۔ ایک مفت آپ فہرہ میرے ساتھ لائی ہوئی۔ ممکن ہے کہ وہ تو غالباً، ابھی اسکول نہیں آئے ہیں۔"

شرین کے نہرٹا لے کر اس نے فون کر لیا تو وہ دھڑکتا ہوا تھا کہ بعد مسلمان لائن پر تھا۔

"ہیلو۔ اس کی بھاری کواڑ، اب میں پڑھ کر کوئی مہلوہ اسلام علیکم میں شرین سے دوستانہ ہوں۔"

اپنا تعارف بعد سلام عرض کیا تو مسلمان جوان سا رہ گیا۔

"وہ آپ کو عظیم اسلام پر خیریت آپ نے کیسے فون کیا۔"

اپنے انتخاب کو الفاظ سے وہ مسلمان کا یہ سخت تشویش سے بھرے ہوئے تھے۔

"جی ہاں ابنا تھا کہ آج میں اسکول نہیں آسکے گی۔"

"ابھی چھان۔" وہ قدرے روکا۔

"ہاں! یاد ہے۔ خیریت تو ہے نا؟ آئی میں کہ میں نہیں ٹھیک ہیں۔"

شرین نے ہنس کر کہا کہ ہر دو کو خوش رکھنا ہر دو کی خیریت چاہنا تھا۔ دھڑکتا ہوا تھا۔

"جی الحمد للہ شرین بالکل ٹھیک ہے۔ بس ذرا آج کچھ خاص کیسٹ اس دیکھنے کے لیے کہہ رہی ہیں اس اتنی ہی لے کر روک گیا ہے۔"

لے کر وہ دھڑا سا پڑا۔ جاتے ہوئے ہل ہل کر چھتے برائے بات کہی ہو جبکہ دوسری طرف مسلمان اس پریشان سا ہو گیا۔

"خاص کیسٹ؟ کونسا؟ آپ کے ظاہر تو ابھی اسلام کا کوشش ہی ہیں۔" وہ اپنی جڑائی کو بھٹک رہا تھا۔

شرین کو اس کے انداز پر ہنسی آئی۔ بیٹہ کے کول۔

"جی ہاں! تو اتنی اٹل ہیں۔ ویسے بھی یہ حالات تو خاص ہی بنائی ہیں۔ پہلے تو کاروبار میں تو شری ایسا ہی ہے اس لیے ان کی کوریج کو نظر میں رکھنے کی اطلاع تو صرف دھوکا ہے۔ یہ شخص مجھے خوشگوار ہے اس کی کسی شری میں ہوتی ہے اس لیے ایک بل میں وہ جان گئی تھی کہ مسلمان زمین کے کسی حد تک پیچیدہ ہے اس کا بچہ رہا تھا کہ اس میں زمین کو کھودنے کا حوصلہ نہیں۔"

"کتنی سی۔"

اس کی بے پردہ محفل اتنی کھریلا۔

"گو کہ مسلمان کی لڑکی کی کہنا تھا آپ سے اٹھ حافظ۔"

اپنی ٹی ہاتھ سے اس نے یکدم پیچیدگی کی پانپاٹے ہوئے کہ اس کا اور فون نہ کر سکا۔ اور پھر سختی سے یہ دہرایا۔

انہوئے کر کے ہنسی دی۔

(وہ اتنی ہی تو کچھ کر لے والی تھی نہیں۔ لہذا مجھے ہی یہ سب کرنا پڑا اب اگر مسلمان صاحبہ نہ کر والیں کہ یہ مجھ تو زمین کا رشتہ ہو تو نیکو کر دیتے ہوں۔) فون میں وہ گنگا میں لے اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔

شرین کی وہی پہلی اطلاع لے اسے سخت ہے جین کر گیا تھا اور اس نے کچھ سخت اچھن میں تھا کہ کس طرح ملایا ہو کر کے کہہ رہا ہے کہ اس کے گھر جائیں۔ کیونکہ یاد صاحب کی غیر موجودگی میں بیٹا اور چھانے کے لیے کوئی خاص رضامند نظر نہیں آ رہے تھے اور ملائی بھی اپنی رائے تھی۔ جبکہ اس وقت جو حالت تھے اسے اور شرین کی

تنگنا سے اس نے جی اندازہ لگا دیا تھا کہ وہ پیچھے (اپنی ہی) اس معاملے کو خود پھنسل کرے کا سوچ بھی تھی۔ جس وقت سے وہ اسکول سے واپس آیا تھا اس طرح پریشان پریشان سا لگا ہوا تھا۔ آج تو فریاد کیسپاں بھی نہیں کیا تھا۔

بکہ آتش میں آج سے اس وقت تک کے سلسلے میں فریاد کے ساتھ سنگد مٹی بھی تھی۔

"مسلمان بیٹا تمہاری کونسی بیٹہ ہے؟"

لان میں بیٹھا وہ خود کو سے بے نیاز اپنی سوجھ میں ابھرا ہوا تھا کہ ملا لے اندر سے اس کی طرف آتے ہوئے اسے پکارا۔

"خیریت تو ہے نا؟ آج کچھ ڈال لگے ہو۔"

قریب آکر تردد سے سوال کیا تو اس نے کچھ سوچ کر انہیں حقیقت حال سے باخبر کر کے کاغذ لے لیا۔

"جی ہاں! بس وہی ڈرامہ ہو رہا تھا آرام کرنے کا۔"

سکران کر کسٹ دی سے کہتے ہوئے پھر پچھلے تو اس کیسپاں کی پڑی کر پڑی بیٹہ گھسی۔

پہلیں خیریت ہے انہیں کام سے ہٹ کر آرام کرنے کی کیا سوچی ہے۔ وہ سخت سی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے تھے کہ اس کی رو میں شروع سے اندازہ تھا۔ اسے تو فراغت سے ابھی خاصی جڑ ہوئی تھی۔

اس کو لگے کہ وہ میں بھی پچھلوں کے دوران وہ خاصا جھنجھلا رہا تھا کہ کیا کرے کس طرح وقت گزارے۔

شرین میں پہلی بہت چھتا تھا اس لیے ایسا نہیں کرنا تھا بعد میں اس کے ساتھ اچھا توڑتہ جاتا نہیں تھا۔

لڑکیاں جتنی اسے سب کچھ بھلا دیتی تھی۔

"ارے میں نے تو بس وہی کر دیا تھا۔ کچھ خواہمیشان مت ہوں ملا میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے فون کر لیا نہیں کر لیا۔

"تو پھر آج اس کیل میں کسے اسکول سے گھر کیل لوٹ آئے۔"

ملائی کیفیتیں شروع ہوئی تو اس نے کان کھار کر مٹا کرے ہوئے انہیں دکھا۔

"جی ہاں! بس مڑو میں تھا۔"

اس نے شاید کچھ پیچیدگی اختیار کر لی۔

"یہ جہاں سے مڑو تو آج کل کیا ہو رہا ہے؟ مسلمان۔ لگے ہے کچھ مینشن میں تو ہے۔"

ملا آخر میں کچھ کہہ کر وہ اچھٹا رہا۔ جبکہ وہ ان کی نظر شام کی ایک نظر نہیں دیکھ کر نظریں چڑا گیا تھا۔

"مجھے خبر ہے تاؤ نہیں کہیں سے؟"

اس کے انداز سے انہیں یہی گمان ہوا کہ وہ نہ ہو مصلحت سے کھلی کا اس لیے براہ راست اختیار کیا۔

"ٹھیک ہی ہوگی۔"

اس نے قہر سے مختصر جواب دیا۔

"ہوئی سے مطلب ہے تم نے نہیں کیا اس سے۔"

ملا کا سوال حسب توقع اور حسب خواہمیشان تھا اس طرف اپنی تھیں کہ جہاں میں ملا تھا تھا۔



اپنی کاسائی پر ہل چل میں مسرور ہو کر مکرانہ۔

"آج نہ اسکول نہیں آئی تھی۔" غالباً "اس کے پر پونل کے لیے کچھ لوگ آئے والے تھے۔ اس کی شرمین نے بہت برا سنبھالنا تھا۔"

وہاں میں پتا چاہا اور پتا اُن کے ان کے چہرے کی طرف دیکھا جس پر تھک چکی تھی چھانچا صاف نظر آ رہی تھی اس کی خواہش کے مطابق کچھ سوچنے کی تھیں۔ وہ شہر نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہوں۔ تو یہ ہے تمہاری بیٹی۔"

کچھ سوچ کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور مکرانہ سے دیکھا تو وہ چھینک گیا۔

"مرے بے وقوفیہ کی کوئی پریشان ہوئے والہات ہے۔ لوگوں کے گھر لوگ ڈالتے ہی رہتے ہیں۔ ہر حال نظر نہ کر میں سلمان بہت لڑی ہوں۔ میرا خیال ہے ہمیں یاد اور صاحب کی واپسی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ آخری پتھر پر نہ مت بیچید کہہ رہی تھیں۔ مسلمان بے ساختہ مکرانہ تو وہ اسے دیکھ کر جھپٹیں۔ اس۔

پہاڑی تھک چکر اگر تھک گئیں۔

"راہی جان۔ آپ کا نہیں ہے۔"

"راہی نہیں آتے ہوئے ڈور نے راہی جان کو مخاطب کیا تو وہ سب جو راہی جان کے ارد گرد اعلان دیا جان

یا نہیں کر رہی تھیں چھپ چھپ ہو گئیں۔

"میرا فاضل اس کا ہے؟"

"اٹھے ہوئے سفینہ تیرے لیے سوال کیا۔"

"مشتاق اٹکل کال آپ کو مار رہے ہیں۔"

نہا کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے خوشی سے بولا تو سب کی بے ساختہ نظر نہا کی طرف اٹھی اور اس کی نہ اپنی ہل کی جانب بٹھ گئی۔

"لگتا ہے جواب کے لیے فون کیا ہے انہوں نے۔"

رخسانہ دیکھنے سے اس کی طرف دیکھ کر انرا دانا تھا۔

"ہوں۔ مجھے بھی لگتا ہے۔"

سفینہ تیرے سوچ کر انداز میں گتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"جو تیرا آپ کیا ہیں کہ آپ کا فیصلہ کیا ہے آپ نے۔"

رضیہ بیگم نے قدرے گہرا سوال کیا۔

سفینہ تیرے انتہائی سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھا تو نظریں بڑا کر رہ گئیں۔ اپنا فیصلہ تو وہ شادی سے

جس دن اس وقت رضیہ بیگم سوال کرنا کیا ان کے فیصلے سے سرکاری کے کا حروف تھا۔

دوسری اہمیت یہ تھی کہ سفینہ بیگم ان کی نظروں میں ابھی اختلاف اور خوف یک وقت دیکھ رہی تھیں۔

اس بہت کو اس طور پر بیان کر رہا تھا کہ رضیہ بیگم "مشتاق ملا" کے کینوں سے رشتہ جوڑتے ہوئے بہت متذبذب

جس میں فیصلہ اہل انہیں گھروں کو کھینچے ہوئے معاملات بیان سے نہیں ہوتے۔"

رضیہ بیگم کے گہرائے ہوئے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے سوچ کر انداز میں کہا اور اٹھ کر کمرے

سے باہر نکل گئیں۔

ان کے پیچھے جانے کی کسی ہوش جرات نہیں تھی۔ بقیہ لوگوں بھی دھیرے دھیرے اٹھ کر نکلنے کے کمرے

میں جمع ہو گئیں۔ جہاں وہ نظریں جھکاے بیٹھی تھیں۔

"بہن! مشتاق کو اب تیری بکڑلو۔"

دست نے خوشی سے جھومتے ہوئے کہا تھا۔

"بالکل۔ بلکہ ہمیں بھی اپنی اپنی پار اور دوسری طرف توجہ دینی چاہیے۔" مشتاق ملا کے کینوں کو لگتا ہے دست

ہل رہی ہے۔

چہرے کے چہرے پر بھی مکرانہ پر قص کر رہی تھی انہوں میں خوشی اور صرافہ بے بیٹھی تھی۔

"سب کو کیوں دہم کر رہی ہو۔ صرف فراہمائی کا نام ہو۔"

ذو بیہ سے معصومیت سے سنا کر پھر اپنا جواب دینے لگا۔

جبکہ نہا اسی خیال سے سستی بیٹھی تھی کہ اسی کے کہنے کے باوجود اس نے نہ تو راہی ہی کو اٹھا کر کیا اور نہ ہی

مہربانہ کو اسی خیال سے آگاہ کیا تھا۔ کل رات ہی تو ان سے بات ہوئی تھی اور آج شام ہی وہاں سے فون

آ گیا۔

وہ اسی اور جین میں گم سستی بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی جبکہ وہ اچھے اچھے اور بھی کچھ کر شرف خف نظروں سے نوازتے

ہوئے بھی مذاق کر رہی تھیں۔

"آج تمہیں جانے کی کچھ زیادہ ہی جلدی ہو رہی ہے۔ ہوشیار رک جائیں تو اچھا تھا میں نے امداد کو کہہ دیا تھا کہ

اٹھ بیٹھ میں بیٹھیں چلیں گے۔"

زارا اس کے ساتھ بیٹھنے قدرے فحش سے کہہ رہی تھی۔ گلاس پر جلت سوار تھی۔

"اول تو یہ کہ تمہیں امداد کو کہنے سے پہلے مجھے بتانا چاہیے تھا۔ وہ دوسرے کہ میں نے ڈرامہ کو کہہ دیا تھا کہ

آج مجھے جلدی پک کر لے۔"

شرمین تیز قدموں سے باہر نکلنے کی طرف جاتے ہوئے پوچھ ڈار اٹھا کی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"دوہو۔ آپ ایسی شکلیں بھی مت بناؤ۔ بالکل اگر تمہارے ساتھ بیٹھیں چلی جاؤں گی فی الحال تو مجھے گھر بیٹھا

ہے اور پھر حسین امداد سے اسے کون سے فوری بدذرا کرنا کرے نہ جو کل تک کا قندہ برداشت میں ہو رہا۔"

اسے منانے والی نظروں دیکھتے ہوئے اس نے لمبی پر نظر ڈال کر احتشار کیا۔

"حکومت مجھے کوئی بدذرا کرنا نہیں کرے۔ وہ تو نہیں اس کے بھائی کی استوری کہیں تک پہنچی ہو پوچھا جاتی

تھی۔"

"وہ قصداً" پرمان کر رہی تھی شرمین مکرانہ لگی۔

"کہہ کر تو تم بھی زارا کو برا بھلا کہتے ہو۔ اسی استوری سے کہ اس قدر وہاں سے سنا جائے کمال ہے۔

بزم کا آپ کو چاہیے کہ کچھ دیکھو وہاں سے سنیں اور یاد کریں۔" گلے مینے سے سسٹرا اشارت ہو رہا ہے۔ کچھ کئی

تھا۔

"بہ قصداً" وہ انداز میں اسے سمجھا رہی تھی کہ میں کون تک پہنچ چکی تھی۔ زارا نے جھلا کر "دفع ہو" کہا تو وہ

انہیں ہولی دھول گھول کر بیٹھ گئی۔

"اے کہہ کہہ حلقہ۔ کل میں گئے۔"

زارا کا انداز سوڈو دیکھنے کے باوجود بہت فحش کر اسے ہاتھ دھرایا تو وہ تار احتشار کر کے اٹھار کر دیکھیں پلٹ گئی۔

گازی تیز رفتاری سے پوچھ رہی تھی کہ کون سا کمرہ پوچھ رہا ہے جہاں گئی۔

"زارا تیرے سیدھے گھر لے چلو۔"

تھم کے کہہ کر اس نے قصداً "نظر اہر دو" ڈالنا شروع کر دی۔

"مگر میں تم نہیں بلکہ اس اسکول سے کب کرنا ہے۔"

ڈرامہ ر سب سوچ کر پڑھا تھا۔

"میں اسے آج خود اذیت دے گا" اسکول میں کوئی میٹنگ ہے تو چڑکی اسکول دین بعد میں چھوڑ دے گی

اے۔ صبح تھیں اس نے انعام میں کیا تھا۔

اس کے غلط بیانی کرنے سے وہ اس نے آخر میں قصداً "حیرت" کا اظہار کیا۔

"میں جی۔ ڈاؤن پور سے سادی سے انکار کر کے کارگر کے روٹ ڈال دی تو اس نے اطمینان سے جی

پس سے نکال کر منہ میں ڈال لی۔

ایسی کو آج ہیوندہ خال کی طرف جانا تھا اس لیے وہ صحت کوں سے ڈرا کیل گئی تھی اسے امید ہی

تھیں جسی تھا کہ گاڑی نہ پختگی صورت میں سمعان ہی اسے ڈراپ کرنے آئے گا اور دوران سفر اگر وہاں ہے

اسے احساسات سے آگاہ کرے گا۔

کیونکہ وہی تو بھی زمین سے اسے موقع میں دیا تھا۔ جب بھی اس نے کہا جانا کہ کچر اجائی یا پہلو بچا جا

شرین اس کی ایک ایک بات سے واقف تھی اور اگر اب بھی سمعان نے اسے اپنے چہروں اور احساسات سے دلا

میں کو تو ہیوندہ خال کے لئے ہونے پر ڈول کے لیے سب سے بدادست میرا ہو گا۔

وہ جانتی تھی کہ گزرتے ہوئے متاثر دیکھتے ہوئے اسے سوچ میں غلطی تھی کہ ہر ایک لگتی کی تو اہر جو کہ

گھر آیا تھا اس نے اندر آتے ہی سب سے پہلے ایسی ہی کی غیر معمولی کی تھوڑی سی اور کوں سے جس میں پہلی

جہاز ملازمہ مستحقہ کے کھانا سرور کی اس کی اس کے پیچھے زمین کے بارے میں وہی اسٹوری سنائی۔

بے شک سارا کام پلان کے مطابق ہوا۔ اس کے بعد اس کی ایک ایک گفتگو سمجھنے سے بھی زمین کا سابقہ

پڑے اور موقع تو بھی حاصل ہو جائیگا۔

وہ مسکراتے ہوئے زمین کی متوقع کیفیت سوچ کر بیٹھائی تو گرم گرم دلی اس کی پہلیت میں رکھتی ملازمہ جی

کی تھی۔

"اب نے مجھ سے کچھ کہا بی بی۔"

"ہولہ۔ نہیں۔" وہ کچھ نہ کی۔ "ویسے میرے کہیں ہے؟" اس نے سوال کیا۔

"مجھے کچھ دیر پہلے ناشا کر کے گئے ہیں جی۔"

"اس وقت؟" اس نے کوئی نہ لکھوائی پہلے وہ بڑھتے۔

"جی۔"

"تمہی کی کے ساتھ گیا ہے۔"

"جس میں ان کے بعد گئے ہیں۔"

ملازمہ جواب سے کرلیٹ کی تھوڑے میرے حلق سے جی ہو کر لپٹی کی غیر معمولی اور سخت گیری کے بعد ا

ایسی ہی کے لٹا لٹا کر کے کھاتہ بگڑنا چاہتا تھا۔

"تجہ نہیں زمین کہہ دیاں آئی ہے مجھے اس کا انتظار کرنا چاہیے۔"

کہنے کے بعد انھوں میں اس کی تیز کردہ چلتی ہوئی نگاہیں اٹھانے لگیں۔

ایک کے بعد ایک پورا پورا کرلیٹ میں تھیں تو اسے احساس ہوا کہ ان کے متور پر گزری ہے۔ ابھی تک چہ کرا

اٹھارہ پور کے آئے کی اطلاع نہیں دی گئی تمام طور پر وہ زمین کو بعد میں تک کر تھا اس لیے کچھ دیر تو

خیال میں رہی کہ اب آتا ہو گا کہ کارگر جب نہا توں کے لڑا تو ان کی کیا کہ من سے زمین کو پک

پکے ملا گیا ہو لیکن اب تو مقررہ وقت سے بھی زیادہ تاخیر کر رہا تھا۔

جب آخری تجربہ کی پہلی کی اور اضافہ میں غلطی ہو گیا تو اسے ناچار بار بار پکڑا۔ کل کی مصلحت خاتین کو

سے ویسے سخت اپ بیٹ گئی۔ کچھ کان بھی بہت پریشانی میں کر رہا تھا۔ ہیوندہ خال کے تیرہ کی تھوڑے

کہاں کر دیا کر دی ہم لیں گی اس لیے رات کو تیز بھی ٹھیک سے نہیں آئی تھی۔

خواب نہ تھا اس کو وہ ہے کران سے متور ہونے کے لیے جو حوصلہ چاہیے وہ اس میں محفوظ تھا۔ چاہے تو

وہ خود بھی یہ یاد رکھتی کہ وہ اپنے جسٹے ہو جائے کی خود کلمات کے مطابق داخل کے کی جیت جیتا میرا تھا

نہیں اس لیے مجھے تو کھانا سمجھت کر کے کی اس کی صلاحیت میں تھی۔

کل ایک طرح سے بعد اس کی وہی کیفیت طاری ہوئی تھی جو اہر کے ٹکڑے کے پہلے اپنی کی کدہ اسے

مطلب کہتی تھی۔ ممکن اور پیشین گوئی کی وہی کدہ سوار کر تھا اس پر جس سے کئی اسمعان کا سامنا ہوا تھا۔

اس کی انھوں میں عجیب سی کدہ تھی کی سوال تھے وہ کچھ نہیں سکتی تھی آخر سمعان کے ان تیرہوں کا تورا کیا

ہے۔

وہ اس کے چہرے سے کیا انداز کرنا چاہتا ہے؟

اس کی انھوں سے کوئی سی خبر پڑنے کا شائق ہے؟

اور اس کے کپے سے کیا پتا چلے گی سنی کر رہا ہے؟

لہذا حسب فطرت سوائے شکر ہونے کے کچھ اور نہیں کیا تھا اس نے اب تک ایسی حالت میں ہلدا ہلدا مگر

کی کر ستر ہو دیوے کے کا دخل چاہتا تھا۔

وہ خود ایسا آخراک نہ کیڈا تویر۔

چو کی ہدایت تک اس کی آخری چو کی کاچین کرتے ہوئے نہ جھٹکتی تھی۔ وہ تو اس پر ہے کہ مصلحت

فکر آج کی ہی کو خالی کی طرف جانا تھا اور نہ اس وقت تک تو انہوں نے انہیں سربراہی ہو کہ مگر ساتھ ساتھ

اسی دہرے پریشان بھی ہو رہی تھی کی کرڈا تویر نہیں کیا تو کیا کر کے۔

"میں دل نہ کر فون کر کے پتا کرلیں؟"

وہ جانی کڑی پر نظر ڈال کر پتہ پریشان کر کے کہے کا دروازہ کھک کر کے چلی گئی۔

ہاتے کے ارادے سے ہی اٹھا تھا اسے اس وقت میں موجود تھوڑے کر حسب مدد کیا۔

"اب ابھی تک میں ہیں زمین؟"

"جی، ابھی تک میرے گزری ہیں۔ کئی۔ کیا میں فون کر سکتی ہوں۔"

وہ حد سے متوجہ تھی جیڈی کے سوال کیا تو سمعان نے سر کی جھنجھ سے اجازت دے دیے ہوئے چلے گا

ارادہ کی وقت بٹھتی کرلیا۔

"میںو شرین کیا ہوا تم کدہ ہو اور اب کدہ ڈرا تویر مجھے لینے نہیں کیا۔"

شرین کے فون پر یہی کہتے ہوئے کدہ پریشان ہی پوچھ رہی۔

"اس میں اصل میں غلط فہم خواب ہو گیا ہے گاڑی کا میں نے ڈاؤن پور کو ٹھیک کرانے بھیجا ہے تم کہیں ہو اس

وقت۔"

"میں بھی اس کیل میں ہوں تم مجھے انعام نہیں کر سکتی تھیں جانی ہو کہ سب سے انتظار کر رہی ہوں۔ میں۔"

اسے بہت کم قصہ آتا تھا کہ اس وقت جھٹکتی مومن پر تھی۔ سمعان اسے غور دیکھ کر مچانے کی نوعیت

بچانے کی کرکٹ کر رہا تھا۔

"ہو کہ ان کی مروت میں بھی ایک تم نے محل مندی کا تھوڑا سا کس سے لٹ لٹل ہوگی۔ کئی

میں کی کوئی کہے۔"

شرین اس کی کیفیت سے محفوظ ہونے بلا ارادہ غوطی سے کہہ گئی تو زمین چٹائی۔ "کیسی باتیں کر رہی

ام ہیں۔ تاکہ میں کیا کرلیں۔"

"کرنا گیا ہے خودی آتا ہو گا جس۔" شرین اس وقت کتنی ٹھوکر میں تھی۔

”وہ کہیں دیکھ کر گئے ہوں۔“

اس نے ہر سوچا انداز میں جواب دیا۔  
”جو کھوت گھاٹ دیکھ کر آج کل کے کوئی ضرورت نہیں توں تھاپوں دیکھ کر میں آئے کی تمہارے اسکول وا  
گھر تک ڈراپ نہیں کر سکتے گھان میں ان تمہارے عاشق زار سرسمعان کی دیر کی ان سے کو تمہیں ڈر  
کر دیں۔“

شرمین نے اسے جھڑک کر اصل مدعا عرض کیا تو اس کے عاشق زار نے کمرے پر ہی طرح جھگڑا کی۔ وہ سانس  
بیجا اسے لوٹ کر با تھا۔

”جانتا ہوں نظراس کی نظر سے لی تو چو گھائی ہونے لگا۔“

”کیسی باتیں کر لی ہو تمہیں؟“ تخت پر بیٹھ کر وہ پوچھ گیا۔

دھیسے سے کچھ میں دیا باغیر تھا تو دخت الگ تھی۔ اس نے نگ آفر فون رکھ دیا۔ سمعان گویا اس کا  
تھاس کے کچھ سے خوشی کا اچھ کھڑا ہوا۔

”نیت سے؟“ ششکل سے سوال کیا۔

”کیا! ایک کھدو کا ڈی خراب ہو گی اس لیے ڈرنا تو ر آئیں سکا۔“

حقیقت جانے بنا چاند تھا۔ اسے قحلات محسوس ہو رہی تھی کہ کیا سوچتا ہو گا سمعان اس کے گھروا  
اس کا اتنی ہی پروا نہیں تھی کہ اسے فون کر دیتے۔

”لوہ! آج ہم سارا مگر کرنا۔“

”چلے آئیے آپ کو ڈراپ کر رکھ لے۔“

شرمین اور سمعان کے حسب خواہش آج آجھا موقع ملا تھا۔

وہ دھند بے ایک لمحے کو سوچتی رہی۔ آج تو سلمان انگل بھی نہیں آئے تھے ورنہ وہ ان سے کہہ د  
نہ لال سا سمعان کی آفر قبول کرنے کے کوئی چاہت تھا۔

”بھیس۔“ وہ کہہ کر اس کے چہرے کے تاثرات کا چانچا ہوا اور جب پسلی کی کیفیت دیکھی تو سنجیدگی سے  
اور باہر کی جانب دیا۔

بلک چادر اپنے گرد بٹھوڑے حسب معمول خاموشی سے سوز کر رہی تھی وہ دھند شہر تھا کہ آج اپنی ہی مگر م  
نہیں تھیں ورنہ سمعان کے ساتھ جانے کے لیے وہ کسی تیار نہ ہوئی۔

”اور ستائے زمین آپ کے قادر ہیں۔“

”کی ٹھیک ہیں۔“

کافی دیر بعد سمعان نے خاموشی توڑی جس کا مختصر جواب دے کر زمین چہرے پر ہو گئی۔  
”ہائی واؤ کل کا دن کیا کرنا آپ کا۔“

”جی؟“ استقبال سے اس کی آواز ڈرے اور پی ہو گئی تھی۔  
سمعان اس کے تیر ذریعہ لب سکرادیا تو وہ اور خفیف ہو گئی۔

”اکیا! میں معلوم ہے کہ کل گھر کوں آیا تھا۔ مگر میں اس میں کس طرح جا چکا ہوں۔“  
”میرا مطلب یہ تھا کہ کل آپ نے گھر پر رست کیا تو کیا گاہا بانی واؤ کے آپ آئی گئیں نہیں۔“ وہ

چیز کو ملاحظہ ہوا تھا کہ وہ کچھ شیشی کی کچھ آہا تھا کہ سمعان اس سے ایسے سوال کیوں کر کیا ہے  
”جس کچھ کام تھا۔“ بہت سی آواز اور وہ پس کیے سے ہنسی ہو گئی۔  
”جس گھر پر میں آپ کی بندہ اور آپ کیا جانے کا پروگرام ہے۔“

مشافی سے موزا کاتے ہوئے سمعان نے بچہ جیسے اندر پر چھارو ہوا بھی نکاس کے پچھلے سوال پر ابھی،

فی چونک کر اسے دیکھنے لگی، نظر میں ش سوال تھا۔

”اس کی کھانا اور اپنا آ رہے ہیں آج آپ کی طرف۔“

اس کے دیکھنے پر وہ دوستانہ منظر اس پر سمیت بہت یاد دہا کر اس سے کہہ گیا تھا کہ زمین میں جیل گئی تھی اپنی  
ہا کے شاکر کی نظر سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”میں۔“ کہہ کر اس نے کھانا چاہا سمعان نے نوک کر کرنا شروع کر دیا۔

”کچھ زمین میں ہی بار آپ سے بلا واسطہ اور بلا واسطہ اپنی فیلنگز کا اظہار کر چکا ہوں۔ آپ کافی بھگوار  
ہیں لیکن یہ بات میرے جانے سے پہلے ہی جان چکی ہو گی۔ لیکن آپ نے ہر بار قصداً ”مجھے انور کیا۔“

”فون میں پوچھیں کہ سمعان آپ مجھے یا میری فیلنگز کو سمجھتی ہیں۔“ وہ بہت دلالی اور سنجیدگی سے کہہ رہا  
تھا کہ میں اس کی ہوا کہ آپ مجھے ایک اچھا انسان ضرور سمجھتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ گمان بھی ہوتا کہ شاید آپ

ان کی جگہ ہوں مگر اس کا اندازہ بھی ہو گیا کہ ایسا نہیں۔“

وہ سکرنا ہوئے کہ یہ بات فون میں کا دل چاہا پوچھ کر کھانا پوچھے اسے کیسے انوار وہ مگر اس لئے وقت  
کو اپنی جاسے سات ساتھ ہو چکی تھی۔ جبکہ سمعان بہت عرصے بعد آتھائی جذب اور سکون سے اپنے احساسات

اس تک پہنچا رہا تھا۔

”لوہ! آج مگر اور اپنا آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ پہلے ان دونوں کا خیال تھا کہ آپ کے قادر کوئی شہید اور اکل کی  
راہی تک انتظار کر لیتے ہیں مگر اب لگتا ہے کہ انتظار نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے۔“

پراحتہ سکر اس بات اس کے سمعان کے لبوں کا صحنہ ہو گئی تھی وہ بار بار اسے سرخ ہو گئی۔ جب کوئی مراد سے  
والہ انداز میں اسے بدل کے کہاں خاوں میں پیچھے جذبے میں آ کر آٹھا جانے تو عورت پر آپسی آپ شرم کا غلبہ

ہوئے لگتا ہے۔

وہ بھی اس وقت اس حجاب کی احساساتی کیفیت سے دوچار تھی۔ جبکہ دوسری طرف حقیقت کی برہہ تھوڑی  
ہی سر رکھ رہی تھی۔ اس کا فیصلہ اور اپنی ہی صلاح۔

”دیکھ کر دیکھ کر کیفیت سے کل آئی۔“ ”جلی! سلمان صاحب کے بیٹے سے رشتہ جوڑنے پر کیا واقعی راضی  
ہو جائیں گے؟“ اس نے خود سے گویا سوال کیا۔

”بھیس۔“ کبھی نہیں۔ اس کے اندر جیسے ہوا وقت سنائی دیتے تھے۔  
”تو پھر ان پہلے کوں کوں کوں سوال کے جڑ سے نہ ہٹنا کرنا چاہئے۔“

”میں نہیں سمجھتی ابھی یہ بات کلیئر کر رہی ہوں۔“

اس نے خود کو ذرا سوچا کہ کیا سمعان اس پہلے ہی سمجھنے خون کے آنسو دیا۔

سمعان اسے یہ بغور دیکھا۔ ان کیوں سے دیکھ رہا تھا اس کا ایک تاثر اس کی نگاہوں کی روش تھا۔ وہ جانتا تھا  
کہ وہ اندر ہی اندر مجبور بن چکا ہے۔ شکار ہے۔ لہذا اس کی پہلے والی خوشی اور حریت کا جو راج اس کے چہرے سمعان

کے اقرار سے بھلا تھا وہ آہستہ آہستہ متفق ہو گیا تھا۔

”جی کہ کی جانے بہت گئے سمعان نے اب کچھ کچھ کر کے دیکھا اس کا گھر چند منوں کے فاصلے پر تھا۔ چانچہ  
اس نے خود کو کھینچ کر آگاہ کر دیا۔

”سمعان صاحب شاید آپ کو یہ بات یاد نہیں کہ ابی اور سلمان اکل کے درمیان کبھی برسرِ پیا ر نہ پڑ رہی  
تھی جو کہ نظریاتی اور اصل اختلافات کی بنا پر ختم ہو گئی تھی۔ جی کہ ابی کی والدہ بھی اس کا بڑا بڑی ہندو من کے  
ساتھ ختم ہو گئی۔

وہ مکمل خود کو سنبھالے ہوئے بول رہی تھی اس شخص سمعان کی دیر کی سامنے بولے کا شفیق بل کی بات

کئے جا پہلا تجوہ قضا اور اس لئے اس کی حقیت کے محرے آزاد حقیقت کے آئینے میں دیکھتے ہوئے بھل  
 تھی۔  
 "اس بات کا آپ کے اور میرے پودوں سے کیا تعلق ہے؟"  
 اس نے قصداً "فرقہ داری" کرتے ہوئے تنبیہ کی۔  
 "تعلق تو بہت گہرا ہے سمیعان صاحب! آپ نے اپنی شکل سے اپنی فزیت جس جن اختلافات کی بنا پر  
 کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی نازک و لطیف شپ ان کے ساتھ جوڑ نہیں گئے تھیں وہ لایا بھی نہیں کر  
 سکے۔  
 مگر سانس بھرتے ہوئے اس نے قدرے لمبی سے کامتا سمیعان کی اس آنکھوں میں اتارتی وحندہ دیکھ کر  
 افتخار خوش ہوئے دل کی بدلتی سرکل پر دھیان دیتے بغیر نہ رہا کہ اسے کھودینے کا خدشہ اور خوف سے بھی  
 یہ احساس ہو رہا تھا کہ  
 "یہ ایک کوان کے اس فیصلے کا لوس ہو گا؟"  
 اس کی بات کے جواب میں قطعی غیر متوقع کہہ رہا ہوا سوال تھا مری طرح گڑبادی۔ ایک نظر اسے دیکھ  
 ایشیہ نکوکیل کو مشتاقی سے گھما کر اسے دیکھ رہا تھا۔  
 "میں اس کی پہل کی کوئی توقع نہیں۔ یہی اور ایسی ہی کے فیصلے سے سرکائی کرنے کی بجائ میں رکھ  
 دے جیسا کہ وہ ہم سے انداز میں ہوئی تھی۔  
 "مگر آپ کمال؟"  
 ہماری اچھ اور براؤن آنکھوں میں چمکتے سوال اور ان کے جواب جو کہ اثبات میں تھے اسے الگ کر گئے اس  
 لئے کہ کہہ کر ہی نہ سکی پھر مگر سانس بھر کر بولی۔  
 "میں پہل سے نہیں سوچتی نہ اب کے فیصلوں کا اہمیت دیتی ہوں۔"  
 اس کے گہرے لیے میں جہاں سوچ کر پھر جہاں میں ہیں، یہ کہ کھودینے کا احساس بھی تھا۔  
 "میں نے اپنے پہل کو کھانے کے برابر اہمیت دتا ہوں اور اس لیے آپ کی اس ایک کی میرے نزدیک  
 خاص اہمیت نہیں۔ لہذا صرف اس پر بحث کی وجہ سے میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔"  
 وہ سامنے دیکھتے ہوئے ایک دوسرا تنبیہ کی سے بولا تو اسے دیکھنے لگی۔ چہرے سے ہاتھیں چل رہا تھا کہ  
 اس کی بات سے خفا ہوا تھا جس تنبیہ کی سے جواب دیا گیا ہے۔  
 اس نے بات اپنی نقطیت اور حتیٰ انداز میں بھی تھی کہ سولے خاموشی کے کوئی چارہ نہ تھا۔ جب  
 صورتحال بھی اس وقت کا نازک اور حساس موضوع جو ان کے درمیان بھی نہ ہو نہیں رہا تھا اس وقت اس  
 تمام فریاد کیوں اسے اس پر بات کر سکتے تھے۔  
 فرمیں کادل چلے گاؤں میں دوڑ کر باقی اسے یقین میں آ رہا تھا کہ ابھی تو یہ کہہ کر سامنا کیا ہے وہ حقیقت  
 کی خواب کے گلاب سے بے بسی تھی۔  
 سمیعان نے اس کی طرف کھنکھیں دیکھا وہ اس لئے کہ یہ کہنا بے اندازہ سنگین رہی تھی۔ حالہ  
 سارکت۔  
 پھر ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ وہ کچھ نہ کہے۔ روانہ ہو کر لپٹے ہوئے اس کے چہرے  
 اپنی بھون تھی کہ سمیعان کو کھائی پڑا۔  
 "مشتابہ میں سے آپ کو لڑتے آپ ان میں بھی باتوں سے آپ مت الجھتی ہیں۔"  
 وہ متعجبانیت اور لڑکھٹ سے دریافت کر رہا تھا۔ ٹھک کر کر گئی۔  
 "جیس اس کی رائیٹ سے ایک کا پناہ پناہ تک دو ہو نا ہے۔" وہ یقین حد تک تنبیہ کی سے کہنا

کہ  
 "جی شام کی جائے برائے انتظار کچھ گھسا اور پلایا کر ہے ہیں۔"  
 وہ اس کے توجہ قصداً "تلفظ انداز کر رہا تھا۔ لڑکھٹ فطری حیا سے نظرس جھکا گئی اور اس سے پہلے کہ اس کا منہ  
 باہر پھوڑا وہ بخیر سے ہر گز نہ کئی۔ پلٹ کر دیکھنے کی بہت میں کی کہ آج سمیعان ساری شد میں راج کر گیا  
 لاس۔  
 "آپ کیلئے شمن۔" وہ اندر کی طرف قدم بڑھا رہی تھی کہ اس نے پھر لایا۔ سولایہ نقول میت چلی۔  
 "آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔"  
 اب کے خاصی خوشی سے سوال ہوا تھا۔ اذیت چہرے سے متانت تھی۔ وہ اس انداز پر چلتی تھی۔ اسی انداز میں  
 اپنے محل کی قند شرمین غالباً اس قدر تاخیر سے گھر کا رخ کیا کہ نقل اتنی تھی اور حسب خواہش ان دونوں کو  
 یاد دیکھ کر ایک پہلی ہی اس سرگراہش کیوں کچھ بھی تو نہا ہر پہلی تھی۔  
 "اسلام علیکم سمیعان صاحب،" خوشی سے تم آئیں جی جی پریشان ہو گئی تھی۔ "دونوں کو کچھ بھردگرے  
 غالب کیا تو سمیعان کا سوال یہی نہ ہو چلا گیا۔  
 "ملا نکا لکس پور تو نہیں ہوئی۔"  
 سمیعان نے سنا، انداز میں کاتو شرمین مسکرایا جبکہ شمن اس وقت باطل چپ تھی۔  
 "آپ کو شاید وقت کے گزرنے کا اندازہ نہیں ہوا ہو گا ورنہ تو خاصی ہو چکی ہے۔" مگر وہ سمیعان صاحب  
 اپنے کچھ ٹھنڈا چائے تو غور بلکہ اب تو کھانے کا وقت تھی۔  
 شرمین نے معنی بخیر سے جملہ بولا اور پھر کچھ دم میزبان انداز اپنا کیا تو سمیعان سرگراہ ساریت سے انکار  
 لے کر ہوئے چلا گیا۔ دونوں خاموشی سے اندبہل آئیں۔  
 "خدا کے لیے دعا ہے اچھی چل رہی ہو یا نہ ہو۔" گھما کر چہرے پر سونیاں تو ہاں بچے پر اگر کر گئی ہیں  
 نہیں دیکھ کر اس کو قندل بھی گھرا گیا ہے۔  
 صہبہ دیکھنے کی نوا سے دعا کے چہرے پر گھبراہٹ اور غدغوں کا جال بچا کر دہی تھی۔ کن خفت ہے  
 رازی سے اظہار تہنید نہ کیا گیا۔  
 "تم ہی بتاؤ کیا کیوں۔" جبکہ شمن پریشان سے تو شمار ہی مسکراہٹ چہرے پر کہاں سے لا کر سہاؤں۔  
 کتاب خچ کر تیز کر گئے ہوئے دعا بدور ہے بے زار اور پائوس نظر آ رہی تھی۔ جس اس قدر تنبیہ اور دوڑ لگا تھا  
 کہ صہبہ ایک کھٹے کو چپ ہو گئی۔  
 "تھک رہی ہو کہ دہی کھو۔" "میں ابھی تک فریاد کے رشتے سے متعلق فیصلہ نہیں کیا گیا تھا۔  
 بلا وہ بہت وقت خود کو سول پر لٹا محسوس کرتی تھی۔ کہ جانے آئے والی کھڑاں وقت کا کون سا پہلے سنانے والی  
 تھی۔  
 "آپ کیوں اور غدغوں کا جال بول رہا ہے اسے اپنے شہتے میں کتاب جا رہا تھا۔ گھبراہٹ اور نامیدی آنکھوں میں گھر  
 پڑے بیٹھی تھی۔  
 "آخر قرائت پر تھیں کیوں ہو یا نہ ہو۔ اب ایسی بھی قیامت کی گھڑی نہیں آئی کہ بڑوں سے اعتبار ڈال دے۔"  
 اس کے قہر کا آئینہ ہوئے اس نے رمان سے کاتو لیا۔ لے جن نقول سے اسے دیکھا وہ نگاہیں پڑا ہے  
 اور ہو گئی۔  
 "اے میرے مریطے سے گزری نہیں ہو یا نہ ہو۔ ابھی اسی لیے جن میں اندازہ نہیں کیسی مشکل گزری ہے۔ ہر گز  
 یہ سوچ کر ان کو گزرا رہا ہے۔ میں اپنے آپ کا اس مقام پر گھرا محسوس کر رہی ہوں۔ جملہ سے کسی طرف کسی کی  
 استہکان نظر نہیں آ رہا۔"







لہذا کوئی بھی بیوی کسی بہت خوشی سے بولی۔  
 ”ہاں اچھا لگتا ہے کہ آپ تو ایک شخص ہی پر ٹکائے لگی ہیں۔ آج رات مجھے نہیں لگ رہا ہے۔“  
 وہ بے ساختہ ہنسنے لگا کہ ہر دین کی۔  
 ”یہ فکر ہو تمہارا انعام بڑے کا کاش۔“

وہ جواب دیا تھا وہ دونوں ہی کھمکھلا کر کھڑے تھے۔  
 دایہ جان نے کچھ سوچ کر کہا دایہ قاتر کہنے کے لیے اسے انتظام انگل کی ٹیلی بھی دیا بعد میں وہی دوران تھک کر رشتہ کر گیا۔  
 رضیہ بیکہ کا خیال تھا کہ اس میں مناسب الفاظ میں انکار کر دیا جائے گا مگر انعام صاحب نے جب انتہائی اطمینان اور واضح الفاظ میں اپنی طرف سے بات کی تو رضیہ بیکہ کی اس سوائے خاموشی کے کیا چارہ تھا۔  
 دایہ جان نے اس کی بات کو تو سہارا بنا کر لیا تھا اور انتظام انگل نے بھی ہزاروں کے راز سے نوٹ لے کر ہاتھ پر رکھتے ہوئے اس کے سر پر شفت چکر کر خوشی کا خوبصورت اظہار کیا۔  
 ”مگر بیگم نے بھی نہ کھلا“ لگے لگایا اور یوں بات کی ہوئی اور اس کے بعد سے ایک جڑی بن کر کوئل چائے کا وہ ٹل گیا۔

”خدا کے لیے اس مجھے بے گناہ نہ دیا تو کچھ اور لگاؤ۔“ شفق نے تھوڑے کے آگے ہاتھ جوڑے۔  
 ”ہاں۔ ایسا خوشامدانی لگاؤ۔“  
 ”کوئی ضرورت نہیں کوئی اختیار کا نام نہیں ملے گا۔ لہذا کتنا ہی اہل اس کا کتنا۔“ ساجد نے جذبہ حب الوطنی

پر چار کیا۔  
 ”بالکل بالکل۔“ حمر نے ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ ”تو ایک پڑھ لوں گی اور اجالہ داری تمہیں شفق عاجز کر دیتی۔“  
 ”مجھ میں کوئی ڈھنگ کا کانا لگاؤ۔“

لہذا انھوں نے دیر میں ٹوٹی کیا۔ مبارک میڈیوس کی کیسٹ لگا دی گئی۔  
 رضیہ بیکہ نے اس کو دیکھا اس وقت لڑکی آٹھوں اور چہرے پر اتنی چمک اور خوشی تھی کہ ان کے سارے خدے اور آست آستیں اس کی طرف ہوتے چلے گئے۔  
 بھلا لڑکی خوشی کے آگے بھی کوئی چیز جیت دیتی تھی ہے ان کے دل سے بے اختیار دھانسی لگ رہی تھی۔  
 خوش رہے۔

انتظام صاحب نے واضح طور پر اگلے ہفتے سمیٹنے کے بعد کی کوئی بھی تاریخ طے کرنے کا کہہ دیا تھا مگر کچھ تیار ہی نہیں تھی۔  
 دایہ جان نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں دیا تھا۔ تاہم یہ تو کیا تھا کہ آئرن کے بعد لڑکی کی ہمتی کر دی جائے

چند دن کافی سکون اور خاموشی سے گزر گئے تھے۔ سلمان انگل کے گھر کے لیے بعد وہ اسکول میں قصداً روزانہ دونوں سے خفا رہا اور کڑائی کر لائی رہی۔  
 اب اس کا بھی خیال ہی نہیں کہ اب اسے اسکول جانا ترک کر دینا چاہیے مگر سلمان صاحب نے خود ہی کسی سمت سے انہیں قائل کر لیا تھا کہ کسی کوئی بات نہیں ہے۔ رشتہ خاندان ان کی اور بیگم سلمان کی انعام پر ہے۔  
 یہ ان دونوں کا اس سارے قصے میں کوئی چیز نہیں لگتا وہ تھوڑے کچھ دیر میں بھی اس روز جمعہ ان کے لئے ان کا خاصا طہن کر تھا۔

جمعہ ان کے تمام خاں خاں موجود تھے جو کہ ایک سال اپنے راز میں دیکھنا چاہتی ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے والدین کی طرف انھوں میں ایک تھا۔ پھر ایک ہی چھوٹا بھائی تھا۔ تھوڑے دنوں کا بیٹھ بٹھ نہ کہ

بانی جو کہ تعلیم یافتہ سمجھا ہوا اساتذہ اور خوبصورت دانا کا لماناں کی خوش نصیبی ہی ہو سکتی تھی۔  
 انہیں میون کا خیال آیا ہوا رشتہ اس پر پوزل کے گے بہت کمزور تھا تو اسے ذہن سے نکال کر وہ بیوی کے قہر اس کے حلق سے نکل گئے۔

آج کل دایہ صاحب کا بھی کچھ بچہ نہیں تھا نہ تو انہوں نے فون کیا تھا اور نہ ہی یہاں سے کوئی کال کرتا تھا۔ تاہم یہاں ”جیتو“ ان کی انڈی چھڑھ تھی۔  
 اپنے حلق تو انہوں نے بھی ان سے وقت نہیں ملا تھا مگر یہ معاملہ انہیں نہیں تھا کہ اسے ان کی مدد اور خدائوں نے اپنے ذہن کیا کیا۔ ایسے میں ان کے علاوہ نہیں وہاں حد قصیدہ تھی جسے ابی کا شہرت سے انتظار تھا۔ ساتھ ہی میں وہ کچھ بھی کمزور تھا کہ اسے سنا پڑتا تھا کہ انہیں اپنی بیوی اور والد کی اتنی ہی بھی پروا نہیں تھی کہ ان کی بہت سی دریافت کر لیتے۔

یہ بات ہے کہ بیگم انہیں اس گھر والوں کی یاد آتی تھی۔ بس ایک دن میں گھر کی دولت کے انبار اسے جارہے تھے اور جن کے لیے یہ گھر کر رہے تھے ان کی دیگر ضروریات کے لیے ان کے پاس سوچنے کی بات تھی نہ ضرورت۔

”بالہ۔“ وہ شمع میں اس بری طرح بھیج کر بڑا کراہٹ مٹھی۔ کس قدر خوفناک خواب تھا۔

سوچتے ہوئے بھی جاننے کا گمان ہو رہا تھا اور اب جبکہ وہ جاگ چکی تھی خواب کی احساساتی کیفیت اس پر ہی چھائی ہوئی تھی۔ دل بری طرح ہلکا رہا تھا۔

”بالہ۔“ زبیر کہتے ہوئے اس نے ہاتھوں کو ہاتھ میں بکڑ لیا۔

”تجربہ کمال الی۔“  
 ابی کو جس بری طرح خون میں لٹ پڑا اس نے چشم خواب سے دیکھا تھا وہ اسے بدلا گیا تھا یا عجیب بظاہر تھا۔  
 انہیں یاد ہے کہ وہ تھے اور نہات کے باعث بول کر نہیں کہتے تھے۔

کتنے کو تو وہ جاگ گئی تھی مگر اب تک حواس پر وہی خوف اور اذیت سوار تھی جو خواب دیکھتے ہوئے اس پر تھی۔ اس نے اٹھ کر لائٹ ان کی اور سایہ نیل پر رکھے گلاس سے پانی کی ٹھنک لے کر ترکا پھا پھا کر اس خالی تھا۔

ناچار اسے بچہ کی طرف آہڑا۔ شرمین کا کہ لاکھ تھا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ سوچیں بے ہلاؤں کے بازے کیسے اس کے گزر کر بچہ کی طرف بڑی تندر کا ریت پر لیے سیر یہ نظریہ اسے اس وقت ہی دی آن کے آگیا۔

کچھ بعد وہ سراجیمیل جس برق رفتاری سے بدلا گیا تھا وہ اس بات کا غماز تھا کہ رحمان بیوی دیکھنے میں لے نہیں ہے۔

”خاموشی سے بچہ میں اپنی فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر پینے کے بعد کچھ سکون محسوس ہوا وہ کپ جائے بیاتے خیال کیا تو پھر وہ اچھی سی رات کے ڈھانچ رہے تھے سوائے کیمبر کے سب سو رہے تھے۔

جائے تھیں اس کا دل چاہا کہ کیمبر سے پائے اس کے لیے جانا کرگش میں انڈی اس تمام عرصے میں وہ خواب بھلانے کے لیے قصداً ”دھڑا دھڑا کر“ میں سوچنے پر مجبور کر دی تھی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

کیمبر اب بھی سابقہ کام میں مصروف تھا۔ ”یقیناً“ سوچ کر اٹھا کر اس کی اور جانب تھا جیسی اس کے کہ کچھ اتنا اذیت نہ ہو گا کہ اس کے پاس سے گزر کر سناٹے والے فلوور کشن پر جا بیٹھی۔

”وہ آہستہ آہستہ رات گئے۔“  
 وہ اس کے گھر کا اٹھالو بیوی آف کرتے ہوئے حیرانی سے بولا تھا۔

[illegible]

"ہاں غریب سے بولا تو قدرے مسکرای۔ ایسی ہی کا تو وہ رائے دینے تھا اسے ساری مصلحتیں ہیچ نہ حاصل تھیں۔  
 "ہائی داوے سے سمعنان صاحب کی دایاں آنکھ میں ہونے لگا۔ آپ نے توبہ کیا ہو گا؟ میں کیسے لگے آپ  
 "ہو بہ دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا جبکہ حیرت سے اس کی توجہ کو اپنی جانب کھینچ  
 "کچھ غصہ ہے اس روز میں دیر سے واپس کیا۔ انھن لکھتے ہیں کہ کب تم کا بچہ تھا اور مجھے یہ سب دیکھنا  
 "ہو آقا کھسکو دیکھو یہ رہا تھا۔ حیرت کا تھا تو تھا مگر اس نے کہہ نہ کہہ کر خود کو کھسکا۔  
 "ہوں اس کا روزہ اور ایک جاگ میں آؤ گئے تھے۔  
 "روزہ تم کو کیسی طبیعت سمیٹا لکھتے تھے؟" مسکرا کر دے بولا۔  
 "میں مسلمان لکھن یا بالکل یاد نہیں۔" قصداً غفلت بڑا کر کے بولے۔  
 "تمہیں بس وہندوا دھندلا سا لکھ ہے؟" انھن لکھتے ہیں کہ فریڈ زاور وشل سرکل کے لوگوں سے میں  
 "فریڈ لکھ ہوں۔ ریش واسے میری بیوی میں اپنے لیے لوگ کبھی فٹ نہ ہوتے ہیں سب جلدی جھل جاتوں میں  
 "اپنے لوگوں کے۔  
 "ان کے ذکر پر اس کا دلچسپ جواب ملتا ہے۔  
 "فریڈ ایسی ہی سے سنا ہے بیٹے وہ ہیں ان کے۔  
 "وہ پچھتر سو سالے انداز میں بولا تھا۔  
 "انگل میں میرے نہیں ہیں بلکہ میں نے بہت دوست (خلف) منجھہ ان کی۔" سمعنان کے موضوع پر بھی  
 "مجھ میں جیتھیا۔" ان کا مختصر جواب تھا۔ فریڈ اس پر متواضع کا خلاف طوالت دیتا ہے اور فریڈ میں ڈیڑھا  
 "ڈیڑھا سا دلچسپی لے لے کر کہہ دیتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی ایسا کوئی نہیں دیکھا ہے۔  
 "اس کا دلچسپ سا جواب تھا۔ چپ سی ہو گئی۔ جانتی تھی کہ آج کل کے بہت سے دور میں اس جیسی لڑکیوں کی  
 "لکھنیاں ملنے سے دور رہتی ہیں مرد اور لڑکی۔  
 "وہ اپنے آپ کو ڈالنی کو کہا تھا جیسے قادیانی بھی آج کل ان کی جھڑپوں۔  
 "قدرے توقف کے بعد وہ اندر بھڑکی سے بولا اور "بی بی" پر بالخصوص زور دیا تو وہ ہریشانی سے اسے کہنے  
 "جائی داوے ایسی کوئی ہے کہ اسے ریشنگ ووم میں بیٹھے بندوں کی طرح سے جین دیکر کرکٹا سا بیچ لگتا ہے۔"  
 "اس کا انداز بھی۔" اس کی لکھنیاں شرمین کی طرح لکھتے۔ شرمین کی خاموشی اس کی بات کی تائید تھی۔  
 "تو اسے آپ زیادہ براؤن میں لیں۔ ابی بھی آجائیں کہ زیادہ ہی ناراض ہو کر گئے ہیں ورنہ دو دھلیاں مینے  
 "لکھتے ہیں انھوں نے آٹسول (الک) ہو کر نہیں رہے۔  
 "میرے خود کو کھسکو دیکھو یہ رہا تھا۔ اس بار ڈالنی نے سب کو کھسکا دیا تھا۔  
 "ہوں ویسے ہمیں سے بھی تو کوئی پل نہیں کرتا۔ آخر کو وہ بڑے ہیں ہم سے اگر غلطی کریں تو کیا ہم انکو  
 "میں کر سکتے ہیں نہیں ابی بی بی۔  
 "دو بھے سوں میں لڑکی کی امید نظر میں سمیر کر چھیں جس کے چہرے کے آثارات ناقابل فہم تھے۔  
 "بی بی قادیانی دونوں ہی اپنی اپنی انا کی خاطر بھی اسے نہیں بولتے ہیں کوئی بی بیات نہیں ہوں لوگ پوزو فو ہاں  
 "اپنے سے۔" انھیں سب کیوں اب تک اس معاملہ پر اسے ذہانت سے سمجھنا کو ایک کھسکے بغل انہیں کیا کہیں۔  
 "ان کا تو سب سے پہلے اس کمرش کی بات تھی اس دور میں بی بیات تو بھولیں آئے۔  
 "وہ بڑھ کر اہمیت قدرے سے کمرش کی تھی اور کمرش بی بیات تو بھولیں آئے۔  
 "ہائی داوے آپ بھی جلد اس ماحول سے دور چل جائیں گے۔ ایسے تکی ہو پ کہ اس کے بعد آپ کا لکھ

انسان کو اور وہ آگ تھک چکا تھا (سوچ کا انداز) بھی مل جائے گا اس لیے فی الحال جو حال اور مہیا۔  
وہی اس رہتے ہیں۔ وہ سب کرنے کی کو شش کی تو خود سب ہو جائیں گی۔  
وہ ایک جھلک بھر استانی اور بے حسیت اور ہر دور سے ہوتے ہوئے میر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہم  
لفظ جیسے بات چلتا تھا۔

”اور اب جانے گا سوچا میں۔ سب رات ہو گئی ہے۔“  
اسے خاموش دیکھ کر جو کچھ وہ طویل سا سحر کرنا تھا کھڑی ہوئی۔  
”اور تم؟ تمہارے لیے کیا دن نکلا ہوا ہے۔“

”میں نے سچے طور سے تنہا ہی انداز میں سوال کیا۔ جواب؟ وہ استرا تیرے پاس۔  
”میر کے لیے دن اور رات ایک جیسے ہیں۔ جب چاہے جاگو جب سول کرے سو جاؤ۔ نو فرفش۔“  
”کیوں کیا تم نارمل نہیں ہو۔“ وہ اس کے ساتھ بے حد تنہائی کے لیے ہوئی۔  
”نارمل وہ تو ہے جو ایک نارمل باخول کا رشتہ والا ہو جائے۔ ہم جیسے ایک شہر اور دوسری حالات میں رہنا  
ہماری سائیکلو پی ری کسی اور نارمل ہو گئی ہے۔ وہ راتوں رات سو اور۔“  
اس کی اور اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ ہم سب سکرنا تھا تھا۔  
”تو پھر کچھ نصیحت کیوں کر رہے تھے۔ وہ بھی۔“

”مجھ پر؟ آپ کی بھی میری بھی۔“ وہ شانے لپکا کر لیا تو وہ خاموشی میں گہمی اپنے گھر کے کی طرف  
آئی۔ کبھی کسی کو کچھ سمجھانے کے لیے آپ کے پاس لفظوں کا فقدان ہو جاتا ہے۔  
آج کی بار میرے بہت کر کے احساس ہوا۔ اس بارے میں آپ نے ان دونوں مہیوں کے ساتھ ر  
کو بھی آپ سٹ کر دیا ہے۔ میرے لیے بھی شرمین کا کھل نظر تھا تھا۔  
اور یہ احساس اتنا تکلیف دہ تھا کہ وہ آنکھوں میں اتنی تر ہو چکا تھا کہ جھپک جھپک کر کی البتہ ذہن سوچنے میں خوا  
استہوار کے قیاس میں تھی۔

”کاش ابی اور امی کی بھی سمجھ سکتے کہ ان کے اختلافات ان کی اولاد کے احساسات اور نفسیات پر کس قدر  
اثرات مرتب کر رہے ہیں مگر ان میں تو شاید اس بات کا احساس بھی نہیں ہے۔ اور ہو گا بھی کیسے انہوں نے ہم  
باسے میں سوچنے کی کو شش ہی سب کی ہے۔“

نو فرفش بھی اس دور کے ساتھ ساتھ بار بھائی بھی آئے جیسے کے لیے تیار نہیں تھے سمیعان بھی اس وقت  
کی بھر پور مدد اور تھا فرفش نے اپنے بارے میں نو فرفش ”ابا انظرین“ سے دیکھا کہ وہ شانے لپکا کر سکرنا ہوا۔  
”اگر کے لیے چلے آں ہوں تو جہاں کہیں گے کیا یاد کریں گے کسی شاد سے پالا ہوا تھا۔“  
نو فرفشوں اور محبتوں اور سب کے اصرار پر اس کے شاد سے پالا ہوا تھا۔  
”دشش دی باسرت“ (Thats the spirit)

اچھے نے چپک کر کہا پتھر پتھر دھڑا کی ذرا سکرنا پھر سمیعہ ہو گیا۔  
”میر میری ایک شرط ہے۔“  
”کیسی شرط؟“ ”گورس میں سوال ہوا۔“

”اب لوگ قصداً نہیں آپ نہ پا کو بھی لانے کا بندوبست کریں تو۔“  
اس نے حتیٰ اور فحشی انداز میں سمیعہ کی جھل پتا کر کر کی شرط رکھ دی۔  
”یہ چیغہ ہے فافل ہے حکومت تجوس کیس کے۔“  
وہ سب ایک ساتھ جھجھلائے ہوئے چیخ کر لپکے تھے فرفش نے اطمینان سے دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھ

ہیں اور اس وقت تک نہیں نکلیں جب تک کہ سمیعان نے اس کے شانے پر دھب نہیں بھائی۔  
”یہ بہت مشکل ہو جائے گا فرفش بھائی۔ نہ پا کے جس شے سے اجازت ملنا پامیل نہیں۔ یوں بھی اس کی  
ہادی۔ آئی میں آپ کی ہادی بھی خاصی روایت پر بند ہیں جسے میں لگا کر کاساپا ہو گئی۔“  
نو فرفش نے چپکے سے کہا تو اس نے سرفش میں پٹا ہلایا۔

”نکتنے ہیں جہاں چاہو وہاں راہم تو آپ کو کرنا ہی ہو گا بھائی۔ کمال ہے آپ سے ایک چھوٹا سا کام نہیں ہو  
تا سکر۔“ فرفش نے نو فرفش کو ساتھ لپک لپک کیا۔  
آج کل فرفش کو وہ سب سے زیادہ خوشگوار رہتا تھا۔ مرنیک میں ہل سے کام نہ ہونے کے باوجود اسے خوش کر  
تا رہتے تھے سکرنا تو کچھ نہیں کہ سمرال اولاد کی خوشی میں ہاں کے لیے اسٹ سہرتی ہو ہے۔ خواہ اس کی بیباکیاں  
لیا جائیں یہ بھی نہیں۔ زخمی کی ہو۔ بھی اسے خوش باش۔ تا سکرنا اسرار اور فرفش دیکھ کر اپنے اس دل کو  
بھانے لگتیں جو اپنی زندگی کی پہلے کھست پر بھی میری ہی طرح بھلتے لگتا تھا۔

”کیا کروں۔“  
نو فرفش نے اسے سمیعان پر بار اور ادھر کی طرف دیکھا تو اچانک وہ ترس گیا۔  
”اگر کے میں کوئی ٹک کر آنا ہے تو کو شش کرنا ہوں۔ ہوں اپنے کرتے ہیں کہ نہ پا بھائی اور سمیعہ کو وہاں ان کی  
طرف بلا لیتے ہیں پھر اسے انہیں کپ کر لیں گے۔ کچھ کیسا کمال کا انگریز ہے؟“  
”اچھے کے؟ ٹھیک ٹھاکر میں سے صحت مفورہ پر آمد ہوا تو اس نے تھا خراور امید سے سب کی طرف بھلا۔  
”ہاں یہ کہتا ہے۔“

بار اور سمیعان نے سب سے پہلے اتفاق رائے کیا۔  
”مگر اس طرح اپنے گھر والوں کو انڈام کے بغیر ہمارے ساتھ چلے پڑے راضی ہوں گی بھی یا نہیں۔“  
نو فرفش کوئی فکر نہ کیا تو سب چپ ہو گئے۔

”میرا خیال ہے ڈائریکٹ ہادی جان کو اپنی جگہ چاہیے۔“ آفٹر کل کران سے وہ ہماری لفظ اٹھا کر کرنے کی کوئی  
اہل نہیں تھی جسکے ہادی اور بار بھائی بھی ساتھ ہیں۔  
فرفش کو کافی دیر سے خاموشی تھا اس بات پر تنہائی کے بولا۔  
”مگر ساتھ تو سمیعان بھائی بھی ہیں اس میں ایک اور مسئلہ ہے کہ اب سمیعہ علی بھی سمیعہ عزیز ہادی ہیں  
ہاں ان میں ان کے بغیر نہ پڑا بھائی آئیں گے اور سمیعہ کے لیے اور صاحب سے چین کٹی پڑے گی۔“

اچھے نے کتے سے گفتہ ڈھکیا تو وہ سمیعہ کیلئے مرنیک پر مرنیک ہو گئے۔  
”الاحول ولا۔“ اچھے نے ڈھکے کر کے نہیں بلکہ کسی خفیہ مہر چارہ ہیں۔ کوئی نہ کوئی بات مسئلہ ہی ہوئی ہے۔  
”نہ لے گا تھا میں سوچ کا فرفش ضرور سبب کرے گا۔“  
بار بھائی نے زیادہ ہی بارہو گئے تھک بھوں چڑھا کر لے۔  
”کیا مطلب۔“

فرفش کی صورتیں سکر نکلیں۔  
”مطلب یہ کہ فرفش لا ج کے کینوں کا لاف انساں کہ ہم سے بہت مختلف ہے لاکھ لوگ وہل آگ کسی مگر  
اور وہی کفریہ سوچ ہے ان لوگوں کی، ایسے ایسے جھٹکے کو گے تھپاں اور نہ پا بھائی اس بات کو کوڑا صوا  
ایک بول چال اشکی طرح ہی نہ سکرنا کیا ہے۔“  
ہر اختیاتی صاف فرفش نے بولے تو فرفش سمیت سب ہی ایک لے کو چپ سے ہو گئے اور چند سیکنڈ کے بعد اس  
کوئی کو فرفش نے ہی پڑا۔  
”جو بچہ آپ نے کہا اگل ٹھیک کہا بھائی۔ سب فرق ہے نہ پا کے ماحول اور ہمارے لوگ انساں شہ۔ مگر مجھے

اس کی کیا بات پسند ہے اسے روایت پسندی یا فہم پسندی یا کفر پسندی یا کفر پروردگار کہہ لیں۔ مجھے ایسی باتوں میں کوئی فتنہ اور دلائل و سوانح کی نگاہ کی بجائے اسلاف کا پائنت آفتاب سے دیکھیں جس سے مشرقی و مغربی پسندی کا وجہ ہے فہم یا خود اپنی شرط واپس لے لے ہوں۔ آپ کو لوگ تیار رہیے گا کل ہم سب کرا چل رہے ہیں۔

آخری فقرے پر فقہاء "مسکراہٹ لیں اور لڑتے ہوئے اس نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ذرا مسلمان کے ساتھ کلب تک جا رہا ہوں۔"

اس سب پر طائرانہ نظر ڈالئے تو ہنسنے لگے کی طرف بڑھا۔

"لگتا ہے فریاد بھائی بھائی ہمارا ہو گئے آپ کو اس طرح کی باتوں میں کرا چاہیے تھا یا پھر خواہ فریاد کا موڈ آئے۔" زینو ان دونوں کے ساتھ ہی ہوئی تھیں امدانے خاموشی اختیار کر رکھی تھی البتہ اس کی نظموں میں بھی تھی لہذا خواہ موڈ آئے نہیں ہوا ہے اس کا خود سوچو فریاد ازراہی بات میں اختلافات جنہیں اس نے ان دونوں درمیان سمجھی بات پر سوچ کاغذ پر در کھلا ہے اس کے ذہن میں اور بھی ایسا بچہ برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ باہر کو اپنے گے کا زور آسان نہ تھا اور وہ ناہمی کیوں کھیلے گا کہ غلط تو نہیں کہا تھا انہوں نے۔

"اگر وہ خود سیاست سب پر ایسا (assure) کرے کہ اسے یہ مشرق اور اوریشل ازہم (orientalism) پسند ہے صرف خود ایک براؤن فیصلہ ملی کے ساحل کا عادی ہے۔ ایک بائیس سو سال تک ہونے کی حد تک تاہم ہیں مگر یہ کچھ بے عقلی کی ہے۔ سابقہ زمانے کے سارا دواں دھرا کا گھر آج ہے۔ آج جو بات خود اپنی فرما لے پندہ کی گاری کا دینا ہے کل کو دواں اس کی لائق اس (Spaul) کی کہہ سکتی ہے۔

باہر کا خود کسی ہی پیریڈل کر صاف کوئی کی طرف چل دیا تھا اور دو تینو کے اس بلاک میں تھے کہ اس کا کل کرتے اس کے خاموش رہنے ہی عینیت چاہی بلکہ کسی کی حد تک تو دونوں ہی باہر کی دکل پر طر گھاٹی ہو گئے تھے۔

زندگی میں خود اپنی ہی بات بھی رسات ہو چکی تھیں دونوں اس بات کا قصور تھا مگر ایک لگ بھگت۔ دہا جاتی کر رہیہ تھیں کہ اختلاف کو ضرور اپنی ہی بات کی گاریاں نہ ہوں۔ رادی جان اور انعام صاحب نے جب کیا تو تھے ایسے وہ مساکت وہ بھی ایک اور جب یقین کیا کہ تقدیر اس پر مہمان ہو چکی ہے تو خوش چمپانے نہ آتی کہ رضیہ بیگم کو اس بات کا احساس ہوا کہ اگر وہ اس کے ساتھ کہہ سکتی تو نہ کابل کتا تو نہ۔

اولاد کی خوشی بھی کیا چاہے ہوتی ہے انسان اس کے اپنے اسے اصل اور اپنے تمام جواز ہوتا ہے صرف خواہش کے قفل کے بچوں کی خواہشیں حاصل کریں۔

رضیہ بیگم نے بھی اس خیال سے کہا کہ نام نہان کے دل میں خوشی کے ساتھ ساتھ ان کی تائید بھی کا چھرا تھا بھائی اسی لیے وہ آج تک فقہاء "ان کے قوسب کہ آئی تھی۔

جوانت جیسی قسم کی طالباء سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ فریقین کو اطمینان سے بات کرنے کی مصلحت مشکل ہو جاتی ہے خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ ایک فریق خود اس میں جا رہا ہو کہ زیر پر ہا ہو۔

گراس روز در بیکر کو موش لہی گیا وہ اپنے کمرے میں اتفاق سے آئی تھی وہ دھکیلی آئیں اور اس کے آئینہ میں دیکھتے ہوئے غور سے دیکھا تو اس نے نظر پڑا۔

"ہمت خوش ہو۔"

بڑی ہمت سے استغفار کیا تھا انہوں نے ہمتا کی حد تک اس کے دل میں از گریہ کہ جذبہ ہی نہ

کھڑی رہی تو انہوں نے خیال کیا۔

"تم خوش ہو تو میں خوش ہوں۔ اس روز جو کہ میں نے کہا وہ اپنی سوچ اور تجربے کی بنیاد پر کہا تھا مگر تم

تیا کیا کہ نہیں کہ تمہاری بھی یہی خواہش ہے۔"

وہ کہہ رہی تھیں زہرا پر یہ گھڑوں پالی پر کیا گفت سے چہرے پر سرخی چھا گئی۔ رضیہ بیگم نے اسے غور سے دیکھا تو مسکرا کر اور شائے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

"فریاد تو اپنی اچھا لگا ہے۔ میں کیوں ہوں اس سے تو اچھا لگا اب تمہارے مستقبل کی طرف سے پریشانی کم ہو گئی ہے۔"

اس کی امدانے کم کرنے کی خاطر وہ سر کر بولیں تو اس نے دھیرے سے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کو کچھ سے کوئی شکایت تو نہیں آتا۔"

وہ اب تک پیشانی کے درمیانی سرخی رضیہ بیگم نے اسے محبت سے لہنا لیا۔

"میں بیٹانے سے کھل کر کوئی شکایت نہیں۔ بس نیوہ کی طرح نرمی اسے کہیں خوش ہو گیا اور وہ میرے کچھ میں ٹھنڈا تری رہے گی۔ مگر بیٹا لاکھ چچا پوچھی کا مہر ہو۔ سرال بہر حال سرال ہی ہوتا ہے۔ نیوہ کی تمہاری حد سے پیچھے کے کہنے سے مگر کوئی نہیں ہے جاتی تھی کہ شادی کے بعد سب کچھ بدل جائے نہیں تھی۔ کانی برداشت کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔"

"وہ صاحبان نہیں کہہ رہی تھیں۔"

"یہ تو کہہ کر تھیں کہ توہ خیر سے ہی "حفیہ تاک" کی ترقی ہو گیا کرتے آج ہی سال مگر جانے کے باوجود ان کے مزاج میں زہرا پر ابرق نہیں آیا۔ تو یہ ہے کہ وہ سفید لاج تک آئیں جس میں اس بات پر اب تک حیران ہوں۔ ان کے لیے میں ایک سال پھر بھرنے کے بدلے تو اس کے گھر کران کی طرف دیکھا اور وہ اس کے تیرے

ہی ہاتھ پر گھس کر کہہ خوف نہ ہو گئی ہے جب بھی گئے تھیں۔

"مگر خیر اب میں بھی اتنا بھرنے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال میں تو وہ بھی انسان ہی کتنا ہی سخت دل کر لیں آخر کو محبت سے ہی ہمارے ہیں۔" خرابی طرف سے شکایت کا موقع مت دینا کہ تمہاری وادی نے فریاد کو بطور خاص

روایت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھی بلوایا جائے کل کے لیے کوئی اچھا سا ٹھکانہ لیا۔ میرا خیال ہے شکر کے کہ یہی جا میری ہے۔

وہ اسے ایک نئی انجمن میں ڈال کر کہہ چھوڑ گئیں تو وہ ایک باہر خوب صورت گل رنگ خرابوں میں کھوئے کھوئے خیر کر کا توں سلوکیا کر کے او اس کی ہو گئی۔

رات کے خواب کا اثر اس قدر کما تھا کہ مجھے اسے بعد بھی وہ خود کو فریق محسوس نہ کر سکی۔ وہ کہہ کر اپنی کا خیال اسے مضرب پر قربان چنانچہ اسکول جانے سے پہلے اس نے ٹیلی فون ایڈس نکالی۔ اسلام آباد کا کہہ کر اس میں درج نہ کیا۔ "آپ کو اس کے کام سوا کرنا ہے کہ جبکہ کاہنہ کا کہہ کر اس کی آواز میں بھی گھج جاتا تھا۔

"اگر وہ آج ہی مج سے فون کیا جا رہا ہے۔"

وہ جھجھکی لگی۔ ایک لمحے کو خیال آیا ہی نہ ہے پوچھ چھو شاید میں کوئی کٹھنکٹ نمبر معلوم ہو مگر ایسا زور مشکل ہی تھا تو کہہ لینی سے متعلق وہ سب سے زیادہ بے خبر تھی تھیں سرخیں اور میرے پر پچھلے بار کا تھا خواہ خود کا کہنے کو تھے۔

"کیا کہہ کر آیا کروں؟" سے کسی کل جین میں تھا۔

پالا خراب کی سی خیال دین میں کیا کہ اردو سے معلوم کیا جائے فون تو اس کا مستقبل اچھی کی فون ہے۔ رہا غالباً "خواب تھا۔ چنانچہ اس نے خود خیال کے آفس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ فون پڑتا کہ آسمان میں تھا ہی کوئی اگر ٹھیک بھی جاتی تو ڈاٹس نہ ضروری تھا۔

آج کل تو وہیوے بھی ابلی کی اپنے توبہ کی وجہ سے حد درجے جھجھکی ہوئی رہتی تھیں۔ آج اسکول میں بھی

پورے دس قافلہ دار اس کا وہاں پر سونے رکنا ضروری بھی نہیں تھا۔  
 لوہیتے کے بعد وہی کڑا کر کے اسکو لے کر نکل گئی۔ سلطان اہل کی وجہ سے اسے زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ البتہ  
 مسلمانوں نے اسے ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی جسے سولت سے منع کر کے وہ باہر چل گئی اسکو لے کر چوکیدار نے  
 اسے ایک بلادی بھیجی۔

اگرچہ میں اس بھی خاص طور پر ناگاہم ہوا تھا سوائے اس کے کہ کبھی اس راستے سے گزرا ہوا تو ابلی نے  
 تذکرہ کیا تھا البتہ اسے یہ موقع نہیں ملا کہ وہ سب الی کے ساتھ میں کھوئے پھرتے نظر آئے۔  
 ایرو کے دم کے باہر کنبسوں کی اس کی رہنمائی کر گیا تھا اس پر پندرہ منٹ تک اسے باہر ہی جھک رہا پورا مگر جوں  
 اندر سے تلخ سیخاں نکلا گیا یا لگے کینڈہ وہ بلائے چلا گیا تھا۔  
 ”نہیں آپ آئیے ناہر یہاں ایک دم رک گئیں۔“

بیون کے پیچھے پیچھے ایرو تھا اور اس سے پہلے کہ وہ قدم بڑھائی وہ حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے خود اس تک پہنچ  
 گیا تھا اس کی آنکھوں میں واضح تصویر اور بعض تحریر تھی۔  
 ”جی وہ دراصل۔“

اس نے بیون کی طرف اشارہ کیا وہ بات اور محوری پھوڑی تو ایرو بیون کی طرف متوجہ ہوا۔  
 ”وہ؟“ وہ قدرے چونکا۔

تم کٹائی اور سینڈوچز کے رکاوڑ اور اہل کافی ٹھنڈی نہیں ہوئی چاہیے۔ بیون کو حاکم سے مخاطب کر کے وہ اندر  
 کی طرف بڑھ گیا اور اسے ساتھ آگے لٹا دیا کیا تو وہ کچھ جھکتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔  
 آہن الی کے مزاج اور بیون کی کامیابی کا آئینہ دار تھا قیامت فرخیز اور خوبصورت اندیشہ پڑے مرنے و کمر  
 جہاں ایرو بیون ہی کا روڈ تھا بل کی جیرے کے اس طرف بیجا باغ تک نہ پہنچتے تھے۔ ”کامیاب بنا ہوا تھا آہن میں  
 داخل ہونے کے بعد اسے یکدم الی کی آکاہاس شدت سے ہوا۔ گوکہ انہیں کبھی یہاں نہیں گئے نہ کبھی تھا  
 البتہ یہ سب تھا تو ان ہی کا یہ لگسبات کہ ایرو کی اس میں پانچ نرختا ناہر صاحب کے شیراز اس سے زیادہ ہے  
 ”نہیں نہ نہیں آپ یہاں آئیں۔“ الی کا نام تھا تو بچے فون کر گئیں۔

سائے دو بار یہ گلی یاد اور صاحب کی تصویر پر نظر پڑا۔ کچھ کر لیا خرابی نہ پکا اور اس کی طرف متوجہ ہوئی اور  
 سنبھل کر گئی۔

”کھار تو کچھ نہیں تھا ان ایکٹ مجھے ابلی کاٹھنکٹ بھر گیا ہے۔“ آپ کے گھر فون کیا تھا مگر مستقل آنکھ کی  
 فون آ رہی تھی۔

”وہاں ابلی ٹکٹ فون خراب ہے آج کل ہمارا۔“ اسے گویا یاد آیا۔  
 ”مگر اہل کاٹھنکٹ نمبر تو آپ کس پاس ہوتا چاہیے۔“ انتہائی تنبیہ کی سے کام لیا یہ جملہ نہن کو کھفت میں  
 چلا کر گیا۔

”نہتائے عزت کر دیتی ہے ابلی کی یہ ہے کسی اور بے رحمی۔“  
 اس کی آنکھوں میں ابلی کی طرح کھار کا خاموش دوری تھا۔ ”ایرو کو بھی احساس ہوا گیا تھا کہ وہ صحت آفرہ  
 ہو گئی تھی اس بات پر بھی فوراً اس کا تکرار کی طرف متوجہ ہوا تاہم اس دوران بیون اجازت لے کر اندر داخل ہو گیا  
 قافلہ دار بھی خاموشی سے کافی سہو ہونے کا انتظار کرنے لگا اور جوں بیون ابلی کاٹھنکٹ وہ قدرے حلاوت سے بولا ”آغا“  
 مدد تڑخا ہاندا انداز تھا۔

”اھل اسلام آگے اس نمبر ملیں گے آپ چاہیں تو آئیں سے ہی انہیں کاٹھنکٹ کر سکتی ہیں مگر ابلی دوائے  
 آپ کو کیا کیا کرنا چاہتا ہے ان سے؟“  
 اسے اب تک یہ بات عجیب کر رہی تھی کہ نہن اس کے آہن میں موجود ہے جس نے آج تک یہاں فون

بھی کھل ضرور تاسی کیا تھا۔

”کچھ ناخاموش نہیں۔“ اس نے نہن کی خیریت پوچھنی ہے۔ آپ کی لاسٹ ٹائم کی بات ہوئی ہے ابلی سے۔“  
 اس نے کچھ ناخاموشی سے سوال کیا تو ایرو کے لیو پر بے اختیار مگر اہستہ و کئی صرف ان کی خیریت  
 معلوم کرنے کے لیے وہ تھوڑی سی دیر پریشان ہوئی تھی۔

”کل شام میں اہل نے فون کیا تھا مجھے ہی ان جیسٹ کل رائیٹ (بالکل ٹھیک) تھی مگر آپ اب بھی پریشان  
 کیوں ہیں کیا کوئی مسئلہ ہے مجھے بتائیے اگر میں یہاں پر کسوں کو مجھے فون ہوئی۔“  
 وہ غلو سے بولا تو نہن میں ہمہ سا کرا دی۔

”نہیں کوئی مسئلہ نہیں“ الحمد للہ یہ ٹھیک ہے مگر میں ابلی سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اگر آپ یہاں سے  
 کاٹھنکٹ کر دیں تو زیادہ اچھا ہے۔“

بے حد جھگڑتے ہوئے اس نے نہر عارض کیا تو ایرو نے مزید کوئی سوال کرنے کا ارادہ نہ کر کے ایک کینڈہ کے  
 لیے اسے اٹھائی ہوئی نظر سے دکھا اور ”کو“ کہہ کر باہر پڑے بھر لیا۔

”مجھے اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”جی اہل ابلی پر ہیں بات کر لیجیے۔“ اس نے دم سے باہر نکل گیا تا اس کے ہاتھوں سے کینڈہ پڑنے لگا۔  
 ”میلو۔“ اس نے بیکار ہوئے کہا۔

”مجھ پر اور تاسف سے بھرے  
 ”تو کہیں جا جان۔“ آخری بار بھی کیا بنا رہتے تھے انساں محبت کرنے والوں کی خطاؤں کو بھلا نہیں سکتا۔“  
 صہبہ نے خرمی سے انداز میں سوال کیا۔  
 ”بھلا تو یہاں جا ہے بیٹا کرکھ گھٹنے اسی بوتلی میں کہ ان کو بھی معاف نہیں کیا جاتا شاید وہ غلطیاں قاطع  
 معافی ہوئی ہیں۔“

”زودا سمجھ لے گی سب کچھ۔“





ہماری نظروں میں محبوب ہی نہیں ہے۔ جانے کیوں کہ جس بھی ہم اسے کم ظرف اور چھوٹے دل کے مانکے جاتے ہیں۔ شاید اس کے غلے کا تعلق ہماری امید ہماری توقع اور ہماری جاہلیت ہے۔ جتنی جاہلیت توقع اور مان ہو گا اتنی ہی ناراضگی بھی شدید ہوگی۔ نتیجتاً کسی وجہ سے وہ جان بھی اب تک دعامت کے ہمدار میں قید رہ سنبھلائے اور اپنے اپنی باتیں۔

وہ چاہے سوچے چلے جا رہی ہو جس طرح کی بات اس وقت جب گاڑی دلی علی گڑھ کی گیت پر رکی۔ اسیا صاحب کی طویل خاموشی سے اتنا بچھڑھڑا تھا کہ اس نے انہیں ساتھ چلنے کے لیے بھی نہیں کہتی تو قاتلہ بھی کیا تھا۔ خاموشی سے ایک سنبھل کر بارنگلی اور روانہ ہند کہ انہیں خدا حافظ کہہ نہ تھا۔ "خیزی سے کینٹ کی طرف بڑھ گئی۔

وہ حقیقت وہ اس وقت اپنی زبان کو بھٹل کھنڈل کر کسی تکیہ پر توجہ داجان کی حمایت میں شعلہ بھائی کی روایت کرنے کی شدید خواہشمند تھی۔

ایسا صاحب تجزی سے ریورس کر کے گاڑی واپسی کی دوش پر موڑنے کو وہ بے دلی سے اندر چلی آئی۔ وہ اسے دیکھ کر سب سے پہلے خود خوش ہوئے فوراً پوچھا کہ کس کے ساتھ آئی ہو تو اس نے قصداً "بھ" دینے کے بجائے انہیں کسی اور طرف اشارہ کر دیا۔

وہ دن توجہ داجان کی نسبت اور کمزور کی عادت میں گزرتے ہی نہ چلے اب تیسرے دن جب داجان طبیعت کچھ بہتر بھی رہا اپنے کسی واقف کاری طرف گئے ہوئے تھے تو پھر پھر اپنی کدوا سے اچھوڑے اور پڑا میں ڈال گئی۔

"ہر پو اب" خان بلایا ابرو کو لاؤ انہیں بٹھا کر اسے بلالائے تھے وہ انہیں دیکھ کر کلاشر محبوبہ مٹی تھی۔ "میں تھی۔"

اس کا پھر پور نظروں سے جاتے ہوئے ابرو سکر گیا تو وہ ہاتھ میں پکڑی کتب ہے اختیار دینے کے لیے اسے ہونے تھی۔ "میں کان کے پیچھے اڑنے لگی۔

"تمہارے لیے آتا ہوں؟" داجان تو کچھ نہیں۔ "تمہارے لیے تو ہے۔" وہ چھوٹا سا کھانڈا لے کر اس کے سوال کو کھینچ لیا۔ "میں نے تمہارے لیے تو کچھ نہیں ہے۔" اس کے ہاتھ سے کچھ صورت سکر اٹھنے سے اس کے چہرہ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ چھوٹا سا کھانڈا لے کر اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں کی قدیں۔ "میں نے تمہارے لیے تو کچھ نہیں ہے۔" اس کے ہاتھ سے کچھ صورت سکر اٹھنے سے اس کے چہرہ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ چھوٹا سا کھانڈا لے کر اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں کی قدیں۔

"میں نے تمہارے لیے تو کچھ نہیں ہے۔" اس کے ہاتھ سے کچھ صورت سکر اٹھنے سے اس کے چہرہ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ چھوٹا سا کھانڈا لے کر اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں کی قدیں۔ "میں نے تمہارے لیے تو کچھ نہیں ہے۔" اس کے ہاتھ سے کچھ صورت سکر اٹھنے سے اس کے چہرہ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ چھوٹا سا کھانڈا لے کر اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں کی قدیں۔ "میں نے تمہارے لیے تو کچھ نہیں ہے۔" اس کے ہاتھ سے کچھ صورت سکر اٹھنے سے اس کے چہرہ کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ وہ چھوٹا سا کھانڈا لے کر اس کے ہاتھوں سے ہاتھوں کی قدیں۔

لیکن اس ساری سازش کے پیچھے آپ کا یہ ہاتھ ہو گا کچھ بھی طے معلوم ہے۔" ہائے کشادہ آنکھوں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

میں بہت اور کچھ نہیں سب جازے کا قاتل تو سنا ہو تو میں نے بھی اس کا ہائی ہوا گھڑا ایسا ہو جائے تو نہ نہیں۔ وہ بھی بارنگلی کی بات تو نہیں مانتا پھر وہ اپنی کے لیے مشکل نہیں ہو گا۔

ہری طرف سے انہیں اندر اس کا سمندر رانہیں مارا تھا۔ "نہیں۔ بس کیا بات نہیں یاد رکھیے۔ یہ صہیبہ علی ہے۔ اگر کیا کیا تھا تو پھر کبھی نہیں مانگی۔" نہ ٹھوٹ کر بولی تو پھر پڑا۔

انڈیا پور کے تم صہیبہ علی نہیں "اب صہیبہ ابرو نے اور دو سرے یہ کہ میں جس میں کبھی خفا ہونے میں لگے۔" ہر اگلے گھوڑا گیا تو پھر بے حد طمانیت سے اس میں اس کی دھمک کو کھانڈا اور سکر ادا کیا۔

اچھا اب بیٹھے میں چائے کا کدہ کر آئی ہوں۔ "وہ قلاب آہیں اس ہماری گھڑی کو ٹالنے کے لیے نظر چرا کر اسے بٹھا کر آگے بڑھی۔

بچے دو چائے کی مٹلی خواہش نہیں تھا کہ اگر چھوٹا جوت بند بعد میں دیکھا ہے میں تمہاری کہانی نہ مانا جاتا ہوں۔" یہ پڑی پر کشش ہماری آواز میں بدم جہڑوں کا چھوڑا اور مسکا ہوا تھا۔ "اب کیا تھا خود کو بے محسوس کرنے لگی۔

رہنے پر حنا ہے۔ "ہر کھنڈل اور دھجے سروں میں غدر تراشا تو پھر محوم کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا چند سے زیادہ اس کی آنکھوں میں بند کچھ لگی۔

بال ٹو میری آنکھیں پر دھواور دل کی حکایتیں سنو یاں کام ہوں۔" اس کا ہاتھ قائم کر پور صوفے کے پاس بہت جھٹ رشت کی ہوتی ہے وہ اس القات اور دھواور دل کی شدت سے دو دھان کرانے کس کے ہاتھ میں لگے۔

میں دھجے سے ہاتھ چھڑا کر صوفے پر بیٹھی تو پھر بھی سامنے والی رنگ بٹیر کا ہاتھ پھر اس نے ہمت ہی لی۔ "میں نے اسے پہنچا لی اور اپنی جاہلیت کا کیا نہیں۔ صہیبہ کی باتیں اور کھنڈوں کی زندگی کی بھانگ کی باتیں دھانگی ہوتے چہرے کے ساتھ سکر گئی۔" اس نے۔ "اب تو زیادہ زمانہ قائم ہو جاتی تھی کہ اس کے لیے کسی شے میں کراہا نہیں تھی۔ جتنی پھر پند ہی ہے محبت کر رہتے سے بندھ جائے تو پھر بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔" اس نے چلے اور پھرے ہاتھ کے ہاتھ صہیبہ علی کی اسے دھانکی پر کشش ترین لڑکی دیکھ رہی تھی۔

کے رنگ آنکھوں میں آنکھیں تو ہر مقرر نہیں ہو جاتا ہے۔

ایزد کے لیے جس پھرے شیر میں ان کے ہتھے چھوٹ گئی تھیں ان کے ہتھے چھوٹ گئے تھے۔  
 "اب خدا انکار نہیں کرتے میں ان کی ہوں۔"

اب کے اس کی بات سننے کا موقع آنے سے پہلے ہی وہ تیزی سے باہر نکلی جان میں اگر غارتخانوں کو رنچا کے بارے میں خصوصی سوچا کرتے ہیں کہ بعد کرے میں جلی جلی۔ اس کی منہ بچ کر کاڑھا کی دلا کا سوٹ نکالا اور بچ کر منہ دھو یا بل بھجھانے اور باہر نکل آئی جن میں کئی توڑا لی تیار تھی۔

"اشاء اللہ صرف چندہ منٹ میں کئی آئی تیار تھی ہو سکتی ہے جیت ہوئی ہو کر۔"  
 لاؤنج میں داخل ہوئے یہ ایزد کی تو صلی اور پرستاش نظروں سے اس کا استقبال کیا تو وہ چیخ مچی مگر خفا وہ کئی فوراً ہوئی۔

"جو کون کی تیار میں خفا کا خلاصہ تجربہ لگے۔"  
 چائے کپ میں والے ہوئے کھلے باہر سے۔ جتنی بھی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن شرارت آمیز ایزد نہیں ہوا۔

"مگر تو خیر نہیں اللہ شہادہ تو ہے۔"  
 اس نو ذمیت کے شہادوں کے لیے قائم کیا جاتا ہے آپ کہ۔"  
 کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے سوال سے مائل سے ہوا ایزد کے لیے کپ پرے ساتھ تبسم کھیل گیا۔

پرستاش کوئی اچھی کئی بھی تھا خدا خوشی سے کپ تمام کیا۔  
 اسی لمحے ارجان کی کار کا ریل سٹاپی دوا دوا پس آگئے تھے۔  
 "بچے دوا جان آگئے اب آپ ان سے پیٹ کر باتیں کیجئے گا میں کپوں سے پہلو ہائے کہنے کیوں؟"

دلوں سے آپ کو یاد کر رہے تھے۔  
 دوا دوا ہوئی باہر نکل گئی تھی ایزد نے پاس پرستاش پر انکار دیکھ کر اپنی شروع کر دی۔  
 "تو بے دوا جان کتنے کا کہہ کر پوسے سے نازے چار کھینچے بعد لوگ ہیں کپ اندر ممان آئے پیٹنے؟"

کہ "تو نہیں دیکھتے ہی شروع ہو گئی تھی۔"  
 "معلوم ہے مجھے ایزد میاں سے ہیں گاڑی دیکھی تھی ان کی بار۔"  
 دوا جان نے اس کے سوال سے پہلے ہی جواب دیا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے اندر آگئے۔ جب کہ وہ یہ

تھی کہ ایزد کا میاں آگئے کپ میں کئی بات سے جیسی دوا جان کو جب نہیں ہوا کسی بھی سچی ہوئی انفرادہ ہوئی تھی کہ فون پر انتہائی توشیح سیات کر آوا اور دوا جان سمیت اسے بھی پریشان کر گیا۔  
 "وہ کہ لی بی جان میں بس آ رہا ہوں آپ پلین پریشان ہوتے ہیں۔" سمجھا کئی فون بند کر کے تیزی

کو آوا تھا دوا جان جو کہ اس کے اندر داخل ہوئے تھے پھر نکلا۔  
 "خیر تیرے بیٹا کیا ہوا؟"  
 وہ کئی بی بی بی جان سے فون کیا ہے مجھے کیا کیا کیسے پیرلان کی بیڑھیوں سے سلب ہو گئی ہے مجھے ا

ہو گا دوا جان۔  
 وہ اپنے اعصاب کو کنٹرول کرتے ہوئے جلدی جلدی بول رہا تھا قاطعی صاحب نازک اور توشیح ناک م محسوس کر کے ایک لمحے کے لیے چپ ہو گئے۔  
 "میں چلوں گا دوا جان اشاء اللہ پھر اوقات ہوگی۔"

پرستاش سے پورے خوردار میں ساتھ ساتھ چل رہا ہوں تم اپنی گاڑی میں نکلو میں بس چھٹی کر رہا ہوں۔  
 انہوں نے بھی فوراً ہی معاملے سے کر لیا تو ایزد تیزی سے پھر نکل گیا۔ صاحب کپ کے ہتھکڑ اور پریشان دیکھ کر خود کئی مستف ہو گئی۔ کبھی کبھی اگلی دوا دوا ہو گئی کشادہ ہو جاتا ہے ساری خندا داری آئینے

ایلی ہے۔  
 "یہاں تک جا کر پڑھو میں دوا ایزد میاں کے والد کو دیکھ کر آتا ہوں بہت جلدے کوئی ہیں اس وقت ایزد کو کسی دھار س کی ضرورت ہے۔"

"مگر آپ کاٹا کھائیں وہ دیکھ کر کچھ کھائے بغیر چلے گئے تھے کہ۔" وہ تڑپے ہوئے۔  
 "نہیں لی اعلان تو ہو کر نہیں۔" اس نے اپنی صاحب کی فکر سے میں چلنا ہوں تم پڑھو یہ کہ۔" وہ اسے بدایت ہوئے ہوئے۔

"آپ نہیں بیڑی طرف سے پوچھ لیجئے گا دوا جان۔"  
 "نہیں بی بی خیرت پوچھنے کا بے غیر اخلاقی طریقہ ہے عیادت کرنے کا اپنا ہی ذواب اور آثر ہے۔ مگر

نہیں بی بی یہاں کئی طریقہ ہوں۔"  
 "یہاں اس کے لئے پوچھ لیجئے کہ وہ تودہ نام ہو گئی اور پھر اس کے کچھ ہی بول پڑی۔  
 "تو پھر آپ دھنٹ کر کے میں کوڑت شوہر میں آؤں میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں میں وہ مشق۔"

لت میں کبھی کر کے کی طرف بڑھ گئی تو دوا جان کے ہاتھ پر سونے کی شکلوں نے چال بن دیا۔ جیسے تذبذب دیکھتے تھے کہ کیا اسے ساتھ لے جائیں یا نہیں مگر جب وہ بائیں کو برش لگتی دوا جان کے نمودار ہو گئی تو چلی گئیں۔

"ہوں نہیں چاہ۔" وہ کچھ پرچکے۔  
 "وقت وہ لوگ ہوا لی باؤں پیچھے ایزد ہوا اپنی صاحب کو گاڑی میں ڈال کر اچٹال جانے کی تیار کر رہا تھا بائیلی انوسوڈ کر کے شوہر کی تکلیف سہل پر محسوس کرتے ہوئے کچھ کچھ کر رہی تھیں۔

"السلام علیکم آئی۔"  
 ان کے پیچھے پیچھے بھی پورچ میں کمری گاڑی کپاس چلی آئی تو بی بی جان سمیت ایزد حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔  
 "وہ سلام کسی ہو بیٹا؟" اسے محبت سے ساتھ لگاتے ہوئے سوال کیا۔

"باکل ٹھک کیا ہوا اکل کوری۔"  
 اس سوال تفصیل طلب تھا تاہم ایزد نے بی بی جان کو اشارہ کیا تو انہوں نے اسے پیٹنے ساتھ فوری بھالیا اور دوا جان نے اپنے لئے اچٹال پینچنا ضروری تھا۔

اس میں انہوں نے بتایا کہ وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھیں کہ اپنی صاحب اپنی سرب طبعیت کے باعث ان کی طرف سے جب کہ ہر گز انہیں اس طرف آنے میں نہیں دیتی تھیں۔ اس میں کئی طرح سے بلیٹس زک کے اور

لیب ہو گئی۔  
 نے عمل چیک اپ کے بعد کئی تسلی اور حوصلہ دیا تھا ایزد اور بی بی جان دونوں کی آنکھوں پر پریشانی شریخ رہی اور رنگ کرنے اور دوا نہیں دینے کے بعد انہیں دھم میں شفقت کر دیا گیا یقیناً "تکلیف زیادہ تھی جب ہی

اس صاحب کپ کے نمے ہو گئی کی حالت میں تھی۔  
 "ریٹیکس اس سبب تنگ ہو جائے گا پینس ہوں گی تو طبیعت خراب ہو جائے گی آپ کی۔"  
 بی بی جان کے پاس کچھ کر انہیں تسلی دینے کی۔ تو وہ بھل کر خود پر قابو پا گئیں اور پھر کچھ دیر بعد اس کے ساتھ

کر تے ہوئے کئی دھنٹ کر رہیں ہو چکی تھیں۔  
 اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہ کیا اسے کہ ایزد اپنی اس سے ملنے آیا تھا جب ہی اس حادثے کا پتا چلا مگر پھر بھلا ہوا

جان کا منوں نے اتفاق طور پر یہ کار کیا۔

”بہن صاحبی چلو کہ دوہاں سے سوپ غریبوں کو کر لے آتے ہیں۔“

”اے میں اکل اکل ہی ضرورت میں اس اسی خود ملاؤں کی۔“ بی بی جان جیسے چوک گئیں ان کو

دیکھیں شکر گزار ہو رہی تھیں۔

”مگر نہ تو بیٹا صاحبی کے ہاتھوں میں بھی خاصا ذائقہ ہے براہی بھی نہیں مانے گی۔“ وہ دوبارہ

سکراتے ہوئے بولے تو صاحبی اور ادراؤں نے۔

”اے میں میرا مطلب یہ تو تھا کہ تجھے کچن سے میری سورت اچھی اور سکون کی ہے۔“

انہوں نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا تو وہ پیش ہو کر کہہ گئی۔ ایرو کی نگاہوں نے جیسے یہ منظر نہ

یادداشت کے اندر نہیں محفوظ کیا تھا۔

”یو پھر ٹھیک ہے تم خود ہی دیر میں واپس آجاتے ہیں۔“ وہ ہنستے ہوئے بولے تو صاحبی بھی کھڑی ہو گئی

صاحب کو گنہ گار ہونے کی بات سکون کا لکھن لگا دیا تھا تو ایسا ایک ایسا کونہ ٹھنڈا سڑب کھس کر تھا۔

”میں کل ارشدہ جا رہی تھی مجھ کو ان کا اکل ایسا کرتے ہیں کہ کہیں نہیں غصے میں اور صاحبی

سوپ غریبوں آتے ہیں۔“ ایرو نے مشورہ کیا تو وہ کچھ نہ بول کر ہی دھڑکھڑکھٹ نظروں سے ادراجان کی طرف

ہوئی۔ جانے ان کا کیلے کیا ہو تھا۔

اس نے اس کے سامنے یہ آفر کی تھی انکار کی صورت میں دونوں کو ایک سا کنگ پھر کنگ کے مضبوط

نے تو یوں ہی ان دونوں کو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا تھا تو انکار کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

ایک سے کو سنے کے بعد انہوں نے سر ادا تو وہ اپنے اندر کھٹکے اعتراض کو دیا ادراجان کان پر کھنک بابرنگل

”یقیناً“ ادراجان نے مصلحت اسی میں سمجھی ہوئی ایرو بھی توجہ کرتے ہیں آئی کے سامنے کسی ہاتھانی۔

دیا ”ہم دونوں چلے جاتے ہیں۔“ وہ کچھ تیز ہوئی اس کے ساتھ باہر کنگ لاٹ کی طرف اچھی ایک ایک نظر

طرف کیا وہ خاصا سنجیدہ اور کھٹکھٹ نظر آ رہا تھا۔

اسے کچھ تسلی ہوئی تو کہ اس کا وہ تنگ مو صاحبی کے اعتماد اور حاضر جوابی کی وجہ سے ادا تھا وہ خود کو

پر مجبور ہو جاتی۔

”نگھٹا چلے آمارے گھر یا ادراجان کی طرف۔“

کار روڑس گریز میں ڈالنے ہوئے ایرو نے سوال کیا تو وہ اس کے ”ہمارے“ کہنے پر زرباب سکرانی بیٹھے۔

دیکھتے ہوئے ہوئی۔

”میں اکل ولا چلیے۔“ وہ اس کے ساتھ فرٹ بیٹ پر بیٹھی تھی اور ایک عجیب سے احساس نے اس کا

حساس کر لیا ہوا تھا۔ ایرو اس کے گریزاں انداز پر سکراتا۔

”کیوں کیا مجھ پر محروما میں میرا خیال ہے تب اتنا برا بندہ بھی نہیں۔“ وہ ہنستا ہے چیمبر ہاتھ مار رہا کہ

ہو چل۔

”انسان اچھا یا برا نہیں ہو تا اور تو کچھ اچھا یا برا ہو تا ہے۔ اور جب برا وقت آجاتے تو ہر چیز ہمارے

ہو جاتی ہے سب کچھ بدل جاتا ہے۔“ برا سنجیدہ اور پرتلاش جواب آیا تھا اس کی طرف سے وہ سکرانی۔

”مگر تم پرے حالات کا وہ دار انسان کو نہیں ٹھہرا میں چلا اچھا ہے کبھی مجھے سے غلطی ہوئی تو آسانی سے

دل چاہا کر کے۔“

اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ کر ایرو نے قصداً ”بڑا مسخعی“ سے کہا کہ وہ خود ہی دل میں آیا جان کی طرف سے

پریشان تھا۔

”میں نہیں بعض لوگوں سے امیدیں زیادہ ہوتی ہیں لہذا ان سے ناراضگی بھی شدید ہوتی ہے اور امیدیں ان

نہ زیادہ ہوتی ہیں جنہیں ہم بہت زیادہ عزیز کرتے ہیں۔“

”اور کنگ۔“

”وہ بے دھیانی میں جو شے انداز میں ہوتی چلی گئی تو ایرو نے اس کے آخری فقرے پر ہنسی بے ساختہ شرفی سے

ال کیا تو وہ ہنسی طرح کرنا لگی۔

”یو کونک ہو تو جہنم دیکھتے تھے اب اپنے ایگزام بھی پاس کرنے ہیں اور اس کے بعد زندگی شادی بھی ایشیز کرنی

پہ۔“

دل میں ہونے والی ہولناکیوں کو بھڑکاتے ہوئے ہی طرح پٹپٹا گئی تھی اس لیے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کی۔

اس پر کونک بے وقوفی سے اس کی آواز سے مزاحمتی کے رویے میں۔ ”ایرو کا کالج ایک بار پھر بھڑکیوں سے

بھرا ہونے لگا تو اسے اپنے کانوں کی لوسیں چلتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

”انہ بد فہم کمال غائب تھیں کل پوری شام میں نے کتنی ٹیکس بھائی ہیں فون کی۔“ تو با فون اٹھاتے ہی

ادراجان کو بھی صاحبی سے انتظار سکرانی۔

”میں کونک کرنا اتفاقاً بڑی تھی۔“

”بھگوت تجھے تو صرف یہ فکر کی تھی کہ ایرو بھائی سے تمہاری ملاقات ہوئی کہ میں انہوں نے فون کیا تھا

اور تم نے صرف انہیں میرے یہاں رہنے کا بتایا۔“ وہ قدرے سختی سے بولے۔

”یو کیا بھگوت بولتی اچھا ترے کراس فعل ان ٹاپ کو یہ بتاؤ کہ کل کیا کیا میں ہو میں۔“ تو کچھ کے لیے جسے حد

بے اشتیاقی پایا ہوا تھا۔

”میں ان سے آگاہ کس دیکھ کر تھی رسی خصوصاً“ بھگت کا نہیں پر کٹانی باتیں ہوئیں۔ ”بڑی جھجکی اور

نت سے جواب اٹھا تو انہوں نے گویا سہتے کیا۔

”ایسا مطلب؟“ ”تم نے ان فضولیات میں وقت کو اتار دیا تو ان کو لگتا جاسو دیا تھا میں نے تمہیں۔“

”او چھہ صفا کچھ نہیں میں اس صاحبی ملی کو اتارے میں ہنسی تو وہ جیسے چو کی۔ اور پھر خوب لڑی تھی کہ اسے

ن کساری صورتحال بتاتی ہوئی۔

”ہوں تو یہ بتاؤ کہ سوپ تم نے کیا کیا تھا یا ایرو بھائی بھی ایچرن بگن میں تمہاری پہلپ کر کے آکر سوچو

تھے۔“ اس نے جیسے ہونے والے دورے یا واقعات کیا تھا صاحبی بھگت کا۔

”میں وہ تو لاؤں جس میں جیسے کینزین بڑھتے رہے میں نے ایک سبب کام کیا تھا کئی کچھ۔“ اس نے اپنی صفائی

کی۔

”بھگت میں صورتحال پاس نہ دیکھا۔“

”اے چالنے میں بلطف آتا تھا میں ایسے مواقع کہی نصیب ہوتے تھے تو نہ ہر صاحبی کے ہاتھوں

ن کی درست فہمی تھی۔

”ہم اسی جہان میں نہیں آتا تو نہ کرو میں نے کوئی سووی نہیں بھائی کہ تمہیں دکھائیں۔“ وہ حسب توقع

طرح پر چڑکی تھی۔

”تعلیم کیسے ہوئی، میں جانتے گی۔“ تو کچھ شرفی عروج پر تھی۔

”تم بتاؤ کہ کیا صرف میں خلافت میں وقت بڑا دیا گیا تھا کہ میں نے اس کی طرف بھی توجہ دی۔“

”میں کیا بتاؤں تمہاری اس قدر یاد آ رہی تھی کہ تمہیں جھوٹے کا دل ہی نہیں چاہا۔“

”میری کیا فراہم جاتی کی۔“ اس نے موقع چاہتے سے جانے دیا تو فوراً ”بھائی حملہ کیا تو تو بھائی ہنسی بڑی۔“

336

”توپلے نہیں جانتی تھیں کتنی دیر سے خون جلا رہی تھی میں اپنا مگر تھیں بھی اپنے پاس کی طرح مجھے دے کر نہیں لےتا ہے۔“  
 بات کو کہیں سے کہیں لے جانے کی تو انہیں عادت تھی نہیں اپنی جگہ چوری یں گئی بہت دنوں کا لاپتہ تھا۔  
 فکرتاً اور حسب سابق قریہ فال شریمن کے نام ہی نکلا تھا۔ میرے بھی قدرے شامی نظموں سے اس دن  
 ہاں کو تسلی دینے لگا تو وہ اٹھ کر لاؤنج میں چھوڑ گئی۔ شریمن الپتی ہوئی چھوڑ کر اب ان سب کی طرف متوجہ  
 تھی۔

”کمال ہے ای ای بی ای جی چھوٹی سی بات پر آپ کی انگریز اسٹ ہو جاتی ہیں اب اگر شریمن باہمی مہول انگیز  
 میں اس قدر ریش (Rash) ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ کیسے ناہ کی ہر بات ہوئی ہوگی۔“ آخر کار وہ  
 بی بی ہیں بگرام سب میں سب سے زیادہ Sensitive تھیں۔  
 شریمن کے اندھ کر جاتے ہیں میراں کو سمجھانے لگا تھا جب کہ شریمن اس کی تلاش میں لان کی طرف آگئی  
 جہاں اپنی مخصوص جگہ لان کی بیڑھیوں پر بیٹھی تھیں۔ یہی کیوں کے جانوں میں آسٹونجی کر رہی تھی۔ شریمن۔  
 کا دباؤ جو کسی اپنے شانے پر محسوس کیا اس وصف کرتے ہوئے اس نے چرومڈوالا۔ شریمن اس کے پاس  
 تھی۔

”چلوں بھی کرو ای بی کی عبادت کیا تم جانتی نہیں اور پھر غلطی بھی تو تمہاری تھی جس میں یاد رکھنا چاہیے  
 جس میں اندازہ ہیں کہ ای بی کی کتنی پریشان ہیں مسلمان کے پر پوئل کے بعد سے وہ چاہتی ہیں کہ ای بی اپنے  
 تمہارا معاملہ فائل کر دیں۔“

شریمن اسے سمجھا رہی تھی مگر اسے ای بی کے بھلوں کی کاٹ رلائے دے رہی تھی خیالے کیوں وہ بیٹھ  
 دکھوں کے کانٹے اس کے دل میں اٹار دیتی تھیں بلکہ شریمن کے ساتھ تو ان کا برتاؤ اور بھی برا تھا وہ ای بی  
 خیال رہتی تھیں ان کا نقصان اس قدر تھی کہ اسے کتنی آرزوی اور خشکت تھی کہ وہ چار کتے اسے اس کا  
 وہاں کو اٹھا کر وہ کیسے ایک بل میں بند کر دیتی تھیں سارے جنڈوں کو سارے کو اسات کو۔  
 ان نہیں جیسٹ کو ل ڈاکٹر یا چرومڈوالا جو اب سب ٹھیک ہو جائے گا تم ای بی کی جگہ خود کو کر کہ  
 میں ٹھیک ہی سمجھتی۔

آج شریمن اسے سمجھا رہی تھی جب کہ پیشہ وہ اسے غصہ کرتی تھی اس کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتی تھی  
 آج احساس پر بڑی کاری ضرب پڑی تھی۔

”مجھے ای بی کے بارے میں آج احساس ہے شریمن تمہاری ای بی نے ہمارے دکھ سمجھے کی بھی کوشش کی؟  
 تکلیف بھی محسوس کرنے کا خیال کیا انہیں بلکہ وہ تو بے درخ اور تراشی کر دیتی ہیں۔ کیسے کیسے کھاؤ گے  
 دل میں انہیں کیا حلیم؟“

گالوں پر چلتے آسٹونجی دہری سے صاف کرتے ہوئے وہ جد آرزوی سے کہہ رہی تھی۔ شریمن اس  
 محسوس کر کے چبی بی ہوئی۔ ای بی کے شہر باران نہایت دھندلا ہوا تھا وہ ان کی چونک تھیں مگر اس سے پہلے کہ وہ  
 کر اندر جا میں بارگاہی گفت میں واقع میں کے گیت کو سننے پر اندر چلا آتا تھا۔

”اسلام ٹیکہ۔“ اس کے قریب آئے پر وہ دونوں ہی اٹھ کھڑی ہوئیں تو اس نے جینڈی سے ان دونوں  
 مخاطب کیا۔

”وہ کیا سلام کیسے ہیں ابو صاحب آپ؟“ شریمن نے قدرے مسکرا کر سلام کا جواب دیا اور اس کی  
 اپنی جانب منڈول کر اسے کئی کوشش کی مگر شریمن کی جینڈی پھلکی اور حضور چھوڑ دیا۔ تھا۔ جس سے یہ انداز  
 چہاں مشکل نہ تھا کہ وہ اب سے چند تھلے قبل بہت نوٹ کر رہی تھی اور اب بھی ضبط کر رہی تھی اس کی گا  
 ہو جمل ہو رہی تھیں۔

”جی ہاں ٹھیک ہوں“ ان لپٹک کانہی دیر سے آپ کے گھر کا نمبر ڈاکر کل رہا تھا انہیں کئی دنوں مستقل آ رہی  
 تھی انڈیا پر انڈیا میں دے چلا آیا تاکہ بار بار کل کی جی فٹا نیٹ سے اس کا بارے میں ممکن ہے کہ ایک ہولنا  
 نوٹ آئے۔“ شریمن کی طرف سے نظر ہمارہہ جگت میں تفصیل بتانے لگا۔

”مگر بتائیے آئیے تو ای بی نے دل لیں وہ کانہی پریشان تھیں اپنی کی طرف سے ان لپٹک حسب عادت انہوں  
 نے مگر فون میں آپ کی۔“ شریمن نے صاف کوئی سے کہنے ہوئے اصرار کیا تو اس نے کوئی پرے چینی سے نظر  
 ڈالی تو نہیں اس دوران اندر جا چکی تھی۔

”بی ای ای میرے پاس وقت نہیں میرے باپ آج کل باسپتال میں ہیں اس لیے مجھے وہاں جانا ہے۔ آپ آئی کویا  
 دیر میں میں مل سکتا ہوں۔“ وہ جانتا تھا کہ اندر جانے کا وقت اب تو بدلتا گیا ہے۔  
 ”وہ خیریت اٹھل کو کیا ہوا۔“ شریمن اس سے تفصیلی پوچھنے کی تو آئی دیر میں ای بی باہر نکل آئیں ایزو سے  
 باور صاحب کے بارے میں سنا تو ان کا غصہ دھڑپو دھڑپو کے والد کی طبیعت کا سن کر دہرا۔ اس کی ای بی بات  
 پوچھنے لگیں اس لیے اسے کونسلو کر ان کی مجبوری تھی۔

جس دن ان دونوں کا آخری پرچہ تھا وہ سب نے گروپ کے ساتھ خوب ہنسی پوٹی باہر نکلی تھیں یاد رکھنا گسلاٹ  
 کی طرف آئیں تو بڑو کو اٹھ کر دیکھ کر ان ہی دے گئیں۔

”آپ خیریت؟ کیسے آئے؟“ صہیبہ جیت میں بی بی سرت بھی بلکھو رہے تھی۔  
 ”میں خیال کیا کہ آج آپ دونوں کا آخری پیسہ ہو گا کیوں نہ کروا کر دیا جائے۔“ میری نے مسکراتے ہوئے

کہا تو جیجی کے ریتاے ایرو بھائی بھی ای بی خیال اپنی تھیں صوف موت برتی جا رہی ہے۔“ وہ نے قدرے چالاکی سے  
 سوال کیا تو ایرو بھائی پر صہیبہ کی جینڈی بھی لٹھیرے ہوئے گھر کے لیے حاضر پر رکتی تھیں۔

”جیجی میرا خیال ہے کہ آپ کتنی محنت میں ہیں۔“ جواب خاصا دودھ دھوا تھا وہ اپنے ساتھ شریمن پر ہی۔ صہیبہ نے  
 بھی صاف دیا۔

”جینڈی ای بیات پر آپ کا اپنے گروپ کے تعارف کروا رہے ہیں۔“ صہیبہ نے کتنی دیر ہی گھرنے لڑکیاں  
 اٹھتی کر رہی تھیں۔

”وہ تو آپ ہی محرم ایرو دہا لئی۔“  
 ”جینڈی تو نے سنا۔“

”بلکہ وہاں میں۔“ سب کی سب شروع ہو گئی تھیں ایرو بھائی مسکراتے پر انکشاف کرتے لگا۔  
 ”جیجی صہیبہ جی تو واقعی گھما رہی۔“ اسے اگر میں تمہاری جگہ ہو تو ایرو اے دیکھ اس کا چکر چھوڑ کر صحت  
 رہتی کر لیتی۔“ ان میں سے خوب سے زیادہ تیز مٹی ہوئی تو پیسے ہنسی کا فوراہہ جھوٹ کیا۔

”یہ اس معاملے میں میں آپ سے اتفاق کروں گا۔“ ایرو بی تو پیسے ہنسی کی بھی کار۔“ تائید کرتے ہوئے  
 اتفاق کیا۔ صہیبہ نے صحت ٹھوڑے کا فریضہ ادا کیا اور باہر چلتی دیر تک وہ سب اس کا رونا دھونگ لڑ رہیں۔

یہاں تک کہ ایرو کو بی صدفرت کتنی پڑی۔  
 ”ہوئے بھی اوسے کا جان چھوڑ دھاری۔“ وہ نے انہیں بھگا سب ہاتھ پاؤں داتی دتی کتنی جلی گئیں اور وہ

تینوں ایرو دہری سے باہر نکل آئے صہیبہ کو تھوڑی مدت گزر گئی کہ اگر سفینہ لاہور کے ساتھ وہ بھیں تو کچھ  
 اچھا پس ہو گا اگر ایرو نے تھوڑے دنوں میں اپنی اجازت سے یہاں کیا ہے اور انہیں میں بلایا تو وارپ کرے گا۔  
 ”ہو۔“ جیلا کے نام پر لڑکھ چکی تھی۔ جگت میں جیجی کے بعد سے فریادوں اس کا بہت سامنا نہیں ہوا تھا وہ بھی جیسے  
 پیسے شادی کے کپڑے تو کچھ اتنے بارے سے تھوڑے اور بھی جھجھک محسوس کر رہی تھی۔  
 فریادوں احساس ہو گیا تھا لیکن اس نے بھی فون پر سے کم کر دیں بھی وہ تو بی بی میں جیجی ہی اپنی کھا





اس لڑکی کو سونا سے تیار ہو گئی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرا بالکل صاف ہے۔ تمہارا میرے گھر والوں کے ساتھ یہ اگرا اگرا دھبے بالکل بند نہیں تھے تاہم راضا کرنے کی بجائے خوش رکھو تو بہتر ہے۔" قصے اور دھمکی سے ہم پر کچھ ایسی بات کہ کر خیر تم آگے بڑھ کر کھیل کر تو ہمارا دل چاہے کھڑا ان کی بات کی نہ تک پہنچنے کو کوشش کرنا گئے۔

چاھو صاحب کی اس طرح اور بھی کا سنا روئے سے مسلمان نے ذکر کر دیا جس سے سمعان بھی واقف ہو چکا تھا۔ بات یہ ایسی تھی کہ فطری طور پر ہم کو دھرب ہو گیا تھا۔

جس قدر وہ اس معاملے کے طے ہونے کا شوق سے شہر تھا اس قدر تاخیر ہوئی جاری تھی۔ انسان انتہائی پر اعتماد اور خوش گمان نہیں ہوتا۔ ہمارے ایک طرح کا فطری اور سب سے پہلے جو دھیرے دھیرے دل میں گھر کرنے کی ترقی ہے وہ جو کل فرما کو بے طرح اپوس ہونے پر زندگی کا دلوش اور دشت پہلو دکھا کر اس کی کم ہوتی کم کرنے اور صاحب کو سرکاوڑی کی کو کوشش کرنا تھا۔

آج اپنی باری پر اسی پیش کش کا فطری تھا۔ زمین سے اس کوں میں بات کرنا تھا۔ "تاہم کن قلدہ تو پہلے ہی گہرا رات کی بھی پوچھ لیتے تھے کہ بعد سے تو اور ہی محتاط ہو گئی تھی۔ یوں بھی کوئی نہ کوئی شخص قلدہ نہ لے کر پہلی جا تھا۔ سب پر ہماری طرح خوں ہو جاتا۔

اور اس کی بھی گھبراہٹ اور تجوہ کیفیت سمعان کو محفوظ کر جاتی تھی ساتھ ہی وصل بھی بڑھ جاتا۔ البتہ جب سے یارو صاحب کے اس کا ریکا جاتا ہے کا شائبہ کچھ سمجھو ہو گیا تھا۔

"دیکھو ایسا تو نہیں ہمارا دو گنا کار کا کرتا ہے تو ہوں۔"

اس سوزاں کی سبکداری کا گمان نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بھی مسلمان اس کی بات پر پہلے تو قدر سے جو کل پھر پڑیں۔

"میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یارو صاحب کے قدر کو تو مسلمان کو بھی کلب کے دوسرے نمبر سے چلا ہے۔ خبر تو سمجھ رہی انکار کرنے کی بات تو یہ تو ذرا والوں کا حق ہے۔ خواہ اقرار کریں انکار کر گئے۔ مگر یہ ایسا کیا نہیں۔

مسند اور کار سناں بالکل پورے تھے۔ ہر گز پتہ نہیں کہ وہ شہر کی ہر مسجد میں اپنا ہوا فیصلہ نہیں کر سکتیں۔"

تک مسلمان بالکل مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اس کے اس بھی کئی تھی۔

"مگر ان کی بات سے تو وہ انکل اور سے کون پر بات یوں نہیں کر سکتیں۔"

وہ کچھ جھجھکا تھا اس طویل اور بے زار کھ پوس سے۔ بیگم مسلمان اس کے اس طرح جھلنے پڑے دھبے

سروں میں پڑیں۔

"یوں کیا جھکے ہو۔ انتظار نہیں ہو رہا۔"

انرا زاس قدر غور نظر اس کی خیر نہیں کہ وہاں کے سامنے خفیہ سے ہو گیا۔

شاید ان کی اچھی سے پیشانی پر لڑنے سے ہونے خود بھی مسکراتے گئے۔

"انتظار کی کوئی عیاد مقرر ہو جائے تو نہ وہ رہیں ہو جاتا تھا۔ مگر یہ اس طرح غصے کی گارنٹی کو شینگ دم میں پھینکے گا۔ کچھ خاص اچھا نہیں۔"

اس نے صاف بتا دیا کہ ان کا اعتبار کیا تھا۔ بیگم مسلمان اس کی کیفیت کچھ کر بات میں سہرا لے گئی تھی۔

"میں کوئی ایسا معنی سمعان بتاتا (I can well imagine) اگر میرے کاموں میں پہلی پر سرس نہیں بننا چاہی۔" نہیں کسی سے نیچے کہ انکار کرنا چاہیے۔

"تو تو نہیں کر رہا ہوں۔"

"کیونکہ تو نہیں بھی فرصت نہیں۔ فراہی شادی ہے جس پر اچھا خاصا بڑی کر دیا ہے۔ بیگم کا ہاتھ دلوں سے لار ہی ہیں کہ تمہارا دل وجہ سے میں نے اب تک انہیں کوئی تاہم نہیں دیا۔"

"تو آپ انہیں مگر بائیں بائیں حال پانا توڑا مشکل ہے مگر مگر تو نہیں جلدوت کر آسکتا ہوں۔ دینے بھی تم

ان کے یہاں جاتا تو کچھ ہیں اس چاہے اس بلانے ہمارا لوگ اسٹیز رو می کوئی کس گے۔"

اس نے یارو صاحب کے حوالے کے تاہم اس کا تو بیگم مسلمان نے اس کی نظروں سے دیکھا کہ اس کے

بہن میں طبعی تھا مگر ایک خصوصیت کہ ان کی جگہاں تھا۔ قلدہ انہوں نے محسوس کیا۔

"یارو صاحب سے متاثر نہ ہوں۔"

نوٹیں نظر اسے چاہی ہی تھیں اور وہاں کے سامنے جھوٹ بولے کا عادی نہیں قلدہ ہی کی سانس بھر

ایک لمحے کے لیے رکھ پڑا۔

"ج تو یہ بے ہما کہ یارو انکل کے لیے اپنے دل میں میں نے کبھی وہ عزت اور احترام محسوس نہیں کیا جو میں پہلا

فرزند اور سرکل کے لوگوں کے لیے محسوس کرنا تھا۔ کچھ بھی کہی کہ ان کا پکیر کی طرف اس طرح انرا صاف

دانتے تھے۔ تاہم ان کے ساتھ چلنا ہے ان سے بے اثر نہ ہو کر ہی تو چھو (Chapter) کو گزروں کیا کر

ہر جبکہ وہاں سے سلسلہ اور تعلقی سے تنگ ہے میں اپنی اپنی بلانے دیکھو۔ محسوس کرنے کا ہوں۔"

"تو بیگم ان کے کی زندگی کیسے کر رہی ہیں والدین سب کے لیے ایک طرح سے محترم اور تحفہ کے لائق ہوتے

ہیں۔ ان کے کردار اور افعال سے قطع نظر اس کے بیٹے محبت کرتے ہیں سوان سے نہیں بھی کر لی ہوگی اسی طرح

آتی ہوگی اس میں بھی ہے تم مجھ سے اور اس کے محبت کرتے ہو۔ انہیں اس طرح انکا رگڈ (Regard) کرتی ہوگی جیسی

اور میں بھی کرتا ہوں۔ میں نے یہ ایسا خیر اور ناز کرنا دیکھا ہے کہ بعد میں کہ تمہارا رویہ کیا ہوا تو تمہارے

لوگ کیا ہیں گھوڑ پر نہیں گئی۔

ایک بات یہ تھا کہ یارو صاحب سمعان کو لڑکی کے لیے اس کا میکا سے سب سے بدنام ہوتا ہے۔ مجھے جب مجھے

ہر آہستہ کی طرف سے مجھے ہیں۔ تم مجھ سے ہوا نہیں کیا کہہ رہی ہوں؟"

تنت اور وہ دو فارے کتے کتے بیگم مسلمان نے رک کر اس سے پوچھا تو وہ دانت سے نظروں جھکا گیا۔

"ہی ہا۔"

"رشتہ بہت اہم ہوتے ہیں انہیں دی کرداروں اور بدگمانیوں سے آواز نہیں جاتا۔ تاہم یہ نہیں۔ جب

مارے پیلاس کچھ ہمارا کچھ ملے اختلافات (Differences) ہوتے سے نکال کر صرف تمہاری خاطر یارو صاحب

ل طرف دیتے ہیں تو کیا تم اپنی اپنی خاطر یہ بات برداشت نہیں کر سکتے۔"

وہ تو مجھ سے اس کا حامیہ کرنے کی تھی۔ یہی سمعان کی کوئی بات سمعان کے لگی کہ چاس بن گئی تھی

ت کا کافی ہوئی۔ بیگم مسلمان بہت عجیبہ تھا۔

"آئی اہم سو رہی تھی مجھے اپنی سوچ پر افسوس ہے مگر میں۔ اپنی بوسے میں کو کوشش کرنا کہ ان کی ذات کا یہ

بدنامی سے نکال کر ان کی طرف بھوں۔"

کچھ کہتے تھے وہ رک کر مسکرایا اور بیگم مسلمان کے شانوں پر باندھ بیلا دے۔

"مصرف کو شعلیں ہیں خیر۔ عمل کرنے کی پوری سنی کو لگے کہ کچھ رشتوں میں دراز اس وقت بڑی

باج انسانوں میں میں کھ اور بعض رکھ کر ایک دوسرے سے ملے۔ زمین اچھی لڑکی ہے اس کی ذات میں

ت سی خوبیاں ہیں اس سے مل کر مجھے بھی اچھا گوار میرا خیال ہے کہ ان کی لڑکی کے لیے سب کچھ بھلا یا جاسکتا

ہے۔" بات کے اختتام پر وہ بھی مسکرائی تو وہ پس پڑا۔

"میں بیٹہ سے بیٹہ لڑکی ہوں آپ کی آخری بات کہ۔"

خوشی سے بولتے ہوئے شر نظروں انہیں دیکھا تو وہ معنوی خفگی سے گھور کر رہ گئیں۔

فون کی تکل کی بارہن پکلی تھی شرمین نے لادیں میں جھانکا اسی تک کسی نے کمرے سے باہر نکلنے کی زحمت

نہی کی بلانے صاحبہ بھی شاید خوب تر کوشش کے مزے سے رہی تھیں تاہم اسے یہاں پر پڑا۔

اس کی مخمور آواز ا میرے پیس سے سنائی دی تو واحد کامل خوش ہو گیا۔

۴۳۔ تم۔ ۴۴۔ اس کی حیرانی بجا تھی۔

”جی میں۔ بندہ ناچنے۔ اور سناؤ کیسی ہو؟ کیا سوری تھیں؟“

”ہاں۔ مگر یہ تمہیں اس بھری دھوپ میں فون کرنے کی کیا سوجھ بوجھ؟“

”نہ سلام نہ دعا نہ خیریت و عافیت محترمہ آخر آپ کو اخلاقیات سے اس قدر عدم دلچسپی کیوں ہے؟۔ تمہ

۲۱ چھا چھا پلیز زیادہ تفصیل نہیں۔ مختصر گفتگو چلے گی۔

”چلے کی ضرورت چلے۔“

”گوچر خضر! عرض ہے کہ میں بخامدیان میں اپنی رفاقت عالی فاسوئی و مطلوب ہوں۔ برائے

”وہ یقیناً بہت موذی تھا سرین کو بریل لکھنے کے لیے جیڑی اٹھارہ سو پانچ۔“

”کی تو میں بھی چاہتا ہوں کہ ڈھنگ سے بات کروں۔ اپنے والدین کو لاؤں کچھ مٹھائی اور کیک وغیرہ

”خدا کے لیے اُحد بس کرو۔ اٹس انف۔“

تھا کہ وہ کچھ حجاب آمیز کیفیت کو اپنے اوپر حاوی ہونے سے روک نہیں پائی تھی۔

خاصا مشکل ہو جاتا تھا۔

ویسے بھی بے یقینی ہی دل کی کمین تھی۔

اپنے پورے سرور اور مستی سمیت میرے کانوں میں اعدیلا جا چکا ہے اب ہمیں جاگ رہے

اس کے شوخ لہجے میں اپنا نیت بھری غلطی اور یک دم بے چینی کے رنگ اعلیٰ تھے

344

وہ دھیمے سروں میں بتاتے گئی تھی موضوع بدلاتا احساسات کی مطلوب کیفیت بھی چھٹ گئی تھی۔

”تھوڑی میں سکسٹی اور پریٹیکل کے ابھی ملے نہیں۔“

احدوا فی خوش ہوا تھا وہ بھی خوشدلی سے ہنس پڑی۔

"ظاہر ہے کہ میری دعا میں جو بھی ہے۔"

"بس، سنو، خیر تم نے انہیں بلو جاؤ۔"

کیا ہوگا۔

”متر دفن کسے کہ آواز آئے“

”بہت ہی خاتم بات ہے۔“

مطلبہ کہ میرے افکار اب اور آگے بڑھ رہے ہیں کہ صرف الحاد، تہمت، رنجش، برائی،

”حد بلز میں سخت جھنڈا اٹھئی ہوں۔ ٹھکے کو کہا مات ہے؟“

بھلا وہ بتی ہو۔ میں نے تمہیں انوائیٹ کیا تھا یا وہ ہے۔“

”بس اب ان کے کارڈ پانٹنے کی ذمہ داری مجھ پر آگئی ہے۔ پتا نہیں کیا مسئلہ ہے میرا، بس ہی مجھے پوسٹ مین

کا۔ ”میری طرف سے مبارک ہو۔ کب ہے شادی۔“ اس نے پھر درگزر سے کام لیا اور اس کی داستانِ نظر انداز

”خیر مبارک تمہیں بھی۔ آخر کو تمہارا بھی ٹوٹے آئی میں میری وجہ سے۔ مطلب یہ کہ۔“ وہ یقیناً اسے

”زارا کو بھی انوائسٹ کیا ہے؟“

”ظاہر ہے مجھے تمہارے اور اپنی دوستی کے حوالے سے عزیز ہے۔“

”ایسا ہوا کچھ برا نکلیا۔ ارے، جتنی میں تو یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔“  
We are just good friend

345

”اگرے انعام میں ہم نے ایسا کر کیا۔ سب بیٹیوں کو رخصت کر کے ہونے کو کہہ دیتے ہیں۔  
 آپ کی بیٹی بھی ہے تو ماری بھی تو ہے اس لیے انعام کو جو یہ تھا اس لیے ناپاکی ہم سب کی بخت شامل ہے  
 انعام صاحب نے بڑے بھائی ہونے کی حیثیت سے بات کو اس خلی سے سنبھالا کہ احتیاط صاحب کا شکوہ بھی  
 اچھا ہے اور انعام صاحب کا جواب کیفیت بھی مسکراہٹ میں بدل گئی۔  
 اب انہیں کیا کہنے کے سب تو انہوں نے شریک کی کم طرفت نہایت اور اپنا کھاس ہونے کے کام لیا کہیں کی  
 ۔۔۔ کیا ہے تاکہ آئندہ زندگی میں وہ اسے کھائی کا کافی طعنت نہ دیں۔

لاکھ سفینہ لاج کے کین پرانی قدر میں سے محبت کرنے والے کسی اقتصادی مسائل ان کی پرانی روش کی وجہ  
 لی تھے نہ تعلیم میں پیچھے تھے نہ جدیدہ مثبت اقدام کو قبول کرنے میں۔ ہاں البتہ انہیں بے جا غور نہ تھا بلکہ انہیں اور  
 راف سے اختلاف تھا مگر شریک کی فطرت کی وجہ سے انہیں اس گفتار سمجھ کر برا تھا۔ یہی سفینہ بیک کے  
 بھائی ہے۔ انہوں نے شریک کی سوچ اور دھڑے پیلے سے ہی بڑھ گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے تعلیم بھائی کے  
 تو فریاد کو اپنی طرف سے جانے والی چیزوں کی شاہکار کوادی تھی اور سب کو ناپاکی کی  
 ”بیانا دکھانا کہ کوئی کر نہ دے جائے میں نہیں چاہتی کہ ہماری دی جان جا کر بھی کسی بھی کم کا کافی طعنت  
 نہ“

بلکہ کوئی بار ختمی میں نہ آتا کو بھی سمجھا تھا کہ بڑے دیرسا محل اپنا جیسا کہ وہاں ہے۔ فرادی ہی بھائی اذیتوں  
 نہ آجھی ہے اس کی طرح جتنا تاکہ نہ شریک کو کوئی اعتراض ہونے فریاد کو  
 ناچا شعور اور سمجھدار اس کی طرح خدائی کی ہے کہ شریک کی بچہ جیسی ہے کہ ہمارا فریاد ہی باتوں سے انداز ہوا تھا جو  
 اسے دل کر تھیں میں بدل گیا تھا۔ پتہ کسراوی داوی اور فرادی کی عقلی کے بعد کی جانے والی بریں اور انھیں کے پوری  
 دلی تھی۔

بہی بھی تو وہ سوچتی کہ کیا اس نے غلط کیا ہے۔ یا کا واقعی آئندہ زندگی میں وہ خوش رہ سکے گی یا شریک کے  
 کے اصولوں پر عمل کر کے کی زندگی کو اس طرح گزار سکے گی جس طرح وہ لوگ چاہتے ہیں۔  
 یہ سوالات ایسے تھے کہ پریشان ہو گئی تھی۔ کہنے لگی زندگی کے بارے میں خوش کامیابی سے ناپاکی اندیشے  
 فہم تھے اس کے ذہن میں۔ جنہیں نظر انداز کر کے خود کو بھٹک کر پتھریاں بننے کی خوش گوار تھی۔  
 اپنی خواہش کی نزاکت اور فیصلے کی انہیں کابا سے انداز ہوا تھا حساب معلوم ہوا تھا کہ کبیل راضی ہو جائے  
 شادی فریاد کے لئے پرسانہ مند تھی۔ وہاں تھیں اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ شریک کے قائم کردہ معیار  
 ان کے اصولوں کی پابندی ہو نہیں سکتی مگر حسب اسے خوش دیکھا تو سوچ کر اہل کر دی کہ کسی اور جگہ بھی کسی  
 رفاہ پیش آتی تو کیا ہوگا۔

لو کہ سب کو ہی واضح طور پر ایسا عرصہ ہوا تھا کہ شریک اب بھی اپنی اپنی زندگی میں وہی رہے گا جو اسے اگلا وہی نہیں  
 مگر پھر بھی ایک دوسرے سے یہ سوچ کر نہیں کہ رہے تھے کہ مبادا کسی اور نے ایسا عرصہ نہ کیا ہو اگر کیا  
 ہو تو اسے سمجھوتے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔  
 سب کو لوگ دم کے آئے تو جس بے باکی سے وہاں واپس واپس ہوا صاحبہ اور دھرت و فیرو کوٹھو نے  
 جانے کا کہ چھتے ہو گئے۔  
 ناپا اور شریک نے ہی رادری ریمیں کی تھیں نہ پاپا اور چوچا دیکھ کر غصی و غیو نے خود زابت اعتراض  
 اپنا کر شریک کے لئے کر کے۔

”تھو نہ بیانا نہ ان کو لوگ کے میں ایسا ہی ہو تا ہے۔ ابھی انہیں ہمارے لیڈ تک آئے ہیں مگر وقت کے گدگد“  
 ہاں تو بڑا دلدادہ تھا مگر ماضی کے راضیہ بیک اور نیرا کے کاٹوں نے اسے بخلی سا تھا۔ نیرا بھی من کے

اور پھر ان میں گھوم کر سے دل کی پچی خیر خواہ ہے۔“  
 اس بار پھر بیٹی کی اور اپنا نیت سے معافی چوڑی کی گئی تھی۔  
 ”سب بیک نہ کر کے تو ہم بھی بھلا میں سے ایسا کب ملے۔“  
 وہ کچھ ناہوشی سے ہنسا گئی۔  
 ”مگر کامیابی تو کئی حرج نہیں۔ یوڑو نہ اسے اس کا حق رکھتی ہو۔“  
 وہ سمجھدار ماری کو آواز دلا تو پہلی ہی ہونے لگی۔  
 ”تھو کوئی نہ۔“

اس کی خاموشی پر اسی کی آواز ماری تو وہ خود کو سنبھال کر دی۔  
 ”پاکھ میں سونہ تم اس طرح کی باتیں کر کے مجھے پریشان کر دے۔“  
 ”میں نہیں بالکل نہیں۔ بیٹی۔ تم تو میں چاہتا ہوں کہ ملا سے اس بار ہماری ملاقات کر دوں۔ ہم دو  
 اپنی پیش کر۔“

بات کرتے کرتے حد درجے سے پیچیدہ ہو گیا تو شریک کی دم ختم ہو گئی۔  
 ”تھو مگر شریک پرانی دہائی میں ہمارے ساتھ کوئی قافلوں میں اپنے میل رہا ہے میں نے اپنے سارے جذبے تم تک  
 پہنچا دیے ہیں۔ میں انہیں آئندہ ماری کی میں سنبھال کر رکھتا ہے مگر مجھ کو یہ کب تک یہ ہمارا دانی نظر  
 ہے۔ لیکن میں شروع سے آگے ہوں اپنا دانی اس تاہم نہ ہونے دانی سنی تھیں۔  
 (and now its time to prove my sentiments)

احد کی بیٹی کی سمجھ لے کر اور بھی پر اثر کر دی تھی شریک ایک بار تہذیب پر دنگی۔  
 ”اور مگر نہ کہ میں ملا کے ساتھ ہماری طرف آؤں تاکہ ہماری دوسرے دائرہ کی بات ہو جائے۔ بس کو  
 کہنے کے لیے فون کیا تھا۔ تھیں مگر اس بات کہ کہہ کرے میری خوشی ہو گئی ہوگی ہے۔ تھیں مگر اس بات  
 اللہ حافظ۔ پھر نہیں گئے۔“

اسے مزید کہنے کی انہیں میں ڈالے بغیر احد نے فون نہ کر دیا تو کتنی ہی پریشان ہو گئی تھی اس کے لفظوں  
 کی خوشیو اپنے ارد گرد محسوس کر کے خوش ہوئی رہی۔

مندی اور بری کے کشف کن و تخیل و غلی انعام کی البتہ اس دوران فریاد نے بہت خاموشی سے شریک کا دم  
 لوٹ کیا تھا پھر اس کی مسکرائی ہو ہر رزم میں شریک تھیں مگر ان کے جھلوں میں طرکی ہو گئی تھی فریاد سے  
 ”سفینہ لاج“ کے کوئی بھی بخلی ہو گیا۔  
 سفینہ بیک کی ہمارا پریشان ہی ہوا انہیں کہ آخراں سو دیکھے کی یاد ہے کہ یا شریک انہیں یہ بتانا چاہتی ہیں کہ  
 دنیا کو انہوں نے بدلے تھے قبول نہیں کیا۔ سفینہ لاج والے ان کی حیثیت سے کہ ہیں۔ عجیب جھٹا ہوا اور  
 ان کا الٹیاب مسکراتے رہے۔

جیز جس انعام صاحب اور فریاد کے سخت منع کرنے کے باوجود انعام صاحب نے کسی چیز کی کر نہیں چھوئی  
 تھی۔ ہر چیز ان کی پیش قیمت اور نہیں تھی کہ شریک کو ساتھ آئی خواہیں کے سامنے کسی کا طعنی احساس نہیں ہوا  
 تھا۔ احتیاط صاحب نے اتنا تردد کیا تو دوسرے بار اس کی سے انعام صاحب کی طرف مڑے۔  
 ”انعام بھائی میں سے منع کی کیا تھا آپ کو اتنا کہہ کرنے کے لیے کچھ بھی کہیں آپ نے میری بات کا اعتبار نہیں  
 کیا۔ میں کہنے آپ نے نہ دیکھا۔ سب مجھ سے ملے۔ لہذا یہی سچ ہے خون ہے میرا پھر بھلا ان سب کی  
 ضرورت تھی۔“

وہ بہت اپنا نیت بھری عقل سے گھر کر رہے تھے انعام صاحب اگر مگر صاحب اور احتیاط تھیں بھائی اس وقت  
 وہیں موجود تھے۔







”آپ ابھی تک شاکد ہیں واوی جان سے مل کر۔“

اس نے نظریں جھکائے جتنا کہ سوال کیا تو وہ ہنس ماسکرائے اور پھر غصہ کر کے رونے لگے۔  
 ”معاذ تو قیاس! میں کو کر قناب تو ایک عجیب سی احساساتی کیفیت کا کھلا ہوا ہوں۔ وقت کا قلم انسانوں کے  
 ہر ہل چل کی کسی کسی خیریں لکھ جاتا ہے۔ ایسی انجان اور تو کھی خیریں کہ ہم مجھے تجربہ کار اور معرلوں کی سی اسے  
 نہ سمجھتے ہیں اور جو پردہ میں تو کھیٹھا مشکل ہو جاتا ہے۔“

ان کی آواز سے حدودی اور انسانی آزادی کی سوچ میں ڈھب اور ایک بار تھا۔  
 ”ہاں شاید اس لیے کہ وقت انسان کو بدل دیتا ہے۔“ اس نے انہی کے انداز میں کہا تھا۔  
 ”ہمیں یہاں بلکہ انسان اپنے لیے وقت کو بدل دینا ہے۔ وقت تو وہی رہتا ہے جو انسان نے جو کر اپنے لیے لگایا ہوتا ہے۔“  
 وہ کبیر کی نظیر، نظیر، نظیر میں رہنے کے عین خلافت میں کھوئے ہوئے تھے۔

منکرانیت کا اس خوف نہایت بڑا رہتا ہے۔ و جان میرا دل سے دل میں پیدا ہو گیا ہو تا ہے کیا جا رہا ہے  
 کوئل سے جدا کر دلتے ہیں؟ کیا کسی کی ہلکی مار سے دل سے اس کے لیے مجتہدہ التفات کا نکال بھیجی ہے  
 اس سے پہنچتی ہیں؟ ہمارے لیے چلے و جان میرا دل سے دل میں پیدا ہو گیا ہو تا ہے کیا جا رہا ہے  
 یہ کسی کی ہلکی مار سے دل سے اس کے لیے مجتہدہ التفات کا نکال بھیجی ہے  
 اس سے پہنچتی ہیں؟ ہمارے لیے چلے و جان میرا دل سے دل میں پیدا ہو گیا ہو تا ہے کیا جا رہا ہے  
 یہ کسی کی ہلکی مار سے دل سے اس کے لیے مجتہدہ التفات کا نکال بھیجی ہے

اے میں معافی کی گنجائش بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔ پھر تو جہان گول جاتا ہے اسوائے چاند کی اور جس کی وہ سر قافلے سے جس سے محبت کرنے والوں کے بل پر جہرے کے نیلے پر نہنے لگتے ہیں۔ یہی خطایہ ہے جو دنیا کے میں نے سفینہ لے کر اے ہر جاہل ایک قضا۔ پھر ترکِ خلق تو ہوا ہی تھا۔ بہت انا پرور ہے شہرت پسند خاتون ہیں۔ ان سے صحت اور چاندی دونوں پر واداشت نہ ہو سکتی۔

گلکی کی ان کی ان گھنوں کی سرخ و بھگلا کر تھی۔ صہیبہ لے لی جو بوجھ ماسحوس کرتے ہوئے اٹھ گئی۔ داجان نے اس سے دو گنا شایہ نہ ختمی میں اپنا عاصبہ کرنا چاہتے تھے اس کی مودودی اور سوالات انہیں مزید اپنی میٹ

لے لیتے تھے۔

”حق تعالیٰ عجب آدمی بنا کر ہے۔ زندگی محبت و حلاوت پر قائم ہے۔ خواہش مند ہے۔ ہر آدمی کے لیے اور جہاں بھی آدمی جاتا ہے۔ خون ہمارے تپ لگنے کے لیے گھات لگاتے بیچھے ہوئے ہے۔ کبھی بہت قریب اور کبھی دور۔“

لالہ کی بیزگاہ پر پہنچے ہوئے اسے ایک وقت ایڑ اور زوڈ کی شدت سے یاد آئی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں س نے ملّا اور جہاں تھا اور جہاں رہے۔

[illegible]

زونیو نے بھی ڈھکے چھپے نقطوں میں کی حد تک انہیں اپنے اے کی وجہ اور راز کی اور ساتھ ہی اے سے خلق ساری معلومات انہیں بہم پہنچادی تھیں۔

دورانِ غفلتوں میں نے اُحد کا پورا جہان ہی کی کیا محافہ نہ صرف خوش سلسل اور خوش شمار ہمارا بلند اس کے  
 ارے کی مسلسل مسکراہٹ اور خوشگوار رویے سے اندازہ ہوا تھا کہ وہ ست خوش مزاج بھی ہے۔  
 خصوصاً انہی نے اس کا بہت تعریف کیا، جس پر اور پیگم باد کو کڑ کر تین، ہو گیا تھا کہ وہ غلط بھی نہیں کہہ

زمین کے لیے سمعان کا پورنل آیا ہوا تھا اور اب دونوں اراحد کی باتوں سے لگ رہا تھا جس سے وہ بے چارہ  
تسکے بیٹھے ہیں کہ اس گھر کی واپزے لیں گے ایسے میں انہیں یاد صاحب کی غیر موجودگی سخت ناگوار  
تھی۔

ساری زندگی انہیں ان کے اس روئے کا الموس نہیں رہا بلکہ جس قدر وہ گھر سے دور بیگم یاد سے  
کھینچے رہتے وہ انہیں خود کو آواز اور پر سکون محسوس کرتی تھیں۔ ان کی معیت سوائے اعصاب شکن لذت سے  
اور رونق ہی نہ تھی۔

گمراہ بنے پرے ہو گئے تھے۔ لہذا ان کا یہ رویہ اب بیکار اور کھلے لگا تھا جنوں کے لیے رشتے آنے لگے  
اور معاملہ ایسا تھا کہ تمام رشتہ خانات کے بعد دونوں کو ہی اس معاملے میں سوچ بچار کے بعد فیصلہ کرنا تھا  
دونوں ہی لڑکے پر کسی فیصلے سے ہیں اس لیے یاد صاحب کو انکار نہیں ہو گا۔ بیگم یاد سے سوچ کر خود  
رہی ہیں۔ اس کے لیے ان کے لیے درمیان میں انہیں امید تھی کہ سلمان صاحب سے چھوڑ کر بیچوں کے یاد و جان  
میں زمین کا رشتہ کرنے میں پس پیش سے کام نہیں لیں گے کیونکہ ان کی نظر میں رشتے داری کے لیے  
ہی اصول اور معیار تھا اور وہ ہمارے جس کے پیش نظر انہوں نے ایرو کو زمین کے لیے چاہا تھا۔ مگر عمل و عادت  
گئے تھے۔ ان کی ذرا سی چوکی سے یہ رشتہ قلاب ختم ہو چکا تھا۔ سمعان زمین کے لیے بعد میں دونوں رہے  
ان بدلتی ہوئی خیالات کے اسی نہانے میں ابھی وہ تھیں کہ اتنی دیر میں زمین اور شرمین ایک  
ہی ان کے گھر میں چلی آئیں۔

”ہی آئی ہے یہاں بیٹی میں تیرے گھر سے آپ کو تلاش کر رہا ہے۔“  
شرمین نے اندر داخل ہوئے ہی سوال کرتے ہوئے پتے کے کٹے کاؤنڈا اٹھایا۔  
”میں اسے کیا کام ہے مجھ سے۔“  
”کہہ رہا ہے کہ کارور کشاپ لے جانی ہے اس کے لیے اسے پیسے چاہیے۔ غالباً لکھ چھپ کر آتا ہے اسے۔“  
زمین نے بتایا تو وہ ہوں کہ کرالاری کی طرف بھیج دیں اور ہزار کے چند نوٹ لاکھ زمین کی بھٹی پر  
پھیلے۔

”اسے دے دو اور کتنا خیال سے خرچ کرے مجھے پورا حساب چاہیے ہو گا اس کارور مال سہو اسے پیو۔  
کرالوں آج مجھے تم دونوں سے بات کرنی ہے۔“  
ذاتیات جاری کرتے ہی انہوں نے تاکید کی تو وہ اسے کی جانب پرچے ان دونوں کے قدم ٹھک گئے۔  
نظروں نے انہیں دیکھا مگر زمین کو جانے کا اشارہ کرتے ہوئے سامنے رگے روٹاں پر انہیں  
زمین چپ چاپ جا رہی تھی تو شرمین ان سے ذرا فاصلے پر آئیں۔ وہیں بیگم یاد سے ہونے لگی  
چالنے ای کی نے انہیں ٹیکل دو رکھے۔ آخر کیا کہیں کی دونوں ہی سوچ رہی تھیں کیونکہ ایسے مواقع کو  
آتے تھے کہ انہوں نے خود سے انہیں خطاب کیا ہو۔

زمین کی دواہی کندہ خاموشی میں رہیں زمین نے بھی سوال کرنا مناسب نہ سمجھا۔  
”مٹی کھینچ آئی۔ مگر میں رہے ہیں۔“  
زمین نے اتنی سی ہینڈ کے کارور پر کھٹے ہوئے بے آلی سے پوچھا تھا۔

”کیا کہوں کچھ مجھ میں آتا ہوا دیاں جا کر بیٹھ گئے ہیں اور تیرا تھوڑا ہے کہ اس سے کوئی مشورہ ہی کرنا  
سکتی۔ اس لیے آج صاف صاف تم لوگوں سے یہ بات کر رہی ہوں کیونکہ تمہاری بیوی خود خال کا کام ہے کہ اس  
معاہدے میں پہلے تم سے پوچھ لیا جائے اس کے بعد میں یاد سے خود فون پر بات کر لوں گی کہ اس کے سوا کوئی چا  
نہیں۔“ انہوں نے جی بے جھج بھانڈی تھی دونوں ان کی ہلکے گاؤں مگر بھی گھبراہٹ میں جیسے جرت سے

وہ کہیں کہ ای جی اور الی کو فون کر رہے۔ انہوں نے تو اپنی زندگی کے ان تین سالوں میں کبھی الی سے کانٹھ کھٹ  
کرنے کی کوئی شش نہیں کی تھی اور یہ بھی ان کا ضرورت ہے کہ گمراہ حالات بدل چکے تھے۔ اب ان دونوں کا نہیں  
ان کے بچوں کا نہ تھا۔ بچے کو بچہ بھی کہہ دے۔ ان کے بچے میں پسندیدہ اور اکرنے پر مجبور تھیں۔  
”زمین کے لیے سمعان کے والدین سوال کر چکے ہیں اور شرمین کے لیے ادا کی رہا مٹی کے لیے چھپے لفظوں  
میں اظہار دعا کر رہا ہے۔“

انہوں نے فورے پرک کر کہا وہ شروع کی اور ایک لمبے کے لیے ان دونوں کی طرف دیکھا تو وہ دونوں ہی  
جب تک وہ کر نظر میں نہ آئیں۔  
ان اختلافات میں وہ ان میں بیٹیوں کی آنکھوں سے جھلکی خوش کی رت انہیں نظر میں تھی۔ ایک مبہم  
اس سرگرمی ان کے لیےوں کو چھوٹی۔

”اس لیے میں نے سوچا ہے کہ تمہارے الی سے فون پر ہی بات کر لیتی ہوں اس کے لیے میں نے اپریل  
سے ان کا امریکہ کا فون نمبر بھی لیا ہے۔ میں اس لیے بلایا ہے کہ اس بارے میں تمہاری رائے سن لوں گا۔  
میں اسے اتنا ضروری نہیں سمجھتا کہ اس معاملے میں تم کو کوئی رائے کو ایتھ دی جائے۔  
دو لیا تمہوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔“  
انہیں سر پر اجڑاؤ کی۔ ”بھئی نہ تھا۔ انہوں نے فون پر الی کا فائدہ ان دونوں پر ادا کرنے کی عادت تھی شاید  
اشدوری طور پر وہ سمجھتی تھیں کہ ان میں بیٹیوں کی زندگیوں میں انہیں جڑواں ہے کہ گرنہ وہ کب کا تیر کو لے  
الک ہو چکی ہو تھی۔

کر بیٹیوں اور وہ الی کو دونوں کا ساتھ انہیں سمجھو رہے پھر کرنا تھا اور الی خان کے ساتھ مفاہمت پر  
راہیں جو تاحیں گردن ہے۔ دن زمین اور شرمین ان کے لیے کوئی فیصلہ نہیں۔  
لیکن اب صورت حال یوں بدل گئی تھی کہ جیسے جیسے الی دونوں کے اس گھر سے جانے کے دن آ رہے تھے  
انہیں باری ہوتی جا رہی تھی۔ زبان میں چاہے لکھ جی ہوتی اب زہو بیگم کی کوئی متا جائے مٹی کی اور اس  
میں کھری ہاتھ خابو آئے۔ ان کی پرین و اشک کرنا تھا۔

”دو لیا تمہوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔“  
”میں نے تمہارے ساتھ فون پر رسول بھیج دیں۔ شروع سے شروع ہو کر شروع میں شرم میں ہوں کہ دو کو کوئی بدل  
ہے میں تمہارے ساتھ فون پر رسول بھیج دیں۔ شروع سے شروع ہو کر شروع میں شرم میں ہوں کہ دو کو کوئی بدل  
اچھے ہیں۔ بخول دونوں بیگم کے ادا کی والدہ جی جلدی کی آئے۔ الی میں اس چاہتی ہوں کہ تم دونوں کے فرض سے  
ملد ازملہ سکدو۔ میں جو انہیں اس لیے بتاتا ہوں تمہاری رائے ہے۔“

ان کی خاموشی پر زہو بیگم نے فون پر اور حالات سے کہا تو وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھے لگیں اور پھر  
زمین نے شرمین کے اشارے پر۔  
”بھئی آپ کی مرضی میں آئی۔“  
زمین نے شرمین کے اشارے پر۔

آواز ہو گئی تھی۔  
”انہیں یہی فکر تھی کہ جانے سمعان اور ادا کے مطلق ان دونوں کی رائے کیا ہو جائے وہ انہیں پسند بھی  
کریں کہ میں عمران کی سعادت مندی سے زہو بیگم کو کرنا تھا اور حقیقت دونوں رشتے انہیں پسند آئے تھے  
اور وہ انہیں بل سے قبول کرنا تو تیار تھیں۔“

”خوش ہو بیٹا۔ اب جاؤ تم دونوں نے میرا کام آسان کر دیا اب میں یاد کر فون کر لوں گی۔“  
”ان دونوں کے سر پر  
نفقت سے ہاتھ چھیر کر انہوں نے کہا تو وہ دونوں خفیہ سی ہو گیا پر نگل آئیں۔

گل پوش دایوں اور سرنگ پھانسل سے گھر سے خوب صورت مناظر نظروں میں جذب کرتے ایک

قبول نہیں کیا۔ نہ ہی آپ کی کزن کا رویہ خوشگوار رہا ہے۔ بس اسی لیے میں مستقبل کے خیال سے ڈر جاتی ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ ہمیں آنے والے دنوں کی تنگیوں ہمارے رشتے میں دراڑیں نہ ڈال دیں۔ میں اب ایسی باتیں نہیں کر سکتی جو آپ کو گھبرا کر رکھ دے۔ محنت کے بغیر ہوں۔“

باس کر کے فراہم کر ادا اس کی نظر دے گا۔ ہونے بہت سنجیدگی سے کہہ رہی تھی کہ ادا ورتت ہو تو ادا اس  
 اس طرح نے اسے جھپٹ کر پھینک کر دیا کہ اس نے اسے ادا نکال دیا۔ انا نے سوچا کہ اسے ادا کرنا تھا۔  
 ”اگر ادا نہ کرنا بھی ایسا سوچتی ہو۔ میں ہوں ادا تمہارے ساتھ بچ کر گھر سے نہیں۔ ماما کا دیکھ سخت  
 فہم ہے۔ تمہیں پابند نہیں کر رہا۔ اس کا ادا کچھ معیار ہے۔“

اور میں اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔" وہ سچ میں ہی تاسف سے بول رہی تھی۔  
 on my left toe میری پاؤں سے زندگی مجھے گزرائی ہے تمہارے ساتھ 'ما' کو نہیں اور

اگر اس میں زیادہ ہی اختلاف ہوا تو میں تمہیں لے کر اپنے کھرچلا جاؤں گا۔ جہاں صرف میں اور تم ہوں گے۔  
اپنے مضبوط بازوؤں کے حصار میں اسے لیتے ہوئے وہ جس یقین اور محبت سے بولا تو کولنگا کہ اب وہ سارے

انسان سے لڑا سکتی ہے۔ تمیز یکتا اور متاعِ توہاب کے دنیا کے خلاف اعلانِ جنگ لڑ سکتی ہے۔ یہ محاذ لڑ نہیں سکتا تھا اور وہ اس کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔

یونیورسٹی میں کلاسز شروع ہوئیں تو صہبہ علی والا سے واپس آگئی۔ ”سفینہ لاج“ زندہ کے بغیر بڑھی بے یونیورسٹی میں کلاسز شروع ہوئیں تو صہبہ علی والا سے واپس آگئی۔ ”سفینہ لاج“ زندہ کے بغیر بڑھی بے یونیورسٹی میں کلاسز شروع ہوئیں تو صہبہ علی والا سے واپس آگئی۔ ”سفینہ لاج“ زندہ کے بغیر بڑھی بے

ابھی ہی کہنی دیتی تھیں۔  
 صورت، مرمی اور سوات سے زوبا کے کئی فون آچکے تھے آواز سے ہی خوشی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ اس سے

ات کرنے کے بعد گھر کے بیوں کے اندیشے قدرے کم ہو گئے۔  
ابھی کلاسز شروع ہوئے تین چار دن ہی ہوئے تھے کہ صہبہ کی سائلگری آگئی زہا ہوتی تو وہ کچھ ہلکا کھلتی جیسے

کے ہمیشہ وہ چائیز میں ڈنر دیا کرتی تھی مگر اس بار اس کا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا بلکہ یونورسٹی جانے کی رو میں اشارت دینے کے باعث وہ بہت زیادہ تھک جاتی لہذا ذہن میں ایسا کچھ نہ بھی نہیں پاتا۔

اس دن بھی وہ اپنے آپ میں ملن یونیورسٹی چلی آئی کیٹ پرائیویٹ ہسپتال کے سامنے لڑے سوک سے ٹیلہ لگائے  
لڑے ایزد کو دیکھ کر رگ رگئی۔ اس نے بھی اسے دیکھ لیا تھا جب ہی کی رنگ گھمائے کا مشغلہ ترک کر کے وہ اپنی

”رہے آپ یہاں اتنی صبح خیز تو ہے؟“

”جی بالکل حیرت ہے۔ ویسے سلام دعا کرے لی عاوت میں ہے آپ کو۔ سراسر جواب دے ہو گئے۔“

”اگر وہ ہاں میں تو بھول ہی سی کہ اپنے بے جہلوں کو سلام نہ پہنچا رہی ہے اور آپ کو دیکھ کر ہی بڑے  
”ہیں۔“

”خیر اب ایسے بھی نہیں یوں بھی میں عمر کی بات کر رہی تھی۔“ اس نے جان بوجھ کر ایسی شکل بنائی کہ ایڑو کو

”ہاں تو جانتے نامحترمہ کہ کیا عمر ہے آپ کی یہی تو میں پوچھنا چاہ رہا تھا۔“

”دن کے ساڑھے گیارہ بج رہے ہیں اور تم اسے صبح کہہ رہی ہو اتنی دیر سے یونہی سو رہی ہو تم؟“

آرام سے چلا جائے تو ایسے آپ یہاں کب سے کھڑے ہیں؟

360

”اہاہے۔ کیا قسمت ہے تمہارا علی صاحب“ اتنی اولادیں ان کی بھی اولادیں بیوی، بھوسہ مگر ترم آگیا۔“ خان بیگ نے گہری سانس مہرے ہوئے انہیں کشت سے دیکھتے ہوئے سوچا تو جان ان کے چہرے ان کی سوچ کو بڑھ گئے۔

”میں خان۔ مجھ پر تیرے مت کھاؤ، میرے بھی نظریں انداز ذلیل مت کرو۔“ وہی مخصوص استہزاء پر مسکراہٹ ان کے لبوں پر بکھرے لگی تو خان بیگ نظر اکر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”صہبہ بچی کو فون لگا گیا۔ جانے کاسے فریاد تو کراچی میں نہیں ہے۔ صہبہ آجائے گا۔“  
”نہیں خان۔ اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ میں شک نہیں ٹھیک ہو جائوں گا۔ صہبہ کو اضطراب مت کر ابھی چند دن پہلے ہی وہ مہر کی ہے پھر اس کی کاسٹریج میں ہر شے ہو گئی ہیں۔ میں خود اسے فون کرلوں کہ جانے انہیں فوراً روک دیا تو وہ جنگلی گانا بڑھتے ہوئے پھر اسی کاسٹریج میں آکر کھڑا ہوئے کہ وہ نے کسے جو گئے۔ خان بیگ اسے انہیں کس قدر دوسرا بھارت اور کشتی کا احساس ہوا تھا اب وہی جانتے تھے۔ جب سے صہبہ مگر نے کئی عرصہ ان کی مہر سے باہر کی کشتی میں چھٹی جارہی تھی تاہم اب بھی ان کا مطلق اسباب مفاسد و خبیات تھا۔

فرہادی غیر موعود کی باعث مسمعان کو آتش میں زیادہ وقت اور بڑا بڑا تھاجس کے باعث نرمن اور اس اسکول میں سامنا قدرے کم ہونے لگا۔ مسمعان کی عدم دستیابی کی وجہ سے ایک متبادل — نیچر کا انتظام کر دیا گیا تھا۔

کافی کام مسلمان صاحب کو خود کرنا پڑا۔ البتہ جب مسمعان اپنی سیٹ پر آتا تو وہ اپنی دو تین کی کارروائی خیریت لگتے۔ اس دور بھی وہ پورے ایک ہفتے بعد اسکول آتا تھا اور یہی دو تین محض فرہادی عدم موعود کی باعث کٹم اس کی واپسی پر یہ مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔

نرمن کی طرف اس کے چمکاؤ کو سب سے دیر سے محسوس کرنا شروع کر دیا تھا لہذا اس کی بہت سی طرح بات بھی موعود کی کشت، کئی سب کے علم میں آگئی کہ مسلمان صاحب اور ان کی بیگم نے بیٹے کے لئے پرستہ بنائے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

لہذا سب کے یہ رویے میں ایک واضح تبدیلی آئی تھی بظاہر کوئی کچھ نہ سمجھتا تو اب کی نظرسوئی فافا نے انہیں روشنی دے دی۔ مسمعان اب آپ کا اس نے نرمن کو مخاطب کیا کہیں کیا اور کس لیے کیا ہے۔ تمنا سوال ایسے تھے کہ ان کے جواب کی تلاشی آنکھیں ہر وقت نرمن کو خاص کر محسوس ہوئیں۔  
”آج ایک ہفتے کے لئے نہ رنرے کے بعد وہ پھر آگیا تھا اب بھی کسی کے درمیان کئی طرح کی بحث کی گئی تھی کہ اس وقت اسے اپنی بچہ رونا کے ساتھ اس سے بچھلے ہفتے کا تمام لالچوں، ڈسکس کرنا تھا۔ خیر ان شاف دوہم موعود ہے۔“

”اوس کے سوا میں سمجھ گیا کہ کیا کریں آپ عبوری کر لیں۔ نیو میٹرک (Numerical) اور پریکٹیکل دیکھ لوں گا۔“ لالچوں پر نظر دوڑاتے ہوئے اس نے رنرے کے ساتھ ان کو لے کر لہا اور نرمن کے ساتھ اپنے مہر کی ہوئی۔ دونوں کو اپنی اپنی کاسٹریج میں جانا تھا۔

”میں چلیں سر۔ موعود نے ہی بوجھا۔“

”مہول۔ آپ چلیے اور میں نرمن آپ میرے آگے۔“ وہ اسے پیچیدگی سے دیکھتا تھا۔ تاہم سنا تھا کہ وہ اوشاف دوہم پر طرف پیچے سمتی خیر نظر لے اس کا گھر آکر لیا۔ کسی نے کھانا بھی شروع کر دیا تھا علی طرح چلے ہو یا پھر نکل۔

مسمعان کی ان باتوں سے اسے کبھی سخت سمجھا ہوت یا کبھی جتنی سزا محسوس نہ ہو جاتی۔ جب مسمعان کے والدین ان کے گھر آتے تھے اس کی سوچ میں ایک واضح تبدیلی آتی تھی کہ وہ اور خوش آئند خیالات رکھنے کی بہت سوچا اور آٹھ خراب اس کے بڑے بیٹے کی انہوں میں آگے نکلیں۔

خود کو قدرے غافل کرتی ہوئی وہ اپنی ہی تاک کے ساتھ گھر سے باہر نکلتی۔

”آپ نے بلایا تھا۔“ سر کرنا اس نے اب چھوڑ دیا تھا اور یہ سلمان اکل اور مسمعان کی مشترکہ ہدایت تھی لہذا اصل آپ کہہ کر کھانا چلا جاتا۔

”مسمعان نے نظر اکر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہیں ہولڈر میں اپنا کھانا۔

”تیرے نہیں بیٹھے۔“

”مجھے جلدی ہے بڑا میری کلاس ہے۔“ سے ریلیکس انداز میں کرسی کی بیک سے سر ٹکا دیا کہ کچھ بیٹھا کر کما

”ابا۔ اب زیادہ وقت نہ دے۔“

”کئی اور آپ پر دیکھ لیں۔“ ڈے ہے میں نے مصطفیٰ کو رنج کر دیا ہے۔ پلیر ہو۔ آئیٹ۔“ ساری راتیں مسعود

ارکے اپنے اپنے سامنے بیٹھے پر مجبور کرتے ہوئے اس کے لبوں پر بدیہہ کش مسکراہٹ تھی۔

”بابی دادو ہے آپ مجھ سے اتنا کڑی ہیں کیوں نہیں؟“ اب تو کراچی کا ہے کہ آپ کو گھر میں گریبان انداز اور پٹیاں پر پٹیاں نظر آکر کڑی ہیں۔“ وہ عامے قریشی مڑوٹ میں تھانیں کھنٹیں ایک نظر سے دیکھ کر سامنے لگی تا کہ عظمیٰ کی پورٹ کو دیکھنے لگی۔

”کیا تو بات نہیں ہے۔ میں بھلا کیوں پٹیاں ہوں گی؟“

”میں تو نہیں کہہ رہا ہوں۔ اپنی بیوی بلایا آپ کو اس لیے تھا کہ اس وقت میں بڑا خوش ہوں اور اپنی خوشی میں

سب سے پہلے آپ کے لیے شیزر کرنا چاہتا ہوں۔ آپ پلیر نہ مت پیچھے کا کر کیوں۔“ اس کے فوراً کوئی

ظہور سے دیکھنے پر وہ تیزی سے تھانے پر اختیار کر ساری۔

”تھمبکس بچ نہیں۔ کم از کم آپ کو مسکرا تا تو دیکھا۔ دے آپ کشتی ہوئی اپنی کشتی دیکھ گئی ہیں جتنی

کہ بچیدہ۔“ اس کا سانس دیکھتے ہوئے راندا اس قدر متانت اور شرم سے بھرا تھا کہ وہ ہاتھ دوجا چنے کے پرا

ناکسی۔ کھنٹیں سولہ نظر اس پر ڈال کر دھما دھلا دیا۔

”ابا۔ تو میں تیار ہوا تھا کہ آج میں نے اپنے پیرس کی سب سے پہلی ڈیل فائل کی ہے۔“

”and would you believe“ نرمن۔ یہ ڈیل کرتے ہوئے میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ

رایسا ہو گیا تو میں آپ کے فادر کے سامنے ایک ایسی اور مستحکم ڈیل پزیر لیں

بات چا سوں گا۔ فادر کی بچہ کی جگہ آپ کو بلایا ہے۔ آپ سب سے پہلے شیزر کروں۔ کبھی کیا لگا۔

اب کو کبھی کبھہ خوش ہوئی۔ کیا؟ مسکرا کر اس نے خوشی سے مسرور انداز میں خوشی سے اسے دیکھ کر میر

کہناں نکالے ہوئے تھا تو وہ چہرے پر ہلکے آنسو کی خوش چھانچا۔

”تھمبکس بیویوں پر خوش ہو جاتا ہے۔“ اس نے اعتراض سے جملہ دیا کیا تو مسمعان نے ہل۔

”فائل میٹرو ہے آپ خامی اختیار پاتے ہیں۔ اور مجھے آپ کا یہ انداز اچھا لگا ہے۔ اب تو میں نے ممکن ہے میں

ن کھنٹیں کوئی سلوین کر لیں آپ تیار رہے گا۔ آپ کو تاہو گا۔“ خوشگوار سے اس نے ہاتھ اچھ کر اہوا اور

اس کا اور تھمبے میں ڈال دیا۔

”کیا کیا مطلب؟“ وہ کئی لمحہ کھڑی ہوئی۔ (واب جانے لیا کہتے ہوئے اسے محنت)

”نہم ان ڈونٹ ڈی اسکھوٹ۔ آپ کو ایکے نہیں بلانا آئی تیرا اور نرمن

”نہم ان ڈونٹ ڈی اسکھوٹ۔ آپ کو ایکے نہیں بلانا آئی تیرا اور نرمن

ایک تو سب سے بڑی مخالف فریق تھیں، جن کی تقریبیں غیر معمولی شدت کی حامل تھیں اور وہ سرے ان  
مقتل زندہ کسی جس نے جیت جیتی ڈھڑک رہی تھی۔

ایزدا کو جیسے ہی پیگ مار کا سچ ملا اس نے یاد رواج کا امریکہ اور کانٹھنٹن ٹرمن میں بے پایا تھا۔ آج  
موقوفیت پھر سے بڑھ گئی تھی ایک نیا فیلڈ کھنٹن آیا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ڈیڑھ گھنٹہ میں طرے صوفی  
اس روز بھی صرف صوبہ میں پرتھ ڈس کے دو جے اس نے موت نکالا کہ وہ کام بھی ضروری تھا۔  
کا دیوار کو لوں سے زیادہ اہم نہیں ہے اس نے اب جانا تھا صوبہ سے ملنے کے بعد اسے حاصل کرنے  
بعد چلنے کی بات اور بھی اس پر صرف اسطیفین ہو جائے گی جن دو اور رہتی تھی مگر اب نے اور زیادہ کرے  
خوبصورت کی اور نے اسے ایسا بنا دیا تھا کہ وہ سب کچھ بھلا دیتا تھا۔ مگر خوش حال کچھ خوشی تو چند لوگوں کی  
اسی ہوئی ہے۔

ایسا وجہ سے کل کی گونا گوں موقوفیت سے ہی وقت نکالنے کا تھا مگر اور صاحب کے گھر جانے کی بھڑا  
فرست تھی جبکہ انہوں نے (پھر یاد ہے) کہ کیا رہا بھی تھا۔  
پیگ مار کو جو بھی ٹرمن انہوں نے رہا کر کے کی خوشی مگر اس طرف سے کی جواب نہیں مل رہا تھا  
لیے نگر انہوں نے ایزدا کو لوں کا رولڈ اور ساری بات بتادی۔  
مگر ٹرمن باکلیں ہی ہے مگر انہوں نے اگلے دن ہی ہو مل میں اسے (Stay) کیا ہے بلکہ کرشنہ ہو بتوں ہے!  
نے اسے نمبر کا کھینچ لیا ہے۔ اسے اس صورت میں پر خاصا ایران ہو رہا تھا کہ کو کچھ پانچ روز سے یاد رواج  
نے اسے کوئی رہا نہیں کیا تھا مگر کسی اسے یہیں تک وہ کہیں قیام پزیر ہیں اور ایسا تو اکثر ہو تھا کہ یا  
صاحب کی کئی دن رہا رہ کرے اور موقوفہ ہے۔

مگر وہاں سے تو یہی جواب مل رہا ہے کہ کی دن سے یاد ہوئی وہاں نہیں آئے جبکہ ان کا سامان وہیں موجود  
ہے۔ مگر انہوں نے ٹھیک سے پتہ نہ میرا مل خستہ پریشان ہے یاد کی عادت ہے وہ بھی کسی سے شیز نہیں کرتے  
کیا معلوم ہو جائے گی سمیت جس کے ہوں؟ غدا خواست کچھ مسئلہ ہو گیا ہو۔ "ہیکم زہرا اس وقت باکلیں  
ہے حال ہو رہی تھیں۔ جانے کیوں ان کا دل بیٹھا جا رہا تھا انہوں نے کچھ پریشان ہو اٹھا اس کی خوشی  
ہوئی سے ملنے والا غنا میں پڑھ گئی تھی۔

اُس کے منازر میں اپریل۔ پانچ پریشان نہ ہوں میں پتا کرنا ہوں۔ ممکن ہے انہیں اپنا ایک دوست مل گیا  
ہو اور وہ اس کے ساتھ کچھ نہیں لقرن کیا یا خیر پتہ کھل گئے ہوں۔ "ایزدا نے خود کو کیڑا کرتے ہوئے انہیں دلاسا  
دینے کی کوشش کی۔

"یاد رواج تو قریب اور راحت سے قطعاً بچتی نہیں ہے۔ تم بھی جانتے ہو ایزدا۔ تم کی دوست کی بات تو وہ ہے کسی  
رشتہ دار کے یہاں نہیں جاتے گی دوست کے ساتھ کہاں جاسکتے ہیں؟" ان کا دل اس کی تاویل کرتے پتہ چلا  
تھا اور حقیقت اور خواس امر سے واقف تھا۔

مگر وہ کسی برس میں شک کے لیے تو کہیں نہیں جاسکتے ہیں۔ اس کی سبببلی Possibility ہے۔ تاہم ہو سکتا ہے  
انہوں نے اپنا کچھ سامان لیا ہو اور انہیں برس انگریز میں چلے گئے ہوں۔ پھر حال کچھ بھی ہو۔ میں معلوم کرنا  
ہوں آپ باکلی ریلیکس رہے ہو۔ اُس کے اندر حافظہ۔ "انہیں تو نظر پھر اس نے سنی وہی تھی مگر وہ تھا  
تو خوش زندہ ہو گیا تھا۔ خودی طور اس نے اپنے سارے کانٹھنٹن ککس الرٹ کیے اور تمام موقوفات میں پشت لال  
کر یا رواج سے رہا کر کے کی کوشش میں لگ گیا۔

"صوفیہ لائے" میں سب کو ان کے لائے ہوئے کھنٹس سے جدا بند آئے تھے؟ اتنی محنت سے وہ دے رہے تھے  
اگر نہ بھی اچھے لگتے تھے بھی وہ اس طرح خوش خوشی قبول کر لیتے۔ وہ پھر کا گھانا تھا کہ اسے انہیں جانے کی اجازت ملی  
تو فریاد سے فیصلہ کر لیا کہ وہ وہاں سے لٹا ہوا نہیں کر جائے گا۔ اُس کو شام کا قیام تھا اور کہ بھی تھا کہ وہ خود کی  
جائے گا۔

اب اس نے گل کہہ دوں اور وہاں کے کسی بچے۔ آج تو ان کی طبیعت قدرے بہتر تھی دوسرے صوبہ سے ان  
لگنے سے پہلے ہی اقلیہ اقلیہ لوگوں کا گھانا تھا۔ وہاں ان کے آنے سے عملی پرتہ خود کا گھانا بیٹھے تھے۔ ان  
ان کو ساتھ دیکھ کر کس قدر خوش ہوئے تھے۔

خان بابا کو انہوں نے بہت سی ہدایات کی ساتھ بچن کی طرف بھیج دیا تھا مگر انہوں نے یاد رواج نہیں  
"ہیلز" اور وہاں۔ آپ لقمی گفت کر میں یہ پرتا رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں اشتیام اوس کے مقابلے میں  
ن کر کو میں نے زیادہ تھپ محسوس کیا ہے اور مجھے جیت جیتی زیادہ یہاں سے ملی ہے۔ پھر آپ سے بھی جنگ  
اور میں کی میں نے تو اب کیوں کرول گا؟ زہرا کے یہاں جان کا گھر ہے کوئی گفت نہیں چلے گا۔ ان  
دلکا ماما معلوم نہیں کہ ہم کراچی آگئے ہیں۔ آئے ہیں ان کی امانی کی طرف ملے گئے اور اب آپ سے ملنے آیا  
ہاں تو قیام ہے کہ ماما سے زیادہ آپ نے محبت دی ہے مجھ سے میں جیتا ہوا تھا زہرا کہ "وہ ان کے گھر لڑا بڑی  
بات سے بول رہا تھا۔ انہوں نے دیکھا انشاء اللہ چھلے لوں کے مقابلے میں کس قدر کم کر گیا تھا۔ صوبہ یاد  
ہاں سے انہیں وہاں نہ محبت بھی اور انہوں کو کوئی خوش دیکھ کر ان کا خون بہہ رہا تھا۔

صوبہ کے ساتھ وہیں اب رہتا تھا تو فریاد کے ساتھ معمولی سی زہرا اس وقت بھی دوڑھے سروں میں ہنسی  
ملانی کس قدر مطمئن اور خوش نگر رہی تھی۔  
"انشاء اللہ۔" انہوں نے جھپٹل ہیل میں ان کی نظار تیری اور اچھی خوشیوں کی دعا دی۔  
"ٹھیک ہے مگر کل کا خون چھوڑ دیوں میں صبح سے آ رہے ہیں۔ میں اشتیام کو لوں کرول گا۔ نمبر ہے  
اگر میری ملا ہے۔ کیوں نہ ہو چاہتا ہوں اپنے آدھان کے یہاں؟" اسے بڑی اشتیاق سے کہہ کر انہوں نے زہرا کو  
ہاتھ کیا تو سرکادی۔

"جی ہاں۔ جان۔ میرا تو اس وقت بھی رکنے کو دل کر رہا ہے مگر فریاد ٹھیک کہہ رہے ہیں ملنا خواہاں پڑا ہوں ان  
"وہ موت ہے۔ بولی۔  
"اور کر میں کی بھی۔" فریاد کا انداز بڑھتا تھا۔  
وہ اور یاد رواج جس طرح وہ ستانہ انداز میں نے زہرا کو قدرے حیرت ہوئی۔ واقعہ یہ تھیک ہے کہ زہرا تو تھا۔  
پتہ وہاں کے ساتھ ان کا ذرا ان اڑاتے ہوئے اس کے چہرے سے کوئی ایسا اثر نہیں ہو تھا جس سے یہ انداز لگایا  
کہ وہ اپنے پات اپنا ہاں کے لیے کہہ رہا ہے۔  
کو کہنے کے یاد ہو رہا تھا ان کی نگہوں میں استیہم تھی مگر اس نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی بلکہ خان بابا کو تواز  
کر چائے کا آؤر دے دینا تھا۔

اور اس کے زہرا نے اپنے دل میں بے انتہا اطمینان اثر محسوس کیا۔ تھیک اشتیام اوس میں اس کی واحد  
ناف تھیں اور فریاد ان سے ہی دور تھا۔ یہ بات اس کے لیے اس لحاظ سے اچھی تھی کہ تھیک چاہنے کے یاد ہو  
ان کے درمیان رشتہ پیدا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ فریاد تو بے گنی ان سے کیہر تھا۔

"شام ذمہ لری ہے اور تم کتے تھے کہ آئے وہ والا ہے۔ میں جیتی ہوں ہے کہاں؟" اُس نے ایئر پورٹ لینے  
"میں نہیں گئے۔"  
انہیں مل گئے۔  
وہ وسیع لائن میں داخل ہوتے ہوئے دونوں کو تھیک مگر پر جلال لہجہ اور غصیلی کا زخملی ستائی  
"رہی تھی۔

"جہانی نے منع کیا تھا۔ ان کی سیٹ چانس پڑتی۔" اُس نے اپنی طرف سے جھوٹ بولا کہ ٹر  
کر پارہ دیکھ کچھ آئے۔  
رہے۔ وہ موت دوڑھے ہے۔ ہم ایک کسو وزب میں جاتی ہیں اچھی طرح ہمیں اور فریاد کو بھی۔ اس کی ہر  
ملات میں ختم ہے۔ اس کا ساتھ ہے۔ وہ پھنکا رہی تھی۔  
"مگر اس بار اس کی کوئی سی غلطی ہوئی نہ تھی۔ اپنی منہ پر تو سب جاتے ہیں۔" اور خود کی دونوں سے ان سے چڑا





”مگر یہ ہوا کہ کیا اب ایک محنت مند آدمی آج تک انہیں کسی نزلے بخار تک کی شکایت نہیں ہوئی  
 وہ اس طرح Collapse نہیں کر سکتے۔ آئی کاغذ پڑھنا۔“  
 اجتال پریشانی میں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح اس اطلاع پر یقین کرے۔ اس نے نفی میں  
 ہلاتے ہوئے بہت سی باتیں کہیں سے کہیں۔  
 ”مجھے تمہارے دوکل کا اندازہ ہے مجھے بھی ایسے ہی شک لگا تھا۔ اگلے کراچی سے جانے سے پہلے ہالک  
 پر فیکٹ تھے۔“ برونے اس سے اتفاق کیا تھا۔  
 ”وہ سوایہ انداز میں مخاطب ہوا۔  
 ”مگر اسلام آباد میں ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔“ برونے مطلع کیا۔  
 ”لیکن ہمیں تو انہوں نے انعام میں نہیں کیا۔“ سمیرا جرات تھا۔  
 ”ہاں انہوں نے اسے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی ایکسیڈنٹ میں بظاہر کوئی فزیکل انجری نہیں ہوئی تھی  
 انہیں معلوم نہیں تھا کہ سر میں اندرونی جٹ کی ہے کسی دین (vein) سے ملدے لگے ہوا شروع ہوا تھا  
 امریکا جانے سے پہلے اسلام آباد میں بھی انہیں پچیس گھنٹیں دشواری ہونے لگی تھی۔“ برونے غصے سے بولے انداز  
 میں اسے بتا رہا تھا۔  
 ”انہوں نے جب بھی توجہ نہیں دی۔“ محض ذوق تھری کر کے رہے تھے بھی انہوں نے بتایا تھا کہ سر  
 میں سے سمجھا سکو کہ انہیں اسے زیادہ اہمیت کے فزیشن نے بھی ایسا ہی سمجھا ہوا۔ لیکن بات اپنی معمولی سیم  
 تھی۔ کئی کئی امریکا میں ان کا ٹونورس ہیرا لڑ رہا تھا شروع ہوا تھا جس کی وجہ سے انہیں اسپتال شفٹ ہونا پڑا  
 میرا اس لیے اطلاع نہیں کرائی کہ وہ برونے کی طبیعت میں کب تک ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر بات  
 سیریس ہو گئی ہے کہ اب تو زبان اور شہد زہر بھی بہت بڑا ہے۔“  
 برونے خود پریشان اور ڈر نظر آ رہا تھا کہ میرا کولاسائے کی پوری کوشش ہو کر رہا تھا۔ جیسی اس کے ساتھ مل  
 دیا تو اسے ہونے اس کی طرف جھکا۔  
 ”حمیس بہت محنت سے کام لیتا ہے۔ میرے آئی اور اپنی سسٹم کا مورال ہائی رکھنا ہے۔ تم جانتے ہو ان کو  
 ہمارے معاشرے میں حوالیہ دہہ اور اس طرح سمجھانا ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ڈونٹ وری سہو  
 ٹھیک ہو جائے گا۔“  
 سمیرا آ نکھوں سے جھانکتے سوال اور غد غول کا اس کے پاس صرف یہی جواب تھا۔  
 ”ان فیکٹ اگلے نے اپنے پیڑ لڑنے کے بہت اثر لیا ہے اس وجہ سے انہیں ایک مائنو (چھوٹا سا) انجیک  
 ہوا ہے۔“  
 ”وہ گاؤ۔“ اس خبر نے تو سیر کو قطعاً ”سٹر“ میں ڈال دیا۔ دونوں کنہیاں میرے نکلتے ہوئے سرہاتھوں میں قہم لیا۔  
 ”یہ روکی کوئی کپاس نہیں۔“ مجھے سمجھے سے کیسے اس کو کچھ گوارا ہی تھی۔  
 ایرواس کی امید تو ناچھانڈ لگائی۔ اور موت تو خدا کا کام ہے۔ سٹر لیا۔  
 ”ابو کی لکڑی سے سیر امیر پر دنیا قہم ہے۔ لکھنؤ ہو پ فادی ہسپتال (ایم کے ای) امیر رخصت ہو گیا۔  
 ”جائے گا۔“  
 ”میں سمیرا چاہتا ہے انڈین اور غد غول میں گھرا ہوا تھا۔ مل دھڑک کر کسی آنے والے خطرے کی اطلاع  
 دی کہ اب تمام وہ امیر کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔  
 ”انشاء اللہ۔“  
 برونے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھامتا تو کچھ یقین اور بے یقینی بھی تھا کہ اس کا ہوا۔  
 ”مگر کچھ جادو اور کچھ سپورٹ ہو چلا۔ دو ملنے لگا۔ آئی وغیرہ کو کچھ مت تاؤ ورنہ جب تک نکلے تو غیو نہیں  
 آس گئے وہ لوگ پریشان رہیں گے۔ تم کراچی کیسے حالات تو جانتے ہو۔“  
 وہ اسے سمجھا رہا تھا بڑے دے رہا تھا۔ سیرا یوں ہی خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا سمیرا اب ہر نگل گیا۔

سڑک پر ٹھیک دو دن وہاں تھا مگر اسے چاروں طرف سائلے کو گھنٹے سائلے رہے تھے۔ آج کبھی بارے  
 ایساں ہو رہا تھا کہ وہ اور ایساں کتنے فاصلوں پر تھے۔ ورنہ جو خبر آ رہی تھی اسے وہ اسے خود معلوم ہوئی جاچے  
 تھی۔  
 ”مجھے اور دوسرا ایک دو ڈاکر اس نے اپنی پیشکش دو۔ کرنے کی کوشش کی تھی مگر گھر کے دروازے تک  
 پہنچنے پہلے اس کی موت ہو چکی۔ موت تو اب دے گئی۔ بہت مشکل تھا کہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنا خاص کراچی کی اسے سامنے  
 ڈو گیا بالکل بے دست و پا محسوس کر رہا تھا۔  
 ”بیشے سے ان کے ساتھ اس کی شریک رہی تھی۔ اپنی اور بی بی کے کورمیان خواہشات تھے انہوں نے بیشے  
 اسے بہنوں سے ان کے ساتھ شریک شریک خاص طور پر بی بی کے بارے میں خلاف بیشے بوقت بھی جس کے  
 باعث شریک اس سے بھی نہیں ملتی تھی۔  
 ”نرمین البتہ شریک اور سیر دونوں سے کیساں رویہ رکھنے کی کوشش کرتی تھی جس میں بی بی کا جانبدار انداز اور  
 بڑی رکاوٹ ڈال رہا تھا تاہم پھر بھی میرا اس سے کسی حد تک نزدیک تھا۔ ہاتھ خاص اپنی کی غیر معمولی میں یہ ہم  
 اپنی کوشش کر رہا تھا۔  
 ”دیکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ اور سیر کا بیٹے بننے بولے لگے تھے شریک بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتی البتہ اس کا زیادہ وقت  
 اسٹیڈ میں گزرتے تھا۔  
 ”لاؤ جس میں بی بی زہن کے ساتھ طبیعی بل گمن واس سے کر کے طرف قدم بڑھا دینے لگاں اب شریک چو  
 ان کے سامنے لے گا تو خانا کو ظاہر کر دینے کے مترادف تھا۔ گھر اس سے پہلے ہی ڈیوٹیکم کی آواز اسے اس کے قدم  
 نزلے۔  
 ”سمیرا گھر آ کر کھاتے تھے قہم تری دیر سے دوبار آصف کا قہم آتا تھا۔ قہم تو کہہ رہے تھے کہ آصف کے پاس چارے  
 ”اس کے رکنے ہی ڈیوٹیکم کے رکنے سے بچنے لگیں تو وہ پچھلا گیا۔ یکدم بہانہ ہو چکا۔  
 ”وہ وہاں فیکٹ عام مل کی کھاتا رہے تھے میں اس کے ساتھ ہم چلا گیا تھا۔  
 ”ظہر کا رخصت ہونے کے بعد اس نے زہن کے چہرے پر پڑا کی ذرا نظر کی۔ جو انتہائی عجیبی دیکھ رہی  
 تھی۔  
 ”عامر؟“ ڈیوٹیکم نے پوچھا تو اس نے سر ہلایا۔  
 ”وہ تمہارے گھر کے میں بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔ جاؤ اس سے مل لو۔ پھر میرا پاس آنا۔“ حمیس معلوم ہے کہ  
 مجھے بڑھتی کس قدر پائندہ ہیں۔  
 ”مجھے کی شرت سے ان کا دل کا پ رہا تھا میرے ہی سے ان کی طرف دیکھا۔  
 ”تو ابی ایک سواری ای کی دیر راصل۔  
 ”جاؤ ڈیوٹیکم سے ملنا کار عامر سے مل کر آتا میرا پاس۔“  
 اس کی بات کٹ کر شفتے سے کئی ڈیوٹیکم اپنی خواہگی کی جانب قدم بڑھا گئیں تو زہن تنہا ہی نظروں سے  
 اسے دیکھنے لگی۔  
 ”ملوئی میرا قصداں بی بی کو رکھنا میں تھا۔ میں ذرا ضروری کام سے کر رہا تھا۔“  
 ”نرمین کی نظروں کا اثر تھا کہ وہ بی بی انہیں گاہے گاہے ہی متناہی پیش کرنے لگا۔ زہن نے دیکھا پیشانی پر بھرے  
 بال مجھے سمجھے چہرے اور بھی بھی آ نکھوں کا ایسا میرا وقت قطعی جھوٹا تھا میں لگ رہا تھا۔ میری اس شریک  
 اور بڑھ جاتے تھے۔  
 ”میں سمیرا کے پاس آ گیا۔  
 ”مگر میری جیسے ای بی بی سے جھوٹ میں ہونا چاہیے تھا۔  
 ”مگر تمہارا دل کر رہا ہے اس سے مل لوں میں ای بی کو جھانڈی۔ مگر تم اگر ایکسیڈنٹ تو لگتا ہے۔“  
 ”شریک کو دیکھتے تھے آپ کے کچھ کام عامر کو فاس کر کے آؤں گا آپ کے روم میں۔“



لہذا اسے پریشان اور حودرد سے متشکوک دیکھ کر بالآخر اس نے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ تمام حالات ان میں  
یامین کے گوش گزار کرنے کی قدر مشکل ہوں گے اسے اندازہ نہ تھا یہی یاد اور صاحب نے اسے یہی تاثر دیا  
تھا کہ اسے گھر والوں سے کہیں بھی یہ نہیں دانا کہ پریشان کیا کرنے کی خواہش ہے  
مگر پہلے اسے اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ یاد اور صاحب کی قدر غلط نہیں سمجھتا ہے ان کی قبلی ان کے  
والدین اور ان کے اہل بیت سے قطعاً الگ بات ہے محبت کرنے کی یہ ان کی پورا کرتی ہے انہیں چاہیے کہ بالخصوص سزا  
اور اور بھر کے لئے اسے حیران کر دیا تھا۔

بست تشریف سے پوچھا تھا اس نے بازو کے بلوں پر مسکراتے ہوئے کہہ دیا۔

”ثناء اللہ جلد ہی آؤں گا۔ کچھ عرصہ یاد رکھو اور اگلے سال کے روز ان کی شادی ہوا جا رہی ہے۔ میرا خیال ہے بڑے فیصلہ مند ہوں گا۔ میں قائل رہتا ہوں کہ اس لیے انھیں لے کر آئے ہوں گے۔“

میری ضرورت ہے سو رات باری رکنے کے لیے۔

”کچھ بھانسنے والے انداز میں جلد ہی مجھ سے ملے گی۔“

”آپ کو یقین ہے کہ آپ جلد ہی واپس آجائیں گے؟“

”جہاں تک میں اپنی پریشان ہو رہی تھی پریشان بھانپ گیا جیسا کہ میں نے اس سے یقین کرنے کے لیے ہنر بولا۔“

”بھئی ارادہ تو کیا ہے۔ البتہ وہاں کوئی گوری اچھی لگتی تو میری ہوسکتی ہے۔“ انداز صاف چلنے والا

مگر صہبہ صہبہ درجے پر تنبیہ ہو گئی۔

”مگر آپ کو کیا خیال ہے؟“

”خیر بے کیا شکاں لگایا ہے مجھے۔“

”کلی داس! اس قدر عجیبہ اور عجیبہ جو سنا تھا میری فکھ سنا گیا۔“

”آپ کو کتنی افسانہ کی بات آتی ہے؟“

”کوئی بات نہیں ہے۔“

”خیر آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”آپ کو کیا خیال ہے؟“

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

اس کی بات کاٹ کر ایزد ہے جس محبت اور چاہت سے اسے نوکے ہوئے سمجھا دیا لب کاٹے گئی۔ کوئی جواب

نہ مل سکا۔

”جس نے یہ سنا ہے۔ ایسا کہ وہ کدو کی کچھ جڑوں کو شام میں کوئی پتھر یا لہجہ کوئی گورنر کو رول بل جادو

کی پتھر میں دس دن میں لوٹ آؤں گا پھر کچھ ہمارے سارے خدشے داپے اور ایسے کیسے چھین کی نیند

ساتھ ساتھ قرآنی آیتیں یاد بھی جاری تھا جبکہ شریعہ سابق اور حسبِ عادت خود کو کنٹرول کیے ان کا ہوا تو کھلیاں دینے کا بھی وہی دلاسا دے رہی تھی۔

”پلیئر نہیں تھے تم کھیلوں کی طرح ہی ہو کر رہی ہو۔ اہی بی کی طبیعت اور خراب ہو جائے گی اس طرح دے دے سے بجائے اس کے کہ ان کو شینا کو خود زور سہی جا رہی ہو۔“

شریعیہ کے دلچسپے کا وہ نام نہ ہو کہ اگر کوئی صاف نہ لگے۔ حقیقتاً تو اس وقت سب سے بڑی اہمیت کے بعد اس کی سب کو شینا کا نام ہے تھا۔ محمد وہ سب زیادہ تھوڑے پھر زور رہی تھی۔

شرعی نے خواہش کو قابو کر کے بھرا دیے ہوئے گیس میں سوال کیا۔  
 ”یہ گیس مہیڑم“ بڑے مہینوں کے رشتہ داروں سے تم سمجھتے ہیں کہ لوگ یہ قدر اگر پریشان نہ کام ہو جائے تو  
 خواہش نہیں کرنا ہے؟  
 ”جی ہاں“ تو چار گز کے باقی قسمت ہے۔ آپ کے فادر کا گیس کاٹی کا ہیکل کھڑے ہے  
 یہ پہلے سے چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ جس سے وہ رور کو راجہ میں اور محکم سے کہ انجی کے اپنا مورال ہائی  
 میں اور دوسرے ابھی امیر نہیں۔ زندگی کو اپنے اختتام کی طرف جانا تو ہماری ہے موت اور زندگی تو ہمارے



میں نے کہا یاد رکھو کہ سب کچھ ہموں جائیں میں نے کب کا بھلا یاد ہے سب کچھ آپ کو ہمیں اپنے بچوں کا سہارا ہے۔  
 "مگر تمہارا امت قرض ہے مجھ پر، زہرو میں نے پچھلے وقتوں میں اپنی ایک ایک کو تیار کر دیا ایک جرم کیا ہے؟"  
 "وہ لکڑی یا سونے کی بواڑ کرتے ہوئے بھول رہے تھے کہ ایرو نے انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ آج کے لیے انکشاف ہوئے تھے ان چاروں پر۔"  
 "بلیئر انکل یہ وقت ان باتوں کے لیے سخت نامناسب ہے۔"  
 "وہ جیت کے جھنگل سے نکل کر پلاٹا تھا خصوصا "زمین اور شہرین کو سخت میں جلا دیکر اس نے قصداً الی موجدی کا احساس دلانے کے لیے ان سے کہا تھا۔"  
 "اب مجھے معلوم ہے اور جو صاحب بے ہوش میں سوچ رہا ہے۔"  
 "پہلی سی سرکراہٹ لیوں پر سجاتے ہوئے انہوں نے زمین کی طرف دیکھا اور اس کے سر پر ہاتھ جھیرے ہوئے بے اختیار ڈھیر ہو گئے۔"  
 "میں نے اپنی بچوں کو بھی کسی خوش نہ رکھا نہ بیٹے کو اپنی قوت کا اعزاز بخشا۔ سیر کو قریب کرتے ہوئے بہت دلچسپی سے کہہ رہے تھے۔"  
 "سب ٹھیک ہو جانے کا اب آپ ہمارے ساتھ چلوں چلیں گے تو مارے شکوے اور کہنے کا بدلہ بلا کر تو یہ ہے کہ آپ کا احساس ہی کافی ہے ہمارے لیے۔"  
 "میرے آگے وہاں نے کو بیڑی جاتا تھا دشواری سے خود کو کنٹرول کیا تھا قیام نے کیا تھا اس کے لیے ہم یاد صاحب اسے بیٹے سے لگا کر سکاٹھے۔"  
 "مجھے شب ہے یہ امر ہے ہمارے قلم اپنے آپ کو معاف کر دے گے۔"  
 "خوش اور قناعت سے مدہم ہوئی تو ان صاحب کے دل کو حذر گاری تھی۔"  
 "بلیئر صاحب ہمیں گناہ گار نہ کریں بلکہ اس کی سزا ہو۔"  
 "شہرین نے کہا تو انہیں سے لگا کر ایرو نے کہے یہ جھگڑے صرف جیت تک آتے تاکہ کا وقت تھا۔ اس نے وہ ان تمام لوگوں کے لیے بل میں کیے کیے خیالات اور بد گمانیاں بیان رہا تھا۔ صورت اس کا بھی نہ تھا جیسا، صاحب نے بتایا تھا وہی تھا صاحب اس نے اس سے زیادہ نہ اسے ضرورت تھی نہ خواہش۔"  
 "یاد صاحب اپنے بچوں کو کیا کہہ کر بد خوش نظر آ رہے تھے البتہ ذرا ہو گیا میں دیکھ کر جیسے کھلی جا رہی تھی۔ بچوں کو یاد اور اس کی سیر مدد پر ہی تھی۔  
 "میں نے اس کے بارے میں سوچا اور اس کی منتہی ادب میں ابھی لگتے تھے کہ کوہ کو نہانا کن اس کا بلان ہی بیٹھے تھے۔"  
 "وہ نچلے کب خیالات میں کھوئیں کہ کتنے ہی احساس نہ ہو سکا کہ بچے یاد سے کیا۔ باتیں کر رہے ہیں جو ہمیں تواس صاحب نے ایرو نے اپنے ہونے پر حیرت کیا۔"  
 "کئی جلد کی وقت گزر رہی تھی۔ ان کو اگر پابند کر دیا جائے تو ایک عربی ناکالی گتی ہے یہ تو صرف تو تھا، تھا۔ جاتے ہوئے سب سے حد گزرتے یاد صاحب کی بھی تقریباً یہی حالت تھی۔"  
 "ایمان ان کا کہ نہیں کیا اب ہو جائے گا؟"  
 "مگر ہو گیا تو کیا پسلی کی طرف زندگی کی طرف اس طرح سے وابہی آئیں گے؟"  
 "مگر نہیں تو کیا وہ ایک حکیم جاننے سے حیرت ہوں گے؟"  
 "یاد صاحب نے ہونے سے ان کی سیر سوچنے سے سب سے متاثر نہ حال اور وقت ہوا تھے کہ کسی دوسرے کو قاطع کرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی کسی میں۔"

جی کہ ایرو جو کہ تمام رستے اور اس تمام عرصے میں ان کی بہت بد حال تھا اس وقت چپ چاپ گاڑی دواریا لے کر ان صاحب کے ساتھ والی نشست پر کم سے کم بیٹھا تھا۔  
 "مگر وہ تو جی بھی صبح ہی بھی کوئی بات ہے بلکہ وہ آسانی سر اٹھایا ہے۔ ایرو بھائی امریکہ گئے ہیں کوئی مہینہ تو اس کے نووی سال کے فاصلے میں آگئے ہوں۔ اس سے وہ جس فن کریں گے کل۔"  
 "ان دو زبان تھا ایرو کو کئے صاحب کے بل میں تو جیسے چپے لگے ہوئے تھے کسی کل سکون میں تھا وہ کہہ لائے لگتی تھی۔"  
 "سو بھائی اس کی کیفیت صرف دوخت کو بتائی تھی ورنہ گھر میں سب پریشان ہو جاتے اس وقت بھی وقت اسے سمجھا رہی تھی سخت کر رہی تھی۔"  
 "مگر کس کے فن باتیں نہیں کیں دوخت میرا بل بیٹھا جا رہا ہے۔"  
 "ناخدا۔" حکم سے اس وقت تو تم ایرو بھائی کی والدہ کو بھی سو گھوڑی پر چھوڑ دی ہو۔ انہیں دیکھو کہ قدر طریق ہیں۔ فن کیا تھا میں نے ایرو بھائی کی حیرت کے لیے گلیں کہ کئی ہوا تو ان فنون کرنے میں تاخیر کر دیتا ہے میں تو اب حادی ہو گئی ہوں اس لیے بیٹائی اب آپ کسی بھی حالت ڈالیں۔"  
 "دوخت نے سر پیٹے ہوئے اسے باقاعدہ یہ ہم اہل کی نقل کرتے ہوئے ان کا تو بھی وہ مسکرائے کی کو شش نہ کہ گلی۔"  
 "مگر تو کوئی طریقہ نہیں ہے دوخت آخر انہیں فن تو کرنا چاہیے تھا۔"  
 "اب بھی سخت تشویش میں چلا تھی۔"  
 "آئی آئی آئی کس کا تکلف ہے؟ تم سے قرضہ لے کر گئے ہیں وہ اسے بھی آجائیں گے واپس لکھو انہیں سے وہی ایک لکھو ان کو شایہ نیکی۔"  
 "دوخت ایمان سے کاٹھ پر بٹھوڑا زبوتے ہوئے کمرہ رہی تھی۔ صاحب نے انتہائی بیچیدگی سے اسے گھورا دیکھتے ہوئے دوبارہ لگے بیٹھے۔"  
 "آج صبح صبح تمہارا یہ ادب بھی بغضب کا ہے۔ اگر ایرو بھائی تمہیں اپنے لیے یوں یاد مارتے دیکھ لیں تو میں کون ذرا کرتی کہ یہ بغیر ہو جائیں۔ ایمان سے مجھے تو اندازہ نہیں تھا کہ اس رات میں میں ہی اس قدر ہانک میں ہوں۔ جیسے میں شوہر کی کا عجیب بھی ہو نا تو آج چلا ہے تمہیں دیکھ کر بالکل زیاد پارت لوگ ہیں۔ سو اس کی تو بڑی مہربانی تھی مگر تمہیں تو ان میں کچھ یاد نہ ہو۔"  
 "دوخت کو برا مرنا آ رہا تھا اسے سمجھنے میں نہ تھا۔ جھگڑا کر اٹھ کر کئی ہوئی۔"  
 "جس ذرا میری پریشان کا احساس نہیں دوخت میں واقعی زندہ کے بعد موت آگئی ہو گئی ہوں۔ بجائے اس کے کہ تم میری پریشانی کو روک کر اٹلا۔"  
 "ہوئے ہوئے کہہ کر بھڑکی ہوئی دوخت کو اس پر ترس لگے۔"  
 "مجھ بھائی اچھا برا اس مت ہو۔ اس کا کہہ میں کہ ایرو بھائی کے آفس سے ان کا لکھنے نمبر لیتے ہیں۔ ملری اس کو خود بخود ہے۔ تو دیکھ لو حضرت کس قدر بداد ہیں۔ ذرا پائٹ کر کے رکھا نہیں تو یہ کہنا ہوئے ان کو کئی کر نہیں ہو جوس گے۔"  
 "کھینڈا دیتے ہوئے اس کی سمجھت بھی شروع ہو گئی تھی جس صاحب نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور وہ انہیں سے ایرو کے آفس کا نمبر تلاش کرنے کے لیے اپنی اپنی لکھ لکھ کی طرف مڑ گئی۔"  
 "وہ اس کو شش کے بعد آفس کا نمبر پلا تو اس نے فوراً مسٹر جیو والی کے نام سے اپنا تعارف دے کر امریکہ کا فنون ماہک لیا اور یہ ہمارے سونے کی کیا کیا۔"  
 "اگلی صبح امریکہ ایرو سے بات کر رہی تھی اور دیر سے دیر سے ایمان اس کے بل میں اتر آ جا رہا تھا۔ مری جانب ایرو تھرا اور انتہائی سوسو رہا تھا۔"

کوئی ہمیں اس طعن ٹوٹ کر چاہے تو دل خوش ہو گا ہی اور مجھ کو کون وہ لڑکی جس کی چاہت اور جس کے ساتھ کہ اس نے اول روز سے تنہا کی تھی۔

زمن نے اسے صہبہ سے جو شکوہ دیکھا تھا۔ وہ اپنی کہیں چاہے کا کہنے کی آبی تھی اسے فون پر ہنس کر مہبت بھری سرگوشیوں میں بولتے دیکھنے کی اندازہ ہو گیا کہ وہ سری جانب کوئی ہے۔

ایزہ ہنس رہا تھا "کیسے مجھے میں عداوت کے موٹی بنا رہا تھا اپنی محبت کا عین دل رہا تھا۔ کس قدر محبت دیکھا تھا۔

ایزہ دہلائی اس پر بڑے جس کی پر چھائی ہے مجھے خود غور ہو گئی تھی۔

جس کے لئے لڑنے اور کھینچنے تو دل سے بہت لڑائی کی تھی۔

جس کے لئے اور اور خشونت میرے دے پر بہت ہو جاتی تھی۔

محبت خواہ کوئی بھی کرے اچھا لگتا ہے۔ چاہت کے الوئی رنگ ہر جہرے پر اور ہر اکھ میں جتے ہیں۔ ایزہ کو مسکراتا دیکھ کہ آپ کی مسکراہٹ تھی۔

"محبت کی ہے صہبہ علی کہ اسے ایزہ سے فحش کی محبت ملی ہے۔ وہ فحش ہے جس کے آپ ہنس تے۔

انتہا لگتے تھے مگر ناسر مارے سائل کی مسکرائیں جیسے اس کی ہر وہن منت ہیں۔"

لوگ دم کے سردار نے بے پروائی دیکھا اور اسے دیکھ رہی تھی تو اس وقت جبہ فون رکھ کر مڑا۔

ساتھ کھڑی نہیں پر نظری تو فوری طور پر وہ کچھ ٹھنک کر مسکرایا۔

"محبت کے فون تھا۔ ان بچکے میں یہاں ان کی انتہا کھینچ کر فون پر ہنس کر مڑا۔

سر کھاتے ہوئے وہ دھڑا "مجیدہ نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیسے صاف ظاہر تھا کہ ابھی بھی جبر

قصیت سے اس کی بات ہوتی ہے وہ اس کی ہنس اور مسکرائوں کا پیچ ہے۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کچھ رہتے ہتھ ناک اور حساس ہوتے ہیں انہیں مصروفیت میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

وعدہ چلے گئے۔ مسکرائیں سمیت بولی تھی ایزہ نے قدرے چونک کر اسے دیکھا گویا وہ جان چکی تھی کہ اس طرف کوڑ

تھا۔ اس کے آپ کی آپ ہیسم ہو گئے۔

"آپ نے خود ہی بہت کوئی بات تو اس میں ہمارے ہی ہے۔ ہم نے آپ کو اس طے مائے معاملات میں الجھام

کر آپ بوجھ تھی۔ نکل گئے۔ آپ کی اس دوری کہ ہم نے خاص خود غرض کا مظاہرہ کیا ہے آپ کے ساتھ۔"

مجیدہ اور ایزہ دو نامی نہیں یاد اور اسے مانتے مسکرائے پر مجبور کر گئی۔

"کیسی بات نہیں نہیں۔ انکھ یاد میرے لیے بھی بہت ختم اور جڑیں ہیں۔ ان کو میں نے پیاسے کے نہیں با

ہے میں آج کچھ ہوں صرف ان کی وجہ سے ہوں۔ میں انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا کچھ میں نے کیا،

احسان نہیں نہ ہی احسان کا بیڑا ہے جو انہوں نے مجھ پر لگے بلکہ میں تو محض اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ کیسی بات

آپ بوجھ لیا۔ کچھ میں نے کریں۔"

بے حد اپنا بہت سے وہ اس کے خدشات دور کر رہا تھا۔ زمین نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے آنکھوں میں

سچائی اور صحت نظر آ رہی تھی۔

"آپ کی تھک لپٹ نو ایزہ۔ آپ نے ہر حال ہمارے لیے بہت کچھ کیا اور کچھ نہیں تو آپ کی موجودگی۔

ہی ہماری ذمہ داری بندھا ہے۔ ہم سب آپ کے بدلے ہو گئے۔ ایسے آئے وقت میں آپ کا کام بہت

قیمت ہوتا ہے۔"

وہ ہر کچھ غمخیزیت سے کہہ رہی تھی ایزہ سو گئی ہے مسکرایا۔

"میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں آخر انہی ہی کو انسان کے کام آتا ہے۔ آپ کو غالباً اندازہ نہیں کہ انکو

یاد میرے لیے کیا ہیں؟ جیسا کہ پہلا اندازہ نہیں ہے کہ بعد تقریباً سارا سارا قسم تو لیا تھا انکھ یاد کرنے بہت

ڈانڈے بلایا جانے کا علاج ڈال دیا تھا مگر اس سے اتفاق نہ ہو سکا۔ ایسے میں ہمارے سارے شیڈز بیک گئے تھے۔ ا

انکھ یاد کرنے کے لیے مجھے اپنے کا دیوار کا ہار شربتیا صاحب میں بالکل نا تجربہ کار تھا۔ میں اپنی زندگی کے وہ تکلیف دہ

وقت نہیں بھول سکتا اور عین چاہیے انکھ یاد کرنے ان احسانات کا بدلہ بھی نہ میں چکا سکتا جو انہوں نے مجھ پر

کیے۔"

وہ عجز نگرانی کے جذبات سے لبرزدہ رہا تھا۔

"مجھے بھی یہ آپ کے لیے ایسا ہی ہوتے ہیں۔" وہ قدرے متاثر ہو کر بولی۔

"مجھے اندازہ ہے۔" اس نے لیکن سے کہا تو وہ مسکرا کر اصل بات کی جانب آگئی۔

"میں درد مند ہوں۔" اس نے اپنی محبت کی اپنی کہیں چاہے رات کا آپریشن ہے ایسی ہی بہت سی ہیں آپ

اپنے ہمیں ملے۔"

"اے آپ کو کچھ چاہیے ہیں آہوں۔"

مجھ کرنے کے خیال سے کہتا ہوا وہ مستعد کی اے دم کی طرف بڑھ گیا۔ تو وہ یہ سوچتی ہوئی کہ کیا واقعی وہ

انسان کا بدلہ انا سے کہے لانا کر رہا ہے یا حقیقتاً "اے علی سے محبت ہے ایسی ہی کہیں علی کی اس وقت

اس میں شریف کا دور کرتے ہوئے پھر تو آواز کے دوری تھی وہ بھی شکر کی ان کہیں اس آہیں۔"

آپریشن میں ابھی کچھ گھنٹے باقی تھے اور صاحب کو چند منٹ کرنے کے لیے لے جایا گیا اور صہبہ اپنی آئے

انہوں نے سب سے پہلے زہر ویکم اور ایزہ کو اپنے کرنے میں طلب کیا۔ اندازہ علی صاحب کی فحش کے ساتھ

اچھا لگتے۔

ایزہ کو انہیں دیکھ کر کچھ ٹھنک گئی تھیں ایزہ بھی قدرے حیران نظر آ رہا تھا۔ شیڈز علی نے انہیں اشارے

کا پچاس بلایا تو وہ دوہرا بولی سوا لی نظر میں ان پر مرکوز کیا ان کہیں چلے آئے۔

"زہر ویکم دیکھا دو گا کہ میں نے زمین کے لیے کیا خواب دیکھا تھا اس کی شادی کس سے کرنی چاہی تھی۔"

ان کہیں اسے یہ وہت حیرت سے کہنے لگے تھے زہر ویکم نے بے حاشا چونک کر ایزہ کی جانب دیکھا تھا

راجہ بھی بولی نظروں سے اڑا اور صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

"کی۔" وہ بے شکل کر گئے۔

"موجودہ تو تھا کہ اس کی بہت صدمہ ہمارے شادی کروں گا مگر لگتا ہے اس کی ملت نہیں ملے گی۔"

"ایزہ کیا بات کہیں۔" کچھ بڑھتی بلکہ ہی تھیں۔

"انکھ کی ٹوٹ ٹوٹ ڈوبارت تھیں ہم سب کو آپ کی ضرورت ہے۔"

ایزہ کی آگے بڑھا تھا اور صاحب نے بے حد اصرار سے کہا۔

"اور مجھے تمہارے بل کی ضرورت ہے ایزہ۔ بولا اسے انکھ کان پر کھوسے۔"

وہ دھڑلے سے اس سے پوچھ رہے تھے ایزہ نے جذبات کی شدت سے مطلب ہو کر ان کا ہاتھ اپنی ہر حرارت مضمی

میں چھایا۔

"آپ کیسے تو انکھ میں آگے کا کہا ہوں گا نہیں۔"

اس وقت سے ایک قریب انکھ فحش کے احسانات یاد تھے صرف اتنی جبر تھی کہ آتے ہوئے ملی جان اور

لا لے سے یہ یہ ہوا تھی کہ اس نے اس کے لیے اسے ہر وہ کام کرنا ہو گا جس سے وہ خوش ہو۔

"تھک کر ایزہ مجھے تم سے نہیں ملے گی۔"

انکھ دھڑلے سے کہہ رہی تھی مسکراہٹ لپٹ پر چلنے لگے تھے اشارے سے علی صاحب اور ساتھ

طے اس فحش کو لایا تھے کچھ کر رہا تھا اور ایزہ کی آنکھوں میں سالار آئے تھے۔

"یہ یہاں کے مسلم کیونیٹی سینٹر کے مفتی اور نکاح خواں قاضی جلال احمد ہیں ایزہ اور انہیں میں نے یہاں اس

لے لایا ہے کہ میں اپنے بہترین سے پہلے زمین کا ٹکڑا کرنا چاہتا ہوں۔" تو کھڑائی کو آواز وہ ہنسنے لپٹا اپنا معانی

ظہیر ان دونوں تک پہنچنے لگے تھے۔

”میں نے اس بارے میں بہت سوچا تھا اور مجھ زندگی نے مسلت دیے کارا اور میں کیا نہ نہیں میری بیٹی۔  
 مجھے یقین ہے کہ وہ انکار کا اعتراف نہیں کرے گی اس لیے اس کی طرف سے قسمیں ملیں ہوں میں تم سے پہلے  
 ہے، تمہیں کوئی اعتراض نہیں ابرو۔“

ایرو کو گناہ ہے اس کے چاروں طرف دھماکے ہونے لگے ہوں۔ زہو بیگم بھی اپنے بیٹی جگہ ٹانڈی رو کر  
 چھین۔

”وہ دونوں ہی کچھ دیر تھیں کہ غالباً اس مطلق صاحب کو انہوں نے اس رشتے کے لیے چاہا ہے یہ تو خیال  
 نہیں رہا تھا کہ ایرو کے نکاح کا تائید نہیں ملے گی۔“

”اگر ایرو مجھے تمہارے سوا کسی پر بھروسہ نہیں حتیٰ کہ میر پر بھی اتنا یقین نہیں جتنا کہ تم پر ہے میرے ہا  
 میرے لہر کو صرف یہ سننا کہ تمہیں۔“

”کہہ کر رہے ہیں۔ جبکہ زہو بیگم اور ایرو جیسے شد و سرے کڑے انہیں سن رہے تھے بل ماکت اور انکسیر  
 محمد بھی۔“

”تیر مت سمجھا کہ تم سے اپنے احسانات کا بدلہ مانگ رہا ہوں۔ بس اسے ایک قریب المگ غرض  
 اندھا غمناختہ نہیں بہتا کچھ لڑکی ہے یہ نہیں یقین ہے کہ میری بیٹی نہیں شکایت کا موقع نہیں دے گی۔“

”نوٹنی بھرتی ساموں کے درمیان وہ انتہائی باوقار اور دگر فطرتی ہے کہ وہ رہے تھے ایرو کے ارد گرد چلے آ  
 پڑا کرتے تھے۔“

”مگر یاد رہو تو۔“

”مہرمت بلو تو زہو بیگم اور ایرو کا جواب سننے دو۔“

زہو بیگم نے بشکل حواس کو قابو کرتے ہوئے کچھ کہا مگر غالباً نہیں یاد صاحب نے نوٹ کیا۔  
 ”جواب انتہائی میں ہی ہونا چاہیے ایرو کیونکہ ڈانڈے انہیں ہر قسم کے شک کے دور رکھنے کے لیے آ  
 ہے۔“

اس دوران مطلق صاحب نے اس کے قریب آگے ہوئے کاٹوہ جیسے کوکھ کرکوش میں کیا۔ اس وقت فرما  
 اور محبت کے درمیان جبکہ چھڑی تھی اسے اب تبھی سن گیا تھا کہ آئے ہوئے صاحبہ کا دل کیوں اٹلے ڈا  
 اور وہ انہوں سے ساجا جا تھا کہ کس لیے اس قدر لڑائی جاری تھی۔

”یہاں صاحبہ کو کھڑے کر۔“

”یہاں یاد صاحب کو انکار کرے۔“

”اف غیب کی شکل پریشان ہو گا اگر تمہارے اس کے اعصاب دھچکنے کو تھوہ چاہتا بھی تو اس وقت یاد صاحب  
 اصل صورت حال سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ تاہم بیگم خود مت وحش ہو گئی تھیں۔ میری ایرو کو کور بھی ام  
 شوہر کو کور رہی تھیں۔“

”میں کو وہ ایرو نے یاد صاحب کی زندگی کا حال ہے۔“

”اٹھ صاحب کی سرگوشی اس کے قریب سے کوئی تھی۔“

”اس نے نظر اٹھا کر دیکھا یاد صاحب بہت اس سے اسے دیکھ رہے تھے یہ ان کی آخری خواہش بھی ہو ا  
 تھی جیسے بارے لگتے کہ اس کی بازی میں غرض بہت کیا تھا۔“

”اس کی اس طرف چہرہ سیکڑے زور سے اٹھ چڑھ کر حوصلہ ہو گیا وہ مدیوں صبح کر بھی نہ کر سکتا تھا۔  
 میں راضی ہوں بالکل اسے کہ جیسا چاہیں پیش نہ کر کے لیے تیا ہوں۔“

”اس کی توازیہ اندھے کو نہیں ہے اُٹی تھی۔“

”بیگم زہو نے بے طعن وحش ہو کر اسے دیکھا تھا جس کی غالی غالی آنکھوں میں دھواں بھرا شوق ہا

اور پھر ماسطوم کی طرح اس مطلق نہیں کو لڑا اور لڑیگم ڈھونڈے اسے سکتے۔ جسے یہ معصوب کر دینے والا فیصلہ  
 لایا۔“

”میں ابی اس بات کو کریں بلینڈ۔“

اس کی چیخیں سنیں اندری وہ اپنی حوصلی جسے اس اور مت شکا سے انداز میں اس نے ایرو اور بیگم زہو کو  
 دیکھا تھا دونوں نظر آ کر یاد صاحب کی طرف دیکھنے لگے تھے وہ جیسے زندہ قبریں دفن جا رہی تھی گراہی کی خاطر  
 اسے بھی یہ سنا تھا۔

”لکھ ناے پر سائن کرتے ہوئے شرمین نے آکر اسے سنبھال کر دیا اور مایور نے اسے سمارا دیا وہ باتوہ  
 کا کر کر رہی پڑی۔“

”ایک وقت وہ انساں کے دل میں داخل ہوتا ہے۔“

”میرے خدا!۔“

”جائے گا کیوں کر اس نے جہر جھری لی اور اٹھ بیٹھی بائیں میں گردش کر گئی وادی کی اگلیاں رک گئیں۔  
 ٹھیک ہوا پناہ گاہ کیوں گئیں؟۔“

”وادی میں ان کے چہرے پر پچھلی زہو بیگم کی ہوسے راستے پر چھلا۔“

”کچھ نہیں وادی جان۔ بس اب انہوں پر کچھ ٹوس پٹانے ہیں تاکہ آپ کو گناہ کیا میں نے۔“

”ایں کو کہتے ہوئے اس نے قصداً ”نظر آ کر کا تھا اور حقیقت وہ اس وقت عجیب سی سچوں کی مظاہرے گھبرا  
 گئی تھی وادی جان سے کچھ بھی کیا سمجھتا تھا وہ خود پریشان ہو جاتا۔“

”میں وہاں بھی والدین کو گناہ میں ہوں ایک دوسرے کی قوت سے ہی سکون ملتا ہے۔“

”اس کے ساتھ کو جوتے ہوئے انہوں نے اس کا کالہ پشت پاتا تو وہ جھپٹنے سے انہیں دیکھنے لگی۔“

”آپ نے ایسا کیا کیوں کہ وادی جان میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔“

”خود کو پرل تو ڈسکرٹی کی خاطر دوسرے سکرالی بھی سفید بیگم سے انداز میں سکرالیں۔“

”میں تمہیں کھلے اور کھلی صورت میں انہیں اس سے بدھو جو شرمین سے جہاد اتزی  
 اول صورت دیکھ کر کس قدر پریشان ہو گئی ہے اس کے کتنے پریشان نے زہا اور فریاد کو بولا یا ہے۔“

”مت علوت سے شاید اس لیے اتنا پریشان ہو گئی ہو۔“

”وہ محبت اور شفقت سے بوسہ نہیں دے سکتا ان کے سینے سے لگ گئی۔“

”کبھی کبھی دل پلاوج کیوں پریشان ہوتے ہیں کہ وہ وادی جان کا کیا امارا دل اور ہمارا وجدان کبھی بالکل صبح  
 اٹھارے بھی دینے پتے ہیں؟۔“

”ہاں خود کو کو نہ کہ وہ اتنا سحر کر بیٹھی تھی سفید بیگم نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے غور دیکھا اور پھر  
 گہری سانس پھر کر بیٹھ کر پتے ہو گئیں۔“

”حسن ظن اور خوش گمانی رکھنے سے زندگی آسان ہو جاتی ہے۔“

”اگر تمہارا وہاں سے خود سے خود سے ان کا اثر انسان کی امیدوں پر بھی  
 دے ہے۔ اس لیے تمہارے کہ اسے ذہن کو اس بات کے لیے تیار کیا جائے کہ جو وہ گامز ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام  
 میں کوئی نہ کوئی غلطی ہوتی ہے۔“

”ان کا احساس انداز اتنا بڑا تھا کہ وہ دل میں اتارے سکون کو محسوس کر کے کھڑے سے سکرال دی۔“

”میں اس پر وادی جان۔ آپ نے میری آؤ کی بیٹھائی تم کر دی۔“

”تمہارا؟۔“ وہ جیسے حیران ہو گئے پھر بولیں۔

”یہ بے چارے آخر میں پریشان کیا ہے؟۔“

”کچھ نہیں وادی جان۔ میری آخری سال ہے تاہم صلی کا اس لیے فکر رہتی ہے۔“



۱۱۔ اٹھی اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

دردانے کے قریب ہی ایڑہ کھڑا تھا جسے کوئی تھاہار اسافر منہ پر لٹ گیا ہوا ایسی ہی دو گرہوں حالت تھی اس کی شرمین مہر تھی کہ نیم زہرہ بھی جیسے نیکہ ظلم کے زیر اثر تھے۔

”مبارک ہو یا اور صاحب اور آپ کو بھی بیگم

اسحق صاحب نے بحیثیت گواہ سائن کرنے کے بعد کسی اور حضرت کو اندر لایا۔ سال ۱۰۷۰ھ میں اس کے بڑے بیٹے میں یاد اور صاحب کے اہل لائی تھے۔ گواہوں کے دستخط ہو گئے تو دعا کے لیے ساتھ اٹھادیے گئے۔ قاضی جلال الدین احمد دہلوی رہے تھے۔ اور وہ سبوں میں سر تھکا ہے کھڑے تھے جیسے تھکے کو کچھ رہا ہی نہ ہو۔

زمین باہر کنال ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ کسی میں اس کی پاس جانے کی بہت نہیں تھی۔  
خود اذیت کی حالت کسی ایسے مجرم کی کی ہو رہی تھی جسے رنگوں باغوں پر لیا گیا ہو۔ گھر سے نکلتے ہوئے اس

ان نظموں میں شکایت تھی، دکھ تھا، آسف تھا اور کسی کو دعا دے جانے کا ماتم بھی تھا۔ اسے لگا جیسے زمین کی

تک کہ اس سے سوال کر رہی ہوں  
تک کہ کیا تم نے ایسا؟

یوں کیا مے ایسا؟  
کہاں؟

کیوں برہاد کی میری زندگی؟

تم تو مرتے۔ انکار کر سکتے تھے؟ جیسا کہ تھے کہ میں اپنی زندگی بچاؤ اور اپنے سارے جذبے کسی اور کے نام کر دکھاؤں؟ کیوں جس سے تمہے کیوں انکار نہ کیا؟

مگر کیا وہ واقعی انکار کر سکتا تھا۔

”اور وہائی گائے یہ سب کیا ہو گیا۔“

یادِ صاحب نے فرطِ عنایت سے اسے سینے سے لگا لیا تو اس کا دل چلا اٹھا۔ سمیر نے بھی دہری کیفیت میں گھرنے

ہوئے اس سے بغض گیر ہو کر مہاراج بادی تھی۔ اور جب دونوں کی نظریں ملیں تو ٹانجے بھر سے زیادہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکے۔ اے انتظار نظر الہی۔

زہود یکم اب تک جیسے کہ تھی حالت میں تھیں۔  
 باور صاحب نے کمزور اور نفاست بھری آواز میں انہیں بلایا تو وہ بمثل قدم تھکتی ان تک آئیں۔

”مبارک ہو زہو“ آج میں۔

بھی دیکھ سکوں۔“

”میرے مت کہیں یاد رہے۔“  
بیگم زہرا کے آنسوؤں نے راستہ دکھ لیا تھا۔

”اوسوں، یہ موقع غم کا نہیں

ٹوٹے لہجے میں کہہ رہے تھے۔

”کیوں آتا ہے؟“ گفتنی بل کہ اگلے صفحہ

”میں نے تمہیں شاید ہی کسی کوئی خوشی دی ہو، کج تو مسکراؤ کہ میرے دل سے بھی پشیمانی کا بوجھ کچھ کم

”موت کا خوف نہیں بلکہ جدائی کا ڈر تھا جو دل کا ہر راز افشا کیے جا رہا تھا۔ زہو بیگم کے آنسوؤں میں روانی آگئی ہو سکے“

”مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں یاد ہے۔“

”میں جانتا ہوں تم میرا دل دکھ رہی ہو۔ بلکہ تم سب نے آج میری حاضرت پر ایسا جھلکا ہوا ہے کہ میں سب کا مقروض ہوں مگر آج ایک خوشی تمہیں دے کر مجھے دل سکون ملا ہے۔“

وہ اپنے فعل سے از حد ہر سکون تھو سب ان کی خاطر مجھے دل سے مسکرا دیئے۔

”تمہیں مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں ایزو۔“  
انہوں نے ایزو سے پوچھا جو سامنے کھڑا جانے لگا۔

”نہیں انکل۔ آئی ایم یوری ایچ پلیزوریو۔“

اس کی بھاری آواز ہر طرح کے جذبہ سے عاری محسوس ہو رہی تھی مگر شرمین نے  
 ہلکے زاری سے دیکھا۔ اس کے الفاظ موقع محل کے مطابق تھے۔

”اٹھس ہائی آزا یو ورنہ جس طرح تمہارے والدین کی غیر موجودگی میں میں نے تمہارے دل میں میرے لیے یہ شکایت پیدا ہو گئی ہوگی؟“

ایہوں کی نظریں بے ساختہ ان تینوں کی طرف اٹھ گئیں جو دمیر کے دل سے ان دونوں

اس نے ہر احساس ہوا کہ ان کی آنکھوں میں کس قدر امید اور التجا تھی۔ ایڑے نے تھک کر اس ہی ٹک گیا۔

”آپ کا میں اپنے باپا کی طرح عزت اور احترام کرتا ہوں انکل یاور۔ آپ کا فیصلہ  
 شکل تھا مگر ناممکن نہیں۔“

وہ بڑی دقت سے مسکرایا تھا۔ ان سب کی آنکھیں جھلجھلائی گئیں۔  
اصحٰبی صاحب سب کو مبارک کہا دینے کے بعد قاضی کا ہر تک چھوڑنے لگے۔

”میں تمہارا شکر گزار ہوں، زندگی نے وفا کی تو ہمارے اور مجھ بھی سے میں خود دست

وہ خود آبدیدہ ہو رہے تھے۔ ایروڑ نے اپنا دکھ بھلا کر ان کی طرف دیکھا۔

ایک قریب الگ — انسان اپنی آخری خواہش پوری ہو جانے پر بھی افسردہ  
آزادی میں گم رہتا ہے۔

اس کے آگے زندگی کا طویل سفر تھا غیملہ کا اقتدار تھا۔  
جبکہ شیخ باور علی خان ایک تباہ و برباد اور شکست خورہ انسان تھے جو اس وقت

”آپ کو ابھی زندہ رہنا ہے الی بہت سارا جینا ہے ابھی۔“







دھوکے جو بے ہوشی اور غم پر بے ہوشی میں گزر جائے ہے غری کے کہ تمام کے جو ہمیں امن کر گزرتے جائیں۔  
 بڑا انعام ہے جس کو ایڑے پر پھرتا۔  
 نہیں اس وقت سے اب تک بے ہوش تھی۔ اکر مشیت نہایت خوبصورت اور تمام آسائش سے آراہ۔  
 پرست تھا کمزوروں کو کوئی خوبصورت اپنی طرف بھیج نہ تھی کسی مٹانے ہو تک سناڑی کے جھکی کو بے پرست  
 تک جاور دوڑے بے خور اور خود خوبصورت آرام ہو صوفے پر برآمدان ایڑوں دوں ہا صوفوں میں سر تھکتے بند  
 تھا بل ہر میں زندگی کیسے کیا ہو گی تھی۔  
 اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ اس نے شیخ یادور علی کی زندگی بچائی ہے یا نہیں کو موت کے بدلے پر لا کواہم  
 ہے۔

یا صہبہ کو جیتنے کی ہر شے دینے والے کا سامان کر دلا ہے؟

اور خود؟ خود دینے سا تھا اس نے کیا کیا؟

قرض اور محبت کی جنگ میں وہ بیٹھا تھا یا رہا تھا؟

بی بی جان اور وہاں سے دور ان کے ہم میں لائے تھیں اور یاد فیصلہ کر دلا تھا اس نے۔

جانے ان کا یادور کل ہوگا؟

تھانے صہبہ کیسے ری ایکٹ کرے گی؟

معلوم نہیں نہیں جانتے پر کس دور کل کا بظاہر ہو کر رہی ہے۔

اس کی آنکھوں میں اس کے کتنے شکات تھے۔ ایک انتہہ تھی۔

جیسے اپنی زندگی کے اس حادثے پر اس کا دل بے ادب کام تھا۔

شدید دکھ تھا۔

کسی کا ہر نامے اور کسی کی جگہ پر زندگی قاضی ہو جائے کاست اضطراب تھا۔

جیسے اپنے یوں بے وقت ہو جانے سے بغیر دو بے ہوشی۔

”ہائی کاؤ“ یہ سب کیا ہو گیا؟

اس کا دل جیسے کوئی بھاری ڈھل سے زبردہ رہا تھا چنگیوں میں مغل رہا تھا ایک وقت صہبہ اور نہیں اور  
 کی زندگیوں کو اور بے لگا بیٹھا تھا۔  
 خودی اور بے ہوشی اور قریب اور لاکھ بولا کر لایا تھا نہیں کو کچھ کر کے چندہ دیا لایا ہے کیا تھا۔ یہ لار مشیت  
 پہلے یادور صاحب کے لئے اس نے قریب لایا تھا مگر معلوم نہ تھا کہ اس کے مقصد کے تحت خرچ کیا ہے۔  
 یہ شہر اس کے لئے آجانب نے خرچ کیا تھا جس کی ہم سفری جس کی شگت اور جس کی معیت میں راہ  
 سکن اس پر شہر انھوں نے لایا تھا یا نہیں اس کے لئے نہیں یادور آجانب لایا گیا تھا۔  
 وہ چندھوں کل اس کی مشکوہ میں جس پر اس کا شری اور قاضی پر طرح کا حق واجب ہو گیا تھا وہ اسے  
 سے اس قدر آجانب اور اپنی کسی دہی تھی کہ اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر کرے کھلائے ہوئے تھی کسی کام  
 نے اسے چھوڑا نہیں۔

فون پر جھوٹا مہم اسے اس قدر متشکر تھا کہ اسپتال فون کر کے یادور صاحب کے آپریشن کے بہت پانچ  
 تک کی بات نہیں کیا رہا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ بے ضرور نہیں سے بات کرنا چاہتے جو کہ انکیشن کے ذرا اثر سوری تھی  
 صورت حال سے واقف ہونا تھا یہ ایک مسئلہ تھا وہ یادور صاحب کے اہل خانہ کو مزید تک نہیں کرنا چاہتا تھا  
 بے خاموشی سے ایک بے مشافہ حص سے سوچ کر غم نہ ہو رہا تھا کہ آئندہ کیا ہوگا؟

زندگی آخر کس صاحب سے گزے گی۔  
 یادور صاحب نے تو ایک طرح سے نہیں کو رخصت بھی کر دیا تھا تو کیا بات تھی نکاح کی نہیں رہی تھی  
 اب نہیں یا تھا دور رخصت ہو کر بحیثیت اس کی شریک حیات اس وقت اس کے سامنے موجود تھی۔

ایرو زندگی میں پہلی بار شدید ذہنی اور دواور قلبی علطیان کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اتنا تو بیکاری کی بیماری اور حادثے پر بھی  
 غلطی مضطرب نہیں ہوا تھا جیسے کہ اس وقت سکون اور اطمینان اس کی ذات سے دور تھا۔

آپریشن پر اسے چار گھنٹے کا تھا ایک ایک گھر رنگ کر گزر رہا تھا اس وقت ونگ میں دم موجودہ تھیں  
 انہیں جیسے موت کے فکے کے خوف سے زبردستی ہوئے تھے۔  
 نہیں کا خیال الگ تھا تھا کیا کسی رخصتی اور کیا نکاح ہو رہا تھا اس کا جیسے کوئی گناہ گار رات کی سیاہی میں گھر

کے اندر دیا جاتے۔  
 ان سب کے دل زخم زخم سے سے ہوئے تھے زندگی کی دماغیں بانگ رہے تھے اسحق صاحب کچھ دیر  
 اور ان کی موت کے لئے جن کو دیر کچھ دھارس محسوس ہوئی تھی مگر کسی میں بھی نہیں کے بارے میں  
 اپنے کسی شک نہیں تھی۔

ایک دوسرے سے نظر کرنا سے سب یوں بیٹھے تھے جیسے عظیم حادثوں کی وقوع پذیر کی کاہو جہان کے مشاؤون کو  
 لگاتے ہوئے تھا۔  
 ساتھ تو واقعی عظیم تھا ایک جیتی جاگتی لڑکی کو دکھوں کی بجلی میں اور آنا جاش کے الاؤ میں ان کے سامنے

پھر کچھ اور کیا تھا وہ اف کتنہ کر کے  
 یادور کا دل بچانے کے لئے زبردستی نہیں سمیر اور ایڑے سے اسے زندہ گور کر دیا تھا اس کی آنکھوں  
 پر کچھ اور کیا تھا وہ اف کتنہ کر کے

پھر کچھ اور کیا تھا وہ اف کتنہ کر کے  
 جی تو وہ بھی چاہ چاہا کہ زہر کا پالہ لے لی تھی جبکہ کبھی دور مندر کی آنکھوں میں مسلمان گریزی کی محبت  
 ملی سرگوشیاں کوئی تھی جس کے اس نے کان لپیٹے تھے اپنی ساعتیں بھلا دی تھیں اپنی تنہائیاں میں مٹی

گھر کی گری تھیں اپنے خواب یعنی نیند ملا دینے تھے۔  
 گھر کو گھر رہا تھا۔  
 گھر کو گھر رہا تھا۔

گھر کو گھر رہا تھا۔  
 اور ان حاملوں انہوں کی ہل کی دھڑکن میں بھی ایک لمحہ کو گھس گھس۔  
 والا ہر ایک اپنے منہ سے اور دل میں اپنی حسیں سے باہر آئے تھے اسحق صاحب بیکار کو فورا اسان کے

پہلے گئے۔  
 محبت کی حالت کے بارے میں کچھ بھی کہنا نقل از وقت ہو گا انہیں اگلے آؤ تائیں محضوں تک ہوش آجانب  
 اس وقت ان کے لئے کوئی بھی نہیں لگ سکا لی حال انہیں فوری طور پر کئی یوں میں شگت کیا جا رہا ہے۔  
 اپنی شہر گری میں۔ گئے ہوئے ڈاکو نے ان کے پر امید مضطرب چہلوں کی طرف دیکھا تھا۔  
 ”کیا امید اور اثر؟“

صاحب جیسے کہہ رہے تھے ڈاکو صاحب سا ہوئے بھانہ نہ کرے۔  
 امید پر دینا کا قہر ہے تو آپ کا امیدور میں اور خدا سے دعا کریں ہم بھی کو خوش کر رہے ہیں باقی  
 سب سے ہو کر اس انتظار کی بات نہیں۔

اللا ہر ایک کے لیے جس امید کے کہہ رہے تھے تو وہ امید کی لاکھا سا شہر تھی۔ اس لئے انہیں امید کا  
 ملا لیا جیسے تھا سب اپنے اپنے خدے سے چپ کر ایک دوسرے کو سلیپ گئے۔

اسحق صاحب کے فون کی بیل بجتے ہی سے جیسے خندے جاگتا تھا صوفیوں کی تھکان تھی جس نے اس کا دم رو۔  
 عذاب تھا مگر اسے ابھی بہت بے پرواہی نہ تھا قدرت نے جو اچانک حادثہ اس کی زندگی میں لا کر اسے سر کا  
 لایا تھا اس سے بھی اسے خود آنا ہوا تھا۔

396

جسے تعزیری تو دونوں نے ہی تھی۔  
مردانہ زندگی تو زمین کی گلی کی جس کے مستقبل کے لیے کوئی روشنی نظر نہیں آ رہی تھی۔ دونوں الگ الگ  
مدار کے سارے تھے۔

جن کے خوراک تھے جن کی عینیں بھر دی تھیں۔  
کریک حوائج تھیں انھیں اچانک ایک دوسرے کے سامنے لا کر دکھایا تھا۔  
کار کا فرشتہ دور کھو ہوئے سائے پر دیکھ کر جن کے ہر نفس کی آواز احساس ہوا کہ وہ خفیہ ذہنی انتشار کا شکار ہے۔  
اس کاہلی عجیب سے اندیشوں کی آماجگاہ بننے لگا جس کا اظہار ایڑے کے ساتھ فرقت میٹ پر بیٹھے ہی اس نے کر دیا۔  
"کی ٹیک تو بوجھل ہے کھن۔"

پھر اٹھ اٹھا جسے ٹوٹی امیر اور ذوق اس کی کیا کیا رنگنے کے لیے اسے صرف اور صرف مثبت جواب چاہیے۔  
ایڑے نے حوصلہ افزا نظروں سے اسے دیکھا اور دوسرے سر ہلایا۔

"ان شاء اللہ آپ اللہ پر بھروسہ کریں اور یہی تصدیق کر لیں کہ اگر اللہ کے لیے میں نہیں ہوں اور انھوں میں انھوں تھا زمین کی پائلیں بے اختیار جھینکنے لگیں۔  
"کھینچتے زمین زندگی میں جس کی کڑواہٹ بھی آجائے اس وقت خود کو کھو کر کے رکھنا اور اپنے ساتھ کے  
لوگوں کے حواس پر بٹھانا جو انمیری ہے۔ آپ نے یہاں میں ہی بیڑی میں سناؤ۔ آپ کی اپنی کوپ کے  
اختیار اور مضبوطی کی ضرورت ہے سو پہلی بار۔"

اسے بلیں، چمپک، چمپک کر آؤں گے کی کوٹش کر دیا کہ وہ بے اختیار بولا تھا جس پر ہنسنے لگے کہ ہوتے آئے  
چمپک تھے۔  
ایڑے نے یکدم اب بھینچنے لگے، اگر کوئی عام دن یا عام پیروشن ہوتی تو وہ واضح طور پر اسے ڈانٹتا مگر اس وقت اس کی  
کی ذہنی حالت واقعتاً "ٹانفتہ" تھی۔ صرف شیخ یاد رکھ ہی اسے رلیک میں نہا تھا بلکہ اپنی زندگی میں ہونے  
والے اس حادثے کے لیے بلاشبہ تو ذکر کر رہا تھا۔

"کی آپ نے آپ نے کیا کرنا؟"  
دونوں بے محسوس میں چرچا کر رہے تھے پھوٹ کر رو دی۔  
ایڑے کو چاہا تو اس پر بار بار دونوں ایک ہی اے کا شکار تھے وہ اسے جب کرواتے کی ہمت نہ کر سکا۔ لڑکی تھی  
ٹانک اعضاء اور کوئل جیڈا والی اس کے پاس "آؤں بھانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

مگر اور ایک موقعا پر اختیار رفتہ پرے لڑائی کے فی صلابت اور ہمت دھنسنے لگا۔  
"ہاں، ایسے ہی تصویر پر چیمیک ملک۔ کیا اس کا بھلے تھا۔  
زندگی کو اس طرح جانوڑے عبارت نہیں کیا جاسکتا ہے تار کر رہا تھا پر صورت کر رہا تھا۔ محرک طرح

یہ سوال جیسے تانک بن کر اس پر ہاتھ تھا۔  
New arleam کی سڑکیں راستے اور مناظر اس کے لیے نئے نہیں تھے اس نے عینیں سے پرشش میں  
گر بیوشن کا تھا سڑکا سڑکا سال تھا جب باہان سے ایک سیکنڈ کے لیے دایں کوٹنے پر مجبور کر دیا۔  
بعد میں برس کی وجہ سے کی بار اس کا دھڑا آٹا تھا۔ گو کہ زیادہ تر برس تو تھوڑا کر میں ہی سپیل تھا تاہم وہ  
عرصے سے یاد صاحب نے اس طرف بھی اپنی بار کٹ پھالی تھی۔ اور اس میں زیادہ کارش پڑی تھی۔  
مگر آج یہ سارا مشعر یہ سارے راستے اور مناظر اسے اپنی آنکھوں اور ان دیکھنے لگ رہے تھے شاید احساسات  
فرق تھا۔

پکے وہ بیان اپنی زندگی سنوارنے اس کی خوشیاں حاصل کرنے آتا تھا جب کہ اب یہی خوشیاں اس کے ہاتھوں  
سے چھین گئی تھیں۔  
کس نے کچھ ہی اس میں کا جو اب مشکل تھا۔

زمین مشکل ہو رہی تھی خود پر قابو پا سکی۔ وہ خود اس قدر مستحضر اور شکستہ ہو رہا تھا کہ خاموش بیٹھا سوچنے لگا۔  
زمین مشکل ہو رہی تھی خود پر قابو پا سکی۔ وہ خود اس قدر مستحضر اور شکستہ ہو رہا تھا کہ خاموش بیٹھا سوچنے لگا۔

گلاب تک ڈوب رہا تھا کسی لکڑی بیڑی کی کوشش میں کچھ ابھر آئی تھی۔ آنکھیں پر سوچ اور ذوق تھا کہان سے  
فرق تھا۔

ابھل تک کارا بہت خاموشی اور سوگوار سے بڑے ہوا۔  
گلابی اور شرمین بھیر کے ساتھ اسے باہر لی گئیں یاد صاحب کو دیکھنے کی توجہ تھی انھیں جتنی لذت اس کی تسلی  
کے لیے تھی اس لیے بکے باہری انھیں شے کی یاد کے اس بار سے دیکھنے کی اجازت دے دی تھی۔

دل اور بیڑیوں لنگھوں اور بادلوں سے گزرا ان کا گھر دیکھتے دیکھتے سانس کے زبردستی ہلکا جلتا محسوس ہو رہا  
تھا۔ کھیت کا ایک مطلق انسان شخص آج جیسے بے بسی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ باعث عورت اور باعث رنج تھا۔ سب  
بے بسی تھی۔

بے بسی جتنی نظر لوں سے ایک دوسرے کو تسلی دیتے رہا کر گئے۔  
بے بسی موبان کے لیے بھیر یاد کے قلعے کے پتھر تھے جنہوں نے چند ضروری سوالات کے بعد انھیں جاننے کی  
اجازت دے دی۔ اس کی دیکھ بھال بھی انھیں ہی کرنی تھی۔ سب متنت تھے یاد صاحب کے

بے بسی وقت اس قدر اب میٹ تھا کہ ایک حرف بھی کسی کی کو نہ دے گا۔ پار محنت کی طرف واپس آتے  
ہوئے زمین نے گدھا یاد تھا کہ وہ اب بیگم یاد کے ساتھ ہی رہے گی۔  
اس وقت شخص خاموشی ہی نہیں تحکیم کی گلاب پر رخصت تھے۔ بعد اس کا اس طرح حوث آتا انھیں پریشانی میں  
گرا کر رہا تھا۔

بے بسی نے اس کے ساتھ کیا کرنا تو کیا تھا؟  
میں ساتھ بھانے سے صاف انکار ہی نہ کر دیا۔؟  
اگر ایسا ہو پاتا تو کوئی کیا جواب دلاں گی؟

اور اگر ایسا نہیں ہوا تو ایڑہ کا کیا ہو گا کیا وہ مستقبل میں سحر کرے گا؟  
بے بسی نے اس کی ہر طرح چکر مارا تھا۔  
زمین کی حالت ٹانفتہ ہے، شرمین اور میرا اس کے دونوں اطراف بیٹھے اسے اپنے موجودگی کا احساس دلا

بہت تھے۔ اس کی میٹ پر ایڑے کے ساتھ بھیر یاد رہتی تھیں انھیں انچوں نفوس حالات کی جتنی پہچانی تھی اسے خود بخود  
ابھل اور میرا جتنے سوچ رہے تھے کہ آگے کیا ہو گا؟

ابھل دونوں کا انھیں خوشی میں نہیں آتا تھا سب کی اپنا کھانا چاہتا بھلائے ہوئے تھے، کسی کاہلی کی چیز میں  
ایک لنگ رہا تھا اگر نہ کھتے خود سب کھانے کا پانی کے گھٹا تھے۔ سب خاموش بیٹھے تھے۔  
زمین کے رخساروں پر اب بھی آنسوؤں کی سی گئی تھیں۔ بیگم یاد اور شوہر اور بیٹی کی زندگی کو یادوں سے عبارت  
ہو کر چو کہ قسمت سے ٹکائی ہوئی جا رہی تھیں۔

اور اس وقت یہاں موجود تھیں تھا۔ موجودہ حالات نے اس پر ہی طرح اپنے آہنی قلعے میں کسا تھا کہ وہ  
لوگوں کی اس قافل میں نہیں آتا تھا کہ کسی سے بات کرے لگتا ان سب کو عینوں ڈراپ کر کے وہ قلیت دایں چلا گیا  
لگتا تھا اسے یاد پڑے کہ وہ اور زمین باہشل آئے تھے۔

"بیٹا زمین۔"  
اس کی گھبراہٹ گزر گئیں وہ سب نامتناہل بیٹھے رہے تھے۔ بیگم یاد کو یہی یہ سکتہ توڑنا پڑا زمین نے کچھ  
لگ کر انہیں دیکھا تھا۔

کچھ تھا کہ میں نے اس کا دل جیسے مرکز انکھامی سانس بھر کر لیا۔  
گلابی کی۔ "میں نے جتنی شگفتگی اور آرزوئی داغ تھی۔  
انھیں حاکم کر دیا۔"

کچھ دیر بعد وہ تین تین کی آنکھیں میں ابھل بھلکے ہاتھوں سے بھر گئیں۔



”اپنی کی کنڈیشن کے بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ الیال تودہ انکی ہی پوش ہیں۔“  
 جس کی بجائے کوآز بہت سی کامیابیاں سناری میں سمعان کش و پش میں دیکھتا ہے تو اس خاک و ہودے سے زبان پریشان  
 حتیٰ کہ روپوشی کے ساتھ کہ نہیں سکتا تھوڑے عرصہ بعد وہی اس کے آگے سلاطنت کی گنجائش نہیں دیتا۔  
 ”نہ نہ۔“

”اب ٹھیک نہیں کی میں اس کو مل کجاں رہا ہے؟“

زمین اس کے انداز پر کچھ نرمی ہی ہوئی مگر کسی سوال کرتے ہوئے مزید گڑبگڑ گئی۔

”میں اس کو سب کچھ ہے۔“

”کیا کیسے؟“  
 ”میں نے اسے اپنا خیال رکھیں زمین انکی ہو چکی کہ انکل انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ یوں بھی یہ ایک سنگ  
 فیرے سے کسی پتھر تو زمین کی آ رہی ہیں ایسے میں خود کو پورا فوم رکھنا ہی بامراری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ  
 کیا ایک بامراری ہیں۔“

”سچے ہوئے ٹھہرے ہوئے ہم سبچے اسے اس لا سارا جی سمعان گریزی کی کوآز زمین کے رکے ہوئے بند ڈا  
 گئی۔“

”ہے ساڈھ روٹی تھی مگر بہت چھوٹ چھوٹ کر روڑی تھی۔ سمعان کی کیفیت بہت عجیب ہو رہی تھی۔ نہ اس  
 کے آنسو ہی صاف کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کو خاموش کر سکتا تھا۔“

والدین تنہا بڑا علیحدہ کمرہ کر دیا گیا یہ سبچے ہوئے ہیں اس احساس تھا مگر زمین کی گریہ و زاری سے وہ کچھ الجھا  
 تھا۔

”کچھ تھا جو اسے ٹھیک رہا تھا پھر اسے تسلیاں تفصیل دینے کے باوجود اس کا ذہن بہت تیزی سے سوچ رہا تھا جس  
 کہ جب وہ کچھ سوچتی ہوئی تودہ چھپو کی سے گویا ہوا۔“

”میں کو کش کر رہا ہوں گا کہ امریکا آسکوں کیا آپ سمجھو تو کیم کیس کی۔“

”مجھے پھر عجیبہ انداز پر آنسو صاف کی زمین پر ہی طرح تھی۔“  
 ”مجھے کسی زمین نہیں پتھر اس کی ضرورت نہیں ہے ہوں خود انشاء اللہ جلد واپس آئے والے ہیں۔“

اپنے آنسوؤں پر غماز مزید بھٹی گئی مگر اس کا اس طرح بیٹھنا سمعان کو مزہ آیا لیکن میں ڈال نہیں  
 دیکھ رہی تھی خواہ زمین۔“

”پتھر سمعان صاحب اس کی ضرورت نہیں پتھر۔“  
 وہ کچھ دیر بیٹھائی میں گھر گئی مگر سمعان نے مزید زور سے کرنا ادا لگایا تو احساس یہ ہوا کہ وہ واقف پریش

ہوا کی کسی کچھ کہ اس کی زبان سے ادا نہ ہونے کا تجربہ اسے اچھا لگا تھا۔  
 ”ہاں کہ یہ کیا اپنا خیال رکھیے گا ممکن ہے کل ملا پ کو فون کریں۔“

”میں انتظار کر رہی ہوں۔“  
 ایک عجیب سی تسلی کا احساس ہوا تھا اسے بچے ساڈھ کچھ مگر مگر اسے غور سے اپنے الفاظ کا احساس ہوا تو بے اختیار ہا

”اس عزت افزائی کے لیے شہر۔“  
 سمعان کا بوجھ میں مسکرا ہوا تھا زمین کھل پر بوجھ بیٹھ لگا اور ملک کی کوآز کے ساتھ ہی لائن سے جان ہو گیا۔

اور اور کچھ کہنے کو زار کچھ ہی اس کے ذہن پر چھایا نظر کا غبار کچھ نہیں ہوا تھا جو کچھ وہ کر گزرا تھا اس پر ادا  
 غماز میں تھی۔ مگر اس کے تاج کے بارے میں جس قدر وہ سوچ رہا تھا ہی قدر پریشانی اور فکر غمزدگی کا  
 جاری تھی۔ تشویش اپنی انتہا پر تھی۔

یاد صاحب نے اگر اس پر اس قدر احسان نہ بھی کیے ہوتے تو بھی اس صورت حال میں جب کہ ایک انسان مصلح

دلچر کو اس سے کچھ کہا تھا کہ انکار کرنے کی اس میں سکت نہ ہوتی۔  
 ”گلاب وہ کیا کرے گا بی بی جان یا اور صاحب سب کو کیے کا کل کرے گا کس طرح سمجھائے گا سب کچھ بی بی  
 جان اور اپنا تعلق۔“ کچھ نہیں جانتی تھی کہ گلاب صاحب۔  
 کیا وہ اس صورت حال کو کسی طرح سمجھ سکے گی جس طرح نہ جانتا ہے؟

شاہد نہیں۔  
 سوچ کے اپنے اپنے خود بھی الجھ رہے تھے اور اسے بھی الجھا رہے تھے لہذا اپنا نمٹ سے نکل کر اور کمر کوٹنے

کے اندر خود تھوڑی سی گرفت میں پھنس جاتے تھے۔ کچھ نہیں دیکھ رہا تھا بسپیل کا بھی ایک پتھر لگا ہوا  
 جب شام چھٹنے کی آواز دوشاپا پر پتھر پڑا اور سمیت سب اس کے پتھر سے سوائے زمین کے کو کچھ دھوم میں

سب بیٹھ گیا۔ ”اس سے متعلق یہاں میں کر رہے تھے۔ اسے دیکھتے تھے سب بے ہوش تھے۔  
 چہرے پر مسکراؤ اور پھر موم کی کے ساتھ ساتھ کسی سوچ کے آثار تھے نظریں بازار ان زمین کی تلاش میں سرگرداں

ہو گئی۔“  
 ”اسلام علیکم۔“

صوفیہ نے رکھتے ہوئے اس نے سکوت توڑا تو وہ بیٹھ اس پر سے نظر ہٹانے پر مجبور ہو گئے۔  
 ”وعلیکم السلام یا آپ کہاں تھے ہم تو سخت پریشان ہو گئے تھے اسحق صاحب سے بھی بی بی اوزا کلچر کٹ

میں ہو سکا ہمارا۔“  
 ”زہو یہ کچھ تھوڑے سے بولیں تو بیٹھانی سے ایڑہ کا پتھر نہ دیکھا۔“

”میں یوں ہی ڈرانا کھڑا رہتا ہوں کہ اس کی طرف سے ہوتا ہوا آیا ہوں ڈانڈ کرنا چاہے پر امید ہیں۔“  
 ”فخر جاتے ہو کسی نے قصداً یہاں اور صاحب کا تھوڑا پتھر یا بیٹھنا تو زمین کی ماس پر مگر رکھ گئے

کہا تھا کھانے کا کسی کا دل میں چاہ رہا تھا مگر فطری انشاء اللہ انڈا ہر ہر ڈانڈ کرنا ہی تھا۔ خلیل پر زمین بھی تھی اور ہوا وہ  
 قصداً ایک دوسرے سے فخر کرتے تھے۔ خلیل یاد رہنے سے سب دیکر محسوس کر لیا تھا کہ دونوں کے درمیان

کا ملے کس قدر دانا ہے۔ اور یہ سب دیکر ان کے کہ لپٹا سے تو نکل گئی تھی۔  
 رات میں وہ سب ایک کھانا پر کچھ بسپیل کے گرد راتے مگر سب خاموش رہی رہے کہ اسے کچھ کہہ رہی نہیں تھا۔

ڈانڈ کرنا کوئی نہ دلا تھے۔  
 ”ہاں صاحب اس کے تو ایڑہ سے بچنے کی اجازت مل جائے کیوں اب اس اپار نمٹ میں شہر ہے ٹھیک نہیں لگ

رہا تھا۔“  
 ”میں اب چلوں گا خلیل۔“

”آج چھاپا کچھ کچھ جلدی آجاتا زمین کو لے کر گیا بسپیل جاتا کی۔“  
 زمین کی طرف نظر ڈالتے ہوئے انہوں نے جس انداز سے ان زمین میں عزت اور بیٹھنا سہا لیا۔

”مگر ایسی نہیں تو نہیں میں جا رہی۔“  
 ”ہے ساڈھ بولی تھی آنکھوں میں حیرت اور شگہ تھا۔ گھر نہ پتھر قصداً۔“ گلاب چائیں۔ اور اسے صاف نظر انداز

کر لیا۔  
 ”صاحب کلان پر ہو گئی ہے لار نمٹ کا فون کر دینا ہمیں تو سمجھ کر لگی رہے گی۔“

زہو کچھ انداز اس قدر ناپ کی تھی سمجھ انہوں نے سنا ہی نہ ہو۔ جب کہ وہ بی بی جگہ پر ہی بیٹھ رہی تھی۔ مگر موم کی تھی۔ ایڑہ  
 کی بی بی کچھ ایسی ہی کیفیت کی مگر موم کچھ ان دونوں کے تاثرات کو قطعاً ”نظر انداز کر دیا تھا۔“

”میں جی جی کہ کیا کر رہی ہیں۔“  
 ”میں نے تو یہ کہ سرگوشیاں پر اعتبار کیا اسے زمین پر بہت ترس آیا تھا بولنے کی بات نہ سنی ہوئی

ہادی تھی۔ ایسی ہی کا وہ یہ برسی طرح بیٹھالی سے سر جھکانے پر مجبور کر رہا تھا۔ جب کہ ایڑہ کی آنکھوں میں  
 الجھیں نظر اور خیر تھا۔ بیٹھ کر یاد دہانی سے بھی تشدد کر رہا تھا۔



فرمان غالباً ”اس کی طرف سے کوئی سخت جملہ سننے کی منتظر تھی کہ بہر حال اس نے اردو کی زندگی کو ایک عظیم حصے سے دوچار کیا تھا یا یوں کہہ لیں کہ اسے ایک اذیت سے متعارف کرانا تھا اور اس کی توقع کے برعکس بہت شائستہ اور دھیمہ الجھنے کو ملتا۔“

اس نے بے ساختہ حیرت سے چونک کر اسے دکھا تو وہ اس کی نظموں میں چھپے سوالات پڑھ کر ایک لمحے کے لیے لب

”نی الحال بہتر ہی ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں، ذرا آگنی کے فیصلے کی کوئی نہ کوئی لاجب ہو گی وہ آپ کو ساتھ رکھنے پر راضی نہیں۔ اور میں آپ کو یہاں تھپا چھوڑ نہیں سکتا۔“

ایک ایک اس کے دل میں اتری تھی جس کی تکلیف اس کی آنکھوں میں اتر گئی تھی۔ ایڑے اپنے الفاظ کے

مومن پر غور کیا تو کبری سانس بچھ کر رہ گیا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی وضاحت کرنا نہیں دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ اس نے بھی چپ چاپ ڈرائیو تک سیٹ

کیسے دہم ہو گئے تھے اسے بھی۔

”ٹھیک ہو جائے گی آہستہ آہستہ ابھی نیا نیا معاملہ اس لیے بہت زیادہ حساس ہو رہا ہے صبر کرو کاتو

[illegible]

”ہولہ کر مجھے صہیبی خاص ڈسٹرب گئی۔“

”تم اس کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی سینیٹیو ہو اس لیے اس طرح سوچ رہی ہو ورنہ میرا خیال ہے عدالت میں اس کے رشتہ دار بھی جھجھکاؤ سے بھرپور سامنے آئیں گے۔“

ہے ایسے رستوں تک پہنچیں جہاں ایسا بھی سمندر و صیسی وسیع لقی ہیں سیاد میں اپنا حال ختم بھی تو کر ہی سکتے ہو جاتی ہیں ان دنوں۔“

”جی بالکل بجا ارشاد فرمایا جناب، میں ہی پریشان ہوتی تھی۔ اور آپ تو جیسے مزے کرتے پھرتے تھے دس دن تک کرتے تھے مجھے پھر بھی چین نہیں آتا تھا۔“

میں خون کرتا تھا کہ جب کہ روزِ بیاہ خواہ الزام تراشی کر ہی ہو مجھے اپنے بڑے سے فرمت ہی کب تھی۔“

”اور مجھے تو جیسے فرست ہی اس کام کی تھی۔“

جسٹس جی اسٹیل سے اٹھ کر بیڈ کے پاس آکھڑی ہوئی۔  
 "جی جی کس قدر لڑتی ہو تم! کتنی لڑاؤ کا ہوئی! اگر ارادہ نہ ہوتا تو..."

405

”تم جا کر سواؤ شرمین میں ابھی نماز پڑھو گی۔“  
 سے سخت غظوں سے گھورتے ہوئے انہوں نے تخت لمبے میں کہا شرمین کی بیویوں سے کہیں۔ اور لب آپس

یہ چند خانے رک کر گہری نظموں سے زہرہ بیگم کو دکھا اور پھر کچھ کہے بغیر آگے بڑھ گیا۔

”میں جی پلیز ریاست کریں۔“

”جاؤ زمین اسے الی کو دعا عید بھاؤ بیٹا! انہوں نے تمہیں اسے سامنے جس شخص کے ساتھ رخصت کیا ہے اس کے ساتھ رہو بیٹا! یہی تمہارا فرض ہے میں تمہارے باپ کو کیا جواب دے دوں گی۔“

”تم کچھ مت بولو شرعین جاؤ یہاں سے۔“

”میں نے یہ سنا ہے کہ“

”مجھے کمزور مت بناؤ زہن تمہارے الہی کے صحت مند ہونے پر مجھے ان کو جواب بھی دیتا ہے، جاؤ ایزد بخش  
ہوں گے“

س نے اس قدر شہسور بن گئی تھیں کہ اس کی کوئی انتہا کام نہ آسکی نہ ہی شرمین کی انہوں نے ایک چھتے دی۔  
بے کواڑ آنسو بہاتی جس وقت وہ بیسٹنٹے میں آئی ایزد گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا کسی کمری سوچے میں مستغرق

خود کو چور محسوس کر رہی تھی۔  
ایک اساتذہ جو زبردستی اس کے کندھے پر ڈال رہا تھا۔

سچ سچ قدم اٹھا کر وہ ہر گز ہٹنے کیل کے ساتھ اس کے پاس آکھڑی ہوئی تھی۔ کہنے کے لیے الفاظ نہیں تھے والدین

نے اسے کیسی آزمائش میں ڈال دیا تھا۔

یہ بڑا اس کی مجبوری سمجھتا تھا یا نہیں مگر اس کا دل جیسے بھٹنے کو ہوا رہا تھا۔ اس کی سگی ماں نے اسے گھبر کر کہہ دیا تھا یہ

جانتے ہوئے بھی کہ ایزد کی مشکوہ ہے مگر اس کی اصل بیوی صہیبہ ہے انہوں نے اسے زہر دیا اس کے ساتھ

ایرانی کے ساتھ نظراس کی طرف اٹھی تھی۔  
 ایک لڑکی کی یہ کسی تذلیل تھی کہ اسے کوئی قبول کر رہا تھا یا نہیں اس کے گھر والوں نے اس سے جان چھڑائی

بے گناہ آنسوؤں سے روتی نرین یا دراب نرین ایریز کے روپ میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ایریز کے اندر مجھے کوئی اجنبی نہ لگتا تھا۔

وہ اس کے نام سے منسوب تھی اس کے نکاح میں تھی اور آج اس کی والدہ نے اسے کس طرح گھر سے نکل جانے کا حکم دے ڈالا تھا اسے احساس تھا کہ بچھلے بندرہ منٹوں میں اس نے کس طرح زہو بیگم کو قاتل کرنے کی کوشش کی تھی جب یہ بے حد روبرو سے پیدا ہوا تھا۔

کی ہوں۔  
 شکست و ریخت سے زیادہ کہ تاسف اور اپنے وجود کو کیوں رائیگاں ہوئے دیکھنے کا دکھ اس کے منبعِ چرب

کوٹھیا کیسے رہا تھا۔  
 بیوی تو چہرہ تھا جس کو دیکھتے ہی سمعان گریزی نے اپنی سب سے قیمتی شمع ہار دی تھی۔ اپنا دل ہار دیا تھا۔

ایزدگو ایسا نہیں کر سکتا تھا کہ اس لمحے جانے رشتے کے حوالے سے یہ ہمدردی کے باعث اس کے دل میں عید

"توڑ کر تے گورنر مارشل کو دے تے لیا کہی اور کو تیا لے تے جیون سا جھی۔"  
 مے نے غلامان داس کے سرانے آکڑی ہوئی تو فریاد نے ہاتھ کھینچ کر اپنے پہلوں پر گرایا۔  
 اس اچانک افتاد پر سبیل نہ کی اور بے اختیار پڑے آری۔  
 خود بچڑا تے ہوئے اس نے شرکیں کی مزاحمت کی۔

گلاس اصل کو چھوڑ کر کوئی دھکک کی دوش اپناؤ تو بھی تم جیسی لوگوں کو ایسے کسی سارے کی ضرورت نہیں  
 ہوئی۔ اپنی معصوم شکل اور سپاہیوں کے انداز سے ہی خاصا بے خوف بناتی ہو فریاد نے لوگوں کو۔"  
 انہیں اس کے گتھے سے رہا ہوئی اس کے احساس سے جیسے سارکت ہی نہ گئی۔ اس قدر بے توقیری شہزادی گرام  
 اس کے اساتذہ کے رخسار سے ملنے لگی۔

اس سارکت انداز میں گھڑا دیکھ کر شرمیکہ نے نفرت سے ہونٹ سکونے اور گلاس میں بیانی بھر کر کیا۔  
 "اب جاؤ جا کر یہ کالی کالی دوا سے خیزہ جادو کرو اس پر ابو نراس کے سوا ہمیں آمایا کیا ہے گا اور بال فریاد جو  
 ہم نے غلاف اس کے کان بھرے گا میرا بیٹا تم سے میرا نہیں رہے یا تو وہ تمہارا بھی نسن کے کا یہ کراختشام  
 کی دوا رنگ سے نہیں سمجھیں اب جا رہا ہے۔"  
 ابھی انہوں میں اذیت کا تاثر اس قدر گہرا تھا کہ چاہتے ہوئے بھی کالی کی ندامت کی رتن شرمیکہ کے چہرے پر  
 لولہ اور غایت ہوئی۔

مے نے دھمکے سے اپنے کمرے تک آئے وہ بیٹا چھوڑ چکی تھی۔ مگر فریاد کے سرانے رکھ کر تھوڑا  
 دلی ہوئی دواش دم جاسم گھر بند ہوئی تپاس پڑے میزین کو پرستار گھر پر جو تک سایا۔

بلور میں شیشی آخر کی تھیں کاس میں آج اسٹونٹ کے دیکھنا نے کی ریش کی خاطر کوئی کڑی گئی تھی اس کا  
 کی کوئی عمل کی چیز میں نہیں لگ رہا تھا قافلاً بجائے اپنے گروپ کے ساتھ آؤ تو فوراً مہمانے جانے کے لئے گھر کے لیے  
 نکلی۔

گلاس کی ایک نیا خیال ذہن میں آیا۔ گھڑی میں دیکھا ابھی صرف ساڑھے سو بیٹے ابڑو لاگھرا سے میں ہی  
 تھا۔

سب حالت اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ لی بی جان کی طرف جانے کی اور اس کے تاج و عواقب پر غور کرنے کی  
 چاہے جب چاہے ٹیپک میں آج بھی ذرا نیور اور نیور نہیں سمجھا کہ اطمینان سے باہر کے متاع دیکھتے ہوئے اس کی  
 اندر بی جان کا خیال کی گیارہ گھبراہٹ سارے جذبات کی بیخاری سے اس طرف سوئے کی سلامت نہ رہی۔  
 وہم بہو ہائی کے اندر انتہائی اچانک اور باغثوث کسی جے بے ساندہ اس سینے سے بچھا۔

"کیسی بی بی بی جان آپ؟"  
 اس نے الگ ہوتے ہوئے اس کی نظری بی جان کے چہرے پر بڑی تو خودی پریشان ہوا بھی۔ دیکھ متکثر نظر آ رہی

تھی۔  
 "تھک" میں میں تم سا تو کیسی ہو۔ برعکس کیسی رہی ہیں ہے۔  
 وہاں کے چہرے پر تیرے تھکے کے سارے دیکھ کر کالی دوس ہو گئی تھی مگر جب لی بی جان نے مسکرا کر جواب  
 چھوئے سوال بھی گروا لے تو وہ ہونٹ کانٹے لگی۔

"میں بھی ہوں۔ برعکس کیسی تھک تھا کہ چل رہی ہے ابھی تو نیور جی سے ہی آ رہی ہوں۔"  
 پھر نراس نے آنے لپٹا تے ہوئے دیکھ کھنڈو لگ رہی تھی۔ بیگم بہو اس کی سرکراویں۔  
 "مطلوبہ ہے۔ پھر ہر جہاں کی آج کرے تو گئے۔" ہوں۔

وہ کے انداز میں شفت کی گراس کی کیفیت ہوڑو ہی تھی۔ آنے کو تو وہ آتی تھی مگر اب بیگم بہو ہائی کی  
 لڑا ہوا سے نزد کر رہی تھی۔

مگر میں سب خیریت ہے کیسی ہیں تمہاری دوا بی جان۔"  
 گلاس کی بیگم دور کرنے کے لیے عام سے انداز میں پوچھتے گھس گھس تو اس نے فوا "فوا" سب کی خیریت سے  
 کہا۔

گلاس کا شکر ہے۔ "ان سب کے متعلق سن کر انہوں نے کہا۔" جس نکل عمل تمہارے انکل کی طبیعت کچھ  
 407

فریاد شیشی اور شرارت پر گناہ تھا تو ابھی اس نہیں رکھے گئیں۔  
 "پلیز جیسے چھوڑ دیں جیسے لگتا ہے غم آئی آپ کو بلار ہی ہیں۔"  
 باش ہوئے چہرے پر بلار ہی غم آہٹ اور معمولیت کی گھبراہٹ کو اب آخر ترس گیا۔ ذرا سا سارکتا سے چھوڑا تو وہ دن

کی کی تیزی سے آگے بڑھی ہوئی۔  
 "نہیں آپ کے کالی نہ لار ہی ہوں۔"  
 فرار کا ایک ہی طریقہ تھا فریاد تھک کر گراس پر۔

"دو گے چاہو تو کی تو لٹ کر کہیں تال۔"  
 معنی خیز سے میں کہتے ہوئے اس نے اجازت دے دی تو وہ مجھ سے انداز میں مسکرائی پار گئی۔  
 زندگی کی یہ چھوٹی چھوٹی خدیں اس قدر خوبصورت تھیں کالی اس سے پوچھتا بھی کبھی تو اسے لگتا جیسے کوئی

خواب دے رہی ہو۔  
 فریاد کا ساتھ اس کی طبیعت اور اس کا مان بہ سب تو ایک خواب ہی تھا اس کے لیے ایک ایسا خواب جس کی تعبیر نہ  
 مانیں سمجھتے تھے مگر قسمت باری کر گئی تھی اور آج ہی فریاد علی اس کا شکر سفر تھا جس کے ساتھ تھک وہ قدم  
 چلا رہا تھا اس کے لیے مشکل تھا جیسے سورج کا مغرب سے لگتا۔

کالی متکبر سے بڑا کرک میں ڈالے ہوئے دھتے سہلوں میں متکھرائی تھی کہ اچانک سے دو دروازے پر کسی کے  
 قدموں کی چاپ پائی۔

مڑی تو مگر تھک سب کچھ کانوں میں دھن سارے دو دروازے سے اندر آ کھائی ہیں۔  
 جانے کیا تھا ان کی شخصیت میں وہ پیشہ کی طرح سم کی تھی غالباً۔ پانی پینے کا قصد تھا۔ اچانک سے سامنے پکارا ان  
 کی معنوں تن کی میں۔

"کیا گری ہو یہاں؟"  
 کرک دار کو از میں سوال ہوا۔

"جنگ میں یہ فریاد کے لیے کالی تیار تھی۔"  
 اس کی زبان کو از میں ہی مل تو چاہا تھا کہ کالی مگر کی موجودگی میں ایسا سوال کرنے پر انہیں جواب ہی دے مگر اب

ان کے گمان نہ تھا۔ شرمیکہ کی نظر اس لیے آ رہا ہو تو محسوس ہوتی تھیں۔  
 "میں جانتے کی کیا ضرورت تھی ملازم کی کیا؟"  
 اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مرتب گمراہ سے فطرت نہیں لگتی تھی۔ جب اس نے مخاطب ہوئیں تو انداز گفتگو نیچا

درجے کے کسی چھوٹے سے گھریں موجود کی اس جیسا ہوا جائے سوائے ہوئے لئے اور اس کے کاموں میں  
 میں خنک کانٹے کے کالی کا میں ہوں۔

"میں ملازم کو مار نہیں چلے گئے تھے اس لیے میں نے سوچا۔"  
 "تم نے سوچا کہ ملازم سن جاؤ آخر میں بیٹل تو ہی بدل گلاس والی ہی ہے۔"

اس کی بات ایک کر انہوں نے انتہائی ناشائستہ اور بات آخر انداز میں کہا تو وہ اس تو ہن سے سرخ ہو گئی۔  
 "میں کو بی بی ہمارے گھر نے میں بدھوں سے کام نہیں کرایا جا تا اب جب کہ تم اس گھریں آئی ہو تو خوا  
 سب کی ہن سے بے جا ہن سے تو اس گھر کے بیٹو زخمی کیوں نہ انٹر کس کر لے گیا ہے۔ ملازم کو کو کارڈ سے

اور اس سے کوجو نام بے نیل کالی اس کو چلیے تخت ہن سے ہن سے کورل کا راستہ تلاش کرنے کے اس غم  
 406

ٹھیک نہیں۔ ایرو کے جانے سے اور میری فرق رہ جاتا ہے۔  
"کیوں کیا ہوا اگلے کو آئی میں بلایا کہ۔"

اس کی زبان سے یہی کلمہ نکلا۔ مگر اس کا اظہار یہ تھا کہ۔  
"مجھ میں جیسا کہ میں سوچا کرتا تھا۔ کچھ کہ ان کی طبیعت میں بار بار وہی بات ہے جس پر جسے روک دینی کرے  
ہیں۔ اب وہ لڑنے سے چٹائی پر بیٹھ کر مری ہے کہ یہ میرے ہیں کہ اسے نہیں۔ ایرو یہی تھا کہ اسے نہیں میری توں لڑا  
دیتے ہیں۔"

وہ ہمیں دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ انداز میں کہ وہی نہیں۔ صہیبہ کے لہلہ پر عزم کھیل گیا۔

"ایرو کی کوئی چیز ہے نہیں۔"

یکدم ہی وہ جیسے ڈانکے پر پھینچے گی نہیں۔

"یہ تو میری بات ہوئی کہ ان سے۔"

اس نے نظر اٹھا کر جواب دیا کہ تم بھول رہی ہو جیسے سکون کا سانس لیا۔

"میرا شہر ہے۔ اس کی تو اصل سنی اس کے کوں سے۔ جو بھی میرا جا کر مجھے فون کرے۔ اس کے کام پر اس کی  
مخصوصیات ہیں۔ یہی فکریں لاد رہی ہیں خود۔ اب تم ذرا کان سمجھ کر گھاسا نہیں تو یہ ایسا ہی رہے گا۔ حالانکہ  
زندہ اور شادی ہی کی بنا ہو گا۔ مگر اس معاملے میں شک کرنا ہے۔ مجھے کتا ہے فون پر آپ کی کاؤزن کو کہہ  
رہا مشکل ہو گا۔ یہ بھلا تو یہ بھی کوئی شک ہے۔"

وہ اس کا فون پر غور کرتے ہوئے تھا۔ جس اپنا پتہ بتاتے کہ یہی صہیبہ کا دل اس پر طمانیت ہے۔  
جا رہا تھا۔

"کئی جلی جان تو بالکل ٹھیک ہے۔ خوش باش ہیں۔ پھر میں لیں خواہ وہ اور شان ہوئی جارہی ہوں یہ کیسے ممکن ہے  
کہ کسی کی اولاد کسی شادی سے جلتا ہو اور اس کی مال لپی چھٹی سے اسے خیر وار نہ کرے۔ یقیناً یہ میرا نام ہے۔  
وہ بظاہر ان کی بات سنتے ہوئے خود کو سمجھا رہی تھی۔ اسے دیر میں ملازمہ کھانا لگ جانے کی اطلاع دینے پر  
آئی۔"

"چلو کوئی کھانا لگا کر گیا ہے۔"

تیسرہ لڑکھوئی فوراً اسے ہٹے ہوئے بولیں تو وہ بیٹھ گئی۔

"اے میں نہیں لپی لپی جانے کا کلف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں میں بس اب چلتی ہوں۔"

جیڑی سے وہ اپنی طرف دیکھ کر دیکھ کر نظر اٹھا کر دیکھ رہی تھی۔  
"یہ کلف کا نام ہے کہ اسے لیا۔ اسے اپنے فکریں کو کلف ہوا ہے۔ مگر تم سارے کیا تم غیظ لانا  
میں ایسے ہی کلف لیتی ہو۔"

اس کے شانے سے چھپتا ہے وہ انہوں نے شفقت سے کہہ دیا۔ انداز میں اسے کو کاہ نام دے ہوئے گی۔  
پھر کھڑی ہوئی۔

"میں بات نہیں ان کی طرف سے مجھے اس وقت ہموک نہیں لگ رہی۔"

وہ کھڑی بات نہیں۔ خود اس کا چنگ لیتا۔ دیکھتا دیکھتا اپنی اس کے ہاتھ تو گاڑ کر لیا ہے۔ پھر تم سارے ہوا ہے۔  
خوش ہوں گے۔ اس میں تو میں کوئی نہ کوئی سامع چاہے ہو نا ہے۔ ہمیں دیکھ کر تو خوش ہو گئی ہو جائے گی۔"

وہ اس کے بولیں تو اسے اس کا سہاٹی بھرے کے لیے راستہ نہ سوجھا۔

"میں یہاں اس وقت ہیں کہاں؟"

وہ اس کے طرف دیکھ کر کہے ہوئے وہ اور حواس نظر دوڑاتے ہوئے پھر پڑی تھی۔

"پہنچے کرے میں ہیں۔ تم یہ غلطیوں میں پڑتی ہو۔"

وہ اسے اتھار لی عبت سے ہنسا کہ سرکاری ہوئی چلی گئی تو وہ میرے دوش پہ بٹھا ہر نظریں جلتے ہوئے ایر۔

پس میں سوچنے لگی۔ جس کے بارے میں یہاں اس کے کافی اندیشے مٹ گئے تھے۔ تاہم اس کی کوئی چیز نہ ملی  
کی کہ یہ وہ کچھ خاموشی ہو گئی تھی۔

"اے غیظ لانا۔" میں کی کوئی بات نہیں یہاں آنے کے لئے اس فعل پر اسے حدود سے تشریف دے رہی تھی۔  
اس لئے اس کی آنکھ کو کچھ کام نہیں تھا۔ صہیبہ کی اس کا تہا ہے کہ اس کے شوہر کا خود تھا کہ وہ بھی رخصتی نہیں  
ہوئی تھی۔ اس کے اس کا یہاں آگئے ہیں۔ آنا تھا۔ ٹھیک نہیں تھا۔

خصوصاً اس لیے کہ وہ کوئی زبان کی نظریں سے بات خاصی عجیب تھی کہ کوئی زیادتی شادی کے بعد سے ان  
کے دل سے یہ خاص شے نہ تھی کہ اس کے دل پر بھی ان کے اندر وہ بات ہے۔ کئی کئی تھی۔

اسے یہ نظریں اب رہ رہ کر اسے بچتا ہوا اور تھا کہ اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے چلے جائے گا تو کتنی جلی جان  
کی وہ چلے پڑے۔ چھلکی لپی جلی جان اندر ہی آئیں۔

"اے میرے بھی ہماری بھی آئی ہے تم سے۔"

وہ اسے بھی ہی تھکتے ہوئے کہ اس کی کوئی بات تھی اتھ کر ان کے پاس چلی آئی اس کے سر پر ہاتھ پیرھرتے  
ہوئے وہ اپنی صاحبہ مت خوش نظر آ رہے تھے۔

"اے جلی جان۔"

"ہاں کچھ بلکہ جو توڑی بہت تھری تھی وہ ہمیں دیکھ کر رخصت ہو گئی تھی۔ اس کی گفتگو میں اپنا پتہ  
طرح میں اور شفقت ایسا تھا کہ وہ اس کی خوشی کے اس کے نظریں اندر نہ کر سکی۔ پچھلے چند دنوں میں جس قدر  
وہ اندر ہی اندر مچھلتے تھے۔ کئی آج سے تو تازہ ہو گئی۔

"آپ کی باتیں خود غور کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔"

وہ کھل کر سمرکتے ہوئے بولی تھی۔

"کھلنا نہ ہو۔ آخر کل یوں ڈونڈا (After all you deserve it)۔"

ان کا انداز ہنوز تھا۔ صہیبہ کے چہرے پر سرخی ہی دوڑنے لگی۔ یہ جیوں کا نازا سے تاخیر عطا کر تھا۔  
"چلو چلو تم کھانا شروع کرو۔ ان کی گفتگو میں ساتھ ساتھ اس کے لیے نہیں تو کھانا کھانا ہو جائے گا۔"

لیلی خان نے دوش اس کی طرف سمرکتے ہوئے کہا تو وہ متوجہ ہوئی۔

"میں شکم آپ کو یہ میرے خلاف اس میں حسرت رہی کہ کچھ آپ سے حمایت ملے۔"

وہ اپنی ذمہ داری پر غور کرتے ہوئے لپی جان سے بولے تو وہ سمرکتے لگی۔

"یہ جاتی ہوں میں۔"

جیڑی نے چند نظریں میں بات چیت ختم کر ڈالی تو وہ اپنی صاحبہ سے ایک گری سا نظر پھر کر جس پر صہیبہ کی  
نہی لہوں سے پھل پڑی ہوئی۔ لپی جان نے اس میں جن قسم کی نظریں سے گھورا اس میں کھانے کی طرف متوجہ  
ہوئی۔

ایرو غصہ کا زور دوان لاک کر پڑے ہوئے ایرو کا سارا دھیان اپنے دائیں جانب کھڑی زمین کی طرف تھا جس  
کے قدموں کی لڑائی اس قدر داغ تھی کہ وہ چاہے ہوئے بھی دھیان نہیں ملتا تھا۔ وہ اس کے نزدیک سی  
کھڑی تھی اس نے پورا کار کا سارا لے رکھا تھا۔ یہ کرنا نہ توڑی۔

تھام راستہ اس کے طرف سے اس کا تھام پھیل گیا۔ کھانوں پر چلی گئی۔ وہ اپنی کاروباری لپ کا فیصلہ ایرو اور اس کا احسان اس  
کے اندر طوفان بجائے ہوئے تھے مگر اس کے چہرے کا جو دھڑکی تھا کہ وہ ستر کا میں نے اپنا تھا کہ ایک لپ کی اننت  
محسوس ہو رہی تھی۔

ایرو نے کہا، انہوں نے اسے کئی بار دیکھا تھا۔ آج پہلے سے ذرا خوش ہو گئے تھے اور گوشہ دوں ہاتھ  
رکھنے والے تھے۔ جیڑی بھی جیسے سب کچھ اپنا خود کو خلق تھی وہاں محسوس کر رہی ہو جیسے اسے زیادہ مطمئن لگی نہ  
تھی۔ اور اب جبکہ لفٹ کے ذریعہ وہ اوپر آچکے تھے اس کے اب ایک دوسرے سے ایسے جڑے تھے جیسے کبھی نہ

جنس کرنے کی قسم کھا چکے ہوں۔

ابو نے روانہ اندر کی طرف تھیل کپٹے لے کر جانے کا راستہ دیا تو وہیں سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات سمجھنے سے قاصر ہو۔

ابو دیکھ کر حیران تھا اس اعتبار سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

اس کی دھیمی آواز اس وقت آسروں کے پوچھ سے دب کر بے حد بھاری ہو چلی تھی۔ قطعی غیر متوقع استفسار تھا ابو دیکھ کر بے بسی سے جواب دیتے لگا۔

”جیتا ہے تاکہ اس کا پوچھ سے آخر تک ہلکا تھا میں گے“

”تو مجھے یہی حال کیوں ملائے ہیں؟“

”تو مجھے نہیں سمجھتا کہ یہ وقت اور یہ جگہ ان باتوں کے لیے موزوں ہے۔ آپ اندر چلے راستے میں رک کر کہنے سے بوجھ جانے سے منسلک نہیں ہوتی۔“

وہ خلاف توقع بے حد عداوت اور نری سے بولا تھا نرسن کی پگھلیں پھرنی سے بوجھل ہوئے گئیں۔ ابو دیکھ کر

میں شوریہ ہندوؤں کا ایک چھوٹا سا گمراہ تھا۔

”میں منسلک جانے کی امید نہیں کرتا۔“

وہ اسے استغلاب سے بولی گئی جیسے خیال باطل ہی بنا ممکن ہو۔ ابو دیکھ کر دھڑکنا شروع ہوا جسے اسے

نظروں سے دیکھ کر خود ہی اندر کی طرف قدم بڑھا دیا۔

یہ سوال اور یہ اعتراف وہ اس صورت حال کے لیے قطعی تیار نہیں تھا شاید اسی لیے لفظ تلاش کرنے میں

الٹ پڑتا تھا۔

ابو کا دراصل نرسن کو لارڈ کیا گیا۔

کوئی امید کوئی وعدہ نہ تھا اس میں کسی قسم کی امید نہیں تھی۔

مگر پھر بھی کسی نے اسے اس کے ساتھ ساتھ چھوڑ دیا۔ کسی امید پر کسی توقع کے ساتھ۔

لیارڈ نرسن کی بیانیہ کرشمے کے لیے وہ بے حد پختہ پخت کر دیتی۔

ساتھ ہی لارڈ نرسن ابو دیکھنے پر بیٹھا دونوں کنبھال کنبھال پر لگائے مضبوط انگیلوں کی پشت پر سر لگائے

بیٹھا تھا۔ جیسے تخت و تاج اور شوخیز زہر ہو۔

نرسن کی سبکیاں تیریں وہیں تو اسے اٹھ کر آگاہی پڑا۔

”لیارڈ نرسن خود کو سنبھال اس طرح سبکے صل میں ہوتے“

بہروردہ اسے پشت لگا کر زار و قطار رو رہی تھی۔

”مجھے اپنی ہی نے لایا چھوڑ دیا۔ لیکن تمہارا کیا۔“

نرسن اور صاحب کی کوئی انسان ہی وہاں ہو جانے پر آٹو بھی نہ بٹانے اپنے لٹ جانے کا بھی نہ

کرسیم کے انصاف سے کہہ سکتا۔

شدید جذبات غم و غصہ اور اداسی کی یورش نے اسے جیسے خود سے بیگانہ کر دیا تھا۔ دونوں ہاتھ جھٹکے

رخساروں سے بٹانے سے وہ سرخ و زرد پر قرار سے بولی۔ ابو دیکھ کر سنبھال گیا۔ جبکہ بہروردہ لگی گئی۔

یہ انداز پر اطوار اور نرسن۔

ابو نے نظر سے دیکھا کہ گروہ اس طرح رو رہی تھی تو اس کی طبیعت کا جو کچھ باقی تھا۔

وہ اسے اپنی منگول نہایت اس کا اپنے اوپر نہ تھی۔

کے لیے کافورس تو اسے بھی تھا اور دیکھ کر نرسن تو بھڑکی تو کسی اس سے۔

ملا کہ کچھ دیر پہلے کچھ خود پر حاضرت تھا مگر اس کے کہہ کے سامنے سب کچھ جیسے ہلکا پڑ گیا۔

”مگر دیکھتے رہتے ہے آپ کے گھر والوں سے ملنے والے دیکھ کا نالہ ہو سکتا ہو تو میں بھی آپ کو یہی مشورہ

دیتا ہوں کہ آپ کو اپنے خاں صاحب کے کہنے کی ہمت حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔“

اس کا مضبوط ہمارا اور حوازن انداز گفتگو نرسن کے رواں اشکوں کو ایک لمحے کے لیے غمر کیا۔

”کیسے سر کے اوپر آسمان نہ کسی قدموں کے نرسن تو اب پر صاحب جبکہ میں اس کو ایک ایسے خلا میں

بیکار اپنے آسروں پر قابو پاتے ہوئے اس کا بیڑا انداز اور مکمل کھلیا۔

میں بھڑکی سے نام پر آپ کو بے کسی کا تین تو میں دلوں کا نرسن لیکن اس طرح ہاتھ پر چڑھنے سے

فہم حالات کو قابو کرنے کی بجائے مصائب کے مجبور میں ڈوبنے لگا۔ خود کو مضبوط بنانے کے جو آثار

دھرت سے آپ کے ہمنے میں دانی ہے اس سے خود کو نکال سکتی۔“

نرسن نے اور حوازن کو دیکھنے والے انداز میں ابو نے اسے ہمت کی تو وہ ایک لمحہ کے لیے گئی۔

”کیا واقعی آپ کے نزدیک بھی یہ نکل کر ایک آنکھ ہے یا نرسن طریق ہمارے گنگے میں بھی ڈالے جاتے

ہیں؟“

”مگر اس آڑی سے پوچھنے کی ابو پر شورش ہو گیا خود کو کیڑے کر کے بولا۔

”میں نے جہڑوں کے اسیر ہوتے ہیں نرسن اور جب جہڑوں کو عنوان مل سکے تو ہنر میں بوندے اور کنوڑ

ہاتھ ہیں خاص کر جب انہیں استوار ہی اس صورت میں کیا گیا جو جب دونوں فریقین ایسے کسی بھی احساس کو

لہا میں جگہ دینے سے قاصر ہوں بہر حال آپ پہلی نرسن پر بوجھ مت ڈالئے۔“

ابو نے اسے اپنی قدر انتہائی قدم اٹھانے سے انہیں ہم سے کیا چاہیے۔ صرف صرف اور استقلال۔“

میں خود سے یوں نہیں کرنا۔“

ابو نے دیکھا۔ وہ اپنی جانب متوجہ کر کے اس نے قصداً گفتگو کو سمیٹا۔ ”خیر میں ایک جسمی مسکراہٹ

لے کر لیوں۔“

”ابو نے اس وقت آپ کے دیکھنے میں اسے بے حد شوری ہے۔“

”میرا خیال ہے اب آپ کا سونپا میں“

اسے اس متوجہ حالت میں مصلحتی نری اور دوستانہ انداز سے ہی سمجھا جاسکتا تھا اس سے بے وقوفی حیرت استعمال کیا

گیا۔ اب اس کی کھسکنا اور ان کے مفرد ہو جانے پر ابو صاحب نے اسے زندگی کی طرف لانے کے لیے

ہمارا ہاتھ تھا۔

ابو صاحب توقع اس کا خاطر خواہ اور بھی ہوا۔ نرسن ہماری قدموں اور درجہ بل سے آگے بڑھ گئی اور سامنے

ادام میں داخل ہو کر دروازہ کھول دیا۔

ابو دیکھ کر اور طویل سا بڑھنے کے لیوں سے خارج ہوئی اور دو ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے کے آرام

پر لیٹ کر بیٹھا۔

”کی بی بی اسے خود کو سنبھالنے میں لگی اور پھر اٹھ کر اس نے بیٹھ کر ابو کو فہم کر کے اپنے گھر پہنچنے کی اطلاع

”مگر یہ بیٹھنے سے بھڑکی تھی۔ خیال کیا نہیں بھول نہ گئے ہو۔“

”مگر ابو درود سے معذرت سے کہہ رہی تھی۔“

”میں آئی بھلا ایک اس طرح ہو سکتا تھا۔“

”خود کو ان سے بات کرنے کے لیے بیکار آگاہ کرنا تھا۔ اس وقت تو صرف اور صرف سوجانے کو بل چاہی

411

تھا۔ تاکہ ہوش و غریب سے بیدار ہو کر کچھ دیر اس مسلسل ذہنی انتہ سے نجات حاصل کی جاسکے جو اس کے حواس پر سوار ہوئی تھی۔

”مجھے اور تمہارے اگلے اور قریب ہی امید ہے۔ یہاں۔“  
ان کے کچھ نہیں سمجھ سکا تاثر بالکل دور سے رہا تھا۔ ایرومر جھٹک کر رہ گیا۔  
”زمین کہاں ہے۔“  
”بھٹک رہا ہے۔“

”سوئی ہیں عیاں۔“  
اس سوال پر آپس آپ اس کا توجہ دے کر خست ہو گیا تھا۔  
”آجی ذرا دیر دیتے ہیں۔ جس طرح دوری تھی اور ان سب سے شام کی ہو رہی تھی ایرومر کے لیے اسے بھلا یا ممکن تھا۔

”ہاں اس کا خیال رکھنا پڑا۔ جو اس میں اس کا قصور نہیں۔“  
”کرو یا جسے اس بات پر کیش نہیں رکھ۔“  
”آؤ اس کی بظاہر سے غلط معلوم ہو رہا ہے۔“

ایرومر نے انہیں سختی سے بند کرتے ہوئے خود کو کھینچنے سے باز رکھا۔  
”جتنی اعتراف پیشینہ آتی ہے، جتنی افلاں زمین کو آپ سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔ جو کہ ہو گیا اس میں اس کی قصور نہیں۔ لیکن اس بات کو کہ ہونا چاہیے اس کے لیے ایک اندازہ ایک strategy (حکمت عملی) بنائی ہو ہے۔“

”مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ پر ہی ہوں گی۔“  
”ہاں ہاں ساری باتیں سنیں چاہیں۔“  
”آؤ اس کے لیے خدا حافظ کہ کر سیدور رکھا۔“  
”اسے میرے خدا تھا۔ اس آئی ایل سے نکال دے میرے مالک ہے۔“

”ساری طاقت اور مدت کو آؤ اور لگا دیا۔“  
”سوئی کی ایک سے سرنگے سے ہونے اس سے سمجھنا ہے ذہن کو سکون دینے کی خاطر پتلیں موندیں اور مل ہی میں اس پر پستی سے تعاون اور مدد ملے گی۔ جس پر اسے کمال بخیر ہے۔“

● ● ● ● ●

خفیہ کردہ تو بہتر ہے دیوانو درند  
آؤ اور پکار جاتے ہیں دھیرے دھیرے  
جب سے تربیت کے اسے انھوں کی فکری تیار ہے ذرا لگاتے ہیں اس کا وہاں اس آؤ ہوا ہے بڑا گناہ تھا  
وہ فرما کے اپنے موڈ کو عادت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ رات بھی اس نے بہت خفیہ سے اپنا موڈ بحال رکھا تھا اور

فرما کو شک سا ہو گیا تھا۔  
”نہاں ہے کہ میں ہوں۔“  
”آؤ کو تو بہ ہو جاتا ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“

”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“  
”نہاں کرنا پڑی ہو چکی ہے۔“





۴۴ و نہ وہ کیا مطمئن ہوں گی وہ تو ہم دونوں کا اطمینان بھی رخصت کرنے کے درپے ہیں۔

”ٹیک اٹ انزی، فریڈ آفٹر آل شی از پوردر، یو ہونو رہ سیکٹ ہر (بہر حال وہ تمہاری ماں ہیں تمہیں!)

عزت کئی چاہیے اگر تم اس طرح کرو گے تو زہا سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔ دیکھو پھر خورداریوں کو جو نیکی

صرف شوہر کا قصور ہوتا ہے۔ بچی تو خیر بہت مکروب اور سعادت مند ہے مگر تمہارا رویہ اسے اس کھر سے بدل

ان کے انداز میں کچھ تھا۔ فرہاد کی پیشانی برزدامت کے قطرے چمکتے تھے۔

رشتوں میں بیلنس (توازن) کرنا سیکھو بیوی اور ماں دونوں کے حقوق کی پاسداری

تھنک یو ریسٹی (اور میں سمجھتا ہوں تم مجھ پر اعتماد کرتے ہو)۔

آخر میں وہ قدرے مسکرائے تھے وہ جھینپ سا گیا۔

”نہیں بیٹا ایسی بات نہیں۔ بلکہ میں تو اس گھر میں کسی کو بھی نہ امت سے ہمکنار ہوتا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس

لے لیے کہہ رہا ہوں، تم مجھ سے کہہ کر بے فکر ہو جاؤ اور جا کر زندگی سلی دوم سے زیادہ لوفوفی مجھدار ہے۔ بس

انہوں نے اس کا شانہ تختہ پایا تو وہ سر ہلاتا ان کے ساتھ باہر نکل آیا جہاں ندیا پریشان سی ٹھہر رہی تھی ان

”حاجہ منازہ! اسے ناستا دے آؤ۔“

”آپ کے لیے بھی لاؤں یا۔“

اس نے ڈرے ڈرے ہو جھمبازادہ جی اسے روکی ہوئی سیڑھی پر سے اتر کرے اور کھائی بجائی کرے وہیں  
سمجھ کر اس سے فغاہوں۔ بشکل ان سے مخاطب ہو سکی۔

۴۴ وہ شیور ادھر ہی آجانا اسٹڈی میں فی الحال میں یہیں بیٹھتا ہوں۔

فرہاد اب قدرے بہتر موڈ میں تھا۔ نیچے ڈانگ روم میں بابر بھائی اور زونیدہ بھی کے ساتھ احد بھی تھا۔ انہیں

ساتھ آتے دیکھ کر شوخ جملے کے تو مجھ پر ہونے لگا کہ یہ تو مجھ پر ہوتا ہے۔

بھول گئی تھیں۔ بہت کھلا کھلا خوشگوار ماحول لگ رہا تھا۔

فرہاد کو سی آف کر کے وہ اوپر آئی تو اخشام صاحب اس کے غمگین چہرے پر نظر پڑا۔ اس نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا کہ: "فرہاد، میں نے اپنے بڑے بہن کا کافور اٹھاتے ہوئے

محبت اور شفقت سے ناصحانہ انداز میں سمجھایا تو یہ سر جھکا کر ناخن کھرپنے لگی۔

مات ادھر اور یہ جھوڑ کر وہ خفیف کی ہو گئی تھی۔ احتشام صاحب نے مسکراہٹ چھپائی۔

”آئی انڈر اسٹینڈ بیٹا۔ ان فیکٹ میاں بیوی کے رشتے میں کہنے سننے کی نہیں سمجھنے اور سمجھانے کی روایت

ہوئی ہے مہ نہ جی۔ میں کو تمہاری رومی رومی اہوں کے ساری دامن سداوی ہوئی۔ میں نے اس سر پر بھانپ لیا تھا کہ کچھ ہوا ہے فرما دو پھر تمہارا شریک حیات ہے یوں بھی اس کی آبرو نشین بہت اچھی ہے اس

سے کچھ چھپانا مشکل ہوتا ہے۔“

بہت اچھا بنایا ہے میرا۔ میوں میں سب سے بخیر اور ذریعہ پر

”میں چلوں پایا۔“

اجازت۔ ملحقہ راجہ کی طرف سے ایک سہولت کے طور پر۔

مہمیت تھی ہی ایسی کہ بندے کو اسیر کر لے فرہاد کا اس کے لیے ”فرہاد“

• • •  
 رہنما کے سامنے، ان کے سامنے، اس کے سامنے کے آواز سے،

کئی تبھی تھک کر نہ راستے میں بندھال ہو گا یہ طے ہوا تھا

ازدے لاکھ بھائے پر ہی وہ لبورٹی طرح اٹھیں بند کر کے خود

اس کے رخساروں پر اب بھی نمی تھی۔ باہر سے ایزد کے بولنے کی آواز

تھیں۔ وہ ایک نئے وزیرانہ رویہ کی تلاش میں تھے۔

خود اس کی طرح ایزد کی ذات بھی تو بہت بڑے حادثے ایک بہت بڑے

کے پاس تھا۔

ایک پل کے لیے اسے صیبا اکرام علی پر رشک آیا جس کی زندگی انسانیت اور رواداری کا جلال ہے۔ کے مرزا ج کا حصہ ہے۔ یہی محبت

کے لو میں بہتی تھی۔

اے ایسے شفاف بے ریا اور باموت ایزد کو جانے کا جب سے اتفاق ہوتا ہے۔ اب اس نے جانتا تھا کہ اگر آخر کار اسے اپنے عزیز سے عوامنا

خوبیوں سے متعارف تھے اور یہ زمین کی خوش قسمتی تھی کہ ابی

یہ اور بات کہ اس لڑکے نے اس کی زندگی کو کس کریمک موڈ پر لا کھڑا کیا۔

ایزید تھا جس کے متعلق اس کے خیالات تھے کہ وہ الی کی طرح نخواست

ہے جس کے اندر نرمی، خلوت اور محبت مجھے جذبے نہ پہنچ سکتے ہیں۔

اس کے دل کی تمام بدگمانیاں دھو ڈالی گئیں۔ بالخصوص الہی کی خواہش

پہلے بعد اپنے ساتھ اس کے مہمانہ سلوک اور نامحانہ رویے نے جیسے

س کی کہ الی کے انجانے میں کئے جانے والے ایک غلط فیصلے کی بھیند

تھے مگر امی جی تو نہیں پھر بھی انہوں نے اتنی رات کو دوبار غصہ میں اسے

413



یہے طرح تپ اٹھا تھا کہ ہر حال وہ لڑی بل سے نہ کسی کاغذی طور پر ہی کسی اب اس کی ذات کا نصف بہترین چل  
ناشتے کی میز پر چائے کے چھوٹے چھوٹے لپٹے ہوئے ہر نامے ٹوٹ کترہی تھی حتیٰ کہ ایرو کوٹنا

”مجھے زندہ رہنے کے لیے کتنا کھانا ہے۔ اب کیا اس کا بھی حساب مقرر کیا جائے گا۔“  
اس کا جواب تپ ہرگز نہ تھا اس میں ایک بے تک سادہ مگر احتجاج تھا۔ ایرو نے محسوس کیا تو اٹھا  
”مجھے ایسا سیدہ روا رکھ کر آپ اپنے کسی بھی دکھ کا دل میں حاصل نہیں کر سکیں گی نہیں۔ یہ بات سمجھ لی

کوشش کیجئے۔“  
”آپ میرے شخص ہیں ایرو وہ اپنی صاحب میں آپ سے بڑے دلوں کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔“  
”کچھ دیر بعد آذرہ نظر آنے کی گئی۔“ انھوں نے ایک عجیب چمک چمکی گئی۔  
”مگر تو کانٹے میرے اندر آگ آئے ہیں ان کی چھین سے اب میرے لیے خود کو بچانا بھی مشکل ہے۔“  
”کپ دوا پس رکھتے ہوئے غیر متوقع طور پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔“

”کمال جا رہی ہیں۔ ناشتا کر لیں۔“  
”ایک بیکریڈ کی آواز میں در تھی۔ اس کے اٹھنے قدر کم کر کے لپٹ کر رہے بد شاکی نظروں۔  
اسے دیکھا کھانا مزہ دیا۔ چلنے پھرنے پر تھکے ہوئے ایک لڑکی نظر میں آ رہا تھا۔ وہ لڑکی سے ہونٹ کانٹے کی۔ ساری  
کی ساری تھی اور جلال کیفیت تک سے میں بے ہوش ہونے لگی تھی۔  
”میں نے کیا کیا کیا ہے؟“ اس کی بیڑہ کی ایک لڑکی اور میل فرسٹ کم تین میں سے کہا وہاں آئیں اور  
ناشتا کر لیں۔“ اور پھر میرے ساتھ کچھ بیٹھ گئیں۔

”اس کا اندازہ تھا۔“  
”مجھے نہیں جانتا میں بھی نہیں۔“  
”وہ بے اختیار کی کیفیت میں بلند آواز سے بولی تھی۔  
”آپ مجھے کتنی عجیب اور گری ہیں نہیں۔ میں نرمی کو ذلیل دینے کی حد تک اپنا لے گا وہی نہیں اور نہ ہی آپ

کو یہاں کس نبیائی کرنے کی اجازت دوں گا۔“  
”وہ بے شکل اپنا اشتعال فیلڈ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ لیکن وہ ضبط نہ کر سکی۔  
”مگر میں آپ کا شکم کرنے کے لیے خود کو مجبور نہیں کر سکتی۔ میں سچی مجھے آپ کی کوئی بات گہنی وہ عقلمانی بلکہ  
کوئی نصیحت۔ لیکن وہ سب کو نصیحت کرنا ہے بد تمنا ہو جائے گی۔ مگر بد تمنا ہی بڑے سے خود کو نہ پڑے۔  
موت اور زندگی کے الفاظ کو قدرے مہینے ہو جائے۔ چاہئے جسے جاس میں بدل جائے۔ چاہئے کہ  
میں نہیں جانتی کہ۔ نہ ہی آپ کی کوئی بات سنوں گی۔ آخر میں یہ کیوں باتوں سب کے احکامات آخر کیوں اور پھر  
آپ سے سازش رہی کیا ہے۔ کس حق سے آپ مجھے عہد دے رہے ہیں۔ کس نے اختیار دیا ہے اتنا آپ کو۔“

”جسٹ شاپ۔“  
اس کے اس طرح بلند آواز سے چلائے پر بے اختیار ہی آگے بڑھ کر ایرو نے اس کے شانے کو گرفت میں لے لے  
ہو رہی طرح۔ ”جو تو ایسا عجیب و غریب سات کی رہی ہے۔ کتنی عجیب کتنی انھیں ایرو پر مرکوز تھیں۔  
”میرا اگر جسٹ آؤٹ آف ریسنس۔ تم نہیں جانتیں کہ کیا کہہ رہی ہو کیا گری ہویت ثابت مردوں میں

جسٹ کیپ کو ایٹھ۔“  
”نہیں! آپ میرے لیے اب ایک دوسرے میں پیوست ہوئے تھے جیسے اب بھی کیوں نہ ہوں گے۔ وہ کہتے ہی لے  
اس کے ہٹلے پر ڈھیر جال چرے کو کھینچ رہی اور پھر جو زمین پر گرنے کے انداز میں تھکے گریڈ کی طور،  
چپ ہوئی حتیٰ کہ ایرو کے لیے اسے سنبھالنا ناقابل برداشت ہو گیا تو وہ اسے چھو کر لپار غصے سے ہی اٹھ گیا۔

فراد آفس سے واپسی پر زید اور وادان کے یہاں لے آیا تھا کہ وہ گریٹر کم کی باتوں کو کسی حد تک مہول جائے  
چلایاں محبت اور چاہت کا انمول سمندر تھا۔ انھیں کبھی بتا تھا جس سے یہاں ہونے والے کوہست سے دکھ  
مہول جاتے تھے۔

”غالباً خبردار نے آفس سے فون کر دیا تھا! انیس جیسے وہ لڑکی ان کا انتظار کر رہے تھے۔ فراد کو زید کا اتنا خیال رہا تھا  
کہ وہ اپنے آپ آفس کے فونے کے فیصلے پر ہی متاثر ہو رہا تھا۔ ہر حال اس نے ڈارک کے طور پر ہی دلا اور  
”جی! وادان آپ کے یہاں آکر طبیعت مہل جاتی ہے۔ ساری گفتگو ٹوٹی آئی ہے۔ جیسے آج میں کتاب  
میں تھا اور اب دیکھنا اچھا چل کر رہا ہوں۔“

”خجی! کچھ دیر صبر کرو۔ یہ ہزاروں بے ہوش فراد ان کی کی بات پر بیٹے ہوئے بولا تو وادان جیسے چوکے تھے۔  
”خیریت! سب ٹھیک ہے۔“  
”سوال اس سے کرتے ہوئے ایک نظر زید پر ڈالی وہی توہم شگاہی تھی۔ نظروں میں نظروں میں فراد کو تو کبھی مگر  
اسے شاید یہ بات وادان سے شیر کرنے کی عادت تھی۔ لہذا کہ کہی دیا۔ زید نامہ سر پر تھا کہ کبھی نہ تو توفیق  
پر اختیار کی اور برداشت نہ کرنے والی حرکت پر پہلی سے متاثر تھی اس پر فراد کہ ایک سے صاف صاف ثابت  
کہ ہاں!۔“

”اے! آفس میں کی بات کن کر وہ بیٹے تھکے ہو گئے۔  
”اب آپ ہی بتائیے! اسے خانوں میں انسان بھلا کس طرح مطمئن رہ سکتا ہے۔ بیوی سارا وقت آفس میں بھی  
ہے ہی وہ بیان کر رہا ہے کہ جانے کیا مالوں کا سا بجا بگاڑ کدو کر گئی ہے۔“ خصوصاً (ایسی صورت میں جبکہ پیلانے ان سے  
بات کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا ہے۔“ وہ پریشان نہیں تھا البتہ ایک فکر ضرور اس کی کہ زید آپ سنڈ نہ کو

چاہئے۔  
”مگر آج وہ خود راہب اور کھلی میں سرگیا تو موملوں سے کیا ڈرتا۔ تمہاری ہمارا سخت اور رحمت والی ضروریں  
لیکن ہیں تو ہاں ہی خود ہی ٹھیک ہو جائیں گی وقت کے ساتھ ساتھ پس زید امر کی ضرورت ہے۔“  
”وہ ہی تو کہہ رہا ہوں۔“ مگر کوئی حد بھی تو ہو رہے قائم کرنے ان کی توہین نہیں کی جاو وادان۔ چاہے میں ملا کس مٹی

”جی! فراد اب بس بھی کریں۔“ آخر تک ایک ایک بات کا سرا پکا کر اسے کہنے جاس کے وادان ٹھیک کہتے  
ہیں مگر اور ضبط سے کہہ لیتا پڑا ہے۔ مال کا وہ لہجہ سے مگر وہ کسی گھر میں بھی کوئی کا کچی کرنا تو نہیں۔ مجھے  
خبر نہ کہ وہ میں یہ معاملہ پیلانے آج بہت گھمایا ہے مجھے اب پیڑ پڑ جاس میں اس کا پاپ کو بچھوڑیں۔“ کی اور  
”موضوع پر بات کریں۔“  
اس کا راہروہ میں تھا کہ لوگ گئی۔ فراد نے اسے جن گہری نظروں سے دیکھا وہ پلوہ لے گئے۔ وہ میں چاہتی  
تھی کہ وادان کے دل میں یہ خیال اسے نہ لڑا یہی سمجھا میں چاہی رہی۔ یہ شادی بہت اندیشوں اور ضد شوں کے  
ساتھ ہوئی تھی اور اسے یہ خدشہ تھا۔ نہ کہ ان کا ختام صاحب سے بات کرنے کے بعد تو اس نے  
فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک چپ سو کر ہوائے فتنے کے غل کرنا ہے۔ وہ اپنے سر اور شوہر کو بھی دھاکہ کر اس  
الوس سے وہ چار نہیں کرنا چاہتی تھی کہ انہوں نے غلط فائدہ کیا ہے۔ اس نے وادان اور وادو کی جان کی حمایت  
کا بھر مہر تھا تاہم میرے علاوہ کوئی راستہ میں تقاس کیے پاس۔

”تمہارا دل تو درست ہے۔ صہیبہ تم اکیلی اپنی سارا ہو آئیں۔“ گردادی جان اور وادی کو بتا چلا تو کیا ہو گا جانتی  
”وہ جتنے اسے ایرو کی کار سے اتنے دیکھ لیا تھا وہ تیس پر کھڑی پوچھوں کو پانی دے رہی تھی کہ ڈرامہ کر کے  
دروازہ کھولے۔ پھر باہر نکلتی صہیبہ کو کچھ کر تیرا نہ دئی۔“





مجھے ہیں تان شرمین کی چمکی کے ساتھ ام یکہ۔ یقیناً وہاں سے صحیح انفارمیشن مل سکے گی۔  
وہ بڑی دور کی کوئی لڑائی کسی اجد نے ساثر ہوتے ہوئے اسے لورا "سفینہ لاج کالون نمبر لکھوایا۔ زارا  
ابھی خوب خبر بھی اسے حیرت ہوئی۔

میں نے اپنے اہتمام صاحب نے شریتم کے لیے کیا کہ طرح انہیں سمجھانے کی سعی کی کہ وہ مزید محنت سے محنت کر اب رو بہ دل کیا تھا وہ زبان سے کچھ نہیں کہیں گے مگر نظروں میں وہ کھ ہوں کہ دنیا کا دل سمجھانا۔  
 میں نے سوچا کہ وہ اس کے بعد کر رکھا تھا مگر کچھ کہنا بھی چاہتی تھی کیا انہوں نے کچھ کو کا لیا۔  
 میں نے کچھ کر رکھا تھا نظر اٹھانے کے تمام طریقے اور شریتم کرنے کی روایاں سے وہ کچھ واقف  
 تھیں۔ براہ راست گفتگو کے بغیر وہ جس شریتم کے لیے دل میں ہوسکتا کہیں کہ وہ تپ کر رہ جاتی  
 تھیں یا باہمی اور احد کی پیشی سے کہ حد تک مل جاتی شام کا آؤ پھر شریتم کے آؤ کھانک کے لیے  
 جانا مگر وہ اپنی براہ رور کے اکثر اوقات میں شریتم سے سخت متشنع بناتی تھیں۔ انہیں موقع مل ہی جاتا  
 اور وہ کسی ایک گھر میں رہتے ہوئے کہ تکیاں سے کسی کسی کی لڑکا کوٹھل سے کرتی۔  
 مگر کچھ تو میں سے اس کی طبیعت بہت بوجھل رہنے کی بھی زیادت ہے کہ یہ بھی ایک حد ہوتی ہے  
 جس سے کسی کو نہیں میں روڑی طرح سے گلے سے دوہے کہ چند دنوں میں ہی خود کو ڈال اور دست محسوس  
 ہونے کی بات فرما کر کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔

”کیا بات ہے؟“ غبار آج کل بہت ڈل ڈل رہے ہیں۔ پسلہ والی بات نہیں دی۔ مجھ سے کوئی اس کے سامنے نہیں آتا۔ وہاں میں کمرہ پھر سے  
 اس کے باہر میں آگیا۔ وہاں میں کمرہ پھر سے اس کے کتاب پر جتنے ہند کوئی تودہ جو اس کے سینے پر  
 دیکھتا تھا۔ کیا اس کو جی رہی ہے جو کئی کئی  
 ”خیر۔۔۔ ایسی تو کئی بات نہیں۔“ سرائی تھا اس کے دیکھتے تھے وہ اس کے تودہ مجھ سے لیے پر مسکرا  
 لکھی۔

”مجھے بتائیے کیا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ تم دیکھ رہی ہو یہ“۔ بالذا اس کے گرد حصار کرتے ہوئے وہ بہت محبت سے پوچھ رہا تھا۔ لڑکی اسے قہر میں شامیہ خود بخود افاقہ نہ تھی اس امر سے کہ ”کیونکہ آپ مجھے کسی چارہ دہی کی نگاہ سے ہیں۔ موسم کی لڑکی سمجھ رہا ہے مجھے جو ذرا سی آج سے پہلے کا ڈاکٹر لگا رہا ہے اب کو۔“

[illegible]

اس نے انصاف کرتے ہوئے غلط کردی تو وہ بدے چکی اسے اسے دینے کی اور اس وقت کچھ نہ بولی  
تک کہ فرما ساقیہ حالت روا پس نہ آگیا۔  
یہ بھی ایسی خفاں آگیا۔ اس کی کانفرنس آج صبح چھ بجے تک کے لیے کر کے آئی  
اس کے یہاں سمجھے کہ وہی جھجک کے مٹنے ضرور آئیں۔  
اس کے جان کر شہرے والی فرائض کو مل کر ہوئے کما مہار افرامہ اجازت دے۔  
مگر کرنا چاہتی تھی وہاں۔  
میں کیا اور پتلی بھی نہیں۔





پاؤں فرزند کو اتان کے دروازے میں تھا۔

”آج بیٹا بیچ ہو گیا ہے۔ یاد رہے بھائی، ان ایکٹس ہمارے یہاں وال اور بڑی کی ہے اس لیے ذہانے فوراً“ ہر ذرا کرنا اور گرام نہایت دینی صرف آپ کے ساتھ۔“

دست فرماؤ دیکھتی ہی غرات سے کہنے لگی کئی وہاں موجود ہر شخص مسکرایا۔ فریاد کہہ کر ٹھک سا گیا تھا تاہم وہ بھی مسکرا کر اٹھ لی بات دیکھ کر کہنے لگا۔

”کوئی بات نہیں میں تو بے گھر ہوں۔ وال بڑی سب طے کی۔“ وہ چند دنوں میں غاسا فریک ہو گیا تھا۔ ہزاروں کو سلام دعا کر کے جب ایک بک بکرتین میں آکر بیٹھا خوب ہنسنے بلند ہوتے اس کی بدولت۔

”وہ تو ٹھیک ہے مگر کہا میں اس قدر بے پناہ ہے کہ ہمارے علاوہ میں نہیں کھا سکتا۔ سوئی آپ کو آج باہری رجوع کرنا ہے۔ گاہ“ صہیب نے مزید سننے کی بجائے۔

”کیا جرات ہے بھائی آج کچھ سے نکالنے کی اس قدر کوشش کیوں کی جا رہی ہیں۔“ وہ یکدم بھاگتی ہی طرف ملتا تو وہ مندوں کی طرف بھاگتے ہوئے کئی خیزی سے ہنس دیں۔

اسی دوران کیرا آئی اور زونا نے اسے آگس۔ ایک کچھ کو وہ زونا ہی نہ دیا۔ سنگھار تو وہ پیش ہی کرتی تھی مگر آج خوب کچھ زبانی ہی تھی۔

اور دو ہندوستان کو لے کا خوف نہ تھا تو وہ ضرور نظروں کو سیر کا مگر بھاری گھر کے موجود غرات لاؤنچ میں آئے اسے اور وہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ آدھا کھنڈا اس کے سبب شپ کا گانے کے بعد وادی۔

جب باغیچہ خاص زونا کا شمار ہوا تو وہاں بھی مسکرائیں اسے اس حد تک گھر کے سب امین چھوٹے باہر تک آئے تھے مگر خیر طے اور دلیلی مسکرائیں اسے اس حد تک گھر کے کوئی خاص بات ہے۔ بھی ذرا دور گاڑی کے جاتے ہی اس نے ایک طرف ہوتے ہوئے اسپینہ چلی

کر دی۔ ”وہ اب کوہ۔ آج ایک کون سا خزانہ ہا ہا گک کہے کہ تمہاری صورت بچائی نہیں جا رہی۔“ زونا خوف نظروں کے سامنے بھاگتے ہوئے چھوٹتی جا رہی تھی۔

اس کے سوال کرنے پر یکدم ہر سکون ہوئی اور پرس سے پورٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تمھاری۔ ”کیا ہے؟“

”بہم سا انداز فریاد کو زبان کیے دے رہا تھا مگر جب کار کی لائٹ آن کر کے ”خوشخبری“ کا متن پڑھا تو اسے اس باتوں میں بھرا۔

اودھ وہ دنوں جس قدر خوش و خرم تھے اودھ ہر گھم کے تو راستے ہی قطب تک ہو رہے تھے وہ وہاں کے لیے اٹھتا تھا بے بغیر سیکر رہتے چلی گئی اس بات نے انہیں پراثر کیا تو تھا۔

”مہا لادج تمہارے گھر کی ہو۔ تمہارے ذہانے مجھے سے پوچھا تھا۔“

”ہنس رہے ہیں امانی بے مانتیاں یہاں رکھا میں۔ معلوم ہے مجھے سب کچھ۔“

”اس معلوم ہے نہیں تم کہیں گے تو تو کچھ معلوم بھی ہو۔ اس نے تمہیں فون کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر تم کہاں ہو کسی کو معلوم ہو تب ناں۔ موبائل بھی تم نے آف کر رکھا تھا۔“

وہ بھی یکدم ہوش میں آئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر کے مطابق انہیں ٹھیک ہونے میں ابھی کچھ وقت اور لگتا تھا تاہم اس کے لیے صرف بیڈ ریسٹ اور مددگار کلینک میں۔ لہذا یاد صاحب مہمہ ہو گئے لہ انہیں ڈسچارج کر دیا جائے البتہ ابھی اس کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔

بمست عرصہ بعد وہ سب خوش ہوئے تھے نہ صرف اس لیے کہ یاد صاحب موت کی دہلیز چھو کر لوٹ

فریاد اور زونا کا لانا ہوا ایک ان کے ہاتھ میں تھا۔ بہت عجیب دوستانہ مزاج کی تھیں زونہ بھی۔ یوں خوش ہوئی تھیں جیسے انہیں یہ خبر ملی ہو۔ کبھی کبھی زونہ ان پر حیران ہوتی وہ وہ کیم کی بھائی کو لٹی ہی نہ تھیں۔

”مارک وہ انکل آئی۔ لوگ اب دادا وادی سے بنوا رہے ہیں۔“

بے تکلف تو وہ بیٹھ گئی تھیں اس وقت خوشی میں کچھ اور ہو گئیں۔

ذرا دیر کے بعد وہ دنوں بری طرح بھرتے سے سوئی طور پر اس جبر مجیدہ ہو گئے فریاد اور زونا کے چپکے چپکے بھی اس دوران کرے میں آچکے تھے۔

”اسطابق“ مگر یکدم کی آنکھوں میں یکدم خوشی کی لہر اٹکی۔ وہ صبا میں ہی زونہ کی طرف دیکھتے ہوئے بے تکلف لکھیں گمان ہو گیا اسے نہارے میں ہماری ہیں مگر جب انہوں نے شمالی شمالی زونا کی طرف اشارہ کیا تو بے گھر کے وہ غم ہی نہیں۔

اندری اندری زونہ کی طرف سے اس خبر کی کتنے عرصے سے منتظر تھیں۔ ایک آدھ بار اشارہ بھی ہو چھا تو انہوں نے کمر لیا کہ ایسی کوئی بات نکالیں تھیں اور اب جو چاہا تک زونا کے دھوسے یہ خوشخبری ملی تو وہ کچھ نہیں کر کیا کرتے۔

بالا خر پانچ ماہ اور صرف ایک طرف رکھتے ہوئے محض اس ایک خوشی کے چھٹکے احساس سے لہاں بھرے دل کو سنبھالیں وہاں آدھ برس وہاں سے اس کی طرف بڑھیں۔

”مارک ہو۔“ اس کا شانہ تھپتھا کرے ساتھ فریاد کو گلے سے لگایا تو ان دنوں کے شکوک بارش میں رملے ہوئے پتوں کی گردی طرح بے تکلف تھے۔

خوشی اور مسرت کا یہاں احساس ابھی تھا کہ زونا کے قدم زمین پر نہیں ٹک رہے تھے ایسی خوشی تو اسے ڈاکٹر سے پورٹ ملنے پر بھی ہوئی تھی مگر یہ کیم کے شانہ تھپتھا پائے تھی۔ فریاد نے اسے دیکھ کر خوشی سے انگھاری تو وہ غم سے دھیر ہو گئی۔

انتظار صاحب نے بھی اس کے سر پر ہاتھ چھیر کر پتہ ٹوٹ اسے تھامے تو وہ باوجود انکار کے ان کے آگے گھڑ نہیں گئی ایک لمحے کے لیے زونہ کا چہرہ بھی پکا کر دیا۔ ان کے نیچے کی خرابی تو ان کی بھی کی گھبراہ کوئی الجھ نہیں تھی چنانچہ یہ تھے وہ خوش تھیں مگر آج یکدم ایک اٹھنے احساس نے انہیں چھو

فان۔ فطری طور پر ایسے ہی ہونے کا احساس انہیں دلی ہی دل میں سرشار رکھتا تھا۔ گوکہ وہ اس کا اظہار نہ کر سکتے مگر چاہتی تھیں کہ ساس کی نظر میں دوسری ہو گا کیا مقام ہے مگر آج اس کا بلکہ بھاری دیکھ کر گھر کے لیے تو وہ بھی ڈول کر آتھیں مگر وہ خود وہی تھیں۔

تھوڑی دیر میں احد اور بار بھی آئے تو وہ شور شرابہ ہوا کہ زونا تم چپکار اپنے بیڈ روم کی طرف چلی۔

”تو پتہ نہیں لوگ کہتے ہے شرم میں۔ بھائی کو دیکھو بار بھائی احد اور پاپا کا بھی لحاظ نہیں کر رہی تھیں۔“ وہ دھمکے میں اگر کئی دیر سوچیں ہی شمالی رہی۔

”اس وقت سوچوں کو اس وقت پر تک گلاب فرما لے ابرا سے خود سے قریب کر لیا۔“

یاد صاحب کو ہوش میں آئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر کے مطابق انہیں ٹھیک ہونے میں ابھی کچھ وقت اور لگتا تھا تاہم اس کے لیے صرف بیڈ ریسٹ اور مددگار کلینک میں۔ لہذا یاد صاحب مہمہ ہو گئے لہ انہیں ڈسچارج کر دیا جائے البتہ ابھی اس کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔

بمست عرصہ بعد وہ سب خوش ہوئے تھے نہ صرف اس لیے کہ یاد صاحب موت کی دہلیز چھو کر لوٹ

آئے تھے بلکہ اس لیے بھی کہ گزریے بائیس برسوں میں پہلی مرتبہ وہاں بچوں کو مل سکے تھے ایک دوسرے سے جس کا نولہے نے بھی تصور نہیں کیا تھا۔

سائوں کے ملال اور دکھ دیکھ کر وہاں اور تشنگیاں ختم ہونے لگی تھیں۔ مگر اس بار زمین کا مسئلہ پریشانوں کا بیج نہ ہوا تھا۔

ابو زیادہ صاحب کی طرف سے مطمئن ہوا تھا اسحاق صاحب کے ساتھ اپنی جانے لگا غار غ رہنے سے ذہن اور بریشان ہوا تھا۔ زمین نے تو اس دن سے خود کو بالکل ہی خاموش کر لیا تھا غالباً اپنے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ہونے والی یاد کی کا ساس اسے بھی ہونے لگا تھا۔

دن چھ اور گزریے تو اس نے وہاں پاکستان جانے کا پروگرام بنایا۔

ابو صاحب کی طرف سے اب تو سب کو ہی اطمینان تھا انڈیا اس نے سوچا کہ بیگم اور سے اس بات کا تذکرہ کرے اور ایک شام اس نے موقع دیکھ کر انہیں اپنے خیال سے آگاہ کر دیا۔

”مگر شاید تمہاری وجہ سے میں جو حارس ہے خاص کر تمہارے انکل کے لیے تمہارے بغیر رہنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔“

وہ اسے کس طرح جانے کو کہہ رہیں۔ جس کے اہل کے باعث انہیں ان کا سہاگ واپس ملا تھا۔ ان بچوں پر وہ بڑا ڈاؤن کرتی تھیں مگر اس نے جو بے لوث قربانی دی تھی اس کے احسان تلخہ وہ ماری زندگی بھر اسے دیکھ کر اس سے کہہ رہے تھے۔

”وہ تو تمہیک سے اپنی عمر کر چکی میں بی بی جان اور بابا بالکل ایک رہ گئے ہیں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ ہمارے سارے رہنے اور پاکستان سے باہر رہتے ہیں۔ صبح کی پہلی کی طرف سے کٹنی چوڑھ مل جاتی ہے مگر کسی کی ایمرہ چکی میں بی بی جان پریشان ہوا کرتی ہیں۔ اٹھو باہر نہ دو مزاری کا بھی کام ہوتا ہے۔ میں نہیں چلا جاؤں تو فکر رہتی ہے اس بار تو آپ کو بھی ادھر چنی چنی ہیں۔“

ان کی بات پر وہ سناڑ ہوئے ہوئے سختی سے بولے تو بیگم اور صاحب نے نظر نہیں اٹھائی۔

”میری بی بی جان آپ اسے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھیں کہ چاہے جو کمریاں زمین کا معاملہ بھی ہو نہی انا ہوا تھا وہاں میں اس کے چہرے سے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ میرے پریشان ہے ابڑے کے چلے جانے سے۔“

اور بھی اب یہ سید ہو جاتی اور پھر ابو صاحب نے یہ جانے لیا کیا سوچ رہا تھا۔

”اب سوچ میں بڑگی ہیں اپنی۔ انکل سے میں خود بات کر لوں گا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بات سمجھ میں آئے گی۔ انہیں معلوم ہے کہ بی بی کی محنت کے پیش نظر میرا دل رتنا کتنا ضرور ہے۔“

ان کے چہرے پر بخیر نہ سچوں کے تانے بانے اب سے بہت کچھ یاد کر رہے سوان کی تسلی کی خاطر بولا۔

”وہ تو تمہیک ہے لیکن زمین کا معاملہ۔“

نظر نہ گا رہہ یوں بولیں جیسے سخت سخت محسوس کر رہی ہوں۔ سوال ایسا تھا کہ ابڑو ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ جمادی ہو گیا۔

”ماتے پر خشکوں کا حال میں اچھا تھا فوری طور پر وہ کچھ بھی بولنے سے خود کو باز رکھ رہا تھا کہ کہیں کچھ ایسا نہ کہہ دے۔ اس نے ان کی دل کی تانے بانے آزادی ہو۔“

بیگم اور سے قدرے خوف کے بعد نظر اٹھائی تو وہ اب بھی سمجھنے سمجھنے کی طرف تھی۔

”میں اندازہ ہے بیٹا کہ تم کس مشکل میں پڑے ہو مگر میں کچھ نہیں کیا کر لیا ایک طرف بیٹے سے دوسری جانب شہرہ یاد کی حالت ابڑے سے بہت تر ہے مگر بھی انہیں یہ جتنی کا چاہیے بائیس اس کا فیصلہ میں کر نہیں سکتا رہی۔ تمہاری مشغول اور مجبوروں کا بھی احساس ہے اور اپنی بے بسی کا بھی۔“

بیٹھ کی تندر خیز ہو چکی تھی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ خود کو اس دلدل میں پھنسا محسوس کر رہی تھیں کہ دم مٹا جاتا تھا۔

”آپ پلیر زیادہ ذہن پر جو بھ مت لیں اپنی میں خود ساری بات سمجھتا ہوں مگر اس وقت یاد رکھ لیں کہ بیٹھنے کے پیش نظر میرے خیال میں انہیں اس سارے معاملے سے بے خبر دلائل عام رکھنا ہی درست ہے۔“

وہ بڑے غصے سے بولے لیکن کد رہا تھا۔

”لیکن کب تک۔“

”جب تک کہ وہ سب جو حل سے برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔“

”تو بیٹھ کر اور ہی سوچے بیٹھے ہیں۔“

بالا خرچوں نے قدرے دیر تک بیٹھے تھے کہ بی بی دیا۔ جس پر ابڑو کا چوکنا لازم تھا اور اسی لمحے اندر آتی زمین کے قدم بھی واپس نہ گئے تھے۔

”کیا سوچے ہوئے ہیں۔“

”بہت دیر زمین کے حوالے سے تمہارے حوالے سے۔“

دے دیے انھوں نے انہوں نے بہت کچھ بتایا تھا۔ وہ دونوں یکدم جھپکے کی طرف ان کی ندیں آئے تھے زمین نے بے ساختہ پر وہ تمام لیا تھا۔ جبکہ ابڑو کی بھی حالت کچھ اچھی نہیں تھی۔

اس نے بڑا توان دونوں نے ہی کچھ نہیں سوچا تھا۔ ذہن کی رسائی اور کوئی تک نہیں نہیں مگر ابڑو دونوں سے بھر کے بولے کھل گئے تھے۔

”میں ان کو کیسے دل میں سب بات بتاؤں مگر اچھی کن ان کی بات بہت اسٹیل نہیں ہوئی ہے۔ میر اور زمین کو اسحاق صاحب نے ڈاکٹر ابڑو کے کہنے پر سختی سے منع کیا ہے کہ کوئی ان کے خلاف خواہش اٹھ نہ کریں۔“

وہ کہہ رہی تھیں۔ ابڑو نے فکر مندی سے ان کی طرف دیکھا۔

”وہ تو تمہیک ہے لیکن اب انکل ایسا چاہتے ہیں۔“

”وہ جانتے ہیں کہ تمہارے والدین سے اس سلسلے میں بات کریں اور میں سے تم دونوں میرا مطلب ہے زمین کو تمہارے ساتھ یورپ کے دور پر بھیجا جائے اور اس ضمن میں انہوں نے میر کو پرنس کی تفصیل بتائی شروع کر دی تھی۔“

وہ بہت پریشان سے تارہی تھیں زمین کے ساتھ سے پر وہ چھوٹ گیا۔

”میں اس سے اندر بار بار ایک ہی لفظ کا برداشت ہونے لگی تھی۔“

”لیکن یہ تو اسپا سیل ہے اپنی۔“ ابڑو از حد پریشان میں اٹھ کھڑا ہوا۔

بے ساختہ نظروں دازے پر کھڑی زمین پر دی۔ جس کا چہرہ یکدم زرد پڑنے لگا تھا اس سے نظر ہٹاتی وہ بے ساختہ بے چینی سے وہ دم آگے بڑھ گیا۔

چہرے پر صاف کھٹکھا تھا کہ ابڑو اب بھی مصلوب مت کرنا۔ وہاں یوں خاموشی سے میرے وار پر ہٹے کا تماشہ نہ لگتا۔ اگر نہ انہیں سننے تو یہ زمرداری مت اٹھانا کہ کہیں پھر میرا آتشا نہ بجے۔

”میں جانتی ہوں میں اس لیے تو پریشان ہوں۔ اپنی یاد رکھ لیں کہ میرے بزرگوں کی خوش کرنے کا دھی ر ہی تھی کہ تم نے پاکستان جانے کا پروگرام بنایا کیا اس صورت میں تو یاد رکھ لیں کہ بغیر اس جانے نہیں دیں گے۔“

وہ زمین کی آمد سے بے خبر تھیں اس لیے بہت آسانی سے کہہ ڈالی تھی۔

”اگر نہ ہو۔“

نہیں اس نئی افتاد پر اس بری طرح بیکاری کہ بمشکل آگے بڑھ کر موصے کی بیک تھامی جس پر زہو نیمک  
متکون تھیں۔

”وہ کیا کاؤ۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ یہ معاملہ اس حد تک پیچیدہ ہو جائے گا۔“ ایزد بالا سر قہقار کر بیٹھ  
گیا۔ حالات ہر طرف سے اسے دباؤ میں لا رہے تھے۔ جانے کیا سوچ کر نظر نہیں لے چہرے پر ادنیٰ جو  
دھڑبھڑاہٹ سے سفید پڑا جا رہا تھا۔ وہ مقرر نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی کہ جانے وہ کیا فیصلہ  
صادر کرے۔ خوف اور سر ہراس کی اس کی آنکھوں سے ٹپکتا رہی تھی۔

بیکم زہرہ خود در سے ٹوٹ کر زہوی بیٹھی تھیں جس کے کو تو انہوں نے ساری بات کہہ سنائی تھی مگر اب  
در زہویہ نظروں سے ایزد کے سر پر بھی رہی تھیں۔ والی اولاد پر تو اس کی ہمت نہیں چلتی۔  
وہ تو ایزد کو ہر دوی اور ادا خان شادی کی آپ تک چپ چاپ سمجھ ہی رہی ہر داشت کہ چلا آ رہا تھا  
مگر یہ بہت زیادہ تجاہد اس کی ہر دوی اس کے فاطمہ کی نظر میں نہ آتا تھا۔ اسے قطعاً اندازہ نہ تھا۔  
وہ چلائی فیصلہ ختم زدن میں ہوا تھا اور اسے سوچنے کے لیے وقت یا سہلت ملتی تو کبھی وہ اسے صور حال کا تصور  
نہیں کر سکتا تھا۔ جو کہ اس وقت سامنے آئی تھی۔

”میتا تھیں زیادہ پریشان ہو۔ لکی ضرورت تھی۔ تم نے جس طرح مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا ہم  
اسے بھولے نہیں ہیں۔ میں نے تو صرف وہ بتایا ہے جو یاد رہنے سے سوجا ہے۔ مگر یہ سمجھوئے تو نہیں  
دیں گے۔ نہیں نے بہت صاف نظروں میں کہہ دیا ہے کہ وہ سماری اور صہبی کی زندگی میں کوئی زہر کھونا  
نہیں چاہتی۔ میری بیٹی ابھی لڑکی ہے لہذا تم کو غم نہ کرو۔ میں یاد رکھتا ہوں اور نالائقی کی پوری  
کوشش کر رہی ہوں لیکن اہل ان کی بات سمجھو۔ کتنا سارے یہاں ہوں۔ بہت سے بہت  
ڈھارس نہ تھے۔ کل میں ڈاکٹر اس کے ساری صور حال ڈسکس کر لی اور پھر کرنا ہے اس  
حساب سے طے کیا جائے گا۔“

ایزد کے اس طرح پریشان ہو جانے سے بیکم زہو کو بلا خواہ سے سمجھانا پڑا۔  
”جی۔“ وہ ہنسنے لگا۔ ”مگر کراؤ گئے ہو۔“

”ان ایکٹ میں نے لی لی جان اور بابا سے ابھی تک نہ کہہ سکی کہ میں کیا۔ فون پر آتی رہی بیٹھ کر نہ میں انہیں  
کہہ جاتا جانتا ہوں اور نہ یہ میری بات سمجھ سکیں گے اس کے برعکس یہ سمجھا کر ان سے کل رعب  
کھوں گا۔ لیکن اب جو یاد اور اٹکل کی بڑا ٹنگ ہے۔ یہ بتانی ہے اس نے مجھے شہنشاہ میں ڈال دیا ہے۔“

پیشانی دو دو انگلیوں سے مسکتے ہوئے کہہ کر۔ ”بیکم اور اٹھتے ہوئے بولیں تو یکدم اپنی پشت پر کسی کی موجودگی  
”میں نے کہا تھا کہ تم سب کو نہ۔“

کلاس اس بات سے بے خبر۔  
نہیں بہت ناگفتہ بہ حالت میں کھڑی ان دو فون کو دیکھ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے ان کے اعصاب  
بالکل ٹپک گئے۔ وہ اسے پریشان نہیں لگتا جانتی تھیں۔ چند منٹوں میں اس کی رکت خطر کا حد تک  
زور پکڑتی تھی۔ ہر لمحہ خوف ہراس ہلکے اٹھنے لگی اس کی آنکھوں سے جھانپتے رہتے۔ یاد صاحب کے  
پوش میں آنے کے بعد وہ دین دن کا ٹوہم خوش نظر آئی مگر اس کے بعد وہ بہت سے بچپن اور  
فکر میں نظر آنے کی بھی تھی جس کے باعث انہوں نے قصداً اسے کچھ بتایا نہ تھا مگر اب تو وہ سن چکی تھی۔  
ایزد کی اس پر نظریہ ایزد کی پریشان ہوا تھا۔

”اس کی۔“  
وہ اس سے کہہ سکی تھی اور پھر ان کے سینے سے لگ کر سکھائی تھی۔  
”کہو وہ زانیہ نہیں۔ بیٹا جس کو دل پر جو بہت ملو میں ہوں۔ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یوں اعصاب  
ایزد کے سامنے وہ جس طرح جانتے ہو چھوڑ بیٹھی تھی ایزد کی رہی کسی بہت بھی جواب دے نہیں۔

یہ لڑکی تو ایک لمحے کے لیے بھی اس کی رفاقت و داشت کرنے کی راہ راہ میں اور خواہ اس کا دل صہیب  
کے نام سے دھڑکتا تھا۔ پھر کہیں نہ۔ لڑکی ان کے بارے میں ایسے فیصلے کرنے لگا ہے۔ آخر کون کون  
ابھی ایک کدو باب میں ایک کھنوس میں بیٹھنے سے مصر ہے۔  
اس کے اندر بار بار لکھتے شورا اٹھنے لگا تھا۔ ایک لمحے کے لیے رک کر اس نے نہیں سے کچھ کہا چلا مگر  
فصل اب پیچھے کر لیے لیے ڈک بھر کر گھر نکالی گئی۔

”بس جیسے میں نے آپ سے کہا ہے دیئے تمام اختلالات کو ادویں اور ہل کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔  
سارا کام آپ کو اپنے کلاس ہو۔“  
بڑے شگوارا دروشن بیٹھے۔ ”وہ احاطہ صاحب سے فون پر محکام ہے۔ بیکم یاد اور ایزد دوڑانے پر  
رک گئے تھے۔ مجھے نہ دوسری جانب سے کیا جواب ملا کہ انہوں نے مطمئن ہو کر فون بند کر دیا۔“

”چلیے نا تندر بہاں کیوں کر گئے ہیں آپ کو۔“  
عقب سے شرمین کی آواز آئے۔ وہ دونوں طرف دیکھنے لگے۔  
”السلام علیکم۔“  
”وہ عظیم السلام۔ میں ابھی تم کو فون لوی یاد کر رہا تھا۔“  
خوشی سے جھلکتے تھے ان سے خطاب ہوتے ہوئے ان کی نگاہیں دروازے تک جا کر نکلیں۔ ”کیا  
ہات سے نہیں آئی۔ یاد رکھی صاحب سے۔“

”جی۔ یاد رکھا۔ راسل ایزد کا پاکستان سے فون آیا تھا۔“  
زہو نیمک نے ہی کلا کھار کر بات کر لی شروع کی۔ وہ ابھی ابھی ڈاکٹر اس کے تمام معاملہ ڈسکس  
کر کے آئی تھیں اور ان کے خیال میں یاد صاحب کو دیر سے دیر سے تمام صورت حال سے واقف کرنا  
بہتر تھا۔ اب انہیں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ وہ کس طرح ان سے بات کریں گی۔

وہ یکدم مسکراتے تھے۔ دوست کی یاد میں سرگرمی تھی۔  
”بہن کی تو فون۔“ ”کیا یاد رکھنے کے انامانی کی مسکراہٹ کی ہو گئی۔“  
”ہوں۔“ اٹھو ابھی اور نہایت سلائی تھی۔  
”اسے میں ان کی ہی خواہش ہوئی کہ وہ اس کی شادی کا فیصلہ خود کریں مگر حالات ایسے ہو گئے کہ وہ  
بے ساختہ ہی کہہ گئی تھیں۔

یاد صاحب نے یکدم ہر جگہ کر ان کی طرف دیکھا۔ مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔  
”ہوئی یہ ایسا دوست ہے زہو۔ وہ ساری بات سمجھ جائے گا۔ میں اسے بتاؤں گا کہ کس طرح اس کو  
حالات میں۔“

”مگر کیا بہت بڑے بڑے ہن سے یہ ہر اعتبار چھین لیا کہ وہ اپنے بیٹے کی زندگی کا فیصلہ کر سکیں۔“  
”یہ میں نے کہہ کہا نہیں تو صرف یہ کہہ باہوں کہ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔  
پلے تجھے ایک فیصد بھی اپنی زندگی کی امید نہ تھی۔ یاد اور زہن کی شادی کا خواب اگرچہ میرے سینے  
نڈکے رکھا ہو۔ شاید میں ایسا سوچ گیا ہوں یا نہیں اس امر کا کہ میں نے میرے سے ان دونوں کے لیے  
یہ فطرت نہ رکھا تھا۔ شاید میں نے ہیمنسٹ کوئی بھی پھر کی دونوں سے میں نے بہت بڑی مشق کی ہے اس کی  
پہنڈ کے مطابق تو ذہنی شگ و خو کو اپنی شروع کر دی تھی۔ سوچا تھا کہ اچانک ہی سر راز دونوں گا۔ مگر  
حالات ایسے ہوں گے تصور نہیں کیا تھا۔“

بیکم زہو کی بات پر انہوں نے بہت عجیبی سے کننا شروع کیا تھا۔ یاد اور شرمین چپ چاپ ہل پاپ  
کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ خود ہر پریشانی سے عاجز آئے ہوئے تھے۔

”ہاں۔ وہ دو ٹوک اہل صحیح کلمہ آپ نے مگر خیال کے کہ ہوا ان صاحب اور بیگم ہوائی کے لیے یہ سارا معاملہ یوں سمجھ لیتا ہو گا مشکل ہو گا۔ لہذا بہتر یہ ہو گا کہ آپ باستان بیچ کر ساری بات اس میں خود سمجھا سیں اور پھر بچوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنا آخر اربابوں کا مینا ہے آخر ان کے بھی تو کچھ ارمان ہوں گے۔“

وہ بڑی سبک رفتاری سے بول رہی تھیں یاد صاحب جیسے سوچ میں پڑ گئے۔ میرا درو شرمن نے بھی حسب توقع ان کا ساتھ دیا تو یاد صاحب کو ان کی رائے کرنی پڑی۔

”اگر کے حسب کا مینا اہل ٹھیک ہے۔ شاید میں ہی جلد بازی کر رہا ہوں دراصل ان چند لوگوں میں زندگی کی بے ثباتی نے بہت دھلا دیا ہے مجھے۔“ اس چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ کر جاؤں۔“

محنت یا ش فظوں سے سامنے بیٹھے میرا درو شرمن کو دیکھتے ہوئے وہ مدت لگ کر تنگی سے کہہ رہے تھے جس پر وہ بیٹوں بے اختیار ان کے نزدیک آ بیٹھے۔

”اے مت مت میں آپ کو اب کچھ نہیں ہو گا۔“

بیگم یاد صاحب نے بھی یاد صاحب کو ان کے معلوم تھا کہ میں یہاں یوں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہوں۔ وقت کا کچھ مجھ پر ہوسہ ہو رہا ہے۔ وہ یاد دلاؤ کے معلوم تھا کہ میں یہاں یوں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہوں۔

مجبور ہو جاؤں گا۔ جس اس کے میری خواہش ہے کہ جلد از جلد بیٹیوں کو ان کے گھر تیار کر کے میرا کورسز کے تمام اسرار درو روز سمجھا دوں۔ اور میرے سکون سے انھیں سونپ دوں۔“

”بیگم اب ایسی باتیں مت کریں۔ ابھی تو بیچ معوض میں زندگی شروع ہوئی ہے ہماری۔“

شرمن نے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے ہوئے محبت سے کہا تو انہوں نے دوسرا ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔

”ابھی مجھے بھی ایسی ہی لگتا ہے جیسے میں نے کسی نئی دنیا میں قدم رکھ دیا ہے۔“ وہ کہہ رہے تھے۔

”ہاں اب اپنے ٹھک جانے کی خواہش ہے۔“

”میں نے یہاں چاہے ہوں کہ جب ہم پاکستان واپس جائیں تو وہیں جا کر ساری خوشیاں ایک ساتھ منائیں۔“ شرمن نے اسے چاہتے تھے کہ اس کی جگہ لہجہ کی ضرورت تھیں۔ میرا خیال ہے کہ ہوا ان بھائی اور بیگم جی سے بات کر کے یہ سارا معاملہ طے کر لیں گے۔“

زہو بیگم نے ایک بار بھڑکا۔ ”بیگم یاد تو وہ سہلا کر خاموش ہو رہے۔ جس پر ان بیٹیوں نے تشکر سے گہری سانس لی۔“

انداز اہل تھا جیسے کہ حوں سے کوئی بھاری ہاتھ اترتا ہو یاد صاحب کی ہمیش فظوں سے یہ منظر حسب نہ سکا۔ وہ آج کل اس قدر حساس ہو رہے تھے کہ ذرا ذرا سی بات ان میں بہت محسوس ہو رہی تھی۔

پانچویں میں شرمن کے چہرے کا پیکچر ان اور اربادری انھوں سے تھا۔ لگتا تھا انھوں نے بڑی فصاحت سے بحث شروع کر لیا تھا۔ اس لیے یہ پروگرام انہوں نے بیٹا تھا کہ وہ دونوں زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارا کریں۔

مگر اب ان میں محسوس ہو رہا تھا کہ بیگم یاد بھی ان میں نہیں جاکر اس فیصلے کو انہوں نے بھی زندگی میں کوئی بار پھر کسی اختلاف کے قول کر لیا تھا۔ کسی کی سیال کر لیا۔ پھر وہ عرض نہ ہوئی تھی۔

مگر جانے کیا تھا جو ان میں ٹھک رہا تھا۔ وہ بظاہر خاموش اور قائل تھا۔ یہی وہی دل میں یہ خیال سرعت سے قوت پکڑ رہا تھا کہ کچھ ایسا ہے جو ان سے چھایا جا رہا ہے۔ بھلا وہ کیا ہو گا؟

فون تیل بہت تیز چل رہی تھی اسے لگا جیسے کہیں دوسرے کو آواز آ رہی ہو۔ نیند کے خماریں کتنی ہی دیر تیل

کی چنگا کو اربادری ہم سمجھ رہی تھیں کہ وہ والا بھی بڑے مہربان ملک تھا۔ انتظار کرتا تھا کہ اس کی آنکھ کھل جائے۔ اس کا وہاں قائم ہوئے تو غور کیا۔

لاڈلی نہیں کرنا تھا۔ بچے جابا تھا۔ اربادری جانے کہاں تھا کچھ پریشان سی بیڑہ دم سے نکل نکلی۔ اربادری غیر موجودگی اور دوسرے کے گندرواز سے بے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ سہا ہے۔

آج ان کی کوشش ہو رہی تھی کہ ان کا قہا کے بچے کو آواز دے۔ ”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”بھولا۔“ اربادری نے فون پر جاکر ان سے کہا کہ اگر کچھ اور اٹھایا۔

”وہاں گاہ“  
 سن ہوئے تاغ نے جب بالکل ہی ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو اس نے رسیور کر لیا پر پشیمان ہو کر

”چلو! اسے فون بند کر دیا۔“  
 ایروڈ کی دم بھٹکا گاتا۔ زمین کی سکپاں اب تک سناں دے رہی تھیں جانے کس کا فون تھا جس نے اس کی  
 گواہی سن کر فون بند کر دیا تھا۔ اس کے خیالات کی پرواز دور تک گئی ان ہی سوچوں میں غلطیاں نہ اٹھ کر اس کے  
 پاس آیا۔  
 ”مکون تھا زمین، میری آواز سن کر جس نے فون بند کر دیا۔“  
 سچی خیر اور تیر جوتج صور قتل نے اس کے لیے کی نہایت کوجذب کر لیا تھا۔ زمین نے بے قشاشا سراسیمگی  
 میں ٹھہرے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔  
 تو کوا صاحب نے یہی سمجھا ہو گا جس کا اسے تھا۔  
 اب جانے ایروڈ روئے اس کے تیر اور اس کا دو عمل کیا ہو تا۔ یکدم اسے اپنے بڑے لپار منٹ میں خوف  
 کہ نہ لگا۔ چاہا آپ کیا لگا۔

”وہ ہوا۔“  
 ”کھا ہوا۔“ آپ کی آواز خوفزدہ کیل ہیں۔ کسی نے ڈرایا ہے آپ کو۔“  
 ایروڈ نے اب بغور اسے دیکھا تو جیسے صاحب بھجنا گئے اس کی حالت غیر ہو رہی تھی جیسے اس کے ہاتھوں  
 عمر انگوٹھی تل ہو گیا ہو اور اس کی زواہیں چھائی ہی چلنے والی ہو۔  
 ”کی ایروڈ۔“ ڈارا ارادہ اس کے شائبوں پر اپنے مقبوضہ ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے دوستانہ لہجے میں بولا تو وہ بے  
 انتقاد اس کے پتہ سے گنگ کر بیٹھ بیڑی۔  
 ایروڈ اس مرحلے کے لیے تیار نہیں تھا خود زمین کو احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے محض خوف اور  
 دہشت سے وہ اس کی ہی پناہ مانگ رہی تھی۔ آج کل فونوں کی مدد ہی طور پر بالکل پابست تھی۔

”اتنی اہم سواری ایروڈ۔ سواری۔“ وہ پوچھا رہی تھی۔  
 ایروڈ کے لئے ڈارا ایروڈ کو پورے اس کا قصدا کر کے بہر حال وہ اس کی منکوحہ تھی۔ شری قانونی دنیا پر طعن کا  
 حق حاصل تھا اسے بھرپور ہوا اس کے حلقہ پناہ میں بھی تھی۔  
 نرم اور نازک مریلا لڑیہ اور درمختش تھا۔ ایروڈ اسے سنبھال نہ لایا تو وہ آپ تک گر گئی۔ ایروڈ کو جلد  
 احساس ہو گیا تھا کہ کچھ ہوا یا ہے جس نے اس کے حواس ختم کر دیئے۔  
 اس کے وجود کا کسی اور پناہ میں ہے۔ اسی کو ایروڈ کے حواس پر بھجائے گئے۔ وہ اب تک دودھ کر رہے دم  
 ہو چکی تھی کہ حواس چاہتے ہیں ایروڈ کی گرفت کا احساس اس کے دودھ دم کو جھلسا گیا۔  
 ”ہو۔“ اپنی پوزیشن اور اس کی حرکت کے احساس نے اسے یکدم پیٹھ میں ٹھکرا کر رکھ دیا۔ تو چپ سی مٹی اس  
 کے ہانڈوں میں۔ شری طرف تاجاب سے حالت غیر ہوئے تھی۔  
 ”بلے بچھے بھجورے۔ ایروڈ بلین۔“ اسی کے لئے انہمازی میں اس نے چٹنا چٹا چاہا اور آپ کے اوپر چڑھنے کی جلد جلد  
 کرنے لگی تاہم ایروڈ جیسے حال میں وہاں نہیں آیا۔ ایک جھلنے سے اسے آزاد کیا۔

ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظریں میں اور یکدم دھوونوں لگا چڑھ گئے۔ ایک عجیب سے احساس اور بے  
 اختیارانہ کیفیت نے ان دونوں کو بکڑ لیا تھا۔ بہر حال ایروڈ ایک موٹھا اور اتنے عمر سے اپنی منکوحہ کے ساتھ  
 ایک ہی ایوار منٹ میں رہتے، اب بھی فاصلوں کو قائم رہے ہوئے تھا۔ مگر آج زمین کی بے اختیار ہی اسے بھی  
 بے اختیار کر گئی تھی۔  
 شدید پشیمانی اور کشت و خون کی آنکھوں اور چہرے سے جھمکا تھا۔ اضطرابی کیفیت سے وہ ہوا تھا کہ دونوں نے  
 اپنی بے ساختگی سے پرانہ تھے۔

”اتنی اہم۔ ایک شری طبعی ویری سواری۔“  
 بھٹکل لفظ اس کی زبان سے ادا ہوئے اور یہ سب کچھ ہی ایروڈ مت تیز قدموں سے اندر جا کر بند ہو گیا۔ قدموں  
 کی رزق اس کا اندر پنی کیفیت کی قمار بھی۔  
 ”ہو۔“ ایک گہری سانس زمین کے کیوں سے نکل گئی۔  
 احساسات کیفیت نے بڑے عجیب انداز میں اسے بکڑ رکھا تھا۔ ایروڈ کے ہانڈوں کی گرفت اب بھی اس کی وجود  
 کو دھاری تھی۔ ”وہ یہ خدا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“

”وہاں اب۔“ آپ نے کیا کیا۔ کیا کیا۔ کیا کیا۔“



[illegible]

اس وقت ذرا ناکل چٹیل میدان کی طرح ہو رہا تھا۔ تھی ہی در ہو چکی تھی فون بینڈ کے ہوتے محض ہیں مٹی  
تھی۔ کج کافتہ خائس اور کج جانے والوں کے باعث گھیرا ہوا کفری بھی ہو چکی تھی۔ اس لیے اپنے مشتر  
اجساد اور جے سے ہو کر کثیف کج حیوانیت کے طائرانہ عمل کی  
کج کافتہ خائس اور کج جانے والوں کے باعث گھیرا ہوا کفری بھی ہو چکی تھی۔ اس لیے اپنے مشتر

پھر کئی دیر گزر گئی کھڑکی کی سیڑیاں بہت آگے کاسٹر کر لیں اور دھرتی اس کی تلاش میں نکلی۔  
 ”اے صہبی تم اب تک بیٹھی ہو۔ کبھی اٹھ جاؤ گی۔ دیکھو، تمہیں پیوند کی ہے۔ وہی ہے“  
 دھرتی کالج کو پیغام میں بتا رہی تھی۔ صہبی علی الذہن بیٹھی تھی۔ غائب دکانی سے اسے دیکھنے کی دھرت  
 سے اس کے چہرے کا ڈاڑھ رنگ چھپا رہا تھا۔

”صبر کیا ہوا۔ سب کچھ ہونے لگا۔“  
 ”کدو اس کا دل کسی ناگمانی کا پتار ہے۔ ہوتے ہوئے دھڑکے لگاتو تو شوق سے پوچھتی آگے بڑھ آئی اور گھبرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔“  
 ”اوہ۔“ وہ جیسے ہی طرح ہو چکی تھی۔

”ہوں ہاں۔ کیا بات ہے۔ قرآن تک کا انہیں نہیں“  
بیشکل زبان کو حاصر کرنے ہوئے اس نے خود کو نازل کیا اور پوچھا تو حدت اسے کوجی جی مری نظروں سے دیکھنے

”ہاں! میں ایسی ہی شخص کی محسوس ہو رہی ہے۔ لگتا ہے مجھ پر ہونا ہے۔“

”میں نے تم کو یہاں لایا ہے۔ اب یہاں پریشان نہ ہوں۔“

میں صدمہ ہوا۔ اسے اپنے عزیز ترین دوستوں کے  
 خزانہ ہیکم کے ترودے مانگا جنھوں نے اس سے ہلکی سے  
 کوشش کی گمراہ کی آنکھوں سے جھانکنا گمراہ کی آنکھوں سے غمی نہ رہا۔  
 ”یہ بات ہے۔ یہاں نشان ہے؟“  
 ”نہیں۔ گمراہ کی حقیقت کبھی اسے یاد آئی۔ لیکن مجھے کوئی تاب ہونے لگیں۔“

سفرِ شہر کے اثناء میں حضرت شیخ صاحبِ کرامت نے فرمایا کہ میں نے ابھی تک کسی کو نہیں دیکھا ہے جو اس کی بات نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ میں نے ابھی تک کسی کو نہیں دیکھا ہے جو اس کی بات نہیں سمجھتا۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ میں نے ابھی تک کسی کو نہیں دیکھا ہے جو اس کی بات نہیں سمجھتا۔

ہوں تمہیں فلاں کے کہاں لے جا میں۔“  
رخسانہ بیگم اعلیٰ مطہرین نہ ہو رہی تھیں سال کے دل میں بھی جیسے نر اسیر فٹ ہوتا ہے اولاد کی تکلیف کو





چہرے پر تشویش اور کسٹ پھیلاوا تھا۔ ایک بار چکر مری سوچ میں پڑ گئے۔

وادی بننے کی خوشی میں مرتبہ تاج محل کی خاصی مسرور نظر آ رہی تھی گو کہ نیو آئیے اس کا ایک اچھی گمانا کو لو جھٹ سے چیک اپ کروایا تھا مگر یہ تک اس ایک انتہائی کو ایلفائیڈ اور لندن رینجن کا گنا کو لو جھٹ سے پاس لے گئے۔

آج کل اس کی دوی ہوئی بدایات کے مطابق اس کا بیچ خوبایا جاتا اس کام کے لیے ایک کما بھی رکھ لی تھی مگر جو بار ہند انتہائی بھی تھی۔ ساتھ ہی آرام اور وہاں کا بھی خیال رکھنا تھا۔

شاہین شاہ باگد، نیو کے لیے انہیں اجازت لینے کی ضرورت میں پڑی۔ ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اسے خوش رہنے کی کو فریاد اور آزادی ملی تھی۔ البتہ رات میں ضرورت پر اوجھڑا اور محل میں لینے کے لیے اس کی کوئی سیویں کے ساتھ چلتا پڑتا جس پر زہد اپنی صابرو شاکر طیفیت کے باعث آرام سے عمل پیرا تھی۔

فریاد بھی بھی جھینلا جاتا۔

”فوقہ آخر کار نصیحت سے لاما کا کہنہ ہو جا لارا کافیلہ ہو گیا۔ اگر دس بجے تک مگر نہ بھی بیٹھے تو کیا ہو جائے گا۔ میرا سوچنا ہے زہد پھر کرتے گا اور میں جلد ہی ہے“

اس راستہ پر ایک ڈاکٹر کا ریمو کے پیچھے میں ساڑھے نو بجے تو وہ اپنی کے لیے شور مچانے لگی جس پر فریاد جھلاہٹ ا شکار ہو رہا تھا۔

”طبعی کی بات نہیں ان فیکٹس کے آئنی کو باراض نہیں کرنا چاہتی، دیکھیے ناتی مشکل سے تو وہ علیٰ حال میں اس کے حکم کے خلاف کرے میں نہیں چاہتی کہ وہ باران کی فکلی مول لوں۔“

اس کا ساتھ ہر اسنے نہ ہوا مگر ساتھ کا ہوا ڈاکٹر نے وہ ہی رات سے ہوئی تھی۔

”اور میں خوش ہو گیا تو کیا کوئی کچھ میری رضا کا بھی خیال ہے؟ میں کیا نہیں۔ سارے وقت لاکے خوش لکھا اور لکھی راتی ہے تمہارے سر پر۔“

فریاد کے پورے آج تک چلے ہوئے تھے جن دن سے وہ چپ پوٹ کی طرح شرمگیر کے احکامات اور دلہا کی باتوں کے باعث شہر کا ایک تھا مگر کتنا گناہ اس کے کل کا نکل چکا تھا۔

”تو ایک خرف کی نہیں ان کے رب کی ہے۔ آخر آپ مجھے کیوں نہیں کہتا کہ امارا سہلے کی لیے تو یہ سہ کتنی ہیں۔ سارے چار کھانے کھانے نقصان بھی تو کر رہا ہے۔“

”مستعمل کلاس ہے یہ سب۔ ان میں جڑاؤں اور تیس سال کے بارہ مینے رہے ٹور شر اور ہوٹلوں میں ہی کمال ہیں۔ تو تمہارا آف خیال ہے ان کے بچے محنت مند نہیں ہوتے۔“

وہ مت زیادہ آف ہو گیا تھا۔ دوبا کچھ فکھ بھی ہوئی۔

”میں نے تو نہیں کلام میں صرف لکھا۔“

”جو زہد۔ تم میں پڑی ہو یہ میری بات سنا تمہارا سلا فرض ہے۔ تم میں کلاما تو نہیں تو شروع سے نہ کیا۔“

وہ نے کی عادت ہے۔ بدی اور آواز کٹھ کر لونا پے تائو۔ لیکن تمام خاصے بڑے ہو چکے ہیں۔ بے نظیر کرتے ہیں۔ اپنا برا بھلا خود سر جان سے ہیں اس کے چاہتا ہوں کہ تم اور میں ایک دوسرے کی خوشی سمجھیں اور ایک دوسرے کا بار نہیں۔“

اس کی بات تیرے میں کانٹے ہوئے تھے غیر معمولی سمجھ کی ہے تو ہوتا تھا۔

”تو کیا ماما کی بات سنا جو زہدوں۔“ وہ فریاد کے اس دور میں سے کچھ گھبراہٹ تھی بے جا مگر اسے پوچھ بیٹھی۔

”سب میں کمر کھانا میرا خیال ہے۔“ وہ کہنے لگی۔ ”اگر تو اپنی تعلیم کی ضرورت نہیں۔“

”معا“ اس کا بیچہ کچھ زہد کے سر اسجہدہ انمازات کے باعث شگفتہ اور ممتی خیر ہو گیا تھا اور وہ جو سہ نہ نہ لگ رہی تھی اسے پھر وہی کی حکم میں چپ کر نظر آئی۔

”اصلی والا۔“ کے داخل گیت سے اندر آتے ہوئے وہ حد درجے آرزو کر رہی تھی۔ ”مجھ کو اسے لاکھ سے اب ہزار تیرے شلہ جلا کر کھا تھا۔ کی دیا خیال کیا کہ وہاں فون سے کیا ہوئی یا دوسری بی بی جان سے بات کر کے دیکھے۔“

وہ لکھی لکھی بات چل سکے جس سے دل کو سکون آجائے مگر جب تک اس جذباتی شخص سے باہر نہ آجائی کہ کوئی کلام نہ سنا چکا ہو۔

وہ چرکے اسے کمرے میں بھیجی وہ ان ہی سوچ کی بنا پر جکڑی رہی۔ دل کچھ کہنے کو نہیں چاہا رہا تھا مگر ہاں کے فون پر اسے اٹھنا ہی پڑا۔ آج کل وہاں انہوں نے خود فون کیا تھا۔ وہ بے اختیار سی ہو گئی۔

لو کہ دوران کھنگھاس سے خود درجے خود کچھ زہد تھا مگر کھانے کیل وہاں ان کو یہ شک ہو گیا کہ وہ کچھ اپ سیٹ ہوئے ہیں۔

”میں وہاں دروازہ نہیں ہوتا یہ“ کوئی فیشن لے رکھی ہے تم نے میں جھیں جاتا ہوں۔ یہ چھوٹے ٹھکانہ ہمارا کچھ نہیں لگا سکتے۔“

”خدا تعالیٰ ہی کو تو آپ کی سوچا کہ ان کے پاس اپنی بی بی جانے تاکہ ان کے یقین کو گمان میں بدل سکے۔ لہذا اب اہل موجود ہیں۔“ راستے میں خیالات ذہن کو اپ سیٹ کرتے رہے اس لیے چرے پر بھی ان کا عکس تھا کہ

”نئے آتے خان بیلو کو کچھ کر اس نے لاکھوری طور پر خود کو سرزنش کی اور سہلوات میں کراں کو سٹام کیا

تھری رٹی تھا۔“

”السلام علیکم ورحمہ اللہ“ کہنے سے بے حال ہو گئی اور فکھ کی پید ا ہو گئی تھی۔

”و علیکم السلام۔ کیسی ہو؟“ سر پر ہاتھ پھیر کر انہوں نے اسے انور دیکھا۔

”انگل ٹھیک۔“

”الگ تو میں رہا۔“

”ایک مطلب۔“ وہ فہمرا ”تجامل سے بولی تھی۔“

”مطلب یہ کہ۔“ ”جس سے“ وہ بات کے کئے میں بات بدل گئے۔ ”تو آواز میں ان کے دواہن کر رہے ہیں

۔“ ”بڑا غیر متوقع حوالہ تھا۔ لیکن چونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ ابڑ سے متعلق ضرور پوچھیں گے لہذا اب

بارش کی لگنا تھا۔

”ابھی“ اس نے ”تھدا“ ان کی طرف دیکھنے سے اجازت کرتے ہوئے وہ ریوٹ سے بی بی قن کے چیمبل

کی طرف دیا جانے سے اس کی مدد ہو گئی۔ ”میں نے خود کو نوٹ کی تھی۔“

”نابال!“ یوں کیا نہیں کفر م معلوم نہیں۔“

ان کا کچھ کچھ شہرہ لائی کہ کوئی بے ہوشے تھا وہ چونک کر سنبھلی۔

”میں۔ جب تک ان سے الگ ہے۔ وہ کیا نام ہے اب میں وہ صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی ابڑ کو وہاں کی

الکھنڈ خود کر گیا ہوں اس لیے اس کے اختلاف قوت لگتا ہے۔“ ”شائے اچھا کہ اس نے سگرائے کا ڈرا تھا۔“

”ہوں یہ تو ایک تار دل ہی بات ہے جس طرح اسے اپنے اہلی نے بے صلہ ہو۔“ کوئی ماس بھر کر انہوں نے اچھا کھی

سے پوچھا وہ شہرہ نہ لکھی کہ مضبوطی سے نہیں بولی۔

”میں نے کہا کہ کما کہ میں بے صلہ ہوں۔ میں باطل ٹھیک ہو جاؤں گا۔“

”آپ کو کس درجہ میں۔“ ”مستحق سکرانٹ لیں۔“ ”جالی“ اس نے

لا کر بیٹھے اس کیل ایک بار کے کہ کوئی بہت بڑی پریشانی پھا رہی ہو سب سے ”آ“ کے لیے میں یقین اور

لی کھی ہے سادہ نظر نہ تھی۔“

۳۔ لے کر آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور محبت انسان کو دہی بنا دیتی ہے۔ آپ بھی وہی ہو گئے ہیں۔  
پھر جیتے ہوئے ان کے گھٹنے پر سر رکھ کر وہ اپنا چہرہ ان کی نظروں سے اوجھل کر گئی جو اسے سب کچھ بتائے،  
قل کیا تھا۔ آنکھوں میں کئی کئی سال سے سرعت سے دوپٹے میں جذب کر لی تھی۔

اور ابرو نے افس کے کام سے فارغ ہوئے تھے۔ "فیضانِ لاخ" فون کیا تو مدت سے چپا لگا رہا جان کی طرف  
گئی تھی تو اس نے اور ابرو کی باتیں کر کے فون رکھ دیا۔  
وینے تو یہ ایک عام برٹن تھا کہ وہ داجان کے یہاں آکر آتی جاتی رہتی تھی مگر بطور خاص کچ کے روز بازار  
کہ کچھ قصداً اس سے بات نہیں کرنا چاہتا کیسی ہی جیلا جاتی تھی۔  
وہ کچھ سوچتا رہا کیا تھا۔ بلکہ کامیڈاؤں اس کا کمر بھرا کر رکھ لیا وہاں بعض معاملات آنے سا۔  
ہی کے طے جائیں تو بڑھتا ہوا ہے۔ لگا اٹھنے کا فاصلوں سے کی جانے والی فون کال شاید صہیبہ کے دل پر  
چڑھانے والی وہ صافست نہ کر سکے۔

درجہ نے اسے چاروا تھا کہ صہیبہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی وہ آنے پر بخورشی بھی نہیں گئی کہ  
جب داجان نے اسے اسرار سے بلایا تو اسے مانتی نہ رہا۔  
وہ اس امر سے واقف تھا کہ داجان سے اس کے ساتھ زیادہ ستانہ قسم کے مراسم ہیں۔ کس ایسا تو نہیں کر  
نے آج کھانا کھانے کا تھوڑا کھانہ سے کر دیا ہو۔

"نہیں وہاں نہیں کر سکتے۔ بھلا بھی اسے معلوم ہی کیا ہو ہے۔"  
شام بڑھ چکی تھی۔ آفس میں بیٹھتے ہی قیاس کا آوارہ رانی گئی کہ آج اور جب تک کیا ہوگا انکال آیا۔  
خائب علی کے زمانے میں اسے اس شہر سے ایک والہانہ انسیت ہوئی تھی مگر اب کی بار بھی ہر شے  
انجینیت کا گاہاہ وہاں کیا تھا۔ شرمین شام کے اتارنے پر دوشینوں کی دکان پر اتار گئی تھی۔ خوبصورت چمکی سڑا  
پر ٹھیک دران ہواں تھا مگر اسے ہر طرف ایک گرمی دہرائی ایک ہیڑا داسی رہی محسوس ہوتی تھی۔  
خیالات اب اس کی طرف سے اسے پتا نہیں چلا اور وہ اپنے لیے ادا کر مٹھن چلا آیا۔ حج کہ روڈواں ان لاک کر کے  
داخل ہوتے ہوئے کسی اسے یاد نہیں آیا کہ اسے شرمین کو ایک کار تھا۔ اور حقیقت اس وقت صہیبہ کے منتظر  
سوچتے ہوئے ایک بار پھر وہ منتظر ہو چلا تھا اور اسی دھیان میں شرمین کا خیال نہیں رہا۔ اس وقت چوکا۔  
ساتنے صوفے پر بیٹھ کر پر سر پر نظر پڑی۔

"وہ نہ شرمین" "عائشہ سے خیال آیا۔  
وہ یاد جانے کا کئی بار رو کر کہ بھی جذبہ دل راضی نہ ہوا اس نے نہ جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے فون سین  
کر صوفے پر گر گیا۔

فون سمیٹ کر دیکھ کر کیا تھا۔ ابرو سے سلام دعا کر کے یاد صاحب کو ریسپور تھا ہوا تو وہ کتنی ہی دور اور ابرو کی ہاتھ  
میں وقت ضائع کر گیا۔ بالبالا "کر مٹا ہی نہ رہا۔  
"ان وقت انکال نکل نہیں بہت تھا۔ گاہا۔ شرمین کو آنے اپنی طرف سے رکھیے کل شام ہوا اپنی پر انکال  
کر لیا۔"

"مگر بڑا زبردست انتظار کر رہے تھے پر خود وار۔"  
یاد صاحب کچھ ٹھیک ہو گئے تھے اب جب کہ گئے تو کئی کوٹارل پر رکھا۔  
"میں تو آئی ام سو۔ اب انکال چلیے کل جوان کریں کہ آپ لوگوں کو پیریا ہینڈل منٹ کیجیے گا۔ اوکے"  
سچیگی سے کہتے ہوئے اس نے گویا پستی شرمین کو یاد اور صاحب نے بڑی دیر سے خود حافظہ کہ کر فون پر  
یاد ابرو سے ساختہ شرمین کی طرف مڑے۔  
وہ ان کی طرف ہی متوجہ تھی تنگدست اندازہ ہو گیا تھا کہ ابرو نے کیا کیا ہے حافظہ میں کل رات کا اٹا

فاس کے بغیر اداوی طور پر طبیعت اتارنی محسوس کی تھی اس نے یاد اور صاحب کی عین نظروں سے بھی چمپی  
دور کی تھی۔  
کیا بات ہے ابرو کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کیا؟  
وہ براہ راست شرمین سے مخاطب تھے اس کی توجیسے جان پر بن گئی تھی۔ امی بی میرا در شرمین بھی ہے ساختہ  
اس کی طرف سے کچھ لگے تھے۔

"نہیں۔ تو بالکل ٹھیک ہیں۔ وہ۔"  
"کیا تم سے اس کی بات پر Clash ہو ہے؟" آج کئی دن بعد وہ دورے سخت لمبے میں تفتیشی انداز اختیار کیے  
ہوئے تھے۔ شرمین کے ساتھ کچھ خیر خمنہ سے پر نہ تھے۔ نظروں سے ہٹا کر سرنگی میں ملایا۔  
"نہیں تو ابی۔"

"تو پھر ابرو نے تم سے بات کرنے کے لیے کیوں نہیں کہا۔ تم نے بھی ایسی کوئی ضرورت محسوس نہیں  
کی تھی یا شرمین کے گلے سے کہ مجھے کچھ چھپا رہی ہو۔"  
"نہی تو اب دیکھیں میں کہتے ہیں شرمین نے کہا اس سے سوال پوچھ دلا تو وہ پکڑا سی گئی۔ "نف کو رس ناٹ  
لا۔ کیوی۔ ایسا کچھ نہیں۔ وہ تو۔" وہ لنگھ گیا۔  
"ہاں بلو۔ یو۔ میں کا انداز اسرار مقررہ بھال کرنے لگا تھا۔

"وہ تو نہیں لے آیا ہر دے کا تھا کہ مجھے کیسے کیسے چھوڑیں۔ آپ سے باتیں کرنے کا دل چاہتا تھا۔"  
شعوت اور وہی اس کی حالت پر غور کیا کہ وہ کتنی کتنی کتنی یاد اور صاحب اب کتنے پائے  
گئی نظروں سے دیکھنے کے پھر نرمی کی مگر اب ان کے لیوں پر آرکی۔ شرمین نے اسے روکھا تو ابوی سے  
مطلوبہ یاد جو کہ اب تک سر جھانکے بیٹھی تھی۔

"تھے بڑے بڑے معرکے اور اس کے زور اور بڑی لڑکی کے لیے خیار کر ماس پر بھی اور ہم پر بھی۔"  
ابی اور ابرو سے ان کا کیسا خوفزدہ اور سہاوارتا شرمین سے زیادہ کون جانتا تھا اور کون کل ان ہی دونوں کے  
مائنے صرف اسے جھوٹ بولنے بڑھتے تھے بلکہ اسے جھوٹ کو بھاننے کے لیے لڑی محنت بھی کرنی پڑتی۔  
"چلو ٹھیک ہے آج میں یک جاؤ۔ مگر کیا کیا کیا یاد اور کو کہ شادی کے بعد لڑکی کا اصل گھر اس کے شوہر کا  
گھر ہو جائے اور ابرو کا گھر۔"  
"میں چھوڑنے کی بھی۔ یہی آپ سے ملنے گئی ہے اور آپ نے نصیحتیں شروع کر دیں۔ چلو کو بیٹا شرمین  
پھر کر میرا پاس بیٹھو۔"

یاد صاحب کی باتیں شرمین کے چہرے کا رنگ اڑانے لگیں تو تنگم زہو کہ اذیت کرنی ہی پڑی۔ شرمین کو  
اہول نے جس لگاتار سے بلایا کہ چپ چاپ ان کیسے آ بیٹھی۔  
یاد صاحب بکے کے مگر کہ آج اور جب وہ سب سے آج اب اس کی نظروں میں شرمین پر اور وہ ان کی اسوج پر نکلا ہوا  
فاکد آخرو اور وہ بکے کے درمیان اتنے فاصلے نہیں محسوس ہوئے تھے۔ اگر صرف اس وجہ سے کہ اس  
کے دل ان میں اس سے ملاوٹ ہیں۔ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ابرو نے اپنے والدین سے تذکرہ کیا ہوا اور اسی  
کی ہی شکل پینو نہیں کیا؟

"مجھے بھی ہے مجھے یہ معلوم کرنا ہی پڑے گا کہ آخرو کا حال ہیں جنوں نے میری بیٹی کو خشیوں کو اور کسے  
ان کا کیا بنا دیا ہے۔"  
دل میں مغمم فیصلہ کرنے کے بعد وہ بہت مطمئن ہو گئے اور اپنے خیالات سے باہر نکلے ہوئے ان چاند کی  
تنگدست حصیے لگے البتہ زیادہ پر چیخندے کے کمزوری کے باعث لپٹا پڑا۔

"صہیبہ۔ سنو کیا بات ہے کل سے رات پینٹ چپ چپ وہ خیمہ تو ہے نہ۔ کیسے کل داجان نے کچھ  
ہو تو نہیں دیا۔"

جس وقت وہ بظاہر "میرالذہ" کے صفحوں پر نظر دوڑا رہی تھی ذہن کل والے واقعہ میں الجھا ہوا تھا۔ جانے وہ لڑکی کون تھی؟ اور اس نے کیڑا توڑ کیا بھی کر نہیں؟ اور اگر کتاب کا کون صہیبہ کا ہے تو اس نے کل ایک صرف ایک بار دیکھا ہی نہیں؟

آج پورا دن اسی انتظار میں گزری تھا۔ اب تو شام ہو رہی تھی اور اس کی امید دیر سے میرے ختم ہوتی جا رہی تھی اور سوالات کے دائرہ تھا کہ جیسا جانا تھا۔

دھرت اس کے اور اسنے کے کیونکہ ہمارا لڑکی تھی اسے تو بھی کم سیپا یا تو قریب بیٹھے ہوئے بہت تردد سے انتظار کیا۔ جواب دہا ایک لمحے کے لیے اسے کچھ نہ سمجھتا۔ بالائی نظروں سے یہی تھی یہی پیریکدم مسکرا کر "پاکل ہو کیا؟" دیا جان بھلا مجھے کیا نہیں کے اور کیں نہیں کے کچھ؟ اس کی سنجیدہ اور پرموہی مسکراہٹ دھرت نے دماغ شدت سے محسوس کی تھی۔

"توپیر کیا سطر ہے؟" کیونڑ (Lemonade) کا گلاس اسے چھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی تھی صہیبہ نے فقہا کی طرح اس کی طرف سے ہر کر کے اور دیکھا مجھے کہہ رہی ہو کہ "تم کی کیا کارنامیں کر رہی ہو؟" وہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ کل صبح سے طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور بس۔ یہ موسم بھی تو دیکھو اور اراجی کا۔ کوئی کل یہ دیکھ رہی ہے اس کی۔ بس اس وجہ سے مجھے کل ڈھم ہو گیا تھا۔ کیونکہ گاگلاس فوراً لپٹیں سے لگاتے ہوئے اس نے نظر نکال کر لیا۔

"نکلیات ہے کیا میرا بھائی نے کیا نہ ہو سکے گا تو اس سے ہے۔"

دھرت نے یہ سن کر تیزی سے پوچھا تو وہیل جانے لگا۔ انداز میں مسکرا کر اس کی طرف دوسرے چمکی۔

"کچھ کچھ کیا بھی ہے،" کہہ کر نے ساتھ کھلا ہوا فقہا کی طرف دھرت کی پس پڑی۔ اس نے کھوٹائی مون کے ساتھ چلی آئی جس وقت اس کی آکھیں کھلنے کی خبر دیا کہ دھرت مون کو یہاں سے سمجھانے لگی تو وہ بھائی کی اور اسے احساس دلانے بغیر وہاں سے چل گئی۔

"تو بس پہلی ہی غلطی کی تھیں خیرم کراؤں۔" ہلوگ بلیک شروع کر دیتے ہیں۔ ہوں۔ اوکے مجھے شام تک ایک جگہ کرنا کی دل کی دھڑکنے (جس انتظار کو گاگلاس کو مایوس کنف کرتے ہوئے یاد صاحب کے ساتھ ہر شہنوں کا حال دیکھ کر یاد رہا تھا۔

زہو بیگم روزا سے سے اندر آتے آتے اب کھلے کو ٹوک رہی گئیں۔ سوپ کا پاؤں باقی تھے جسے وہ بالکل ساتھ رکھ رہی تھیں اس خبر سے جبرتی فرسوخ بھی آتی تھی اس کی شدت سے وہ آشنا گئیں۔ گھر میں دھرت ان کی آکھوں سے ٹھیک رہ رہی۔

"رے کیا ہوں! اندر آنا تو زہو! کیا اب اندر آنے کے لیے بھی ہماری اجازت لوگی۔" یاد صاحب کی نظر ہا اراہ اس طرف آئی تو پھر فوراً "پکارا" جس پر وہ ایک چمکی سی مسکراہٹ لیوں پر آراستہ کرتی چلی آئیں۔

"کیا بات ہے سو خوش نگار ہے۔"

"ہو۔ بات یہ ایسی ہے کہ سو ختم ہوں گے۔"

سوپ کا پاؤں ان کے سامنے موہک چیل پر رکھتے ہوئے زہو بیگم نے بہت توجہ سے انہیں دیکھا تھا۔ نظری طور پر ان کی سواہی نظروں میں یاد صاحب کی نظر پڑتے ہوئے زہو بیگم نے بہت توجہ سے انہیں دیکھا تھا۔ نظری

"کیا بات ہے اس کی نہیں بھی کیا۔"

"ہم سب اسی بیٹھا آستانہ لپٹیں جا رہے ہیں۔"

"وہ تو کیا انہوں نے ٹھیک ساتھ؟" زہو بیگم اس جملت پر کچھ پریشان ہو اٹھیں۔

"تھکا دلی ہو گیا ہے۔" ان کی نہیں کے لیے اب کافی غصہ پورا ہو چکا ہے۔ اسی ڈانڈا۔"

"میں نے ڈانڈا کر لیا۔ ایز من سے بات کر لے۔ زہو! اب مجھے صرف صرف تو عمرانی اور مینڈس کی ضرورت ہے۔ یہ کی بدلتا وار چیک اپ اور اسکا سنگ کی بات تو اب کراہی میں بھی کی مسئلہ نہیں ہوگ۔ پورا پورا میں

پڑھو دیکھ کہ وہاں۔" وہ زائد مطمئن تھے زہو بیگم نے کوئی بات نہیں نہ پڑی۔ ان کی بات ادھر وہی رہی تھی اس لیے پھر کو نہیں۔

"وہ سب ٹھیک ہے۔ غم اس قدر جلدی کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت ہے زہو۔ بہت ضرورت ہے۔" یاد صاحب نے کی قدر تیزی سے کہا تھا۔ جیسی سوچ کا کھس تھا۔ جگم جا رہا تھا۔ ٹھانیے اٹھیں دیکھی رہیں اور مجھے کی کو کش کرنے لگیں کہ آخر یہ جملہ کس تاثر میں لکھا گیا ہے۔

"آخر کس لیے۔ ایسا کن سا کام پختہ ہو جاوے اور کہہ بھی تو پڑو کہ کچھ سوچیں۔ وہ کچھ بھال کر لیں گے۔"

"سب سے اہم کام تو پڑو اور زمین کی نشانی کا بنے زہو! اور جس جلد از جلد ہائی اور بھائی سے مل کر اس بھالنے کیلئے تکمیل تک پہنچان چاہتا ہوں۔" نہیں اندازہ نہیں کہ یہ مسئلہ مجھے کس طرح دن رات پریشان رکھتا ہے۔

"وہ بت چینی کی اور قد سے فکر مندی سے لپل رہتے۔ زہو بیگم نے تسلی دینا مناسب سمجھا۔

"تھو کیوں یاد۔ یہ بہت اچھے ہیں زمین میں بھی ٹھیک ہے ان کے ساتھ تو پھر۔"

"میں نے زہو نہیں۔" کلام انہوں نے پھر زہو بیگم کی بات کا دئی تھی۔ لیکن تیزی تیز پیشانی کی فلاز تھی۔" انہوں نے بعد میں گری نظروں سے زہو بیگم کو قد سے رک کر دیکھا تھا وہ کچھ چوک کر خفیف سی ہو گئیں۔

"ٹھیک بات بتاؤ گا جس میں وہ نظر نہیں آتا جو مجھے دکھائی دے رہا ہے۔" لیکن جس حد سے معنی تیزی اور چینی کی تھی بیگم یاد اور نظر پر اس کی طرف بڑھانے لگیں جسے انہوں نے اشارے سے منع کر دیا۔

"کون کی بات؟"

"ہی کہ اگر یاد اور زمین اب تک ایک دوسرے کے ساتھ ایچ جھٹ نہیں ہو سکے ہیں۔"

"تجربہ کیسے کر سکتے ہیں؟" گو کہ وہ متعجب رہی تھی مگر سرسری انداز میں پوچھا۔

"دنیا کبھی سے میں نے زہو۔ خوشی آکھوں سے چمکتی ہے۔ جبکہ زمین کی آکھ گاگلاس کی پریشانی اور گھر میری زندگی کا فضا بن گئی ہے اور یہ سب میں کیوں سے ٹوٹ کر رہا ہوں۔ مجھے تو تب بھی بہت پریشان ہوتا ہے۔ سوچتا ہوں کہ میں کیوں انہوں کے کشیدہ تعلقات کا احساس ہے۔" وہ جتنے بے فکر نظر آتے تھے تھے نہیں۔ زہو بیگم جیسی وہ ہو گئی۔

"مگر تم نے مجھ سے بھی یہ بات کرنے کی کو کش نہیں کی۔ شاید تم نے اب تک مجھے معاف نہیں کیا۔ میں اب دیکھنے والا یاد نہیں۔ زہو۔ جو تمہارے دکھوں اور پریشانیوں کو بات نہ دہوں۔" وہ دھکے کہہ رہے تھے۔ قیامت یاد صاحب نے تیرب کی تھیں۔

"بڑا ایسا بیس ہے یاد۔ وہ حقیقت میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ بھی یہ شادی بہن حالات میں ہوئی ممکن ہے۔ یاد تو اس وجہ سے اچھے جھٹن ہو رہے ہوں۔ اب کچھ بھی نہیں پڑا ہے والدین کا کھونا چاہے ممکن ہے انہوں نے اور پڑا ہے کچھ اور سوچ رکھا ہو یا رہے۔" بھٹک رہا کہہ کر گئی تھیں۔

یاد صاحب نے قد سے استعجاب سے ان کی طرف دیکھا۔

"آپ اسنے حیران کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا یہائی بھائی اور بھائی نے آپ کے خیال میں اب تک اپنے بیٹے کے لیے کچھ نہیں سوچا ہوگا۔ وہ سنا ہے اپنی بھی نہیں کھٹنہ ہو۔"

زہو اندر سے جیسے انہوں نے بات کہہ ڈالی جو کین سے کھانا چا رہی تھیں۔

"یاد اس طرح کا لڑکا نہیں ہے۔ زہو میں اس کے بارے میں تم سے بہتر جانتا ہوں۔ اس نے زندگی میں صرف والد سے خواب دیکھے۔" اس کے لیے Struggle کیا ہے ان خصوصیات کے لیے اس کے پاس وقت نہیں رہا۔ اس نے تو میں نے اس کا انتخاب کیا تھا۔"

وہ کچھ اس سین سے کہہ رہے تھے کہ بیگم یاد کو رائے کے مسکراؤں پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے ہوئیں۔



”مفتوحیات نہ سہی عمر کے یہ ممکن ہے کہ ہم اسی نے کہیں اس کی بات نہ کر رکھی ہو یا پہلی جہلی میں یہ کہیں۔“  
 یہ جملہ ناپ دل سے نکلا تھا اور اس کی زبان سے اس نے کیے تو اس مقدور سرسری سارے ہوئے دور سے ہوا یہ بول  
 دہلی میں اس وقت پہلے پہل کچھ اور اراکین میں گھس گئے تھے۔  
 ”مفتوحیات اس طرح تو ہو سکتا ہے کہ اسیا ہو یا تو ہرچیز اور جسے وہ خود انوائٹس کرتا۔“ وہ کچھ سوچ کر  
 یکدم کھینچ کر بیٹھے ہوئے ہوئے فوڈز پر جو کچھ ان کی دکان میں چاہت۔ ”ہائیں اور مت سوچ کچھ دوسرے دوسرے  
 کہیں۔“

یادِ صاحب نے آخر اسے کیوں بلایا ہے۔ وہ بھی بطور خاص فنِ کر کے فنِ ریو کرنے کے کئی مشق بعد ٹھک وہ یہی سوچ رہا اور جب کوئی قیاسِ دل کو لگ نہ سکا تو اٹھ گیا۔ اسحاق صاحب کے پاس وہ کچھ اہم آئیٹیمز معاملات دیکھ کر کرنے آیا تھا کہ فنِ اگلا۔



کو تو بے زناہ خوش ہو جا جائے“  
 ہمیں کسی سرکراہش کے بغیر بری ہوئی تھی۔ زمین اس تیسرے پر چٹائی گئی۔  
 ”یوں“ آخر ان کے لیے خوشی کی ایسی گون سی بات ہے۔“

تیسرے بہت سوال کیا تو بڑے تجیدہ ہو گیا۔  
 ”تو بے زناہ خوش ہو جا جائے“ کہ انکل کی طبیعت اتنی بحال ہو گئی ہے کہ وہ کزنز کے انٹیمس میزائل کی اجازت دے دی ہے۔ دوسرے ”ہی“ آگے سے اس نے تقریباً یہی اور وقت کے بعد بولا۔ ”پاکستان چپ“  
 ہی انٹیمس ای جی ہند میں سے بھی آزاد کر دیا جائے گا جو کہ خالصتاً ”انکل کی خاطر بادشاہ کیا تھا اور میرا خیال ہے اس نے زناہ خوشی اور کسی بات کا ہو گئی ہے۔“

کچھ عمل کر کے اردو نے یکدم بہرہ ور راست کی، انٹیمس میں جھانکنا تھا جو اس کی طرف متوجہ تھی۔ چند غائبے کے لیے بدھوں کی نگاہوں کا انصاف میں غائب نہیں ہوا اور پھر نظروں کے زائید یہ بدل گئے۔

”ایکسکو زی“ مجھے ذرا نوٹ لگا، کچھ ہی فون کرنا ہے۔  
 وہ تینوں یکدم مشتعل کے تصور سے انٹیمس کا چہرہ تھوڑا بڑا ایکسکو ڈر کر ہارل تھا اور کمرے میں بیٹھے وہ تین نفوس اُٹنے والے وقت سے نکلے والی ”صنعت“ کا سوچ کر کبھی ہر اس میں رہتے رہتے اور کبھی منتظر۔  
 کوئی کھیل جاتا تھا کہ وقت کا مجموعہ رانی رانی نہ نکلے سے اب کیا یہ آکر نہ رہے والا ہے۔ قابل خواندہ تھے اور قلب مصروف۔

ڈانلز سے Satisfaction Report ملنے کے بعد دیگر ذمہ داری بہت تفریق سے اردو کی طرف سے کمانڈ آج ان کے ساتھ ڈانلز پرک سے واضح بات کرنے کے لیے آکر تھا۔  
 ڈانلز کے خیال میں ابھی دغا اور بدل و دھوکا کی گندیشیں صدر سے کھلی نہیں تھیں، اب تو یہ سب صحت مند اور بہتر کنڈیشن میں تھے۔ سر کی ہی ممانعت تھی۔ بدلی زناہ سے زناہ آدرام کی تائید کی تھی نہیں۔  
 ”بلیکس“ آئی۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

”تھیکس“ اردو بیٹا یاد رہے اب ایک ضد کی پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں کہ پاکستان جا کر بہو اپنی بھائی اور بھائی کو ساری صورت حال بتا کر سب سے پہلے زمین کی شادی کا قاعدہ فنکشنز رکھیں گے۔ اب بھلا تم بتاؤ ایسے میں میں کس طرح ریڈیٹس ہو سکتی ہوں۔“

اس کی کئی بے وضاحتی گمانیں چھوڑ بیٹھی تھیں۔ ڈاس امیہ کہ شادی ڈانلز اجازت نہ دیں سوئی ڈونڈا کو وہ ڈانلز بہو اور اردو صاحب کو دوسرے میرے حقیقت حال سے آگے کر دینا چاہتا ہوں۔  
 ”تھیکس“ آپ کے اس طرح نہیں ہونے سے بھی تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ آپ فکرت کریں میں نے اپنی سیٹ

ایک ڈیٹا بیٹس پکڑ لی۔ یکدم اردو کی پٹیاں اُٹھانیں اور اپنی جان کو ساری صورت حال بتا دیں گا۔  
 ”دھو“ دیگر اس کی اطلاع پر چند غائبے اسے دیکھتی ہی وہ نکل اور جب تمام پولیس پر اچھی طرح صحت کیس آ کر دوسرا ایمپن کا سانس لے کر لوٹیں مگر ابھی تک خود میں ڈونڈا تھا۔

”وہ تو تھیک ہے“ بیٹا کمرس انڈیا خزانہ رکھنا کہ ہماری بیٹی کا معاملہ ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ بات پہلے تم جانتی ہو۔ اس طرح سے کمرس ڈانلز کو Suffer کرنا پڑے گا۔ وہ اسے دوسرا ہو جائے گا۔“

”پلیز“ آخر اس طرح کی بات کر کے ابھی شرمندہ نہ کریں۔ زمین بہت نا پس ہے اور اس میں جو کچھ کیا اپنے والد کی زندگی اور خوشی کی خاطر کیا۔ مجھے ان کا خیال ہے۔ ہر دلی ہے۔ ان سے اور میرے عرس بھی ان کی عہد کے۔ صرف ہوں گے۔ آپ فکرت کریں۔“

اس کا شادی جو تھمرا رہے ہوئے تھا۔ یکدم اردو مطمئن ہو گئیں اور مسکرائیں۔ ڈانلز نے سوچا اور نظر کے چالے بہت سے گئے۔

خینہ لانج میں سب سابق روتھ تھی۔ ڈونڈا اور نیرا دونوں ہی اپنے اپنے گھروں سے آئی ہوئی تھیں آج جو کہ

ڈانڈا تھا اس لیے سبھی گھر موجود تھے۔  
 عمر ڈانڈا اور نیرا کے بھائی طرح کی بازی رہی تھی۔ ڈانڈا اب تک اپنی باتوں میں گمن تھیں۔ ڈانڈا نے کئی بار نوٹ کیا صہیبہ خاصہ جیہ کہ گھر رہی تھی۔ البتہ باتوں میں حد لینے ہوئے بیٹے کی اس کی شعوری کو خوش فاسی کا کیا۔ یہی تھی۔

نیرا اور ڈانڈا کا اچھی طرح رکھا رکھنے کے بعد اسے بھی اردو کے نام سے خوب جھپٹا کیا مگر وہ محض مسکرائی۔  
 ”پھر چارے کا سامان کر کے چن کی طرف بڑھ کر ڈانڈا توں میں تھائی میں اس سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔ صوح بچہ کر رہی تھی اس طرف بڑھ گئی۔“

چائے کی کچی چلے گئے اور ڈانڈا کی تکیوں سے داخل کی سلیپ پر آؤڑی تھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔  
 ہرے اور آکھوں میں گہری سوچ کا عکس اور ناظر تھا تھا۔

ڈانڈا اس کی طرف صہیبہ۔  
 ”تو بے زناہ خوش ہو جا جائے“ کہ نیرا ڈانڈا میں تھی مگر صہیبہ یوں چوکی تھی اور ڈونڈا کا دھاوا ہوا۔ ڈانڈا کے لیے اس کا یہ انداز کچھ زیادہ ہی حیران کی تھا۔ یہ تو اسے محسوس ہوئی رہا تھا کہ صہیبہ کچھ پیٹ ہے مگر بہت کچھ نہیں کھاتی گہری تھی۔

”کیا ہوا ڈانڈا میں ہاں کہیں آئیں۔“ چوانڈا رچل کر ٹیبل میں بس کھلائی رہی ہوں۔ اس کے سوال کرتی تھی اپنی جانب تھا۔ وہ کچھ صہیبہ کے لیے الغور ہو کر سوچ رہا تھا۔  
 ”یوں“ یہاں کیا میرا داخلہ منع ہو گیا ہے یا تمہارے خیالات کا تسلسل ٹوٹ جائے گا میرے آجانے سے جو

لیڈ۔  
 ”کیا تم اب ایسا کوئی خیال نہیں چاہتے میرے ذہن میں۔“  
 وہ قطع کلائی کرتے ہوئے یکدم خود کو معصوف ظاہر کرنے کے لیے ہرچ اور کپڑوں کو از سر نو ترتیب دیتے ہوئے

لڑ کر اردو کی ڈونڈا کی پر خیال نظریں یکدم اس پر جم گئیں اور جانے کس احساس کے تحت جب اس نے پکارا تو  
 ”صہیبہ“  
 ”ہوں۔“

مگر اس انٹیمس صہیبہ پناہ اپنی احوال بحال کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔ ”تھو“ مسکرا کر نظر اٹھائی۔  
 ”مہیا بات ہے۔ بہت ان کی قول بی ہو کر دیکھا ہے۔ آج تمہارا مجھے کچھ ڈسٹرب کچھ پیٹ لگ رہی ہو۔“

”یہ مجھے تھو شاید میں کچھ چاہ کر کھوں۔“  
 ”جوتان“ صہیبہ نے کچھ لکے ہوئے اس نے صہیبہ کا ہاتھ تھا تو وہ اپنی کچھ سے کسی بچی کی شرارت پر

سے ہنس پڑے۔  
 ”مگر ان ڈونڈا کچھ نہیں ہوا ہے مجھے۔ جسیں تو شرمناک کے زیر سایہ رہ کر ڈانڈا کو کہہ رہے تھے۔“

”صہیبہ صہیبہ۔“ میرا وہ نہیں۔ آج تمہاری آنکھوں میں میں نے پہلی بار کچھ ٹوٹنے کی کیفیت محسوس کی ہے۔  
 ”جوتان“ ڈانڈا کی خیریتوں سے ڈور دی ہوا اس وقت مجھے اپنی طرح معلوم ہے۔

”جوتان“ ڈانڈا نے زور سے کہی تو صہیبہ کیسار چر مسکرائی اور جیت کے جواب میں جیت سے اس کی طرف  
 بھاڑا اور اس کا شادی تھمرا رہے ہوئے تھے۔

”مجھے کچھ نہیں ہوا ہے۔ ڈانڈا۔“ تم اپنی پریشان ہو رہی۔ آج کل زکام کا دور دورہ ہے۔ سو آنکھوں میں نمی آجاتی ہے۔  
 ”وہ“ اسے ہر ممکن طرح ہلکا کر کے دے رہی تھی بھلا رہی تھی۔ ”یہ ایک سیلک ہے۔ زناہ بھائی نے نہیں  
 اہی کھادی۔ انشاء اللہ تشریف ہی شاموں بیان نہ لگے گا۔“

انداز صاف مذاق ڈانڈا نے اٹھا۔ ڈانڈا صہیبہ معمول چر چکی۔



ایک ایسا ہی گرو اور اوتھ بندھن اس کا ان سب سے بھی بن گیا تھا جو اس وقت اسے ہی تک کرنے آئے ہوئے تھے۔ ملنے چلائے کا خیال کیا تو اسے بھی الوداعی نکل کر دینی تھی جس پر وہ اپنی قوم کے اجتماعی دینے کے برعکس غلوں اور موت کے ہاتھوں اپنے ہی کام چھوڑ کر اس سے ملنے چلا آیا تھا۔ نیشن قعدا اس کے سامنے نہیں آئی کہ اس کی مٹی خیریاؤں کو سننے کا ارادہ تھا اور شرمزدی کی ہدایت میں اس کی سوا فضا میں غرق ہو چکی تھی۔

”اے آئی اللہ جانفہ۔ غمزدہ تھے کہ آپ اٹھلے سے ابھی کچھ کم تیس میں بابا کے ذریعے ساری صورت حال سے اس میں واقف اور باخبر رکھوں گا۔ ایفہ آئی کہ شیور سے ایفہ کو تھکھل بلایا گیا۔ رائیٹ (دور تھے۔ تین سے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا)۔“

ان سب کو سب تکین اور دل سے دیتے ہوئے وہ زمین کیساں آپرک۔ ”آئی ہو۔ آپ دوبارہ وہاں گمان نہیں ہوں گی۔ نہ مجھ سے اور نہ قسمت سے ایفہ کو رانی کی سبک ملے۔ یہ ظاہر اور گمنام (اور میری خاطر اسے وقت و وقت کا انتظار کریں) کو کہ انشاء اللہ جلد آئے گا کیسے بار وقت تو یہ بھی نہیں تھا ہاں جس ذرا مشکل اور کرکھ تھا۔“

بات کے اختتام پر وہ سرگراں تھا۔ زمین بھٹکھل اس کے جسم کا جواب دے سکی۔ جبکہ ساتھ کھڑی شرمین ایفہ کے اس دوستانہ ایفہ اور مزید طوطا پر نظم پر ایران کی رہائی تھی۔ اور جب تک بیان سے نکلے کہ نہیں آئیادہ بھی وہیں موجود رہے۔ واپسی پر سب کو خاموشی سے جیسے ایفہ ان کی کو بیانی اور حالات سے مقابلہ کرنے کی طاقت تھی کہ آج۔

جناح زمیں میں داخل ہوتے ہوئے آج اسے پہلے ایک ایفہ کی خوشی ایک ایفہ کی مسرت کا سرور بھرا احساس ملا تھا۔ یوں ہی ایک رنگ سے باہر جانا آ رہا تھا۔ گویا زمین جس میں یہ عزم گزرا تھا اس نے بیک وقت اسے ہی کیفیتوں سے گزرا دیا تھا۔

چونکہ ہر اطلاع نہیں دی تھی اس لیے کوئی رسیور کرنے بھی نہیں آیا تھا بلکہ جان اور بابا کو سرگراں زردی کے خیال سے نہیں بلکہ اس سوچ کے ساتھ اطلاع دی کہ جسکی ملت اسے ملے کہ خود کو مرتد کچھ کئے اور تھے۔ لے کے تیار کر کے۔

پورے تیس تھے سوچا گیا تھا ایک سیکڑہ کو پک نہیں جھپکی تھی اس نے مگر اب جسکے پکچھو کچھ بھی فیصلہ نہیں کر لیا تھا۔ سوچا گیا تھا اس کے لئے سب سے پہلے میں بیٹہ کر دیا جائے گا۔ لڑاؤ سے وقت ہر چہ چکا تھا۔ ان اور ذوقی انتشار سے شل کر رکھا تھا۔

لیلی جان کو پیش سے خرخرتی ہی عادت تھی جیسا کہ نہیں ایک طرف قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے وہ اسے نظر آتیں۔ سوٹ تیس دو روز سے میں ہی چھوڑ کر وہ اپنے اختیار اور بے پایاں ان کی طرف بڑھا اور بے ساختہ ان کے عقب سے جا کر ان کے کندھے پر سر رکھا۔

”کون۔ ایفہ۔“  
”جیسے تھے اور بے قراری ان کے لیے سے خرخر تھی۔ پھر کتنی ہی دیر وہ لے بیٹھے کہ لگے بلا تو زردی رہیں اور بڑھنے کے بل پر اک آک آتے۔ سوچا گیا تھا۔“  
”اس کی ستا بھری آغوش میں کیا نصرت سے دل کا سارا درد ماریے کو چل جاتا ہے انسان مجھ سے نہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لے اسے انھیں جھپک کر لیں۔ لکھی کی جذب۔“

”یہ کیانی لیلی جان۔ میرے آئے ہی تو خوشی میں آپ کو روئے جارہی ہیں۔“  
”ایفہ دیتے ہیں۔ میں آپ کو کہہ کر آئے ہوں۔“  
”جیسے بھولہ تھے انہوں نے کہ کر اس کا تھا چوہا تو وہ نہ دیا۔“  
”تو مجھے میرے ساتھ رہتی رہتی بھڑک کر دیکھیں تھیں آجائے گا۔“

ایفہ ان کے سامنے بڑھا دیا کہ کچھ کر لیں لیلی جان دوبارہ اسے خود سے لگ گئیں۔  
”نست چلا کر کچھ چھوڑ کر آئی دور ایفہ۔ تھیں اندازہ نہیں تمہارے بڑے والدین کیسے آہوں پر چوکتے رہتے ہیں۔“

لیلی جان اس نے باباں اور اچانک ملنے والی خوشی سے چھٹک پانے ہو گئی تھیں۔ دونوں کے رکے سیلاب نے معاہدہ توڑا تھا۔ ایفہ ان کی کیفیت کچھ دھڑکا اس لیے ان کے کندھے پر بار بچھا کر سر رکھ دیا تو لیلی جان وہ ماریے نے باباں سے تانے لگیں جو انہوں نے اس کی غمزدگی میں غموش کی تھیں۔

”وہ چپ چاپ نہیں بن رہا تھا اور اب اس نے اب اس کی ان کی غمزدگی سے اس کے سر میں جیسے سکون کی لہر اس اموزن کو لے لی تھی۔ اس نے انہیں باباں کی جاگ کے لئے اور اخبار کی تلاش میں باہر نکلے تو اسے دیکھ کر اس کے لئے ان کی دیر ہی بیٹھتی رہی ہوئی لیلی جان کی تھی۔“

”جیسا ہے چوتھے سے بھی کچھ اسے لگاتے اسے لگاتے تھے اس نے اجازت نہ روایت کی کہ وہ بڑے والدین کی فطرت اور معتدل پر کنوں کی کیفیتوں سے نہیں کہے۔“  
”وہ جانتا تھا کہ وہ کہاں سے کیسے حالات سے کر رہا ہے۔“

”تمہارا۔“ میں انہیں کچھ تھوڑا سا دل کی مددوں کے یقیناً۔ ”انہیں بھی لاشوری طور پر ایفہ کی برائیوں کا احساس ہو آ رہا تھا جیسا کہ دونوں کا دل اسے سامنے پا کر ان کی خطرناک اور پر ہول قسم سے زندہ ہوتی آ رہا۔“

”اب کیسے ہیں بابا اور صاحب؟“  
”بالا خرخرتی ہی دیر بعد وہ تینوں جذباتی کیفیت سے باہر نکلے تو سوال بابا اور صاحب سے متعلق ہی ہوا۔“  
”میرے میں اب تو کافی۔“ چلے پھرے بھی گئے ہیں اور پر ہول کی غلائی سے ان کی واپسی ہے۔“  
”شکر ہے کہ تو نے میرے دوست کو صحت سے گوازا۔“

بابا نے اسے ساتھ ٹھکانے کے انداز میں دونوں باہر اٹھائے تو وہ انہیں تنہائی کے دیکھنے کا جیسے تو تیار تھا وہاں کہ ان کے دل میں بابا اور صاحب کے لیے کتنا پیار اور محبت دیتی ہے۔

”میں نے اسے بابا چاہا کہ جس میں فون کیا بابا اور سے بات کر لیں مگر جانے کیوں میں مضبوط صحت مند خاکم اور رعونت والا۔“ ایفہ کو اس کا کچھ پتہ نہ تھا۔ وہ نہیں لے سکتا تھا۔ اس لیے کہ تھوڑے ہی اسی کے سپارہ تھیں۔

”ٹھیک میں اس سے اس حالت میں بات نہیں کر سکتا تھا۔“  
بابا کے لیے تھے۔ تھیں ان کی آنکھوں میں کچھ غمزدگی اور چہرے پر کچھ غمزدگی تھی ان کی محبت کا اندازہ وہ تو جانتا تھا۔ بابا اور انہوں نے بہت سادگی ایک ساتھ گزارا تھا اور ذوقی مضغ میں بابا اور صاحب نے اسے کوئی کچھ یاد کر رکھا۔

”انہیں بابا اب بہت سے میں ہیں اب بہت موت کی دہلیز چھو آئے کے بعد سے بہت بدل گئے ہیں۔“ شکت تو نہیں ہاں مگر پہلے سے بہت دیکھتے رہے۔ اپنی بیٹی کے ساتھ جیسا کہ ان کو دیر اس قدر مشفقانہ اور مہربان ہو گیا ہے کہ میں نے اس سے پہلے بھی انہیں ایسا نہیں دیکھا۔“

”وہ تیار تھا بلکہ میرا جان اس بات پر پہلے میں ہی بھڑک کر بھڑک کر لیں۔“  
”ہاں جانا۔“ رشتے اور ان سے بہت محبت ایفہ کی ہوتی ہے۔ ”جیسا کہ میں باہر تھانہ ایک باریک دولت کا اندازہ نہیں ہو آ کر اب ساری پوچھنے لگتی ہے تب چاہتا ہے کہ کوئی ان کی کیا اہمیت ہوتی ہے رشتے کیا ہوتے ہیں اور کیسے ہوتے ہیں۔“  
”جیسا چاہا۔“ میں چھوڑا اور چل کر شادو لے لیں گرم گرم ہاتھ تیار کر لیں۔ ”پتا نہیں اتنے عرصے سے تم نے ٹھیک سے کچھ کہا بھی کہ نہیں۔“

لیلی جان یکدم غصہ اور حکیمہ کو کچن کی طرف جانے لگیں۔  
 ”مگر میں نہیں کچم اب ایسا کچن نہیں یاد رکھی لیلی یہاں لکھنے پڑھنے کی عیبتا“ کوئی عیبتا نہیں ہوئی ہوگی  
 اسے لگیں اپرو۔  
 ”پھر بھی لکھنے پڑھنے کو نہیں ہے کہ خیال رہے اس کی طرح تو کوئی کچم عیبتا نہیں رکھ سکے۔“

وہ دہرائے والیں میں سے نہیں تھیں۔  
 ”ہاں وہ بھی ٹھیک ہے مگر یاد رہے کہ لکھنے والے اپنے کچم بھی لوگ بغیر رشتوں کے ہی قریب رکھتے ہیں  
 جیسے یاد رکھی لیلی اور مہ نگار ہوئی رشتہ ہمارے درمیان مگر بھی ایک کمری اور لیلی سے ان سے۔“  
 لیلی لی جان کی بات پر جواباً ”کہہ رہے تھے اپوز کی نظر میں ہے ساندے اپوز کی نظر میں کی طرف اٹھ گئیں جس  
 میں نکاح تھے کے خاندان تو ان لوگوں کے ساتھ ایک انتہائی اہم رشتے کی بنیاد قائم کر رہے تھے۔  
 ”اچھا اس اب میں سن لٹے سے میرے بچے کا باغ تو نہیں تھا کم میں پہلی مسافت نے لے حال کر رکھا ہے  
 اچھے جاؤ۔“ مگر کار فریش ہو جائے۔ ”قرب ساتھ ل کر کھانا کریں کہ لکھتے ہے جیسے سینے بلکہ صدیاں  
 گزری ہوں تمہارے ساتھ تھانے کے۔“  
 لیلی جان نے دعویٰ خفی سے شوہر کو ٹوکے ہوئے اس سے کہ وہ لیلی کی طرف دیکھ کر مسکرائے انہوں نے اس  
 کی مشکل آسان کر دی۔

”جاؤ بیٹا جیسے تمہاری والدہ کہتی ہیں کہ وہ نہیں تو یہ خاتون پورا گھر سر ہاتھیں لگی۔“  
 بہت عرصے بعد والدین سے ملا تھا ان کی ستارا اپنی سارا باہر نکال دالے معاملے کے علاوہ سب کچھ تھا والا تھا  
 انہیں سہاؤ تو ان میں کرم گرم پور پور کا کپڑے کے سامان کے بہت لطف تھا۔  
 جیت بھر سے یہ نیکو خواہش پڑ چلائی تھی لیلی لی جان نے اس کی ایک نہی اور اسے سولے کے لیے زبردستی  
 کر کے بیچ دیا تھا۔  
 ”کہہ ان بعد ان پانچ عیب اور تھا وہ لکھنا تو تیار نہی نہ چلا کہ کب نیکو کی خوش لے اسے اپنے اندر سیٹ لیا۔“

”بیٹا سمعان۔ کیا جلدی میں ہو کچھ وقت دے سکتے ہو مجھے۔“  
 ٹانٹے سے فارغ ہوئے تھی وہ ضروری خدشات برقی رفتاری سے برف کیس کے حوالے کرنے میں لگا ہوا تھا کہ  
 لانا کے کرے میں تھا کھانک۔  
 ”جلدی ہو تو جی آپ کے لیے بہت وقت ہے۔ لانا۔ پلیز کراؤ۔“  
 ”کچھ کوئی خاص بات ہے کوئی کام ہے مجھے۔“ وہ صوب تھا۔  
 ”کہا تو کوئی نہیں جس میں ایک گڈیز خالی تھی۔“  
 نیکر سلمان جیسے فریش چہرے کے ساتھ اندر آکر صوفے پر بیٹھے ہوئے بوس تو سمعان نے محسوس کیا  
 کراؤ کی طرف دیکھا۔  
 ”نیکو گڈیز۔“

”تم نہیں کو؟“ انہوں نے اس سے متنی تیزی تھی۔  
 سمعان نے چند سیکنڈ سوچنے میں لگا لے اور یکدم مسکرایا۔  
 ”آئی تھینک فرم جیسے متعلق ہے جیسی شے خالی جاری ہے۔“  
 ”تھک کر۔“ انہوں نے کہا۔  
 ”زمین کی بجلی واپس آ رہی ہے سچا سچا ہے۔“ ان کی بات پر اس نے لے حامد اپنا قیاس پیش کر دیا تھا وہ مکمل  
 کرفس دیں۔

”اشاء اللہ۔ اس کو کتنے ہی دل کو دل سے راجہ جان انہوں نے آنے کا قصد کیا اور یہاں ہمارے بیٹے کی  
 فریوش (Intuition) کی بل لگی۔“  
 حسب عادت وہی شوخی اور وہی سناٹا انداز تھا وہی ہنس پڑا۔  
 ”اب آجے کیا اختلاف کروں۔ آخر تو آپ لانا میں میری۔“ شرارت انداز میں سر کھکا کر اس نے سادگی سے  
 لکھا تو اس کا دل بھیج کر مسکرایا۔

کئی دنوں کی چھٹن اور بے چینی کے بعد آج اپنے کچم کو جو سکون اسے ملا یہ نیکو کی شہادتی کی طرح حائل  
 ہو گیا تھا۔ یہی دلچسپی کے وقت وہ جاگا ہوا دھڑلے سے رگڑی گئی۔  
 ”وہاں کھاؤ۔ آج میں کتنا سوایا۔“  
 بڑے بڑے ہوئے اس وقت کا احساس ہوا تو فریش ہو کر باہر گیا لیلی جان اور ہلکا ہلکا ”کیس جالے کی  
 چادر میں تھے۔ وہ انہیں دیکھ کر مسکرایا۔“  
 ”سوئے نہ تھا۔ کیا اب چھٹن آ رہی۔“ لیلی نے محبت سے پوچھا تھا۔  
 ”خیر کچم شلوار میں وہ مانتے ہیں لیجان کی عیبتا کی طرف اشارہ کرنا تھا۔  
 ”جی لکھتے ہیں کئی دنوں بعد کفرینہ آئی ہے۔“

”لیلی کیا امریکہ میں سوئے ہو نہیں ملتا تھا رات بھر جاگا کرتے تھے۔“ لیلی جان کو فوراً ”نگہ لاج ہوئی تھی  
 اس نے کئی گھنٹہ سہایا۔  
 ”میں اس کی بات نہیں مگر انکل کی طبیعت اور ان کی طبیعت کی کھلی کر پریشانی کے باعث مجھے ذہنی طور پر بہت بے آرامی  
 رہی۔“

”تھوڑے کرے بڑے پر ایسی کراؤ میں سرسرا رہی تھیں جب اس نے رات جگے مڑے تھے۔ کبھی ہسپتال میں  
 رہ کبھی اس ابا نمٹ میں جہاں زمین کے خیال سے وقت صرف نیشن میں گزرتا تھا اور اسی سوچ کے ساتھ  
 کچم اسے نہیں کا خیال آ گیا۔  
 ”لیلی جان تم نے کیا کر دی تھیں اسے شوہر کو کوشش کر کے خود کو ان کی طرف متوجہ کرنا پڑا۔ مگر اب حافظہ  
 سے نکل کر کیا باتیں اس کے نظر کا صحنہ بنی تھیں۔  
 ”تم نے سے ہوتا ہوا مزید کے دراصل انکل کی طبیعت آج کل کچم کا ماز ہے۔ کل اسے فون پر میں  
 نے کہا تھا کہ ہم آج میں نے ان کی طرف اس اتفاق سے گھر میں آگئے ہو تو ساتھ چلو۔“  
 لیلی جان صرف کچم کی نہیں رہی تھیں بلکہ کچم کی انداز نگار تھا ان کا جیسے اسے ساتھ لے جا کر یہی رہی گی  
 سے لے کر بعد میں حال میں تھا سو اسے یہ کہ وہ امریکہ فون کرنا چاہتا تھا۔ جبکہ لیلی جان کے توجہ ہرگز ایسے نہ تھے جو  
 سے انداز میں اوکل ہوئی کی اجازت دیتے۔

”ہاں جی میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جو کچم تو اب میں آئے ان سے ملے ضرور بھیجوں گی۔“ آج تو تمہارے ہلکا  
 ہی تھا تو بگڑے تھے۔ لیلی نے تمہارے کچم پر اس کو دیکھتے ہیں کیا تیار ہو جاتا۔ ”لیلی جان حسب عادت  
 اپنا بوسہ کر لے کر گئی تھیں۔  
 ”وہ کچم حاکم مرگ عیبتا کے صدقاً گڈ لکھا۔“ یوں بھی لیلی نے اسے پہلی اشارہ کر دیا تھا۔ سو وہ فون کرنے  
 اور ادھر لپٹی کر کے اٹھ گیا۔  
 ”کچم شلوار سوٹ میں جلوس جس وقت وہ ٹک سٹ کے تیار ہو کر باہر نکلا وہ دونوں بھی تیار تھے۔ لکھنے کے لیے  
 یک ایک فرس کا انتظام کر دیا تھا جس کی مدد سے ان کو اندر بٹھا کر کوئل جیتے ساتھ رکھی اور ڈرائیو تک سیٹ  
 بھال دی۔  
 اس نے محسوس کیا وہ دونوں اس کی معیت میں بہت خوش تھے فریش لگ رہے تھے خوشی تو اسے بھی تھی مگر  
 ماہی بے ذہن کی پریشانی بھی تھا۔“



علی والا کے روٹ پر گاڑی ڈالتے ہی اسے صہیبہ کا خیال کچھ اس شدت سے لپکا کہ باقی ہر خیال ہر سوجھ بوجھ سے بچنے کی ناسی اس دوران علی والا بھی آیا۔  
 واد جان ان کے شکر سے ابڑو کو سامنے پایا تو بے اختیار اٹھ کر بیٹھنے سے لگا یا مصافحہ کیا۔ ان کے ضعیف چہرے پر بیانی کی کیفیت کے باوجود سرت کی چمکدور لگی تھی۔  
 ”تھے ہی آپ واد جان۔“ وہ صمت تروادور محبت سے پوچھ رہا تھا۔  
 ”ہے بچوں کو پچھ لیا ہے تو ٹھیک ہوں اب تم نے بیڑی راہ دکھائی ہر ضرور اور“ وہ حقیقی لہجے میں مجسم ت کہ رہے تھے۔ وہ ہر گھما کر دیکھنے سے مسکرایا۔  
 ”ہی کچھ نام ایسے رہے واد جان۔ مگر مجھے جونی فرمت ملی میں چلا آیا تھی کہ اطلاع دینے کا بھی وقت نہ مل سکا۔“  
 ”غیر ہی سر اڑنے کی بات آئی تو کل تسماری نسل میں عام ہے بنا۔“ وہ ہنستے ہوئے بڑا بھبی سے کہہ رہے تھے ابڑو نے فرما دیا میں سوچنے سے بھلا ہوا خود بھی ساتھ ہی ہر ارجن ہو گیا۔  
 ”چلیے گی کچھ لہجے۔“  
 ”چلو چکر سر اڑنا تمہارے پاس بھی ہے۔“  
 واد جان ان آنکھوں میں دو ستارے چمک اور معموم شوخی ابھر آئی اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوال کرنا ڈر انگ روم کے دروازے سے اندر داخل ہوئی صہیبہ کو دیکھ کر جان بے حیران ہوا وہ بھی ہنسنے لگی۔  
 وہ خڑکوں کی رفتار شاید اس سے پہلے کہ اس کی تیز رفتاری ہوئی تھی صہیبہ کا چوکیدم اندر لڑی کیفیت کا احساس ہونے لگا تھا۔ گلابی رنگ کا ڈھیلے ڈھیلے ہاتھ تھے۔ کمر اس کی اوقات خود کو کنٹرول کرنا پڑا۔ ابڑو نے بھی نظروں کا زانو یہ بدل آیا تھا۔  
 صہیبہ کے چہرے پر اب دھیرے دھیرے جرت ہے جتنی سرت اور خوشگوار ت کی جگہ سمجھو گی لہجی جاری تھی۔ سلام کر کے اس نے جانے جاتی اور دیا ابڑو کی گمرولی تو بے اختیار ان کے ہاتھ اس کے سر آ کر گئے۔  
 ”تم سے ملنے کو واقعی دل چاہ رہا تھا بنا۔“ آخر آج میاں کے گھر آتے ہی تمہارا خیال کیا تو دل چاہا کہ تمہیں بلوا لوں گھر اور دو گھوڑا اٹھانے سے آج ہی تمہارا دل گھسیٹ لیتا۔  
 بی بی جان نے بھی اس کے پیڑوں کو ڈھانک دے دی تھی۔ ابڑو بظاہر واد جان سے مصروف گفتگو ہو چکا تھا نام کن۔ انھیں سے صہیبہ کو بھی دل چاہ رہا تھا۔  
 بی بی جان کی بات پر وہ مجبور ہو کر انداز میں مسکرا کر دیکھنے لگے میں کچھ بھی تھی جس پر ہلانا ہے۔ اسے سنا دے اسے سرا تھا۔ انھوں یکدم ہر عمل اور خوشگوار تھے گھٹان۔ انھوں نے دیکھ کر اس نے واد جان کو لپک کانی کا کپڑے کر ابڑو کی طرف چائے گاہے گریحا یا اور اس سے پہلے کہ وہ قہار سا تیز چلنے پر رکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔  
 ”یکسکونو ذی۔“ کچھ بچے بچے میں۔  
 بی بی جان کے فوراً ”اماں چلیں۔“ گئے۔ اس نے مسکرا کر شائستگی سے جواب دیا اور کھلے دروازے سے نکل چلی۔ علی والا بظاہر کچھ نہیں ہوا تھا مگر یکدم ابڑو کو کچھ بھی کا احساس ہوا اس کی پیشانی پر ہلکی سی لکیریں ابھر آئیں۔  
 وہ کچھ سوچتا رہا تھا صہیبہ کے اس رویے کی بابت کچھ اس کرنا چاہ رہا تھا کہ واد جان نے اسے متوجہ کر لیا۔  
 تو بے غصے تھے کہ وہ سب کو ٹھنڈو رہے مگر اس دوران صہیبہ واپس نہیں آئی پہلے تو اس نے کچھ انتظار کیا اور پھر اٹھ کر اڑا دیا۔  
 ”میں شام کی سٹوٹ سنا چاہوں گا واد جان۔“ اجازت سے آپ گلابی دیوڑی لٹا کر لیں۔“ صہیبہ لہجے میں بمانہ بھی اس قدر موثر بنایا تھا کہ تینوں بزرگ حضرات سختی سے خیر خواہ ہو کر رہ گئے۔  
 ”بنا تمہارا کچھ رہے یا جو؟ اور اس سے بچا ہے کہ وہ خود کو ابڑو یا صہیبہ سے کہنا نہیں کھتی ہے۔“ صہیبہ حیران نہ مہمان موجود ہیں اور وہ صاحب ہے۔“

واد جان انتقال سے بولے اور فوراً ”اس کی مشکل آسان کی تو وہ اور حوا رو کچھ بچنے یا ہر نکل آیا۔ احساس تھا کہ لوگ کیا سوچ رہے ہوں گے مگر باقی منکوحہ سے ملنے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ وہ پریشان ہو۔  
 صہیبہ اندر گروں میں تھیں جس میں کچھ منکوحہ سے ملنے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ وہ پریشان ہو۔  
 دیکھ سے لگی وہ عین سوجھ بوجھ میں ڈھکی نظر آ رہی تھی۔  
 وہ لگانے سے کچھ شہدہ لڑنے کے ساتھ شہاد اور دو پنے میں ہلوس وہا بظاہر کانی فریش لگی تھی مگر آنکھوں میں دھندلے نظر دکھائی دے رہا تھا۔ ابڑو نے یہ قدم اٹھانا اس کی سہا سہا کرک۔  
 آہستہ محسوس کر کے اس نے گردن بھائی تو ابھی واد جان صاحب سے دیکھ کر بے اختیار اندر سے بچنے لگی۔ جتنی بولان پر قوم کی خوشبو اس کے اور گرد بھیل گئی تھی۔ کچھ پچھلے دنوں میں اس نے اپنے قصور میں ابڑو سے اسے نظر سے لے کر لیا لگا ہوا تھا کہ جیسے ابڑو اس کے ان دونوں کے دور یا بیوی نصف طلب مسئلے کھڑے ہیں۔  
 ”کیسی ہو؟“  
 کچھ گھٹے ابڑو ہی بہت گھٹے ابڑو کی ہر شوق و المان اور معنی خیز نظریں اس کا احاطہ کی ہوئی تھیں وہ غیر محسوس انداز لٹھو رہے۔ ہر سوز گئی تھی مگر گلابی ہوں ان خود بخود کچھ خاصی محسوس ہو رہی تھی۔  
 ”ٹھیک ہو۔“ ابڑو نے بے جہت۔  
 ”یاد تو رکھو کہ اس کے لیے صہیبہ سی ترشی اور جتنی تھی۔“  
 ”تمہیں کیا نظر آ رہا ہوں۔“  
 ابڑو نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ دل میں ہونے والے اس سے خود بھی کچھ عجیبہ ہو گیا۔ صہیبہ اس کے سوال پر روتے ترشے نظر آ رہی تھیں اس کی طرف یہ دیکھ کر وہ ان نظریں پیچھے لیں۔  
 ”جیسے تھے وہی جیسے ابڑو نے۔“ وہی نہیں لیا۔  
 ابڑو کے پاس اس لیے پچھلے پچھلے کچھ گھٹے گھٹے مرضیہ کی مٹائیں فوراً ”چھوڑنا اس کی خوشی تھی اس لیے مری ساس بھر خود کو پکڑ کر رکھا۔  
 ”اس قہر سے کا مطلب کچھ سمجھا نہیں میں۔“  
 ”کیوں؟“ ابڑو کیا بات مشکل زبان لے کر لے رہی تھی۔  
 یکدم وہ مگر اس کے سامنے آگھڑی ہوئی تھی وہ اسے اڑنے آگھڑی کر مٹھی میں بیٹھتے ہوئے کچھ اس طورا اعتقاد استہزا سے بولے ہوئے جا چکی تھیں اس لیے دیکھنے لگی کہ ابڑو اس کے انداز پر خیر مار گیا ہے۔ بعد اوریہ طرز گفتگو ت انجان تھا۔  
 ”صہیبہ میرا خیال ہے تم مجھ سے کچھ خفا ہو۔“  
 ”کیوں؟“ آپ نے آخر ایسا کیا کر دیا کہ آپ سے خفا ہوا جائے۔“  
 اس کے طرز ابڑو نے جسے ایک لٹائی ابڑو کی کچھ ایسا اسے اور دو عمل کے لیے تیار نہیں تھا اس قدری طور پر کچھ جواب دینے کی بجائے اسے متانت اور دیاری سے دیکھتا ہوا۔ جبکہ وہ بھی اسی اٹھائے کھڑی ہو کر جواب دے رہی تھی۔  
 ”بعض مرتبہ ہمارے مٹوئے میں حقیقتوں سے مت دور لے جاتے ہیں۔ صہیبہ میرا خیال ہے اس میں سبب وہی ہوتی ہے۔“ ابڑو نے ایک لٹائی کا پوٹا بے ہوا کر اس وقت زیادہ ہو کھنسل ہو رہی تھی۔  
 وہ کچھ سے لپکا تھا اسے کہ کچھ جانتا جانتا تھا کہ وہ کچھ کہنے کے لیے تیار نہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔  
 ”میرے ان کھنسل (emotions) کے بارے میں آپ جانتے ہی کیا ہیں ابڑو؟ ابڑو اب تک آپ نے شاید مجھے ناشی نہیں۔“  
 ”اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے بھی تم سے ہی شکوہ ہے تو؟“  
 ”آپ کا شکوہ کھنسل؟“ غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ آپ کو مجھے بھی شکوہ ہے۔ واقعی غلطی میری ہوئی ہے۔“ وہ روتے تیز تیز ہنسنے لگا۔  
 ”میرے ہنسنے کے سامنے چہرے پر یکدم ہلان دیا۔ غصہ اور غصہ اور غصہ کے رنگ کا ہونے لگے۔“



گھر پہنچ کر جو بی امیں فرمت لیا اسے بلا کر اختیار کر کے کاغذ پر لکھ رہے تھے کہ خود بخود کیا ہے حد سخت اور چھری سے نثار حرم تھے اس کے چہرے پر ہوا کی صاحب قہقہہ تھا "بھئی شکر ہو گئے۔"

"بابا آپ کا کچھ وقت لے سکتا ہوں۔" وہ پوچھ رہا تھا۔

ہوا کی صاحب نے کسی نظروں سے اسے دیکھا اور سر ہلا کر سامنے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ مٹھیاں بچھتا بچھتا گیا۔ کسی لمحہ کو بول نہ سکا لگتا تھا جیسے الفاظ خارج کرنے اور خیالات مرتکز کرنے میں اسے قوت ہو رہی ہو۔

زین آنکھوں میں کچھ اضطراب تھا اور تہہ پر تنہی آخر آتھیں اس خاموشی کو زین پر دل

"بابا بات ہے ایزہ کچھ پریشان ہو میں نے نوٹ کیا علی اگلے کے کمرے سے وہاں پر تمہارا موزٹ خراب تھا کیا کوئی بات ہو گئی ہے صہبہ؟"

سلا پندرے پر متوجہ تھا وہ کہہ کر انہیں دیکھنے کا گویہ کہ اپنے تئیں تو اس نے ایسا کچھ ظاہر نہیں کیا تھا اور نہ ہی ایسا کچھ کرنے کا اس کا ارادہ تھا۔ صہبہ سے متعلق معاملے کو وہ خود پوچھ کر جانچا تھا اس لیے کہ یہ کام اس کے نظریں چر گیا۔

"صہبہ سے کوئی بات نہیں ہوئی بابا۔ مگر میں جس وجہ سے پریشان ہوں اس کا تعلق بلا واسطہ اور بلا واسطہ صہبہ سے ہی ہے۔"

بہت سوچ سمجھ کر اس نے کہا شروع کیا تھا وہ اپنی صاحب نے اب پر تشویش انداز میں اسے دیکھا دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا وہ اسے جاچ رہے ہیں وہ اسے کچھ کر کے دیکھ کر ان کے دہلیز پر آتھیں اور ان کے کھنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بہت اذیت دے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہی نوٹس کی بابا! آپ کو کچھ پر اعتماد ہے؟"

بولتا حالانہ تھا جیسے ان کے جواب پر ہی اس کا ہاگیا، مگر کواور بعد اور ہوئی اب صاحب کا ہاتھ بلا ارادہ اس کے شانے پر رکھا تھا۔

"تو کس ہائی سن" اس نے بھی زیادہ حسیں جانتا ہوں میں اور جنہیں ہم جانتے ہیں ان کا اعتبار بھی کرتے ہیں۔ جسے ہم جانتا ہوں اسے ہٹا کر ایک سیلاب کو اپنے جھڑپاڑا رہتے ہوئے ہے۔"

وہ بہت انداز اور ایمان سے کہہ رہے تھے، انداز حوصلہ افزا تھا ایزہ بچے کے چہن ساہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور دیکھنے کہاں جا رہا تھا۔

"تو چھپ رہے ہیں کچھ ہوں گا اس پر آپ کو اعتبار کرنا پڑے گا بابا" آپ جانتے ہیں بابا میں نے بھی کسی کو دھوا دینے کی شوری یا غیر ضروری کوکوش نہیں کی اور اب مجھے کہ آپ کو کتنا ہے جا رہا ہوں اس میں میرا اثر صرف ظلم و ظمیر شامل تھا مگر حالات ایسا ہی تھا کہ اس نے اس کی تہہ کو توڑنا نہیں چلے سکتے تھے۔ جس کتے تھے وہ غیر معمولی حد تک پیچیدہ ہو گیا تھا مگر ان کی کیا اسے اتار دے اسے تروڑ دے دیکھ رہے تھے۔ جس کے چہرے پر تجالے کی لگنا نظر آ رہا تھا انہوں نے اس کی تہہ کو توڑنا نہیں چلے سکتے تھے۔

مجھے بھی انسان ایک لمحے کی گرفت میں آنا پڑا ہے۔ تجالے کے حواس کو ہفت کی گرفت سے لکھ کر کس طرح کچھ جانا ہے اور ہماری زندگیوں میں اتنے تہذیبیاں کر جاتا ہے ایسا ہی ایک لمحہ اس کی حیات کو بھی ایک ماز دے گیا تھا۔

ہوا کی صاحب نے جب اسے ہال سے پکار کر سامنے بھلا تو اس نے دھیرے دھیرے لفظ جمع کرتے ہوئے قدام حالات انہیں بتا ڈالے۔ ہوا کی صاحب کے چہرے کے تاثرات واقعات کے طعنے میں آتے آتے بدلتے چلے گئے اور جب وہ اپنے ہاتھوں سے اس کی طرف صوفے میں غرق ہو گئے مگر وہ اس پر کوئی بی بی جان نے کہا ہے میرے خدا کی اہل دل ہوتی ہیں جو ہر کچھ سمجھتے۔

انہوں نے بھی سب کچھ سن لیا تھا وہ کچھ پریشان ساہو کر ان کی طرف لپکا چڑھو اور اس کی پوچھ تھا سے مہ گھبراہٹ ہوئی لکھ رہی تھیں وہ انہیں کدے سے قدام کرنا نہ لے آیا۔

"میں کو یہ کیا شہو صاحب! سن رہے ہیں آپ۔" شہری طرف ہوی پریشان نظروں سے دیکھتے وہ ایزہ کے ساتھ بڑے آہستہ۔

"ہیکس لی جان بابا۔"

وہ تشویش اور نرمی سے کہہ رہا تھا نہ امت اس لیے کہ اس کی وجہ سے آج پہلی بار اس کے والدین پریشان ہو رہے تھے۔ روز بھر وہیں سنبھالے کے بعد سے اب تک اس نے انہیں بھی شکایت کا موع نہیں کیا تھا مگر آج حالات کی ذورقت نے ہاتھ میں لے رکھی تھی اس کا اختیار نہ تھا۔

"مگر یہ سب ہوا کیسے اور۔"

شہری طرف سے خاموشی کا ہوں کی تسلیا کر بھی وہ مضطرب ہی ہو کر بڑی طرف مڑیں۔

"اگلے کی طبیعت کے چش نظروں میں کچھ اعتراض کر سکا نہ اگھر۔ لیکن بی بی جان اس وقت ڈاکٹر کی بھی صرف یہی ہدایت تھی کہ انہیں ان کی طبیعت کے چش نظروں میں کچھ اعتراض کر سکا نہ اگھر۔ لیکن بی بی جان اس وقت ڈاکٹر کی بھی یہاں اگلیاں ہلا دیں بیٹھے تھے ہونے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے چالی جھانک رہی تھی۔"

"مگر کہتے۔"

"مگر یہ سن لی بی بی جان اگلے یاد رکھو میرے اور صہبہ کے نکاح کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے۔"

"مگر اب کیا ہو گا۔ وہ کل رات کی فلاح سے اگرچی بیچنے ہے ہیں اگر ہم سے انہوں نے کچھ کہا چاہا تو ہم کیا جواب دیں گے سوچا ہے تم نے۔"

"وہ اس کی چالی کو دیکھ رہی تھیں مگر کٹے کا لعل ہی نہیں تھا اور صاحب کو کس طرح اس حقیقت سے واقف کیا جائے اب سوال اس کا ہے۔"

"لی بی جان پلیر میں خود آپ سے مل جائے گا ہوں۔ آپ کے سوال کا کیا جواب دیں۔" وہ بے چین ہو کر ان سے بولا تھا وہ ان کے کوچہ کی ہو گئیں تو وہ ہوا کی صاحب کی طرف مڑا۔

"یاد رکھ لی طبیعت کو کچھ بہتر ہوئی میں آپ سے ساری صورتحال انہیں سمجھانے کو کہہ دیوں گا مگر لال یا پاکستان پر تھیں ان کی سیاسی حالت کسی ہونچہ کو نہیں جانتا۔ اب کدے سے تھیں تھیں ہے کہ اب انہیں بہر طور نوکس کر سکتے ہیں۔"

"بول۔" ہوا کی صاحب کمری سانس بھر رہے ہوئے بولے تو قدرے مطمئن ہو گیا۔ "مگر بیٹے انہوں نے تو بی بی ایک طرح سے رخصتی کو ہی بہت تھل نکال لی ہی نہیں کر اسے جس خاموشی سے باز رہا گیا تھا وہی بی بی ایک۔"

"بابا پلیر نہیں صرف میری مکود ہے پوری میں نے دل سے داغ سے اسے پیو پاتا ہے۔ سمجھا ہے۔"

فرم کا کہتے تھے جیسے وہ اس نے تو اسے جواب دیا تھا لی بی جان میں اس سے بھی گھر نہیں۔

"اور اس نے۔"

"اس نے بھی کچھ سمجھ لیا تھا یہ والد کی خاطر بہت اچھی لڑکی ہے بابا صہبہ سے مل چکا ہے اور بی بی لکھو اور دیکھو۔" جیسے اسے اچھی طرح ہے۔

"لیکن اگر اس نے اپنے آپ کا ساتھ دینے کی کوشش کی تو۔" لی بی جان نے لپکا جیسی سوال کر ڈالا تھا۔ وہ کچھ سمجھنے سے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔

"بابا مطلب لی بی جان۔"

"مضطرب ہے بیجا کہ نکاح کے بولوں میں بہت طاقت ہوتی ہے اور عورت کے لیے تو یہ بہت بڑا بندھن ہوتا ہے پھر نہیں تو اس کے والدین نے ایک طرح سے رخصت بھی کر دیا ہے اب تمہارے اور اس کے دل میں باہر اس سے قطع نظر کیا یہ بہت بات ہے مگر ہو سکتے کہ لڑکی کی بیوادی تمام شرائط تو جتنے پوری لڑکی۔ اب یہ تعلق تو دوسری بات کرنا تا آسمان بھی نہیں۔ جنہیں اور میں یاد رکھ صاحب کے کئی سوالوں کے



”تو انہوں نے ہمیں ایریو بھائی کی کسان دواہی کا نہیں بتایا۔“  
 ”ہمیں نے بتے جلد فون بند کر دیا تھا صرف تو اوزن کی لڑائی اتنا خواب ہو کہ میں زیادہ دیر کچھ بات ہی نہ کر سکتی تھی مجھے کچھ سنا ہی نہیں۔ بس ذہن اس وقت سے بھر رہا تھا کہ وہاں تھا۔“

وہ بے جا چارٹی سے کہہ رہی تھی۔ زیادہ اصرار کرنے ہو جی یہ پتہ سنا تھا مجھے کڑا ہوا تھا۔  
 ”میں کسی غلطی ہوئی تھی۔ میرے دیکھو صحیح رہتے تھے تاہم مذاقی نہیں ہوتے۔ یہی لوگوں کا کھیل کہ دل اجاہت ہوا تو اسے چھوڑ کر کسی اور کھیل میں لگ گئے۔ ہمیں یہی حقیقت ہے کہ وقت ہوتا ہے بغیر ایریو بھائی کے اپنے انداز میں اتنے دن کیسے میں بات نہیں کر چکا ہے۔ بے وقوف لڑکی ابھی تو تسماری رہ چھٹی تھی میں ہوئی ابھی تم نے نہیں جاننا کیا اتنے دنوں میں ایریو صاحبہ کا فعل کیا۔ کچھ تو عقل سے کام لیا ہو۔“  
 ”تو بتانا میں کیا کر رہی تھی تب کچھ نہ کر سکتی تھی۔ کچھ تو میرا زہن معصوم ہیں ان کا کوئی تصور نہیں اس سارے مسئلے

میں اس کے نتیجے میں سمجھا ہے کہ وہ کچھ جھٹلائی تھی لیجئے یہ جھٹلائی کھٹکی اور دھڑلے رفتی زیادہ سے بہت حساسیت سے محسوس کی تھی اس لیے اسے لہجہ دیکھا کرنا۔“  
 ”وہ سب اپنی جگہ جگہ کر رہا۔ میرا علم نہ تھا کہ میں خود ایریو بھائی سے بات کرتی ہوں۔ ان سے پوچھوں گی۔“

”کافی ضرورت نہیں۔“ کہہ رہا اس نے اسے ٹوک دیا۔ ”پلیز زیادہ ایسا جو کم مت کرنا ایریو کو چاہیے تھا کچھ سے بات کرنے کے مکر انہوں نے لیک کر فون میں کیا یہاں مگر سب اسے خوش ہیں وادی پر خوش ہلنے جا رہی ہیں اور وہ ہیں کہ سلام تک نہیں کیا فون پر اس کا بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ جیسو دیوان کی طرف کیسے فون کیا تھا بلکہ جاننا کہ ”اور تم نے جو ادھل فون لگا ہے اس کا بھی پتہ کہ تو انہوں سے کہتے ہو تو وہ ہوں گے۔“ میں بھی تو نہیں ہو گا کہ جب تم ان میں اچانک سامنے آؤ گی تو کسی خوش ہو جی مگر تم نے سارا خواب بے ڈر کر دیا ان کا۔“  
 ”یہ کیا ہے سب میں نے نہیں سوچا تھا یہاں ہمیں کیا معلوم تھا۔ یہ خواب دیکھتے تھے میں نے۔“ وہ جیسے ہارے ہوئے ہوئی تھی۔

”پھر میری کیا ہو گا۔“ اسحق لڑکی دوسروں کے بارے میں اسے فنی کرنا اور بات ہے مگر وہ حقیقت میں ہیوی کا شہر جتنا مضبوط ہونا ہے اتنی ہی کچی۔ پلیز ایریو بھائی سے بات کر سنا میں تو نہیں پھر فرد جرم جان کر کش مگر بہر حال اسے وہاں کیسوا کو لیکہ بیٹھے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں ہاتھ تو انہیں فون کر کے اچھکھوڑا کرلوں۔“  
 ”میں زیادہ بہت مشکل سے سہل تو تیرا دل ان کی طرف سے ابھی صاف ہی نہیں ہوا۔ دوسرے غلطی اگر میری ہے تو ایریو کی ہی ہے۔ میری سب سے بھینٹو لڑکی کا قہر ہی ہوں زیادہ اور جب میں نے نہیں سوچا کہ میں اپنا تو انہیں بھی ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں ”مصور اور میں نہیں وہ ہیں۔ میری بات سے انہوں نے جان لی تھی ”تھنا“  
 ”زال میں کچھ کلا ضرور ہے اور اگر ایسا ہے ایریو بھائی کا خود اتنا ہو گا۔ میں صحیحہ علی ٹوٹ جاؤں گی مگر کھولیں

نہیں لڑا کے مشورے پر اس نے چٹا ہوا ایسے ہی میں کہہ کر مزید کچھ سے بغیر فون رکھ دیا تھا اور دھڑلے شہرہ بھیجی ہوئی تھی ریسپورڈر کی سیکڑ ڈیکاس کے ساتھ میں ہی رہا تھا۔  
 ”کیا بات ہے زیادہ بہت جیت ہے۔“

فرار نے اسے اس طرح دیکھا تو لڑکا تھا۔ وہ کچھ چونک کر سنبھلی تو ریسپورڈر کی لڑائی سے ڈالتے ہوئے یونہی مسکرا دی۔ وہ کچھ سے کھینچنے لگے کہ میں آیا تھا۔  
 ”ایسا بالکل سب کچھ ہے۔“

لڑکا اندر اسینڈنگ تک سنی تھوڑی بات قطعاً ”فراد کو بتانا میں چاہتی تھی کہ بہر حال یہ معاملہ اس کی سرسرا لیا تھا۔ یہاں اس کی ادنی وجہ سے کسی شہر کے گھر والوں کا کسی اور موضوع کے حوالے سے اس میں تداخل نہ کرنا میں چاہتی تھی اس لیے ”فراد کی خوشی ہوئی ہے۔ میں نظرس محسوس کر کے اس نے لیوں کو مسکراہٹ سے آراستہ کیا اور اس کے پاس آگئی۔“

آنے والے بچے کے حوالے سے کرنے کے لیے وہیں باتیں تھیں۔ فون پر بعد فراد کا دوشیان بھی اس طرف گیا تو اس نے سوچا کہ کل جا کر خود لے کے صہیب سے فون پر توکل کر بات ہو نہیں سکتی تھی۔

ایریو پورٹ پر ایریو اپنی دھڑکی مصروفیات اور ذہنی الجھاؤ کے باعث قصداً ”نہ جاسکا تو اچس سے ہی گاڑی اور ایسویو کے وارنڈا کر دیا۔“

زمن کی نظر پر ایریو اس کی تلاش میں تھیں جو دل میں موجود نہیں تھا۔  
 ”میںو خالد اور دیگر شہر داروں سے آئے ہوئے تھے تاہم پتہ کا استقبال ہو کہ وہ سب دل کو خوشی سے معمور رہا محسوس کرنے کے لئے۔“

چادر صاحبہ کیل جیپر تھے۔ طویل مٹریں انہیں ختہ بے آرائی اور بے سلائی محسوس رہی تھی اس لیے جلد از لہر کھینچنے کی خواہش تھی۔ ابھی سب سے لی رہے تھے کہ سامنے کوئی بیکہ بھائی پر نظر پڑے تو ایریو صاحبہ کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔ زمن ان کے ساتھ ہی تھی۔ ان کی آنکھوں کو تعاقب میں نظروں والی تو پیچھے چھوڑ کر رہا تھا۔

”تسماری بھائی! مجید اور دو کا رانا ان میں آگے بڑھیں تو زہو بیگم کو کچھ زور ان کی جانب رحمت سے بڑھیں رہا نہیں بلکہ یاد صاحبہ کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی روک لیا۔“  
 ”پلیز بھائی! ابھی اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں، میری ریکارڈ سے ایسا کچھ مت کہیے گا کہ انہیں

جینا۔“ مشکل ہو چکا۔  
 ”پلیز زہو بھائی! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ میں ایسا کچھ کہنے نہیں آتی۔ آپ اطمینان نہ رکھیں۔“  
 ”زہو بیگم کے عاجزی سے کہنے پر انہوں نے بہت غلطی اور محبت سے کہا تو یہ سکون ہو کر ایک طرف ہو گئیں

زہو بیگم بھائی اور یاد صاحبہ کی طرف چلی آئیں۔  
 ”میں بچوں کی نظریں اس طرف مرکوز کی جبکہ ساتھ کھڑے کزنو غیو خوش کیاں کہہ رہے تھے۔ بالخصوص خیرین کاچوہاؤ غنہ لکھی کی مانند ہو رہا تھا۔“

”اسلام علیکم بھائی!۔“  
 ان کے نزدیک آتے ہی یاد صاحبہ نے کہا تھا وہ ٹھنکتے سے مسکرائیں۔  
 ”تو بیگم! سلام کہے ہیں آپ ایریو بھائی، شہوار! آتا چاہ رہے تھے ملنا چاہ رہے تھے مکران کے لیے آتا جانا آسان

میں اس کے پاس سے گزرا۔“  
 ”ابھی مجھے مسکا ہوں بھائی، صحت کے بغیر انسان کچھ نہیں میں نے یہ اہت ناک دور گزارا ہے شہوار کی اہم میں مسکا ہوں۔“

”توبہ ہے ہیں۔“  
 ”مقتدرہ بہت سہولت سے سمجھیں کچھ زہر داروں کا کچھ ہے اتنے تو آرام سے ابھی لینا تھا جہاں گا۔“  
 ”میں میں ایسا مت کہیے۔“ ابھی تو آپ کو اک بچہ عمر زائلی ہے بچوں کی خوشیاں دینی ہیں۔“

یاد صاحبہ نے بے کھدو دیکر سے تھیں بچوں پر نظروں کی توجہ دینی بے تھلدار سے کہہ کر ساتھ کھڑی زمن کے ساتھ رہ کر دیا۔

جانے یاد صاحبہ کیا سمجھے ایک سکون کا سانس ان کے لیوں سے خارج ہو گیا۔ جبکہ زمن کی نظریں پشیمانی سے بھی جا رہی تھیں اس ساری صورتحال میں سے اپنا آپ بہت ”اور دھڑلے“ اور بھائی کی حالت ناخوشہ گئی پورا جسم ہولے ہولے کلاب رہا تھا۔ یہاں ہر سام سے چوترا تھا اس کے پاس کو ٹھوہر سے صاف کیا

شریں اس کی آنکھیں محسوس کر کے اس کی پشت پر آگئی ہوئی اور اس کا پاؤں قائم کر جیسے اسے Stand  
 دینے کا سانس دیا تو بعد اگلے ہی لمحہ کی تھی۔

میںو خالد نے جب سب کو پہلے کو کیا تو یہاں سے پارنگ کی طرف بڑھنے لگا۔ زمن تو پیچھے کسی







کیلہ وہاں سے لٹے سے کھڑا رہا تھا۔ اس کاہل بیٹھے جا رہا تھا کہ کسی کی خوشی کا رنگ خراب کرنے کی اس نے کوشش نہیں کی اور جب چاہا اپنے کمرے میں پہلی آئی۔ کو کہ وہ پڑھا تھا کہ شرمین سے بچہ کے اس کی بی بی بیٹھے اسے مطمئن کر دیتی تھی مگر آج ذرا اسے مل کر بدلتا دیکھا بیٹھ بھی کچھ دیر پہلے احدی کاں بھی آئی تھی اور اسے اندازہ تھا کہ شرمین اس وقت ایک حسین خواب کے منتظر تھیں وہی جس میں سے اسے نکالنا ایک طرح کا طبعی تھا۔

یاد صاحب نے چند منٹ اس کا انتظار کیا اور جب وہ نئی تو سیر کو بھیج کر بطور خاص اسے بلایا تو وہ چہرے سے ترہوار نظر کے حاملہ آمدنی پہاں پہلی آئی جہاں سب موجود وہاں لگاتے ہوئے تھے۔

یاد صاحب نے اسے اشارے سے اس پر ہاتھ کیا تو اس نے ان کی محبت سے جیتی آنکھوں میں مسرت کی چہرہ بھی اور اپنے دل میں اتارے چند عشق کو بیٹھی بندہ ملائی کو کوشش کرنے لگی۔ چاہے کسی احساس کے تحت ان کا ہاتھ اس کے سر پر آکا تھا وہ ہلکیلک جھجک جھجک کر آنسو اپنے اندر جذب کرنے کی جدوجہد میں بڑھال ہوئی۔

دوسرا دن بہت امیدوں کے ساتھ طلوع ہوا تھا۔ رات کی جس طرح زمیں اور یاد صاحب نے کواری تھی وہی جانتے نہ تھیں کہ غفلت سے دل اور احساسات مختلف تھے۔ کیوں پھر دوسری عین ایک ہی جگہ دوسرے سے ملے۔

مقتضاً انھیں مگر یہ جگہ کیساں تھا۔

زمین دھماکے کی طرح اس وقت اس قید سے نجات مل جائے جبکہ یاد صاحب اس کی اور یاد کی جوڑی صدا سلامت رہنے کے خواہش مند تھے۔

زہو بیگم وہ دنوں کی بیکٹریا سے آگاہ تھیں پریشان بھی تھیں مگر اپنا بھرم قائم رکھا ہوا تھا۔ منہ مٹھتے وہ فیوضِ قلعہ کو مگر بیوقوفانہ خالہ بھی اپنے کمر کو لٹھو نہیں تو کھریں خاموشی کی چھائی۔

سیر بھی اپنے دوستوں کی طرف نکل آئی تھا کیونکہ ان سب سے ملنا ملنا ہوا رہا تھا اس لیے اسے آئے میں یہ تو قیاس ہی تھی۔

یاد صاحب کو قدرے حرارت تھی رات کا چنگا اور پھر مسلسل مہماؤں کی تکرورفت کے باعث بے آراہی نے اپنا اثر دکھایا تھا زہو بیگم کی مسلسل تفریق دوسری تھیں مگر موت کی دلیہ پر چھوڑنے لگا یاد صاحب سب سے ملتا چلا رہے۔

”زندگی کا کیا بھروسہ زہو بیگم سب سے لٹو۔“ حسین نہیں معلوم کہ میں نے اپنے پیاری کے اس دوش کا کیا کیا کر رکھا تھا۔“

”جوں جوں باتوں میں سب کچھ۔“

وہ اندری اندر اس بار انداز پر پہل جاتی تھیں مگر ہار پرستہ نہ کر لیں۔ یہی اسے شرمین اندر آئی۔

”اپنی آپ کے دوست آئے ہیں۔“ جلیلی بھی سے ساتھ میں سے ڈراؤنگ رویہ میں بھٹاوا ہے۔

اس نے کمرے کا اطلاع دی تو ان دونوں نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”وہاں ہے۔“ زہو بیگم نے پہلے ہی چہرہ کیا تھا۔

”سیر کے خیال میں شرمین یہاں ہی ہو چکا ہے۔“

”میں نہیں۔“ بھائی اگل نہیں سلمان اگل نہیں وہی جن کے اسکو میں شرمین نے جاب کی تھی۔ ”چہرے پر ہلکی سی جھک ہے وہی تو یاد صاحب کی سوائے آنکھوں میں یکدم ششمالی کا احساس رنگین کر رہا تھا۔

”وہ سلمان۔“

وہ قدرے تیزی سے اٹھے اور ڈراؤنگ دوام کی طرف بڑھ گئے جبکہ زہو بیگم وہیں رکی ہوئی تھیں کہ اس نے انھیں پوچھا تھا۔

”میں بھی مسلمان بھائی بھی ساتھ ہیں۔“ آئی آپ کو پوچھ رہی ہیں بلکہ آپ بھی جانتے ہیں بلکہ فتنہ کا سامان بھجوا رہی ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ایک اور مقلبی لائے ہیں جن نے لگتا ہے جہاں کروا کے جائیں گے اسی لیے۔“

شرمین بہت مسرور نظر آ رہی تھی زہو بیگم کو بھی نہیں پڑیں۔

”میں نے کوئی فتنہ نہ مچا ہے۔ میں یہاں ہی سے ہوتے ہیں۔“ مگر نہ ہی وہی تو سیر پر تردد کے آثار نظر آ گئے۔ ”میں بھی تمہارے اہل نے اپنے بطور خاص بھائی بھائی کو لایا ہے۔ جب تک یہ حقیقت کا اردہ کا نگاہ کیلئے ہو چکا ہے میں معلوم نہیں ہو جائی تو بھی سوچنا مشکل ہے۔“

ان کے کہنے پہلے کا شکر کم شرمین کے چہرے پر بھی رہا تھا۔

”اوہ۔“ وہ فوری ہوئی۔

”میں تو سیر کی بات تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جاؤ شاہاں چاہے غیرو کا محسن انتظام کو خدا کرے ان کی لائی مقلبی کا کلن بھائی کو خوشیوں کے ساتھ ہے۔“

اس کا کالہ قہقہہ اٹھانے کے بعد شرمین کی شکل میں شرمین گری سانس بھر کر یہی کی طرف لیٹ آئی۔ جہاں زمیں ملازمہ کو تیزی سے ہاتھ چاڑھ لایا رہی تھی۔ خالی اندر کی کیفیت چہرے سے عیاں تھی۔

شرمین کو احساس تھا کہ وہی سب مل کر اسے زہو سے کیا کرتی تھی سب چپ چاپ آکر اس کے کندھے پر اپنے ہاتھ کا لپکاؤ ڈال کر کھینچا یا اور احساسات مختلف کا یقین دلایا تو وہ خطہ کرکٹ لائی تھی۔

دس دیر تھیں بعد جبکہ شرمین کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے ہی بیٹھے مسلمان گروہی پر نظریں پڑی تھیں چہرے پر بدودت کے خیال کے عرصہ میں رکھا آئے تھے سلام کر کے چند منٹ وہاں بیٹھی تھی مگر زہو بیگم کی شوق نظروں کا سامان نہ کر سکی اور اندر کی راہ لی۔

مسلمان نے واضح طور پر محسوس کیا کہ وہ کچھ بیٹھ گئی تھیں مگر اسے والد کی حالت کا نتیجہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

یوں بھی وہ کئی ہی مہارت سے قیاس کیوں نہ لگا وہ کچھ سوچ بھی نہیں سکتا تھا جو اس پر بیت گئی تھی۔

یاد صاحب بہت عرصے بعد سے شرمین صاحب سے بہت دنوں کی ڈھیل پائی اور یادیں تھیں جنہیں دہراتے ہوئے وہ خوشی محسوس کر رہے تھے۔

”جوں جوں باتوں میں سب کچھ۔“

وہ بھی اس کا شکر ادا کر رہی تھی۔ جی کہ وہ لوگ اجازت لے کر اگلے کمرے ہوئے۔

”لوگ سے یاد اور چلن کا امید ہے آخر وہ تمہارے سب سے محترم تھے میں لوگ کے بھرم سے کچھ مائل کافی اگال بس اتنا سمجھو کہ تمہاری طرف اس کی ایک بات نہیں ہو چکا۔“

مسلمان کی طرف نظر ڈالتے ہوئے وہ قدرے قہقہہ کر کے لے کر لے کر یاد صاحب حیرت زدہ سے کبھی انھیں بھی مسلمان کی طرف دیکھتے تھے۔ کچھ جھپٹ کر مسکرا رہا تھا۔

”میں سمجھا نہیں۔“

”یاد صاحب! یہاں بھی کچھ تنگنا نہیں۔“ جلیلی بھی نے ہاتھ لائی۔

”آپ فکر نہ کریں سلمان بھائی۔“ آپ کو پائی میں ہوئی۔ ”یاد بیگم زہو نے ان کی بات کا لائی اور تیزی سے بولیں یاد صاحب اب بھی ہوئی نظروں سے انھیں دیکھتے تھے۔

”تینوں مہمان معزلات ہے اختیار خوشی کے احساس سے مغلوب ہو کر فتنہ پر پڑے اور ہار کر گئے۔“ انھیں پورے ٹیکوٹے چھوڑتے ہوئے ساتھ لٹی تھیں۔

”یاد کی طبیعت مکمل طور پر ٹھیک ہو جائے انشاء اللہ آپ کو نو بیڑ جواب ملے گا۔“

جائے یہی حد سے کے تحت انھوں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ بیگم سلمان خوشی سے کہنے لگیں۔

”میں سمجھتا تھا کہ آپ نے یاد بھائی سے بات کر لی ہوئی اور جواب تو بیڑ ملے گا۔“

”جی نہیں۔“ بیگم نے بھائی کی بات کی۔ ”جی جلدی اسے لکھی ہو جائیگا۔“

ان کی آنکھیں دھندلا دی تھیں۔

”تم آج زہو۔“ آپ کی بیٹیاں تو سیر ہیں جہاں جائیں گی وہی تو سیر ہو جائیں گی۔“

”خدا ہاں کرے ان کے نصیب بھی ایسے ہی روشن ہوں۔“

”انشاء اللہ کم از کم اپنے بارے میں تو یہی گمان کی بیٹنی کی پوری کرنے کے لیے زمین کو مانگا ہے۔ اسے انشاء اللہ ہم سے کوئی حکایت نہیں ہوگی۔“  
 وہ کہہ رہی تھیں بیکار وار کے اندر بیٹھ چڑھا اور طہمان اثر کیا سمعان کے کندھے پر جھٹ سے چھٹی ہوئی۔  
 ”سو کے بیٹا پر اتنا تم مجھے باکل میرے جیسے لے ہو اپنے اپنے سے۔“  
 ”بھینکس آئی۔“ آپ کی محبت اور قدر افزائی۔“  
 وہ دھڑے جھک کر لا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف چلا گیا۔  
 جب تک گاڑی نظروں سے اوجھل نہ ہوئی سڑکار وہیں کھڑی رہیں اور پھر گری سٹیجی کے ساتھ پلٹ آئیں۔  
 یاد صاحب حسب توقع ان کے منہ سے آج کے سوال تھے کہ بیکار وار میں ملنے کا سوچ بھی نہ کیوں اور ان کے پاس بیٹنی آئی۔ ”تو یہ پوچھتے تھے۔“  
 ”کیا بات ہے ذرا ہو لگا ہے سلمان میری تیر مودگی میں بھی ادھر آیا تھا۔“  
 ”میں صرف سلمان بھائی میں نہیں رہا بھی کبھی آئی تھیں۔ زمین کا پر دو پزل لے کر۔ اس وقت آپ امریکہ میں تھے۔“  
 ”کیا تم نے ہاں کہہ دی تھی۔“ وہ کچھ بے چین سے سوال کر بیٹھے۔  
 ”نہیں۔ آپ سے پوچھنے کے لیے کہہ سکتی تھی۔“  
 ”مگر اگر آپ تو ہم نے کچھ ایسا ہی مانگا۔ کیا تم نہیں۔“  
 ”ہاں یاد اور اس وقت ذہن پر کوئی بوجھ نہ تھا۔“ ٹھوڑی دیر میں وہ اپنی بھائی آئے ہوں گے ان کے آنے سے پہلے اور آرام کر لیں اس موضوع پر بحثات ہوئی۔  
 ”یہ کہہ کر وہ ٹھکڑا کا سلسلہ موقوف کر کے اٹھ کھیں تو یاد صاحب ان کا حتمی انداز دیکھ کر جب ہو گئے۔ وہ حقیقت وہ خود اپنے آپ کو ایڑی والہ اور اس کے والد سے بات کرنے کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے۔“

لہجے نے ابھی ادھر سے فون کر کے اسے زمین کا بیکار لکھوا یا تھا اور جو کہ وہ اس موضوع پر بہت سوچ چکی تھی اس لیے اس کا فون اسٹینڈنگ بل پر لگا۔  
 ”کیا سادہ و ہم خدائے انسان و بہتیں نہیں لےئے نہ وہ اس کے حصار میں مقید تو رہتا ہے مگر اس سے فرار حاصل کرنے کی فطری سی خواہش بھی اسے ساتی رہتی ہے۔“  
 ”صہبہ! اس کی انتھاری کی اذیت سے نجات حاصل کر لینا جاہلی قہر کی فون کی قتل جاری تھی۔ جالے کیوں اس کا دل بیکہ مڑھک جھک کر لگاؤ اور بے ساختہ انگلی کر لڑا پر جا رہی بلانے کے جان ہو چکی تھی۔“  
 اس نے ایک بار پھر پھر کھڑکھڑائی طور پر تیار کیا اور کھٹکھٹا کا کچھ عمل ترتیب دیتے ہوئے دوبارہ کمبوڈا مل کر دیا۔  
 اس مرتبہ دوسری قتل پر ہی فون اٹھا لیا گیا تھا۔  
 ”ہیلو۔“ ”میرے کیا اور بھانجپان کی تھی۔“  
 ”ہیلو زمین سے بات کرو۔“ ”قدرے بولا انداز میں اس نے کہا تو ”جھا بولا کریں۔“ کہنے کے ساتھ ہی وہ فون ہنگ کر کے چلا گیا۔  
 شاید ایک دو سیکنڈ بعد ہی اس نے زمین کو پکارنے کے لیے آواز سنی اور ایک بار پھر مڑھنے لگی کہ اسے کیا اور کیے کہنا ہے۔ سب سے پہلے اس کے دل کی خیریت دریافت کرنے کا غلطی زمانہ ہو چکا تھا۔  
 ”زادو پر ہی نہ مل رہی چاہ پ ستالی دی اور پھر ہی نے دیکھو اٹھا لیا۔“  
 ”ہیلو۔“ ”زمین بولی تھی اور اسے لگا کیسے اس کے کوئڈہ بہت بدوا کا ہوا ہے یہ آواز نہ۔“  
 یہ آواز تو دہی کی۔  
 وہی جو اس دن۔۔۔ زمین وار اس کے ساتھ سے چھوٹ کر بچے جا کر۔

”ہیلو ہیلو۔“  
 ”زمین نے رہے پور کرنے کی آواز سننے ہوئے دوبارہ پکارا بھی مگر کوئی جواب ملنے کی بجائے یکدم بلاٹن ڈسٹنکٹ کر دی۔“  
 ”کل ہے۔“ وہ کچھ عجیب سی مڑی۔  
 ”میرا اس وقت تک کرے سے جا چکا تھا اسے پکار کر لایا اور پوچھا۔“  
 ”اس کا فون کب میرے۔“  
 ”آپ کو تا ہو گا کھٹے کا معلوم۔“  
 ”تو کیا تم نے نام نہیں پوچھا تھا۔“  
 ”نہیں مگر کوئی لڑکی آپ کو لایا تھا۔“  
 ”جھا۔“ ”اس کا انداز کچھ سوچتا ہوا سا تھا۔“  
 ”ہائی ہائی۔“ ”کیا بات نہیں ہوئی آپ کی۔“  
 ”میرے پوچہ پر تھوڑا ہوا ہاں کرتی جاں سے کبھی آئی ذہن کنج اس کا نال نام لایا تھا۔ کبھی بھولتی تھیں محسوس ہو رہی تھیں۔“ ”یہ فون کل ہی اسے ڈسٹنکٹ۔“  
 ”اسے لگا کچھ قصدا۔“ ”اس کی آواز سن کر فون بند کیا گیا ہے۔ جبکہ بقتل میرا کار نے اس کا نام لایا تھا۔ گویا اس نے آپ کو پکارنے کے لیے فون کیا گیا تھا۔“  
 ”تو پچھتاہیں کیوں نہیں کی بند کیوں کر دیا۔“  
 ”سوال اس کے ذہن میں لگتا ہو رہے تھے مگر بیاہر وہ اس بات کے لیے پریشان نہیں ہو سکی۔۔۔ شرمین نے اندر سے ہونے والے پکارا تو وہ جھٹک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔“  
 ”میں۔“  
 ”وہاں رہ بھائی کے پیر شش آگئے ہیں۔“  
 ”وہ۔“  
 ”یہ کہہ کر اسے لگا جیسے اس کی زمینیں شرمین ہوں دھر کر کہیں ختم رہی ہوں۔ عجیب و شستہ نظروں سے اس نے شرمین کی طرف دیکھ لیا تھا۔  
 ”کیا بات ابڑی۔“ آخر تم ہر بات کو اپنے نرود (عصاب) پر کیوں سوار کر لیتی ہو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“  
 ”ایم شیور زمین۔“  
 ”اس کا سر وہ بڑا ہاتھ شرمین سے قہار کر لاسا یا تو وہ محض خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی کھڑی ہوئی۔“  
 ”جی جی کی دورانی کمال ہیں۔“ ”اسے لگا جیسے اس کی آواز کسی کنوین سے آئی ہو۔“  
 ”دور انک دوم میں اٹھ آئی کسی پاس۔“  
 ”ایڑی جی آئے ہیں۔“  
 ”قدرے جھٹکے ہوئے سوال کیا تو شرمین نے مرو جھڑے سے اثبات میں ملایا۔“  
 ”مگر کیا اور آواز میں نہیں ہیں میرے کب پچھ رہی ہے۔“  
 ”بلکہ انداز میں اسے بتایا مگر اس کی پریشانی کی طور میں ہو رہی تھی۔“  
 ”مگر کب آئے گا انک دوم میں۔“  
 ”نہیں مگر کب تو خود کو سمجھاؤ زمین اگر تمہاری یہی حال رہی تو آئی ایم شیور تمہارا انروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔“ آخر تھیں کس بات کا خوف ہے کہیں آپ سیٹ ہو اس قدر۔“  
 ”زمین نے یہ کیا کیا شرمین کا اشتغاف پر پھر بھی ٹھٹھکی کی طرح بٹھا چلا گیا تھا۔“  
 ”آپ کو کچھ نہ ہو جائے شرمین۔“ ”جج جو کچھ بڑے والدین انہیں بتاتے آئے ہیں وہ کسی طور بھی خوشگوار نہیں لگائے گئے۔“  
 ”میں نے ان کے لیے ایکشن کا خوف ہے۔“  
 ”وہ کہہ رہی تھی چرے پر ترد کے آثار تھے اور آنکھوں میں بھگورے لہجے پریشانی۔ شرمین اس کے پاس ہی

موصوفے پر تک جی تھی اس کے شانوں پر باندھ بیٹا تے ہوئے اسے ہمارے دینے کے خیال سے بندھ کر کہیں لے آئی اب بہت کم تر ہیں زمین اور انشاء اللہ ہمیں مزید کسی دھکے کا حوصلہ مند نہیں زندگی کے ایسے اینڈ واکنڈ پر رہ گئے ہیں انہوں نے وہ اس طرح Collapse نہیں کر سکتے لیکن ساری زندگی بہت جرات اور ہمداری سے حالات کا مقابلہ کیا ہے۔

شرمین کے لیے میں خود اس اور کئی جی اسے محسوس کر کے زمین پر جگے سے مگرادی۔

”ہاں شاید۔“

”جی ہاں چلو ہمداری یہ دیر نہیں شکل دیکھ کر تو سب یہی سمجھیں گے جیسے تمہیں خود اس رشتے کے نوٹ جانے کا دکھ ہے پھر اپنا اپنا کچن لایا اور کھو جس سے نفی کو یہ سب کچھ بھل کر نے میں آسانی ہو ہمداری آنکھوں سے جھٹکتا اطمینان آئیں پر سکون کر دے گا۔ انہیں نہیں آجائے گا کہ تم خوش ہو تو وہ جی مطمئن ہو جائیں گے۔“

شرمین کے سامانہ انداز پر ہی رہی اور شرمین اسے بار آجائے کا اشارہ کرتی چلی گئی۔ لیکن میں کچھ کام تھا اور وہ اپنی جگہ بیٹھی رہ سکتی نہ تھی کہ۔

”ایسا واقعی میں خوش ہوں۔“

اسے باپ کا موصوفے مدح رشتے نے مجھے اور میری زندگی کو کہیں بھی کسی زاویے سے متاثر نہیں کیا اس پر نہیں کیا۔

”دروازہ دل اس سوال پر جیسے یکدم خاموشی چھا جاتی تھی۔ عجیب سے احساسات نے اس کے اندر اودھم مچایا تو گھبرا کر ہٹ گئی۔

”لاؤنگ روم آئیو تو کھڑے دیکھ کر ایک لمبے کو دھ کر گئی تھی۔ یہ شخص جو اس کا محسن اور مہمان ہے اسے دیکھ کر زندگی کی مشکلات سامنے آ گئیں۔“

”مست خفیف سا جسم اسے دیکھ کر لڑکے کیوں برا تھا تھا۔ البتہ آنکھوں میں موجود بچیدگی کا تاثر بخود تھا۔ میری وہاں موجود جیسے فاس لے چکا تھا۔“

”اسلام علیکم“ ”وصالحہ مرہا بچہ تھا۔“

”و علیکم السلام میں جی ہاں آپ۔“

اس کے چہرے پر کھڑکی زردی گواہ تھی کہ وہ کسی بے مکر اس کے سوال پر حسب عادت سر ہلادیا۔

”میرا خدا مالک ٹھیک ہوں۔“

”ہاں ہاں! آئندہ دیکھتے بغیر کہہ دیں گے آپ نے بیات۔“

ابو مجید وہ کیا تھا اس نے جو کچھ کر رہا تھا اب دیکھ کر حیرت سے بولی۔

”کیا مطلب میں سمجھتی نہیں۔“

”میراثان ہیں؟“ وہ بہت مہربان ہوئے میں نے پوچھا تھا اس کی ملکیت کو بھی سمجھنے لگیں۔

”نہیں“ وہ کہیں سے نایزک لے آئی ہرٹ میں ہوں گے ان کی طبیعت ابھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں مجھے دروازہ ہے کہ کہیں۔“

”خیر! اور عوارہ کیا تھا۔“

شرمین کے بعد زندگی میں واحد یہ شخص آیا تھا جس سے اس نے اپنے احساسات شیر کے تھے جبکہ ایک وقت وہ بھی تھا جب وہ اس کے سامنے سے جی بڑی گئی۔

ابو کے چہرے پر اس کی بات کا گہر پورا تاثر ابھرا تھا۔ لیکن مجھے انداز میں بولا۔

”میں بھی آپ کی طرح ایک عام آدمی ہوں شرمین کوئی نقصان کوئی کر سکتا ہوں مجھے الہام ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی اتنا گوارا کہ انشاء اللہ اگلے بار بائبل ٹھیک ہیں کے البتہ بہت ہونے نہ ہونے کا تعلق سے تو ان کے فیصلے جو دہوتے ہیں تو وہ گہرے محال ہوتا ہے۔ تاہم آپ یہ اگلے بار اور آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کی طرف چوڑی کھن کو کھول کر ہیں یا بالخصوص زمین آپ۔“ اس نے پر زور انداز میں کہے ہوئے اسے دیکھا اور پھر بولا۔

”تم کو اپنے دعوے سے اگلے کو یہ یاد کرنا ہو گا کہ آپ اس رشتے سے ناخوش تھیں اور ناخوش ہیں۔“

”اور آپ؟“ لہا ارادہ اس کے لیوں سے سوال پہ بھلا تھا میری نے اسے سنبھالنے کی طرف دیکھا جو اپنے سوال کا جواب اس کے چہرے پر جلاش کر رہی تھی۔

”کیا مطلب؟“ وہ اس طرح پوچھا تھا۔

”مطلب کیا آپ اس صورتحال سے خوش تھے؟“

اس کا شکار تھا میرے اسے کڑے میں لے آیا تھا وہ قدرے سر جھٹک کر ایک لمبے کو نظر کیا۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی طرف دیکھا جو بوسے اٹھانک سے اس کے چہرے کو بڑھ رہی تھی۔

”خوشی اور خوشی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا نہیں کوئی دیکھ آیا بھی طرح جاتی ہیں کہ میں نے اگلے کی خاطر ان کا سامنا تھا۔“

”گو کیا آپ بھی خوش ہیں تو پھر خوشی آپ کے چہرے سے محال کیوں نہیں جس کے جنے ڈنڈ پر رکھا ہے آپ کو اس آنکھوں میں من کے لفظ خبر ہو رہے تھے اب دیکھ کر جڑ ہو نا اٹھ کھڑا ہوا۔ تو وہ بھی اس کی تقلید میں اٹھ گئی۔“

”ایسا خیال پر بھی زمین زمین کی حالات یہ کیسا نہیں رچے، ممکن ہے جو آپ نے فہم کیا اس نے آپ کو بہت کیا ہو مگر اگر دیکھتے آتھ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہی آنا ہے۔“

قدرے رکے رکے میں کہ کر اب دروازہ کھٹک دی طرف قدم بڑھا گیا تو وہ اپنی جرات گفتار اور ادب چانگ سوال دیکر کھٹکی سے لگی آسانی بہت پر اسے حیرت اور فاس ہو رہا تھا۔ سر ہلا کر وہیں بیٹھ گئی۔

جس ضمن سے اس کا سامنا ہوا وہ اسے ہی عادت میں سمجھ لاتی تھی۔ شاید اس کے لیے کہ اس کا پس نہیں چل تھا وہ یہ تو دنیا کا طریقہ ہے کہ جو آپ کی پروا کرنا ہے آپ کے سامنے کھٹکے اس کی ذات سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔

”کیسی کا درد ہو کسی کرتے ہیں تیرے نام رقم پھر کتنی ہی دیر ہو وہیں بیٹھی رہی ڈرا کھٹک دوم سے اب بولے کی آواز اسے آئی بند ہوئی تھیں خاموشی تھی طویل خاموشی۔“

”گھر کا کچھ اور ڈرا کھٹک دوم کے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔“

”گو کیا تم سب نے مجھ سے اتنی ہی بات چیت کی۔“

اس پر طرے میں یاد و صاحب کے پھارے ہوئے چہرے پر تلافی کی رتق آئی تھی۔ بیٹی گھر کرتی لگا ہوں سے زہر و تیکر اور اب دیکھ کر طرف دیکھا تھا انہوں نے۔

”ادرا اس بات میں ڈرا اصل۔“

”زہو تیکر سے ہے جین ہو کر چلا چکا تھا مگر ادرا صاحب کے چہرے پر پچھلی زردی دیکھ کر وہ کانپ سی گئیں۔

”بے اختیار راتھ کران کیسا نہیں۔“

”تمہیں آپ کی زندگی اور خوشی عزیز تھی یاد اور ادرا بھی بے مکر آپ کو کیا ہو رہا ہے۔“

”میں سب پریشان کر گیا۔“

”اگر۔۔۔“

”اور۔۔۔“

”مکمل۔۔۔“

ایک وقت آئیں پکارتے ہوئے سب ان کے پاس چلے آئے تھے شہزادہ ہوا ابھی تیزی سے دھکیل چپتر رکھ کر اس طرف آئیں۔ سب در صاحب کا ہونڈی کے دل میں اٹھنے والے درد کو سہتہ نہ تھے۔

”جیانی بلیر ہو خوش کریں۔“

زمن کے ضبط کے سارے بند اس وقت ٹوٹ گئے تھے۔ شرمین کی حالت ابھی مختلف نہیں تھی مگر اس دور میں

کو سنبھالنے کی خاطر وہ خود بچہ کی ہوئی تھی یا در صاحب "تقریباً" بے ہوش ہو چکے تھے۔  
 "وہ گاؤں میں داخل ہے اٹکل کو روکا" "نہیں ملتا چاہیے۔ چلے آئی ساتھ آئیے۔" تیزی سے اٹھتے ہوئے  
 ایزد نے یا در صاحب کو سہارا دے کر اٹھایا۔

"کیا" وہ تینوں جیسے کھڑی تھیں۔  
 "مجھ پر جانور میں نہ دیکھو تمہاری امی کتنی پریشان ہیں۔ خود پر کنٹرول اور دل پر بحور سر رکھو۔ چلو آؤ۔"  
 زہرہ بیگم ڈرائیڈ کے پیچھے دوڑا، اٹکل کی ٹھیںکوں سے وہ دونوں لڑکیاں لپٹی جان کے بھاگتے بھاگتے پر سکیاں روٹی تیار ہر

چلی آئیں۔  
 اور اس وقت تک یا در صاحب کو کاکری پھیل سیٹھ پر بٹھا گیا تھا۔ زہرہ بیگم ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں اور اپنے  
 ڈرائیڈ کو گاڑی لگانے کی بات نہ کی۔ لپٹی جان اور دونوں کو لے کر ان کی گاڑی میں آدھیں نو شہار صاحب ایزد  
 کے ساتھ والی سیٹ پر باریخان ہو گئے۔ غیر کو بولایا گیا اور یا در صاحب ایزد جیسے میں ہسپتال پہنچے

دو سرائیکہ قافلہ تمام لوگ یکدم جیسے احساس جرم میں گرفتار ہو گئے خصوصاً "نیشن اور ایزد کی حالت عجیب  
 تھی۔  
 ڈاکٹر تجزی سے ضروری کارروائیاں کر رہے تھے اور روڈ پر کھینچ رہے تھے وہ لوگ تمام سخت ذہنی دباؤ کا  
 شکار تھے۔ زہرہ بیگم کے بہت کچھ بڑے بڑے والدین جانے کو تیار تھے۔ نہ میونہ خالد کا خون خراب تھا مسلسل  
 ٹوٹتی کرتے ہی کئی دہائیوں میں آ رہا تھا۔

• • •  
 صبح سے دوسرے ہو گئی تھی لہذا کو ٹھہر گئی تھی کہ جانے صہیب کی نیشن سے کیا بات ہوئی ہوگی۔ لہذا فرصت ملنے  
 ہی فون کر لیا۔ دادی اور امی سے بات کر کے جب اسے لہذا تو ایک حد درجے سنجیدہ لگی۔

"خیر تیرے پاس صہیب کی تم ٹھیک ہو۔"  
 زہد کے لیے گا ٹھہرا اور کنٹرول لے لیا ایک خفیف سی سرت سے ہنستا کر لیا۔  
 "ہوں" مجھے ہلایا گیا ہوتا ہے۔" جیسے پرنے پر پڑ رہا تھا۔

"لگتا ہے تمہارا ذہن سخت آگ ہے جتنا کہ نیشن سے بات ہوئی۔؟"  
 زہد کے انداز سے بے قرار کی شکل دہی تھی اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ کیا جواب دے۔ بے اختیار

ایک کرسی سانس بھر کر اس نے خود کو کھڑ کیا۔  
 "ہاں کیا تھا میں نے فون۔"  
 "چمکرات ہوئی۔"

"بات کیا۔ جس سوال کا جواب مجھے چاہیے تھا وہ مجھے بتاتا کیسے ال گیا۔"  
 "واٹ۔"

صہیب کا گھر گھر اچھے زہد کو شہر کا ایک چھوٹا سا رہائش گاہ۔  
 "مطلب یہ کہ وہ لڑکی نیشن ہی میں کسی کی کو آؤں میں اسے ایک کال کر رہی تھی۔"

"کیا۔؟"  
 زہد کی جیسے چیخ بھل گئی اور اس سے پہلے کہ مزید کہہ سکی سوال کرتی صہیب نے دیکھ کر کیل پر ڈال دیا۔  
 ضبط دیکھ کر بھی ایک انتہا ہوئی ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں ایسے جس کے سامنے انسان اپنی قوت پر برداشت نہ کر

جانتا ہے۔ زہد اس کے لیے ان ہی لوگوں میں سے تھی۔ اپنے آپ کو آؤ اور وہ کہہ کر پر عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی  
 رابطہ ہی تو لیا۔  
 اور زہد کی حالت گر کر گئی تھی اسے اچھا طرح اندازہ تھا کہ صہیب اس وقت کیا بات دہی ہوگی اور ساتھ ہی

اس کے سفاک "مصلحتوں" خوف بھی اس کے اندر دیر سے دیر سے کراتا چلا تھا۔  
 • • •  
 484

باہر اور زہد کو کے کمرے سے اپنی اپنی کواڑیں کھینچ کر اپنے گھر دہی تھیں۔ ٹھہر چکے تھے۔ زہد کی  
 طرف جانے والے ایک سے ایک کے ٹھکانے کی گلیں۔ کشادہ ذہن سال میں یہ پکی تحریک تھی جو ان کے جسم میں لگی  
 تھی۔

فطری طور پر وہ کچھ قدر مدمی ہو گئیں۔ ابھی یہ اندازہ ہی لگا رہی تھیں کہ کیا دہر ہو سکتی ہے یکدم زہد کی تیز  
 آواز سارا عقدہ کھول گئی۔

"دیکھتے ہو؟ جوں ایشی ہے باہر آخر بے بات کیوں نہیں سمجھتے۔"  
 "بلکہ زہد تو میں نے گاٹا ناٹا ایل ایل میں کھلی میں ایشی سے پھر گئی تھیں اور تمہیں کیا جلدی ہے ابھی امی داری  
 شادی کو کامیابی اتنا ہوا۔"

باہر اس کا عملی کامیاب بے زاری لیے ہوئے تھا۔ یہاں پر کھڑی ٹھہر چکے تھے کی ٹکٹیں گم ہونے لگیں۔ لاکھ  
 ملازمتیں سہ سہ کر لائی تھیں فطری خواہش سے شہیت ایل ایل میں ایشی طرح واقف تھیں۔ ایک دہر تھی کہ زہد کی کور دہرتے  
 ہی انہوں نے خوشی کے عالم میں اس کے لیے لپٹ میں ہونے تمام عکاسوں کو چھوڑ دیا تھا۔

"واٹ شو میں نے پائی اس بار یہ۔ کوئی لاگت نہیں۔ زہد اور فریڈی کی شادی ہمارے ہی بعد ہوئی اور وہ۔"  
 "ساہو کہ ان تینوں نے تم پر اپنا اور زہد کا مقابلہ مت کیا۔ کہ اس کا ایک گروڈن تم سے مختلف ہے وہاں اس قسم کی  
 باتوں کو ایتھت نہ جانی سے جبکہ تم ایک اسٹو کے چھلے سے بیٹھ کر تھی ہو تمہارے پوائنٹ آف ویو میں فرق  
 ہوتا چاہیے ہے۔ کیا کہہ سکتا ہوں کہ میرا لطف کا سینٹرل فوکس پوائنٹ بتایا جائے۔"

باہر خاصی سنجیدہ تھی کسی کے ساتھ کا محاذ انڈیا میں بول رہے تھا۔ یہاں پر کھڑی ٹھہر چکے تھے گاؤں گزر رہا تھا ان  
 کا گھر اور ان کی سوچ۔

"عورت کسی بھی ایک گروڈن سے تعلق رکھتی ہو یا پر اس کی خواہشوں کا ایک ہی ایک گروڈن ہوتا ہے اور وہ  
 ہے عورت کی پیچیدہ فطرت۔ کھیل کی خواہش ہوتی ہے انال سے۔"

"بلکہ زہد! ان امور اور کیو مٹ ٹھہرے اس قسم کی غلافیغز سخت اثر لگتی ہیں۔ تم میرے لیے کافی عواطف۔ سر  
 میں درد کسوں ہو رہا ہے۔"

مردکی بے کسی عورت کے نرم ملتینا بے لچر ہو کر کئی تھی۔  
 "اور خود رو میں لٹ کر رہی ہوں۔ اس کی ہوا ہے کب۔"

غصے میں زہد کی آواز خاصا بولتی ہوئی تھی۔ "میں نے اپنے لیے تیروں سیتا نہیں دیکھا۔"  
 "ان فیکٹس تم جیسے ہوئی ہو زہد ہے۔ بس اور کئی پر انکم میں ہے۔ دس دوائے ٹھہرنے ہے اسٹوڈنٹس اٹھایا  
 ہوا ہے آج کل۔"

"بابر۔"  
 باہر کے سفاک تبصرے پر وہ تھی ہی رہے تھے اپنی اور آسف سے انہیں دیکھتی رہیں اور پھر جو وہ نول ہاتھوں میں  
 چراغ اچھا کر دے تھیں اور زہد کی لپٹ میں۔

تھیں کھیل کا ہاتھ کی محبت میں لگے۔ بے اختیار اور زہد کا کڑا لالہ۔  
 "بابر! تم کو ان آلیا بے اب تمہارے آسوسا کر۔"

بابر اپنی دنیا تھی اور زہد کو کے آسوسا پر یکدم تادم ہو گئے تھے۔ لہذا قدرے نرمی سے کہتے ہوئے زہد انہ  
 کھولا۔ "زہد! کوئی دوسرا ٹھکانہ ہو تو کچھ لوگ کہہ رہا ہے۔"

"میں ملتا۔ آپ؟ کوئی کتا تھا۔"  
 "نہیں تو کچھ بچہ رہا ہے۔"

ٹھہر چکے تھے۔ تیر کر رہے تھے تادم لہر نرمی زہد کا تو دہر لپٹ گئے۔ وہ بھی اپنے کمرے کی طرف لوٹ  
 آئیں اور پھر زہد کی کمرے کی درگزی کی نصیحتیں باخبر سے لٹی تھیں۔

"جی آئی لایا تھا آپ نے۔"

شریک کی برسی کی نظر اس سے کی طرف مرکوز تھیں۔ جب دنیویوں نے اندر قدم رکھا تو بے اختیار ان کی طرف مڑیں۔ چوتھا ہوا لکڑہاتھو اور آئینیں لگا بی ہو رہی تھیں۔  
 ”اگر وہ آکر کھانا لایا تو یہ کھانے کی طرف مڑیں۔“  
 ”مجھے دیکھنا ہے کہ اس نے کھانا کھانا دنیویوں کے ہونے کا پتہ لگائے گا۔“  
 ”تجزی سے سانس پھنی گویا وہ پتہ بتانے کے لئے رضامند نہیں تھیں۔“

نہیں، مگر زمین کے چرے پر چھائی رہائی اور ۱۱۱ لکھ سو پچیس ہزار پانچ سو تیس اور نو کوڑی کوڑی  
 بڑا ہر سال سے جانتا ہوں۔ بالکل قطعی ثابت ہے کہ وہ اس میں اس کی آکھوں میں خوفِ مہربان  
 خستِ توشیح لکھی جیسی تھی اس وقت تو میں لوہا ماس تو نہ ہے کہ میں اس کو ہرگز نہیں  
 مگر کچھ بھلا ہوا اس کا خیال کیا۔ کیا انا کہ نہ ہے۔ وہ پہلے طرے سے لولہ ہے۔ خصال اس کے ایک ایک  
 اس کے ظاہر تھی۔



”میں نہیں میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔“ شکل سکرانی تھی۔  
 ”ہوں“ لکھنے سے لپٹ کر شپ لٹائی گئی ہے۔ ”لطیف سا طعشون تھا اچھا۔ وہ وقت سے ہنس پڑی ہمار  
 قدرے تفصیل نظروں سے اے نہ کیا۔  
 ”تم بہت میرا دیکھا دیکھ لگاتے رہتے ہو اب لپٹی بھی میں بدل نہیں۔“  
 ”تم کی آپ کی بھاری کے تو جھڑے گڑے ہیں۔ وہ ایک بات کے سرکھوں ہیں۔“  
 وہ پکڑی جلائے لاندہ اڑائیں ہنس اٹھا۔  
 ”خواب لپٹی بھی کوئی بات نہیں لگاتے ساتھ میرے سفارتی تعلقات پہلے سے تو بہت بہتر ہیں۔“ وہ سادگی  
 سے کہہ رہی تھی۔  
 ”تو آپ کے ہر کے ہر گت دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے میں بھی یہ سفارتی تعلقات ”کسی“ اور کے طفل  
 بہتر ہوتے ہیں۔“  
 انھوں کو شرم سی کر دھڑ دھڑا تو وہ واقعی بات کر گئی۔ ادا ہلے سے خاصی دلچسپی اور احترام سے  
 دیکھا پھر نہ کر سکتے تھے۔  
 ”لطیف“  
 ”لطیف“ بھی اسی جیسا تو اس ایکسی ”لؤل“ آئے گا ہمارے گھر اتار لیں اور اتارنا Shy (شریلا)۔  
 ”مطلب۔“  
 ”مطلب ہے کہ نہ تو فی الحال بھی آپ جیسی ہیں نہ شرمیں دونوں ایک دم کاؤڈنڈ اور حاضر جواب چال ہے جو  
 کوئی جملہ اور سے باہر ہو جائے۔ جبکہ آپ آپ جیسے کو تو اس میں مکمل طور میں بالکل نیا لپٹ ہیں۔“  
 وہ اس کے ساتھ ہی انداز دیتے سر میں شرم پڑی تھی۔  
 ”فہمکنس اگر کامیاب تھا۔ یوں بھی سب کی اپنی اپنی نیچے ہے۔ لیرا آتی اور میں دونوں ہی شروع سے  
 ایسے ہیں۔ جبکہ صہیب میری کزن، ہم سے بہت مختلف تھے۔ براہِ احترام حاضر جواب اور بلا کی صاف گو۔“  
 اور یوں صہیب کے ذکر پر ایک بار پھر وہ روشن ہونے لگی۔  
 ”وہ تو ہے حالاً کہہ سکتے ہیں کہ زندگی اپنی حقیقت سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر آپ اور صہیب میری لئے تو اس کامیابی کو  
 بھوکا ثابت کر دیا ہے۔“  
 وہ دوستانہ انداز میں اس سے باتیں کرنا اس کے ساتھ ساتھ لڑائی میں لپٹا تھا مگر اب اس کا ذہن صہیب کی  
 طرف منتقل ہو چکا تھا اس لیے پہلے سے سکرانہ کر فوراً ”اصل دعا عیان کیا۔“  
 ”پہلے لڑائی تھی آپ کی طرف راپ کر دے۔“  
 ”وہاں آپ کی شہر خاص کا ذکر ہو اور اور اصر آپ نے رو لگی کا سامان پانچہ لیا۔“ ادا مدھرے سے کہتا صونے  
 پڑا ہوا ہوا تھا۔  
 ”اے نہیں میں نے تو کافی پہلے سے پروگرام کر رکھا تھا۔ لہذا اب تو اس لیے تم سے کہہ رہی  
 ہوں۔ پلے اس بات جانو۔“  
 اس کا سامان صرا صرا ادا کو بہت جلد وار لپٹ لیا تھا۔  
 ”اے مگر میری یہ بھی ایک شرط ہے۔“ وہ ہنستے ہوئے بولا۔  
 ”شرط۔“  
 ”کہ۔“  
 ”کہ جب تک یہ جلیقی آپ اور بہت صبح کے شرارت سے سکرانہ تھا۔  
 ”پہلے شرمیں کی طرف چلیں گی آپ اس کے فادری کی عمارت بھی ہو جائے گی اور۔“ ”شوخی سے سرکھاتے  
 ہوتے اس نے فورا ہوا و بھو اڑائیں نہ لگائے۔  
 ”اور مجھ سے کی نارت بھی نہ لائی کی بات نہ تھی۔“  
 اسے کسی آنے کی بھی ادا وہ برسے لے سے ہنس اٹھا اس بات پر۔

”میں ٹھیک ہو جائے گا زمین پہیلی بازی۔“

سب لوگوں کو ذرا تنگ دہم میں چھوڑ کر وہ ایک لڑائی میں بیٹھی درود شریف کا ورد کر رہی تھی۔ بچوں سے ستارے ایک کھیل سے لپٹ کر رہے تھے۔ اب وہی کئی برس پہلے کی اس کے ذہنی انکسوں سے اسے دکھانے لگی اور خوشگوار صاف تحریر میں انکسوں میں ابھرنے لگا۔ یہ وہ چھوٹی چھوٹی تھی۔  
”ایسا واقعی سب کچھ ہو جائے گا اور یہ سب کچھ؟“  
”ہاں، سب کچھ ہو جائے گا اور یہ سب کچھ؟“  
”ہاں، سب کچھ ہو جائے گا اور یہ سب کچھ؟“  
”ہاں، سب کچھ ہو جائے گا اور یہ سب کچھ؟“

ایک بار پھر اسے یوں دکھائی گئی کہ وہ کئی مہینوں چھانڈ میں آ رہی ہے مگر وہ بھی ایسے ہاتھ بٹایا وہ چھوٹ چھوٹ کر رہی تھی۔

”نہاں! کوچہ میں ہو جائے کہ میں، لایم میں یقین دلانے خود وہاں سے گدی ہو گا میں آپ سے کہہ نہیں پاؤں گی صرف آپ کی خاطر مجھ سے اپنا نام نہ چھینے گا اور مجھے یہ کٹوری رشتہ عزیز ہو گیا ہے بہت عزیز ہو گیا ہے۔“

”میں ہوں پر نکاس کا گھنے بالوں والا اور سبھی تنگ ایسے کہ اس کو محسوس کر رہا تھا۔ ایسے بے ہوشاں حیرت اور استغاب میں کہ کرا رہے تھے۔ دکھا سکتا تھا کہ وہ سب کچھ کے باٹھ میں تھی۔“

اپنی حالتوں پر اسے پتہ چھو رہا تھا۔ وہ کیا کہہ سکتی ہے شاید اسے خود بخود نہیں تھی۔ اب وہ مشکل خود کو کنٹرول کر سکتی تھی۔

”میں اب ذہنی دھچکے اور مٹش میں آئے ڈسٹرب کر رہا ہے۔“ اس نے زمین پر بہت ترس کیا تھا اس لئے، ”ہم ہل میں کہیں نہیں یہ خیال سر اٹھا رہا تھا کہ اگر واقعی اس نے یہ سوچ سمجھ کر کیا ہے تو وہ پہلی جان لیا اور صہیبہ کو کیا جواب دے گا۔“

اور صہیبہ کے خیال کے ساتھ ہی کتنی باتیں اس کے ذہن میں در آئیں۔ سوچ کا ایک اور دروازہ کھلا تو دے نہ سہے۔ یہ ریشٹل میں تھا اور گیا۔

”فکار گاؤں صہیبہ آخر بات کیا ہوئی ہے تم مجھے بتائی کیوں نہیں ہو۔“

وہ سب سے مشکل فارغ ہو کر صہیبہ کو تلاش کرنے لگی اس کے کہہ میں اس کی تھی جہاں وہ سب سے اچانک کا معقول بہانہ دے چھپی بیٹھی تھی۔ غالباً۔ کیوں ہے مجھ سے پوچھا جانتی تھی مگر کبھی بھی خیال کی ایک جگہ پر نہ گیا نہیں اور ہوا تھا۔

اس پر متزلزل رہا کہ آگے لگاؤ اور اسے دھڑکنے لگی ہے۔ اپنے دروازے حاسرات وہ سب سے چھپا چلائی تھی۔

”تو آگے نہ دیا کہ وہ لڑکی نہیں ہی تھی۔ میں وہ دیم بھی نہیں بھول سکتی۔“ اس کے اصرار پر وہ خود کو حتی الامکان پاس کو سکون ظاہر کر رہی تھی مگر وہ اس کے اندر سے کتنے خوفان سے متاثر تھی۔

”میں صہیبہ کی بے مہربانی سے نہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ زمین کی آبی سے تو سمجھنا بھی نہیں کی جاتی کہ تقریباً ہاں بھی کہہ دے کہ کل ہی رات میں نے فرما دے پوچھا تھا بہت تقریباً۔ طے ہے ان کی زمین کے فادری واپسی پر خوشی کا بھی عمل ارا رہا ہے۔“

نہاں کی طور پر نہیں نہیں کیا رہی تھی۔

صہیبہ نے کہا، ”مجھ نے بھی کیا ہے پاس پڑا میگزین اٹھایا تھا جس کے کورق پہلے سے اٹتے ہوئے وہ نہاں کی تشویش کو بچھڑی گئے محسوس کر رہی تھی۔“

”یہی ہے جس میں زمین سے مل چلی ہوں بہت مختلف نیچر کی لڑکی ہے۔ بلکہ ایسے بھائی خود بہت سچے ہوئے۔“

”پلیز نہاں۔“

کچھ دہم میں نے نہاں کی بات کا دھی تھی جس پر اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔  
”جی جی، میں سمجھتا ہوں کہ زمین کی وہ اچانک پیدا کرتے ہیں جو کسی کی فہم کرنے سے نہیں لیتے۔ نہاں اور شاید ایرن ہو اپنی کارشمار کی ایسی ”گوں“ میں ہوئے۔“

اس کا عجیب مزاحور اور تھکا ہوا ڈیڑھا سچا ہی تھی۔  
”میں زیادتی کر رہی ہوں صہیبہ ایرن بھائی ایسے میں۔ وہاں نے یونیویٹا میں ہمارے لیے پسند کیا تھا۔ وہاں ان میں جس نے اچھی سب سے متاثر کیا تھا۔ ہمارے بزرگوں نے یونیویٹا میں ہی اختلاف ہونے باوجود وہ اپنی پہلی سے رشتہ میں جو لیا تھا۔“ وہ کہہ ”اس رشتے کی بنا پر وہ حقیقت میں اپنی کی شرافت اور رانی نہایت ہے۔“

انہوں نے اس کا کہنے والا تھا مگر صہیبہ کا دل خراب ہو چکا تھا۔ رشتے کے نازک آجیوں میں شک کا پل سے تو مشکل سے ہی جاتا ہے۔ خصوصاً وہ رشتے تو وہوں کو ہمارے ہوتے ہیں۔  
نہاں کی بات وہ دھڑکنے لگی تھی۔

”شرافت اور تقویٰ کی میراث نہیں ہے شہو صہیبہ کا۔ ہوتے ہیں۔ لیس کا ظالم ہر انسان ہوتا ہے جو اس کے آگے اس کی اسیت اور اخلاق کی ساری کر جاتے ہیں میں انہیں نہ عزت دے سکتی ہوں نہ ان کی اپنی شرافت کے مدد سے میں احترام کر سکتی ہوں۔“

جی اور حقیقت سے مجھ کو رنج ہے کہ وہ کہہ رہی تھی۔ نہاں کو یکدم کسی خطرے کا سامنا نہ جانتا اس دے رہا وہ صہیبہ کی نفرت اور عداوت سے اپنی طرف متوجہ تھی۔

اس کی محبت اور اس کی نفرت دونوں شدت پسندی کا مظہر ہی تھیں۔ پیشہ سے اصولوں پر سمجھوتہ نہ تو اسے چھوڑ دے۔ یہ اس کی نفرت کا حصہ تھا۔

فون کی بیل بہت دیر سے بج رہی تھی۔ فیم بھائی نے کا ریڈو سے گزرتے ہوئے ریموٹر اٹھایا تو ایک لمحے کو کچھ بات نہ ہو گئی۔

خان بابا نے صہیبہ کو لایا تھا۔ دایان کو کچھ سے انجانا کایک اور تھا۔ فیم کچھ تذبذب میں کھڑے سے کھڑے جو رشتہ دایان کا صہیبہ سے تھا وہی ان سے بھی تھا مگر دایان نے اسے نکلتا تھا یہ اکیسے تھے کہ بابا کے برٹان سے اور مشکل انداز پر انہیں اس کی قدر نہ کی۔

صہیبہ دایان کی طبیعت خراب ہے۔ میرے ساتھ چلو۔  
”ہاں میں چلی رہے تھے کہ کبھی نہ خیال میں کہ کبھی نہ فیم بھائی کے کپارے پر چوک کر چلی۔“

اس نے ایک لمحے کے لیے انہیں سے سوال نہ کر رہی تھی۔

”پلیز کارڈ پڑھو۔ کیوں کر میں ایٹ کر لیا ہے ان کو سوکھ کر ان کی ہری اب۔“

وہ کہہ رہے تھے۔ یہی اسے یقین نہ تھا کہ پڑا چرے کے چاند نہاں کی ایک پچھلی جی ایس اور وہ کچھ دھڑکے سے بے لگ تھی۔

ایسا ہو گیا ہے دایان کو بڑے بڑے پلینر جانتے تھے۔ چھپانے کے نہیں میں انہیں بالکل ٹھیک کرنا تھا اپنی بالکل ٹھیک۔“

”میں ان کر لیا۔ وہ بالکل ٹھیک ہیں، مگر ذرا انہیں Painک ہوا ہے مگر کوئی اتنا ہراسلہ تو نہیں۔“

اسے دلدار سے رہے کہ اس کو کچھ کے فطرت نہاں نے انہوں کی انکسوں سے مجھے جارے تھے۔ فیم

اسے واڈی جان اور خاندان کے یکم کے پاس لے گئے۔ انہیں ساری صورتحال سے آگاہ کیا تو فیم نے بیگم کی اس کے گوشوں میں شہرے لگی۔

”ہم صہیبہ کو لے کر فوٹا اسپتال پہنچو۔ فیم میں تمہارے ابو کو فون کرتی ہوں۔“

رخسانہ جگر سارے اختلاقات اور حالات بھلا کر پیشان ہوا جس میں تینوں مردوں کا ایک حال تھا۔ سفید بیکم کاہل بہت عرصے بعد وہ کون کوست کر گیا تھا۔

ابھی خاصی آواز نہ تھی کہ اس دوران میں ہم اسے لے کر سیدھے اسپتال بھاگے اور وہاں داجان کو ڈیڑھ گھنٹوں اور مینٹوں کے درمیان قہار سے لٹا دیا۔ کچھ دیر بعد کھڑے ہو کر وہ بیکم کے بل کر رہ گیا۔

پھر کئی دن بعد ہم بھائی زادہ انکڑوں سے سوال جواب کرتے رہے جو کچھ تو اس وقت ذہن پریشان پریشان ان سے سن لیا۔ اس کے آنسو چہرے سے گرنے لگے۔

ہم بھائی فریاد کو ساری صورت حال بتانے لگے۔ جو ابھی ابھی اس سے سیدھا بھاگا چلا آیا تھا۔ صہیبہ بابت چپ چاپ کھڑی تھیں۔ کادور کئی آنسو بہا رہی تھی۔

کچھ حالات دیکھ کر میں نے چپ ہار مارا لیکن ایک "جبر" کے خوف سے گھٹت کھانے لگتا ہے تو آنسو خود بخود نہ نکلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی کچھ ایسا ہی تھا۔ میں داجان سے وہ قدرتی طور پر بہت قریب تھی کہ اوپر ہی قہار سے بھٹکا آنسو سے رہی تھی۔

فریاد پر میں اسے دلا سا رہنے دیا کہ ایک داجان کے ڈاکٹر ان دونوں کو کچھ ڈمکس کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس کی کیفیت ایسی تھی کہ وہ جب تک وہاں کھڑی رہتی اس کی طرح پریشان رہتی۔ سو ہم بھائی اسے "بیکم" سے نکال کر ڈیڑھ دو ایک گھنٹے پر بھاگے۔

اس نے دیکھا کہ بھائی آج سالوں بعد داجان کے لیے باہل اس طرح بھاگ دو کر رہے تھے جیسے فریاد پریشان پھر رہا تھا۔

ایک عجیب سی خوشی اس کے دل میں ابھری تھی۔ یہ وہی بیکم کو اس نے ہوش میں نہالنے ہی تنہا کی تھی مگر آج یہ موقع آیا تھی کہ وہ حالات میں۔

وہ اپنے ہی خیالات کے درمیان میں مصروف تھی کہ بلا ارادہ طول کو ڈیڑھ کے اختتام پر دائیں جانب مڑنے والی دیوار اور دروازے کی طرف نظر اٹھ گئی۔ بجائے کون لوگ تھے جو اس قدر روئے جارہے تھے۔

کسی بڑی جبر کی دہشت اس پر چھانے لگی وہ خاموش انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ قاضی کاہل کا چہرہ پرخانہ مشکل تھا مگر جانے کون سی شخص جسے جو اسے اٹھان اٹھان سے جاری تھی اور کدم دوا کا فصل ملے کر رہے تھے جیسے جسم تھی۔

یہ تمام باتیں وہی نہیں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ مشکل خود کو سنبھال ہوئی تھی کہ یکدم کوئی شخص ان کے پاس آیا تھا۔

نہیں کو جبکہ کر دلا سا رہا۔ قاضی ان کے لیے پچھانانا مشکل تھی۔ نہ قاضی نہ خود وہ دلا کھوں میں پچھان سکتی تھی۔

ایزہ کا نرم نرم تاڑا اور چوڑی نہیں کی طرف جھکا ہوا تھا شاید تسلی کے الفاظ کی اور ابھی کا اثر تھا "پھر یکدم اس نے تپ ملے سے اس کا شانہ چھوڑ دیا تھا۔

صہیبہ اتنا زور علی کے اندر باوجود یہیں شیطانی شکل کے ساتھ بڑھ کر تھے اسے لگا جیسے اس کے اطراف لاقعد لوہے بڑے پھر لڑکھانے جارہے تھے جن کے گرد اپنے سے اس کا دھڑکا پاش پاش ہونے لگا تھا۔

"صہیبہ"

معاذ البری نظروں کی طرف اٹھی تھی لیوں نے بے آواز جھنجھ کی تھی مگر زمین نے بے ساندہ گھوم کر اس طرف دیکھا تھا۔ اور دھرتی کی بغل جیسے جسم کی تھی۔

صہیبہ کے قدم وہیں ٹپکے ہوئے تھے اور کسرا ہی زانو سے اٹھائے ہوئے تھے ان دونوں پر نظریں مرکوز کیے کھڑی تھی۔ ان نظروں میں ایک کچھ نہ تھا۔

شراول کی ایک اور ڈھلچڑی چمک لے ہوئی۔ ایک ایک ان پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ ایزہ اور زمین کے واس ایک سے لے کر جیسے جھل ہی ہوئے۔ شرمین البتہ اتنی ہی بولی کی طرف جا بھلی کسی ورنہ پلٹ کر نہ دیکھتی تھی۔

میں کو حضور سبحانی سے چھوڑ کر ایزہ کو کچھ سرحد صہیبہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"صہیبہ تم کہاں؟"

قہر آنے پر اس نے بے حد تشویش اور اپناہت سے پوچھا تھا۔ اسپتال میں اس کی موجودگی کی ابھی "منظر" اپنا نہیں دے رہی تھی اس کے گزشتہ روئے کو گھر ڈاکٹروں کے کہنے اور بہت پریشانی سے استفسار کر رہا تھا مگر صہیبہ نے کئی بھیجی اور سونٹھوں سے اسے دیکھا کہ کچھ خلیفہ سا ہو گیا۔

"ابھی وہاں آئے تھے۔ میں کئی عرصہ تک ان کی ضرورت پر ہی جا رہی تھی۔ غلط وقت پر آئی ہوں۔"

نظروں کی طرح ابھی میں ٹپکلا اور ترش قہار ایزہ نے ایک لمحے کو ابھی کچھ بے شکل اس کی بات اس کے کھڑے نہ کیا۔ پھر تھرتھارے میں ہی پوچھنے لگا۔

"کھڑے بہت خیر تھے تو بے حال۔ آخر تم کہاں کیوں آئی ہو۔ پلیز جیسٹ نیلی؟"

"ابو ہو" قلم رنگ رہے ہیں آپ کا حال؟ ذرا دیر پہلے اس کی جلد بھر دی کا بے دروغ اشتعال کسی اور رف کی ہو رہا تھا۔ کل انشاک سے آپ کس۔"

"صہیبہ میں فضول گفتگو نہیں کرنا۔ بلا وہٹل پر پور سوٹ۔" عجب انتہائی خشونت سے بھرا تھا۔

صہیبہ پر گرا زہر ہوا استہزائی انداز میں سکرانے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ پٹے پانچہ لے کر تھک دوار جملہ لے لے لگا۔

"ابو! آئی ایم سوری۔ میں نے آپ کو سوٹ کیا۔"

"صہیبہ پلیز۔" ایزہ کی آنکھوں میں چنگاریاں چمکنے لگی تھیں۔ "میں پہلے ہی بہت اپ بیٹ ہوں۔ مجھے پریشان بہت کر۔"

"ابو! سکر۔" اس کا دھڑکا ہوا قہار ذرا فاصلے پر کھڑی زمین کے پتے آنسو دہشت سے جھمکے تھے اسے صہیبہ کے بے خوف انداز اور غریبے سے گہرا تھ ہونے لگی تھے ایزہ نہالنے جانے کس طرح برداشت کر رہا تھا۔

"مجھے واقعی آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ناخن مہلا کی آئی۔ پلیز باریے آپ کی بھر دی کے حذر غریب کی ہے۔"

شرمین کی طرف دیکھنے کا اس نے جس زہر خند لیے میں کہتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا وہ بے یار و ہوت کا نئے کئی آنسو لپکا بیٹنے لگے تھے۔

"ابو! اب اس۔" اب اس بات سے اسپتال سے یہاں تشراف تھا۔

ایزہ کی گپیشیاں اس کے چمکنے کی کات سے چمکنے لگیں۔ قدرے سنگین لبے میں بکا رہا تھا۔ جس پر وہ پھری رہی تھی۔

"واٹ ڈو یو مین ایزہ ہو۔ میں یہاں تشراف رہی ہوں۔" نہیں ایزہ صاحبہ تاؤ پر آرمسٹیکن (mistaken) Now you اور حقیقت تشراف تو آپ نے بتایا ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ آخر آپ کیوں کو ساکیل لے رہے ہیں۔"

زرا پلٹے والی استہزائی سکرانہ اس کے لیوں سے ٹپکتا غائب ہو چکی تھی۔ حضور اور احتجاج اس کے چہرے سے دھڑکا تھا۔ ایزہ نے ایک بار پھر حقدت تمام اپنے سے اور پھر بھلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"مجھے صہیبہ تم اس وقت بہت تھکے ہیں۔ اس لیے پلیز میری بات کو فوراً سمجھ لی جاؤ۔ ایک لمحے بیٹہ رسوچی کو خوف۔"

"لے لے میں سوچ سوچ کر آپ میرے دماغ کی رگیں پھٹنے کو کہی ہیں ایزہ صاحبہ ایذا مند ہو میرے بزرگوں نے یہ رشتہ اس لیے استوار نہیں کیا تھا کہ میں تنہائی میں بچ پھر کر آنسو بہاؤں۔ اور آپ کے ختمی روئے

جانچوں۔“

”ایسا کچھ نہیں ہوا ہے صبح پلیر ٹرائے ٹوانڈرا سینڈی۔“

اس کی بات کاٹ کر جس تلخی سے اس نے کھری کھری ستانی تھیں ایزد بے شکل خود کو تلخ ہونے سے روک سکا۔  
در حقیقت صہبہ کی آنکھوں سے جھلکتے ناسف اور دکھ نے اسے اندر تک مارا تھا۔

در حقیقت مصیبتیں آنکھوں سے بھلتے تأسف اور دکھ نے اے اندر تک پہنچا دیا تھا۔

یہ لڑکی صہبیا علی جو اس کے سامنے کھڑی تھی بہت عزیز تھی اسے بہت عزیز تھے جسے پہلی بار دیکھتے ہی اس کے دل نے ہانپ کی تھی۔ وہ اسے ٹوٹے بکھرتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اپنے لیے اس کی "ان کی" محبت سے وہ واقف

تھا۔ دل کی کوای مستند تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ صہبہ اسے چاہتی ہے۔ رشتے کے حوالے سے فطری محبت نے اسے بہت حسین ظلم میں جکڑا تھا وہ اسیر محبت تھی۔ بالکل ویسے ہی جیسے ایراداس کے حرم میں مقید تھا۔

زمین نے مرابیمہ نظروں سے اس کے تیور دیکھے جو ایزد کی بات پر ایک بار پھر استہزائیہ انداز میں مسکرا دی مگر آنکھوں میں پھیلنے لگی اس کے پلکیں جھپکنے پر بھی تیزی سے امدی چلی آ رہی تھی۔

ایز کے چہرے کے تاثرات کا اثر تھا یا اس کی خاموشی کا جو اسے مجبوراً ہی لگی تھی کہ صہبہہ کا لہجہ دھیمہ اور آواز جھگڑنے لگی۔

”بلوئے! صبر۔ اساکہ نیم۔ اب میرے ظلم پر شک مت کرو۔“

ایزد بہت سنجیدہ ہو گیا تھا مہمانت سے بولا مگر اس کی آنکھوں پر بے یقینی کی کپٹی بندھی تھی۔ زمین اس صورت

”ملنے نہ ملے! ملاقات نہ ہو! ملاقات نہ ہو!“

اس نے تیزی سے اسے ٹوکا تھا زمین کے لب آپ ہی آپ بھینچ گئے ایریز کے چہرے پر یکدم کھنچاؤ محسوس

”میں نے ابھی آپ سے کچھ نہیں پوچھا۔ اور نہ ہی میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“ خاصے

خاتون والے انداز میں اس نے کہا تھا۔ نرمین اور ایزہ اس کے بچے میں ہویہ الفرت اور لٹھیک محسوس کیے بنانہ روکے۔

”صہبہ بلیز نرمن کے فادر یہاں ایڈمٹ ہیں اور یہ کہنے ہی بہت پریشان ہے۔“ میرڈ نے جانے کیا سمجھانا چاہا تھا۔

آپ نے غصہ کیا ہے۔ آپ نے نہیں یہاں تفریح۔ ”آئی ہوں۔“ راجا نے کہا۔ ”انجائیکا انیک ہوا ہے وہ ایمر جنسی میں ہیں اور آپ سمجھتے ہیں میں یہاں غصہ آپ دونوں کو Condemn کرنے آئی ہوں۔“

”اپنے تجلے کی فصیح کوہ سبیب۔ تم مجھے اور زمین کو کسی بھی بارے میں Condemn کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ہم کو ان جرم پر نہ گناہ گار۔“ بہت آواز میں اس نے بے حد سخت لہجے میں کہا تھا۔ صہبہ ہایک لمحے کو

پاپی رہ گئی۔

آکھوں میں سرخی اتر آئی تھی بڑی بے خوفی سے کہہ رہی تھی۔

”صاف گوئی سے کہہ ڈالا تھا۔“

”اور میری برواشت کی کتنی حدیں آزمائیں گے آپ بتانا پسند کریں گے یا عالم بے خبری میں ہی مجھے۔“

”یہ دمِ نرمن اس کی بات بٹ کر آگے بڑھی۔“

404

”اسٹاپ اٹ نرمین جسٹے اسٹاپ اٹ۔ میں نے کہا تھا کہ میں ایزد اور اپنے معاملے میں کسی کو بولنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ کو بھی نہیں۔ ہوں بھی آپ کا کسا تعلق ہے اس معاملے سے گمراہ سے مجھ سے کہیں

آپ ایرد کی سائنس میں کر رہی ہیں۔ ایسا کیا جاتی ہیں ایرد کے متعلق مجھ کو لمبے جواب دیجئے۔

اسے کنوڑ کر رہی تھی۔ اسے غصے کے آگے گھٹنے نہک دینے سے سخت نفرت تھی مگر وہ اس کام کے لیے مجبور

نہیں کے لیے صہبہ کے الفاظ اس کے تیر اس کا درشت رویہ اس قدر غیر متوقع اور اوسان خطا کر دینے والا

”مٹھک سے تھمے تھمے اتھم اتھم جاؤں گا“

شہید ضبط کے بعد وہ جس غضبناک لمحے میں اس سے مخاطب ہوا۔ صہیبہ کے لب ایک دو سرے میں

یہ دیکھنے کے لیے بھی نہیں کہ ایوز زمین سے نظر چرا تا داجان کے بارے میں معلوم کرنے آگے بڑھ گیا تھا اور

خیر میں اپنی بے ساختہ امداد والی سسکیاں بجانے کی سعی نامتمام کرتے ہوئے لرزتے قدموں سے چلتی بچہ پر آمیشی تھی۔

شدید احساس جرم اور احساس تڑپیں سے اس کا زہد زمین میں سما جانے کو کبھی چاہ رہا تھا۔ صہبہ نے آج اس کی بات کے نیچے اوپر ہڈا لے تھے۔

ایزید کے تئو اور صہیب کے جارحانہ انداز اب تک اس کے دل و دماغ کو دہلائے ہوئے تھے جنہیں سوچ کر ہی

ظاہر آجاتے ہوئے مجھ کو کرسکتا تھا۔

یہ احساس اتنا قوی اور اتنا نور اور تھاکہ الہی کا دکھ بھلائے اس بات پر اس کے آنسو صبح کے دانوں کی طرح

”کیا ہوا ہے داجان کو۔ ازاپوری تھنک، کل رائیٹ؟“

ایزید بہت ریل سوڈیں تھا مگر اوجان کی عبادت میں کسی۔ صہید ہونے پر اور اس میں سے جانے کے باعث وہ بہت اپ سیٹ ہو رہا تھا مگر اسی تلاش کے بعد ملنے والے فیم اور فرہاد کو دیکھ کر شبلیش کا اظہار کیے بنانہ

”اے ازاد“ وہ دونوں اسے دیکھ کر چونکے پھر تفصیل بتانے لگے۔ ”اب ٹھیک ہیں۔ ان لکھنے میں بہت زیادہ

”تھیں کم سن لڑکیوں میں تو پریشان ہو گیا تھا۔“

اس نے قدرے سکون کا سانس لیا تاہم چہرے پر چھائی پریشانی اور تھکن کم نہیں ہوئی تھی۔  
”مخبریت آپ یہاں کیسے۔“ فریاد بوجھ رہا تھا۔

”وہ ان لکھٹیاور انکل“ آپ تو جانتے ہیں میرے بڑے پارٹنر ہیں۔ انہیں دوسرا انکم ہوا ہے ان کو وجہ سے یہاں آیا ہوا تھا کہ صبر صبر۔“ کہتے کہتے صبر صبر کے تذکرے اس کے لب آب ہی آپ خاموش ہو گئے۔

”اور یہ سب کہاں ہے؟“

وقت وہ کہاں ہوگی اسے اندازہ نہیں تھا قیامت اس فنور پر تو نہیں تھی۔ ممکن ہے کھڑی ہو۔

اور اگر ایسا ہوا ہے تو اچھا ہیں ہوا تھا۔ ایریز فکری تھو  
تھا۔ ”ہیں ہوگی۔ میرا خیال ہے کو رنڈر کی طرف۔“



اعتماد، اعتبار اور مان ہی کے ذریعے تو اس رشتے کی بناؤ نے زندگی کے بے کراں سمندر کا سفر طے کرنا ہوتا ہے اور اگر اسی پہنچنے میں شک اور بے اعتمادی کا سورخ ہو جائے تو سب کچھ غرق سمندر ہو جاتا ہے۔ سارے سارے جذبے سارے بے ہنہ اور سارے خواب سب کچھ۔

[illegible]

آج شہزاد صاحب کا گھسارائے کرشمہ مکمل چلے اس کے کرنے تک آئے تھے تکلیف کی شدت سے ان کا چہرہ سوہو گیا تھا۔ ایڑ پریشان سا اٹھ کھڑا ہوا۔

اب علیؑ ہیں۔ وہ تیرا بھائی ہے۔  
 "ہوں۔" وہ قدرے مسکرا کر بیٹھ گیا۔  
 "تھے۔" ایزد نے انہیں سارا دیا تو انکے چہرے میں تو انہوں نے پھر بیٹھ  
 ہی اس کی طرف نشو و نما دینے کے لئے ان کی مسکراہٹ تھا جب وہ کوئی تھیں۔  
 "اب اس کی طرف نشو و نما دینے کے لئے ان کی مسکراہٹ تھا جب وہ کوئی تھیں۔"

دیکھا یہ مطلب بالکل آپ پریشان ہیں۔  
دیکھا کہ تمہیں ہنس رہا ہے۔

سوال کے جواب میں برجستہ سوال ہوا تھا وہ لمحے بھر کے لیے چپ ہو گیا مگر جب انہوں نے اس کے شانے پر دستار انداز میں چھکی دی تو کمری سانس بھر کر اس نے انہیں وہ سب سناؤ لاجو پو پھر رہے تھے۔

تفکری کسی لکیریں ان کی پیشانی پر نمودار ہو چکی تھیں۔ ایڑے لب بھینچ کر خود کو کچھ کہنے سے روکا تو شراب صاحب خود رفاقت کرنے لگے۔

”کیا تم نے صہبہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ آئی من انی کاٹھ کٹھ“  
 ”تیس مایا بدست مختلف ہنجر کی لڑکی ہے۔ یوں میں سمجھ کر۔“  
 اس نے ٹیٹھم سے باتیں ہوتے ہوئے کہا ”اگر تو شہر صاحب از حد بخیر ہو گئے۔“

”خیر“

”میں بہت غمزدہ ہوں اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اس لڑکی کو تمہاری مرضی اور خوشی کو ملحوظ خاطر کر کے کہہ دیا تھا۔ کیا تم بھی طبع جانتے ہو کہ وہ بچی نہیں بہت غمزدہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس نے کیا وہ لاکھ قاتل محسن سنی غمزدہ ہرگز یہ نہیں چاہوں گا کہ وہ بچی نہ ہو۔“

کے بائیں ہمیشہ دوستی رہی تھی جو اب بھی کبھی اور کبھی ہوتی اس کے لیے لیا کا اپنا ایک مشفق ہاتھ تھا۔ وہ ایک

تھانکر آج اسے ان کے بچے سے حکم کی بو محسوس ہوتی تھی۔  
ایک نامحسوس سی کیفیت نے اسے حصار کر لیا تھا۔ باپ کے تیر اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ صوبہ کی

حق تلفی کسی صورت برداشت کرنے والے نہیں کہ ہر حال وہ ان کی من چاہی بینکوں لوگوں کی موجودگی میں اپنائی ہوئی ہو جی جیکہ دوسری طرف محض احسان مندی کا تقاضا تھا۔  
ابزد کی کہی سوچ چرے برد آئی تو اس نے لب بے بیچ کر مرچ کا لایا۔

”شعشعہ کی دُور کو مضبوط بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں خشک اور بے اطمینانی کی گہری بن چڑھیں۔ صہبہ ہیک لڑی ہے اور لڑکیاں خفا“۔ دُور اور دُور جاتی ہیں۔ چٹانیں کھو رہی ہیں۔ کاف نواز بڑے سے بڑے جادو کو بلا رہا ہے۔ وہ ایک نازک سی لڑکی ہے غالباً۔ ہمیں اذعانہ نہیں کہ تم نے اس کے قد و صدمہ پر چٹپٹا ہے۔ زمین کے سامنے اس کی تبدیل کر کے۔

”اور جو کچھ صہبہ نے کہا وہ بالکل ٹھیک ہے؟ رشتے کی اساس اعتماد ہے بابا مگر صہبہ کو مجھ پر اعتبار ہی نہیں۔ اس نے شک کی پٹی اپنی آنکھوں پر باندھ لی ہے۔ اس سے کچھ کتابے کاری ہو گا تو نیکوہ حالات اور واقعات کو صرف اسے اینکھ سے دیکھ رہی ہے جہاں سے صرف میرا تصور نظر آ رہا ہے۔“

”تو بیٹیا یہ انگلی کو آپ کو بلانا ہو گا۔ میاں بیوی کے رشتے میں کسی تیسرے کی موجودگی کا درد اساو ہمیں فریقین کو لذت سے دور چار کر دیتا ہے، جبکہ سماں تو باقاعدہ ایک ”وجود“ آگیا ہے اور میان۔ عورتوں کی حس اس معاملے میں بدل رہی ہو گی۔ یہ سب بھلا کس اجزاء نے قوت پر داشت کی ہے، مجھے خبر ہو کر رہا ہے۔“

”آپ زیادتی کر رہے ہیں بابا۔ آپ کا سارا انیورسٹی کی طرف ہے۔ حالانکہ اگر آپ میری طرف دیکھیں تو اندازہ ہو گا کہ صہبیہ کی سوچ کتنی غلط ہے۔“

”تو اس کی سوچ کی طرف صرف تمہاری توجہ ہی بدل سکتی ہے بیٹا! عورت موسم سے بنی ہے۔ محبت کی لذت اسی آغوش و پھل کر تمہارے سانچے میں ڈھل جائے گی۔ مگر تم تو ہمارے تعلقات یوں قطع کر کے پھینک دے گے جو مجھے اب دوبارہ

ان کی گفتگو میں ان کا تجزیہ بول رہا تھا۔ ایزد نے جین ہو کر ان کی طرف دیکھا۔  
 (۱۳) بات نہیں بابا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں غلط بات اور جھوٹا الزام پر واث نہیں کر سکتا جبکہ صہبہ کا طرز

نکھتوان ای دو دنیاؤں پر استوار ہوا ہے۔ وہ میرا ایک لفظ سننے کو تیار نہیں ہوئی۔ بس چاہتی ہے کہ جو کچھ اس نے سوچ لیا ہے اس پر تصدیق کی مرثیت لکروں۔“

”اگر وہ ایسا سوچتی ہے تو اس میں کچھ غلط بھی تو نہیں ایڑی۔“ وہ رمان سے بولے ایڑی نے فوراً سے جوتلے ہوئے حیرت سے انہیں دیکھا۔ ”تم نے اس کے ہوتے ہوئے ایک اور نکاح تو کیا ہے نابہ خوردار۔ اس کا کٹھن غلط تو نہیں۔“

”میں نے یہ کب کہا ہا۔۔۔“ وہ قدرے نفخہ اُگایا تھا۔ اس کی ہمدردی اسے اس موٹر پر بھی لانے کی اس نے سوچا تھا مگر اس وقت سب کچھ بھلائے وہ ان سے مخاطب تھا۔

”صبر کا شک نہیں اس کا انداز غلط ہے۔“

”بہر حال میں یہی میں جب جب اختلافات ہوں انہیں انہماق و تقسیم سے ہی حل کیا جاتا ہے۔ ایک دوسرے سے منہ پھرنے کا مطلب درمیانی فاصلے کو مزید بڑھانا ہے۔ لہذا اتم اسے فون کرو اور حل کر ساری بات بتا دے۔ اصل صاف کرو اور کاغذ کی طرف سے بہت ضروری ہے۔“

”آپ کو کیا لگتا ہے وہ میری باتوں کا یقین کر لے گی؟“ وہ کچھ غیر مطمئن تھا۔

”بیٹا سچائی آپ کا یقین ہوتی ہے تم اس سے بات نہ کرو۔“

شہناز بہت ناراض تھی۔ اپنے چاچا سے، وہ باتا تھا، اس کے بارے میں اس کا قوی ہوتا تھا، یہ تھا کہ وہ اس کا

اتنی آسانی سے ماننے والی نہیں۔



”فانتا تیز بخار۔ اسے کیا ہو گیا ہے اقیار۔“

رخسانہ بیگم بٹی کی بیماری سے دل گئی تھیں۔ شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے رو ہی پڑیں۔

افور خانہ۔ مومی بخار ہے اور بس۔ وائیل انفیکشن کا نتیجہ ہے یہ سب یوں بھی چھلے دنوں پاپا کی بیماری کا اس نے اثر لیا ہے۔ تھکان کی وجہ سے بھی ہو جاتا ہے ایسا۔“

وہ بخار میں چمچ صہبہ کے سرہانے بیٹھے بیوی کو نلی دے رہے تھے مگر وہ ماں اٹھیں کسی طور قرار نہیں آ رہا تھا۔

”مگر ایسا بھی انکشاف کیا کہ مین دن سے اس نے پیسے سے سرمیں اٹھایا ہے۔ آپ کسی دوسرے ڈاکٹر سے انسٹل کیوں نہیں کرتے مجھے تو لگتا ہے اس ڈاکٹر کی میڈیسن ہی صحتی کو موافق نہیں۔“

رضیہ بچی نے فکر سے کہا تو امتیاز صاحب نے اس کا ہاتھ چھوا جو بری طرح جل رہا تھا۔ لہرے میں تقریباً سب کی موجود تھی۔ وادی جان اس پر آیتوں کا ورد کر کے دم کر رہی تھیں مگر پچھلے تین دنوں سے اس کی حالت بدلنے

”نعم سے کہہ کر کسی دو سرے ڈاکٹر کو بلوائیں اور سری دادا دے تو شاید آرام آجائے“ رخسانہ بیگم کو کسی طور

مکون نہیں تھا۔  
 پچھلے کئی دنوں سے وہ بہت اب سیٹ محسوس ہوئی تھی۔ سب کا ہی خیال تھا کہ واجان کی علامات کا اثر ہے مگر

جیتے رہے۔ میرے بستر سے ہی لگتی تھی۔  
جیتے رہے۔ میرے بستر سے ہی لگتی تھی۔

منجائش۔ بس فراہ کے ساتھ روزانہ ادھر چلی آتی تھی۔ ”علی یولا“ بھی تقریباً روزانہ جانا ہوتا تھا۔

و تاہا جان کی طرف کام تو کچھ کرنا نہیں ہوتا تھا بس ان کو کمپنی دیتی تو وہ خوش ہو جاتے

ماری اولاد اور ان کی بھی اولادیں ہونے کے باوجود وہ تنہا تھے بالکل تنہا۔ سو فرادے وہاں چھوڑ جا گیا۔ چھ مہینے کی سعادت خد خد اب محمدرنگ نے اسے زہا کو لیا، نیم بیکہ کے منشاء کے بغیر وہاں بھیجتا رہتا۔ مگر اب محمدرنگ، محمدرنگ، محمدرنگ

روبا کا دل بچنے کی طرح کانپتا تھا۔ اسے شمر بیگم کے دل بدن بدلتے ہوئے تو خوفزدہ نہیں رہے تھے۔

[illegible]

جائزات لوں یوں بھی جب ساری زندگی انہیں میری فکر نہیں رہی تو اب کیا ہوگی۔“

”مسیحی بات نہیں۔ وہ تو آپ کو بہت چاہتی ہیں۔ آخر ماں ہیں وہ آپ کی۔“

مہم سے زیادہ میں جانی ہوا میں نمودار بہت سا سہ رہا ہے میرا ان کا در حقیقت تو مجھے وادی کو یاد دلا جانے والا ہے مگر انے تو صرف خیر مہم تھا اور جب وہ پایا کو لے کر الگ ہو گئیں تو مجھے وادی کو یاد کرنے کی پیداش میں ان

ہمیں درحقیقت اس میں محبت کرنے کا نہیں علم چلانے کا چسک رہا ہے ابھی بھی مجھے تمہیں روک ٹوک کرنے

سے ان کا مقصد یہی ہے کہ، ہم ان کی رعایا کی صورت میں ایک خدمت ان سے پوچھ کر جازت کے گراہیں۔  
بایا ہونا ممکن نہیں زیادہ۔“

مریم کے تیوریوں کو اس کی بھڑے سلی میں سجھ کر صبح رات جب پیانے کی آواز سے ان کے ہنسنے پر بھائی کو بہت ہنسا تھا۔

”مکرو الدین کا حق تو یہ سلا ہوا ہے نا۔“

500

”ہمدردی سے جینا سیکھو نہ! جو لوگ حق کے راستے پر ہوں انہیں ایسی چھٹی مٹی پاؤں کی پروا نہیں کرتی چاہے۔ ایک بیمار کی عیادت تمہارا میراثی فریضہ ہے۔ یوں بھی میں چاہتا ہوں کہ جب تک اجان مکمل طور پر

”مگر وہاں تو صہیبہؓ.....“ زوہا سنا گئی تھی۔

نصیباً "ہوش آپ کا تھا مگر فاقہ اور کمزوری اس درجہ تھی کہ آنکھیں تک نہیں کھل رہی تھیں۔ اور اس سے

سیدہا اس طرف آیا تھا۔

گوکہ بابا کے کہنے کے مطابق وہ سفینہ لاج چانا چاہتا تھا مگر زمین کے فون نے اسے سب کچھ بھلا کر ادھر آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ڈاکٹرز کی ہدایت کے مطابق یاد رکھنا صاحب بالکل ٹھیک تھے تاہم اب بھی انہیں ذہنی تناؤ اور ریشائیوں سے دور

رہنے کی لڑی ماکید تھی۔ اسی یوم میں وہ سب ایک ایک کر کے اندر گئے تھے ان کا ہاتھ تھامے پتا کچھ کے بس خاصہ آوازوں سے لوٹ آئے تھے تاہم جب زمین اندر جانے لگی تو زہرہ بیگم نے بے ساختہ ان کی طرف دیکھا

ایک سینڈ کے لیے اس کے لب بھیج گئے مگر جانے کیا سوچ کر اس نے قدم پر حساب سے تھڑمن نے اسے

”ابی!“

ہوٹ گاتے ہوئے ایک سکی اس کے کیوں سے نکلی۔ ریخیاوری منندی ہوئی انھوں میں بھٹ بھٹ  
ہی اور انہوں نے فوراً ہی آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

دھندلے دھندلے سے خاکے تھے زمین اور ابرو کے جوان کے دامیں جانب آکے پیچھے لڑے تھے کسی لہرے احساس کے طفیل ایک طویل سانس خارج کر کے دوبارہ آنکھیں موندلی تھیں انہوں نے نرمی کا جیسے

”پلیز زانی! دیکھیے مجھے، میں بالکل ٹھیک ہوں، خوش ہوں۔ آپ کی ہر خواہش ہر فیصلہ منظور ہے مجھے مگر پلیز زانی!

یہ نہ کریں ایسے نہ کریں۔“  
ان کا ہاتھ جوش سے دباتے ہوئے بے قراری سے کہہ رہی تھی۔

”نرسن پلیرز اس طرح انکل کو ڈسٹرب نہ کریں۔“

گل آئی مگر سامنے کھڑی زہرہ بیگم کے سینے سے لگی تو آنسوؤں میں روانی آگئی۔  
 ”نکدہ! آنسو نہ ربا۔ اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے، تمہیں پوچھنا تو خیر ہونا چاہیے۔ اب میری کوریج کر کے ہیں۔ یہ بدل ہی آگ

ایک انشاء اللہ۔ سولی بریویار۔ ہمارا مشکل وقت گزر گیا ہے۔  
 شرمندہ۔ نرا سہ کندھے سے اگلا لیا تو آئے صاف کرنے کے کوشش کرنے لگا۔

”مگر یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے شرمین ابی نے اتنی تکلیف اٹھائی۔“

کھڑا تھا۔ زمین نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تو ابرو نے اثبات میں سر ہلادیا۔

ہے شرمین۔ آپ بھی میں بھی اور دوسرے بھی۔“

خا۔ اس کے دل پر سے کچھ بوجھ کم ہوا۔

501



ہست ہے لوگ! امنیں چاہتے تھے۔ ان کی زندگی کی خاطر خود کو اپنی ممانوں تک کو گرو دی رکھ سکتے تھے۔ یہ احساس زندگی کی حرارت میں ان کے اندر دوڑنے لگا تھا۔ اس بنیادی نے امنیں یہ یاد رکھا تھا کہ ان کی زندگی اور ان کی محبت و توجہ ان کے اہل خاندان کے لیے کتنی ضروری ہے۔ جو ان کے غلط فیصلوں تک کو بچانے کے لیے تیار تھے۔

حیران کن غلط فیصلہ! امنیں زندگی کی بازی نہیں ہارنے دے گا۔ انہوں نے جیسے عزم مہم کر لیا تھا زمین کے کھتے بولنے والے سر ان کا سر نہیں ہاتھ آ کر کاٹا اس کے آئینہ میں کھتے لگے۔

”خوش رہو۔ خدا تمہیں زندگی کے سارے سکھ دے۔“

دروازے پر بہت لمبی سی دھچک تھی۔ زمین نے دعا کے بعد جڑ پر ہاتھ پیر کر کے سناٹہ نظر اٹھائی۔ سمعان کو دیکھ کر ایک شلوار سوٹ میں فروٹ کا کاشا پڑھائے کر کے کی پٹریں کھڑا تھا۔ دروازہ کھڑا تھا۔ دیکھ کر دیکھ کر اس کی نگاہوں کا مرکز بن گیا۔

”آپ! وہ عجیبی سا گڑھی ہوئی تھی۔“

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد  
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

”جی۔ میں۔“

جسم کی سرکھٹ سمعان کو دیکھ کر ہی کی اڑان آ نکھوں میں پھنک کر ابھری تھی۔ اس کی وارفتگی سے ہر دور پروکار نظروں میں بہت کچھ تھا۔ زمین کے ہاتھ کا نوازہ کرتے ہوئے لڑنے لگے تھے۔

اپنی پر نظر ڈالی وہ بہت گہری خند سو رہے تھے۔ ابھی دروازہ پر پہنچی وہ تشریں اور دو چروٹیک کو میر گھر لے کر گیا تھا۔ وہ جا کر ناستا اور کھانا بنالائی تھی لہذا وہ کمرش ان دونوں کو زندگی سمجھا تھا۔ مگر یہ دونوں کے بعد آج کل وہ دن کچھ مطمئن تھا۔

”پراندر آئیے۔“

نچلی نظریں کیے وہ نماز کے لیے مخصوص انداز میں گھبرا گیا چادر لپیٹے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سمعان کے قدم بڑے بڑے سنگ انداز میں اٹھتے تھے۔ اور جب اس تک آ کر کے تو اس کے مزے کھنکھل کے ساتھ نظر اٹھا رہی تھی۔ سمعان نے خوش کا کاشا ہاتھ بڑھا کر اس کی دامن جانب میں رکھا۔ اس کی طرف سے کھینچے ہوئے بولا تھا۔

”کچھ دعا میں بہت جلد مستعجب ہو جائی ہیں۔ آج میں نے اگر کچھ اور مانگا تو شاید وہ بھی مل جاتا۔“

وہ بظاہر اس سے ہی مخاطب تھا مگر انداز خود کا ہی والا تھا۔ زمین کے جڑ پر سرخی چھانے لگی۔ ایرو کے متعلق جڑ سے اپنی حقیقت حال کا پتہ چلا تھا وہ بہت مطمئن ہو گئی تھی۔ اس کی طبیعت کی بنیادی نے جان ہا کر دیکھ کر بھی اس کی طرف سے تامل نہ ہو جانے سے اسے بہت خوش کر رہی تھی۔

شاید اسی لیے آج سمعان کی آنکھ سے اس کیفیت سے متحرف کرا رہا تھا۔ وہ اپنی دونوں میں سمعان کی کوئیک کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لے لیا کرتی تھی۔ بہت دنوں بعد وہ جیسے خود سے ملی تھی۔ چوڑا نرعلی جذبات کا عکاس نہ ہوا تھا۔ سمعان نے اسے جلد بھیجی سے اسے دیکھا۔

اس نے جواب دیا۔ ”کچھ کاما تھار ہو چکا تھا غالباً۔ اندازہ تھا کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے۔“

”جب میں یہاں آ رہا تھا تو جانے کیل بل جہاں صرف آپ سے ملاقات ہو۔ اور دیکھیں یہ کیا اتفاق ہے کہ یہاں سوائے آپ کے کوئی نہیں۔“

اس کے چہرے پر پچھانے گھال نے سمعان کے لیے اندیشہ گہری خند ملا دیے تھے۔ سو بہت گہرے اور مسرور انداز میں بول رہا تھا۔ یہ ایک جاوید جی سامنے کر سکی کی طرف اشارہ کیا۔

”آپ کبھی نہیں پڑھتے۔“

”میں کبھی نہیں پڑھتا۔“

ایک فنوں خیر مسکراہٹ میں بولا تے ہوئے دیکھ گیا تھا۔ بیٹھتی ہی سوال کر ڈالا۔ ”میں بہت مسرور ہوں۔ بس کبھی سمجھنے کی راہ ہے آج کل۔“

وہ کہنے لگا اور صاحب کی طرف سے نکلتے ہوئے اس نے بتایا تھا۔

”بالکل ٹھیک ہو صاحب! میں نے سن لی آپ بھی بیٹھائی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر عیشہ رحم فرما ہے۔“

شراہو ابھی بھڑا ہوا انداز تھا۔ زمین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”مطلب کتنی شرت ہے آپ ان کے لیے دعا مانگ رہی تھیں۔ لیکن یہ کہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے بلکہ میں مجھ مند ہو جائی ہو گا۔“

سچی خیر سے کہنے کو اس نے کر سکی کی ایک سے کر گزاری تو وہ بھی مہم سا مسکرا دی۔

”میں تو اسے آپ سے بتا رہی ہوں۔“

وہی کچھ جواس کی تھیلانی بیٹھنے سے بھگوتا تھا آج پھر اسے اس پر کہا تھا۔

”ٹھیک ہو۔ الحمد للہ۔“

”خیر ہے خدا کا۔“ بہت جلد جواب کیا تھا۔ اس کا سر ٹھک گیا۔ کچھ دیر بیٹھی خاموشی ان کے درمیان گونجتی تھی۔

”جیسے سمعان کی بھاری آواز نے توڑا۔“

”کچھ میرے متعلق نہیں پوچھیں گی۔“

وہ کہہ رہا تھا زمین پر جیسے پوچھ رہی تھی۔ ایک نام نہاد سا اشارہ کیا۔

”کتنی اچھا سو رہی۔“ جیسے ہیں اہل آشی اور سستی۔ ”ابھی بھی اس کا ذکر کر لیں گے۔“

راہا تھا جس پر وہ بھی طعن پھیل گئی۔

”بہت ٹھیک ہیں اور آپ تو بھی جی ٹھیک ہوں۔“

قدرے رنگ کر رہے بنائے والے انداز میں کہا تھا وہ بیٹھنے لگی تو اٹھ کر کھڑی ہوئی اور سناڑو ٹھیل پر رکھے لپکے چائے کالنے کے خیال سے مڑی اور حتی الامکان اپنی کھیراٹھ کا پتہ لگانی کو پیش کر دی۔

”ایک۔ آپ کی یادداشت اچھی ہے۔ کئی نام شیور آئندہ کے لیے یاد رہے گا۔“

”بہت خوش ہو رہی ہے۔“ وہ اپنی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا وہ کھنکھوڑ کر مڑی تو بالکل بے اوسان تھی۔

”میں نے یکدم کھڑے ہو کر بلوری کر دی۔“

”بیٹھنا اور چائے کا کاک گر کر ایک پتھر کے سے ٹوٹ گیا۔“

”اوہ۔“

”س کا پیسلہ اور اچھل کر طعن میں آیا تھا۔ سمعان نے اس کے دشت زہد کو دیکھا اور بے سناٹہ پس

”آپ بہت جلد نرس ہو جاتی ہیں۔“ میری یادداشت بھی اچھی ہے آئندہ یاد رکھوں گا۔ انکل جاگیں تو میرا

م کہیں۔ گا۔ پھر آؤں گا۔ اپنا بہت خیال رکھیں گی۔ یہ بہت ضروری ہے۔“

ایمان کے یہاں آئے کسی میں بالکل بہت تھی۔ کچھ بھائی نے کوئی تیرے ڈاکٹر سے کھسٹ لے لیا تھا مگر

تاکہ اگر اتنا ہی نہیں قابض کر لیا تو وہ ہوتا۔ مگر میں سب اس کے سے حد درجے پریشان تھے۔ مگر جب زہد

بیا کہ وہ اسے دیکھنے کی خواہش رکھتے ہیں تو خود کو سنبھال کر ہنسنے لگی اور وادی سے اجازت مانگ کر زہد کا

علی علی چلی گئی۔

دا جان اور کھاتا پیسلے ہی مگی چند دنوں میں کتنے کمزور ہو گئے تھے۔ وہ دسری طرف بھی کیسی حال تھا۔ دا جان

ہزارے بیٹے سے لگایا۔ اتنا زور دیا اور قاتلہ بھڑا تو کبھی نہیں ہوا تھا اس کا زور وہ نہیں سے ہی خاصی محنت سے  
 تھی مگر اس بھارتیہ نے تو جیسے اسے ٹھوڑی دلا تھا وہ کے ہاتھ نہ رکھے۔  
 شکایت اس کے صاحب کی سفید لانچ میں لگا کر کوئیں پتا نہیں۔  
 کتنے پریشان اور کتنے غم خیز تھے وہ اس کے لیے اسے ایک لمحے کا رکا کہ واقعی وہ مت ہارو گئی ہے سفید لانچ  
 میں بھی ہر گز ایک نوکے جا رہا تھا اور وہاں بھی خان بہا کے بعد دراجان بھی تھے سہارے وہ چار تھے۔  
 ”کم آن کر داجان۔ آپ ادوی جان پر الزام لگا رہے ہیں۔“  
 اپنے آپ کو سنبھالتے اور اسے سوچتے تھے کہ اگر اس نے یکے لایا تھا پتلی کی مسکراہٹ کے ساتھ یہ تو وہ پہلے سے  
 ہیں۔ بچے مگر اسے چھڑنے کی غرض سے بولے۔  
 ”ہاں تو اس میں غلط کیا ہے۔ تمہاری رادیو پیش کی گئی ہے۔ محبت کے معاملے تک میں ان کا یہ ویڈیو دیا  
 ہے۔ خود سے۔“  
 ”میں دراجان۔“  
 ان کے شرع فقہرے اور ذرا دل مسخیر ہو یہ یکدم عظیمہ ہو گئی تھی۔ ایک جھٹکے سے سراٹھا کر ان کی طرف دیکھتے  
 ہوئے اس کے چہرے پر گرمی سوچ اور دکھ اور دکھڑا تھا۔  
 ”رادیو جانیا پانی کی حق عورت محبت کے معاملے میں تجھوں نہیں ہوتی۔ وہ محبت کرتی ہے تو توت کر اور نظرت  
 کرتی ہے تو کئی گنا خفاش نہیں رکھتی۔“  
 اس کے انداز میں چوڑا کیا کہ سوپ کا پڈل قاتلہ کے سر میں داخل ہوتی تھا وہاں دھجک گئی تھی اور دراجان  
 نے اسے مت جرت سے دیکھا تھا۔  
 ”اس کے جذبے میں شرت ہوتی ہے مگر اپنی خود داری اور عزت لیس کے لیے وہ اپنی محبت کا گھما بھی گھومت  
 سکتی ہے اور یہ اس کے ہونے کا اس کے نوابی انداز کا قضا ہے اس کی خواہش نہیں اس کی خوشی نہیں۔“  
 بھانپتا ہے کسی اس کی پاؤں سے اٹھتے ہوئے خراپوں پر چھلنے لگی تھی۔  
 ”صہبہ میری لڑکا۔“ دراجان نے یکدم کسی احساس سے بھر کر اسے بیٹے سے لگایا۔ ”آئی نوات سالی چا نکلا  
 آئی بچاوت۔“  
 ان کے الفاظ اور کرے کے ماحول نے زہا کو بھی یکدم طبل اور آرزو کر دیا۔ صہبہ اس کے بل سے بہت  
 نزدیک تھی اسے زبردہ دیکھ کر جیسے اس کا دل بھی شکستے سے دو چار تھا قیامتی عید پر اس کی سسکیاں کو بھی نہیں تو زہا  
 مگر کسی اس بھر کر آگے بڑھی۔  
 ”کم آن صہبی۔ صہبی اس کے اسٹریٹ ٹھیک میں تھا نہیں پریشان مت کرو۔“  
 بہت ڈھکی چھپی اسے سمجھایا تھا اس کے صہبہ بھائی سے پورا خود کو سنبھالنے کی گئی کہ زور دیا بعد کرے  
 میں خاصا خود بچا ماحول تھا۔ زہا نے گھڑی دیکھی ایڑہ لٹاؤ والا تھا اس لیے لکران میں آئی ہو بھی ہو جان کی  
 نیند کا وقت ہو گیا تھا۔  
 پھر اسے زہا پر انتقاد نہیں کرنا ہوا تھا۔ ایڑی کا زور بھی ڈرا سہوے پر سر کی نظر آئی تھی صہبہ کی خود فراموشی  
 کا نامہ تھا کہ تیری سے اندر چلی گئی جو سب کچھ ملے جیسے ہے ہوئی ہوئی تھی گئی۔ چوڑی اس وقت جب  
 کر ہی کے دونوں سامان پر ہاتھ رکھ کر جھٹکتے اور ہوائی نے اس کے فرائی ماری راہیں مسدود کر دی تھیں۔  
 ”جی۔ وہان پر پوچھو کہ خود ادوی کی تحرا قیہ تیرے بہری طرح سنبھال کی نظر اس تھیں تو سانسے دو لوں اور  
 جہوں کا یہ جناب اہل قاتلہ میں اس گھولیں میں اس کاں جیسے رک کر کھڑا تھا۔“  
 ”مڑو نہ۔“  
 ”سنبھل جی جبکہ ایڑہ کے لیوں کی مسکراہٹ یکدم متاثر ہو گئی تھی اس نے سنبھلے ہوئے  
 دیکھے کسی جھٹکے سے۔“  
 ”شدر نہ۔“

[illegible]







512

پراعتبار مسکراہٹ ابھری تو مسلمان شگفتگی سے منہ پھریں۔  
 ”پھر ہماری طرف سے زیادہ بر نہیں ہوئی یا درجائی! آپ بے فکر رہیں، بس جلدی سے حملہ مت لیں  
 اور ہمارے تار ہوں گے آنے کے لیے“

”بی بی جان! میرا آپس سے اسکوٹل جمیں۔“  
 مسٹر اکران کی بی بی اسیل نے کہنے کی کوشش کی کہ جس پر وہ جھنجھکی ہو گئی۔  
 ”اگر آرام کرنے کی غرض سے جا رہے ہو تو ٹھیک رہتے ہیں۔ لیکن کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی۔“ اسے دوبارہ  
 جاننے کے لیے وہ بڑھاتے دیکھا تو وہ جانکسی کہ اس کی محنتیں بالکل برباد ہو چکی تھیں۔

”تمہارے بلاتو کتے ہیں کہ صہیبہ کو اس معاملے سے ضرور باخبر کیا جائے اب تم کو میری کوئی آسمان کا ہم سے وہ  
 بچہ تو نکلا کر دے گا ہے اپنی پٹائی سے اس پر یہ اندھ کا خبر نہ کرنا کہ اس کی جان ہی بچا جاسکتی ہے۔“  
 وہ اسے یوں سناتے ہیں جسے بلاتے تھے اختلاف وہ ان کے پہلو پر تھے وہ بڑے درویش نظر آتے تھے انہیں  
 دیکھا جبکہ وہ اس کی کیفیت سے بے خبر تھے کہ وہاں رہتے تھے۔  
 ”میں بھی عورت تھی وہاں کوئی بھی مضبوط ہو کر میرے پاس نہ جانا کہ اس کے گھر کی طرح چاٹ جاتا ہے  
 مضبوط سے مضبوط قدم نہ جاتا ہے اس طوفان سے صہیبہ تو ایں بھی سناں بیٹے ہے پھر اپنی دوا کی اور روادا کے  
 حالات نے اسے اور بھی زورور چٹا کر دیا ہے۔“  
 ان کا تجربہ صد فیصد درست تھا ان کے احساس کو کہہ کر چندوں بھری سوچ نے بہت نرمی سے ہموار تھا اس  
 لیے کہ وہ بچے سے بچیں نہ کرنا کہ وہاں کھڑا ہوا تھا۔  
 ”مگر زندگی کا مقابلہ پیشہ بھادری سے کرنا چاہیے، و جان اور میرے فعل میں کوئی مماثلت نہیں انہوں نے  
 اپنی خوشی اور رضا سے باقاعدہ شادی کی تھی جس کے لیے یہ نکاح جن حالات میں کیا ہے صہیبہ کو میرا ساتھ دینا  
 چاہیے۔“  
 ”لے لے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی بات پر زور دیا تو قلبی جان اچھٹے سے اسے دیکھنے لگیں اور یکدم ان کی  
 آنکھوں میں شامی اترتی چلی گئی تھی۔  
 ”کیا تم نے اسے بتایا ہے۔“  
 ایک ہاتھ ہتے پر دھرتے ہوئے بے حد گھبرائے ہوئے لیے میں استفسار کرتی وہ بھی کھڑی ہوئی تھیں اس  
 میں سمجھوتہ ہونے کا آثار عات۔  
 ”سوال سن لیتے ہوئے اٹنے لگا تھ کی انگلی سے پیشانی پر گزرائی اور قلبی جان کو جیسے جواب مل گیا یکدم بیچینی  
 چلی گئیں۔  
 ”وہ میرے خدا ہی کیا کر دیا۔“  
 اس کے تیرے تیرے کہ صہیبہ کا رد عمل اس کی توقع اور سوچ کے خلاف ہے بالکل بالبی جان کی سوچ کے  
 مطابق ہے جسے وہ بتا رہی تھی وہ فوری طور پر متحش ہو گئی تھی۔  
 ”اگر تے بچے کی شادی کا بیان اور خوش اس طرح دھل مٹی میں ات جائے یہ انہیں گوارا نہیں تھا۔ کتے  
 خواب دیکھے تھے اس کی خوشی کے  
 ”وہ ان کی بی بی جان میں ٹھیک ہو جائے گا صہیبہ کو حالات سے سمجھوتہ کرنا ہے کہ کوئی کچھ ہو اس میں  
 میری خوشی کی نہ رضا نہ ہوا اور ان کی جذباتی ہو رہی ہے کہ وہ وقت گزرنے سے وہ بڑے دھیرے حالات کو تحمل  
 کرنے کے لائق بننے کی خوشی کو۔“  
 اس نے ان کے بد رساوت کے بغیر ہی ان کے ہر ضدے کی تصدیق کر دی تھی۔ بی بی جان کو کھوئے کھوئے انداز میں  
 اسے دھمکتی رہ گئی تھیں۔  
 ”وہ مرنے والا ہے تو ان سے سب سے بڑی بات کہ راست تھا۔ اپنے اختیار کا کاغذ اگر جڑا بھی اٹھانا چاہتا تو کوئی  
 مزاحمت نہیں کر سکتا تھا۔ جبکہ یہاں تو اس نے ایک خیال بچائی تھی۔  
 ”فدا اب اس وقت جب وہ بے پناہ فیصلہ کرنا تھا وہ اس کے فیصلے کو چیلنج کر سکیں۔  
 ”گوارا اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ بھی پیغمبر سفید ہی ملتی پڑتی ہے۔“  
 ان کے لیے میں چندوں ضدے سے ایک ساتھ بڑے آئے تھے ان کے لیے کہ بے لپس بھیج کر مشکل خود  
 کنڈوں کی کاروبار سے لائے بیچ میں ہڈانوں کی کھنکی تھی۔  
 ”تو اسے بھی اپنی دوا کی ہی طرح ساری زندگی گزارا کر پڑے گی۔ کیونکہ یہ تو ہے کہ وہ ان کے ہر دلی کی منکوحہ  
 تھی ہے اور رہے۔ یہ خواہ کچھ بھی ہو۔“

”یہ سب تمہارے ہوا ہے صہیبہ۔ انساں کیا ہو گا۔“  
 ”نہا ایک شاہک کی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے سامنے جو سارے آنسو ہمارا بالکل خشک اور دوری ان  
 آنکھوں سے اسے چھو رہی تھی۔  
 ”چنانچہ میں اور بہت کچھ خبر کر گئے ہیں۔“  
 ”تمہارے خیال سے ان کی اس کا کچھ ہے تھا۔ میں نے سمجھا تھا کہ تمہیں اس طرح کچھ جانے پھر  
 کسی تصدیق کے فیصلہ صدارت کو مگر تمہارے آثار ایک الزام لگایا ہے ان پر نہ تو صلہ ہے ان کا جو بدواٹ کر گئے  
 ہیں۔“  
 ”نہا نے بڑی طرح ڈنڈے دئے اور ان میں اسے جب کراتے ہوئے کہا تو وہ شاکی نظروں سے اے دیکھنے لگی۔  
 رخسار پر بالکل سرخی چھائی ہوئی تھی نہایت بے نظریہ لگی۔  
 ”تمہاری غلطی بھی کوئی معمول نہیں تھی صہیبہ بول کے بے اعتنا قریب ہوتا ہے اس کی بے اعتباری اتنی ہی  
 گراں گزرتی ہے اور یہ بھی کہ بہت ہر بات کیا ہے تم نے۔“  
 ”اور جو انہوں نے کہا اچھے کچھ نہیں ہے اس کا۔ ان کی زندگی میں کوئی اور بھی آیا ہے یہ کہ مجھے اندری  
 اندر چاٹ رہا ہے نہ ذرا میں کیسے بھلا دلوں یہ سب تمام ضرور صرف میرا تو نہیں۔ تمہارے کو میرے احساسات کو ذرا  
 برابر پوچھنا نہیں۔“  
 ”ایک بار گھر اس کی آنکھوں کی سطح جھجکے گی تھی۔ ذرا ہلکا ہو گئی اس کا ہاتھ تھا ہلکا۔  
 ”آئی ام اور میری میرے کتے کا مطلب نہیں تھا۔“  
 ”بلکی نہ ذرا کچھ میں نے کہا اس کی مجھے بے حد شرمندگی ہے مگر قدم راسخو ان حالات میں میرا ذہن اور کیا  
 سوچ سکتا تھا پھر ان کے بھی تو زمین کو چھ پر فوقیت دی۔ وہ اگر مجھے پہلے ہی بتا دیتے یا میرا کتے فون کر دیتے تو کیا  
 میں ان کی بات کا یقین نہیں کرتی۔“  
 ”میں صہیبہ کے جس میں ان کا اعتبار نہیں کرتیں۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ دوا جان سے لاکھ محبت سنی ان  
 کی دوسری شادی کے فعل نے تمہیں خوفزدہ کر دیا ہے تمہارا ہر پیشہ ان کی بولناکتی تھی مگر جو تمہاری بھی  
 دوا جان نہیں ہے تمہارے نزدیک اپنی بھائی کی بات کی شب بھی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ بلکہ ابھی کیا تم ان  
 کی بات پر یقین کر چکی ہو۔ اعتبار ہے تمہیں ان کا۔“  
 ”نہا نے صاف بولی ہے کہ میرے انداز میں کہ دوا سوال کوئی اور توہ نہوٹ کا گئے۔  
 در حقیقت ان کی تمام باتوں سے اعتبار کرنے کے بلکہ دوا جان کے اندر ان کے سوال سے مراد تھا ہے۔  
 ”ان کا جن حالات میں ہوا ان پر میں کسے نہ کہ بے خود“ ”تھی“ ”والا معاملہ اس کے ذہن میں دل میں ایک ہاتھ تھا۔  
 انہیں جب زمین سے اس کا فون ان کے کچھ تھا تو ان کو ڈسکنکٹ ہو جائے کے بعد ان کے لیے اسے کال ایک  
 نہیں کیا۔“  
 ”ایک بار دوا جان بھی توہ گھر پر مل نہ تھی کسی طرح میں ان کی طرف سے یکدم خاموشی چھائی تھی۔ جس کی دوا جان  
 دت آنے کے بلکہ وہ دوا جان کی طرف آنے کے لیے وقت نہیں نکال سکتا تھا اس سے تارا اس کی مگر سفید  
 ان کے کہ یہ کیوں سے تو کوئی شایستگی میں تھی۔  
 ”نہا کے سوال کے بعد وہ بھی سوچی۔  
 خاص طور پر زمین کے ساتھ اس کے مہمان اور نرم دے پڑے اسے ایک بار پھر جھلسا دیا تھا۔ بے اختیار اپنے  
 خسارے سے ملنے ہوئے سرخ نشان پر ہاتھ رکھ رکھ رکھ رکھ کھڑی ہوئی تھی۔  
 ”میرا کیا بیان اور کھانچے سے نہایت ان کی بات سے جب تک کہ میں نہیں کہنے کا جب تک کہ زمین کو۔“  
 ”طابق کا قافضہ جسے اس کے گلے میں ایک ہاتھ ہے اس کے ساتھ نہا کے بیٹے سے سر کا کھرونی ملتی تھی۔  
 ”ایک دھڑکا دوا جان نے اس سے فیصلہ کرنے کی بہت بھی میں نہیں کی۔“

”نہیں میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں کیا آپ اس وقت گھر ہیں۔“  
 ”میں میں الٹی گیس سے سال پہلے مل چکی ہوں ان کی یہ خودی دیر میں شرمین کو بھیج دیں گی تو گھر جاؤں گی۔“  
 مہیا اس پر ایڑی کو زدن لگا کر فریاد کرانے لگی ہوئی تھی۔  
 ”وہ کہہ چوہوں پر کیسے نہیں آ رہا ہوں اگلے ہیے ہیں۔“  
 ”جیت اٹھے ہیں۔“ لانی بڑبڑاتی رہی۔

”تھکنکس گاؤ۔ میں کی امید کر رہا تھا۔ انہی سے سوٹ بخاری میں اس آ رہا ہوں۔“  
 کہنے سے بچے کیسے کہتے تھے اس پر یکدم منجھاندا ہوا رانا لڑکا ان دنوں کنبھٹا کر رہی۔  
 زمین اس کے انداز اور کواڑ پر کچھ پریشان ہی ہوئی تھی۔ یاد صاحب سو رہے تھے سو وہ ملنے ہوئے تیار ہر نکل  
 آئی اور پراسے زیادہ پریشان نہیں ہونا پڑا اس منٹ بعد ہی وہ کوئی ڈور کے آخری سرے پر نمودار ہو گیا تھا۔

”السلام علیکم ہے ہیں آپ۔“  
 اس کے نزدیک آئے زمین نے اسے منور دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا ہوا اس وقت کچھ الجھا لگا رہا تھا۔  
 ”اٹنی اپنی فائنن آپ ٹھیک ہیں؟“

رحمی کسی مکررات بہت کماتوڑ کر نظر کھانے کوئے سرہا گئی۔  
 ایڑی سے بلا ارادہ اس نے دیکھا تھا جس کے چہرے پر شائستہ لوت آئی تھی۔ آنکھوں میں چمک اور یوں کے  
 اچس کو شیں میں بلبل مسکن جھلک رہی تھی خودی طور پر وہ کچھ حیران ہوا تھا اپنی پریشانی محول کر ایک لمحے کے  
 لیے اس نے دیکھا کہ کیا۔ چونکہ اس نے زیادہ نظر اٹھائی۔

”کیا بات ہے ایڑی آپ۔“  
 جھجکا سا انداز آج خلاف معمول سراپا سکی سے خالی تھا اسے تبدیلی کے غیر مٹی احساس نے چھوا تھا۔

چہرے کا تازہ صاف پڑ گیا۔

”کیا کیا ہو گیا ہے زمین جس نے آپ کے چہرے کی رونق لوٹا دی ہے۔“ وہ بے ساختہ پوچھ پچھا تھا۔  
 اپنے اور صہیب کے کراچ کے بعد اس نے انکڑا سے اس طرح شادابی و سرور دیکھا تھا اگر مگر کہہ جانے کے بعد  
 جیسے سب رنگوں کو سیاہی مٹی رنگ نے ڈھانپ لیا تھا۔ جبکہ ان لکنا چاہیے وہ لگاؤ پر چادر لپٹ گئی تھی۔ ساہ منظر  
 غمگین سا نظر آتا تھا۔

اس کے سوال میں عجیب سی سادگی اور گرمی و ادنیٰ محسوس کر کے زمین ایک سادہ بھر پڑ گئی۔ چہرے کا لگائی پن  
 بڑھ گیا تھا اس لمحے

”جی۔“  
 گہرائی میں لپٹی سی نظراس پر پڑا ل کہہ کر اس کی گئی تھی ایڑی کے تھے ہوئے اعصاب کچھ دھیلے پڑ گئے۔

”آپ کے حسن کا نام سننا سکتا ہوں۔“  
 وہ مزاج آتشاکی کے ذمے کے ساتھ دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ ہری طرح چل رہی ہوئی۔

”اس کی کوئی بات نہیں۔ ایڑی آپ۔“  
 بارے میں زمین میں نے کہا تھا کہ تمام اچھے دوست ہیں پلیز مجھ سے شیر کریں شاید اسی طرح مجھے اپنی انجھی  
 ہوئی تھی کارا ل جاتا تھا۔

بے اختیار زنی اور اصرار سے کہتے ہوئے وہ ایک بیک بیک منجھو ہو گیا تھا۔  
 ”کیا مطلب۔ کیا آپ پریشان ہیں۔“ وہ غمگین ہوئی تھی۔

”میں نے کچھ سوال کیا تھا جسے زمین۔“  
 جواب دہ اس کا سوال نظر انداز کر گیا اور خود کو شش کے پتے چڑھا رہا تھا۔

”جواب دہ اس کا سوال نظر انداز کر گیا اور خود کو شش کے پتے چڑھا رہا تھا۔“  
 ”وہ۔“

ایڑی کے اندر پہلے جھلکی رت پر یکدم فٹھڑ سیانی کا پائل برس گیا تھا۔  
 یہ چھوڑ کر حقیقت اتنا سا دور ہے راہ تھا کہ اس پر لکھا ایک ایک لفظ وہ آسانی پڑھ سکتا تھا۔ زمین اس کی

زیر نگاشی کا سوچ کر بلا ارادہ سرخ ہو گئی تھی۔  
 ”تھکنکس زمین۔ آپ نے اپنے لیے راستہ ہی نہیں مجھے بہت غول مسافت طے کرنے سے بھالایا۔“

بہت شرمے ہوئے بیک بیک لپٹے ہوئے زمین وہ کہہ رہا تھا کہ زمین شجرہ کی سرکٹ کو یکدم نہ کی۔ اس کو بیٹھ کر  
 اس وقت بہت کم آدور وقت ہوتی تھی سو وہ مطمئن سے اپنی بات کہہ رہا تھا۔

”اپنے راستے چلتے ہوئے مجھے آپ کی طرف سے اطمینان رہے گا۔“  
 کچھ خفا اس کے لیے جس کی سبب کچھ محول کر گیا تھا اور گھر کے چورے اس کی طرف مڑی۔ ایڑی اس

کی آنکھوں میں ہلکے سے لپٹا نظر دیکھ کر اپنا بیت سے مسکرایا۔  
 ”بہت بات چھی لکھی ہیں زمین آپ مجھے لوگ صدیوں میں بدلتے ہوئے ہیں خوش قسمت ہے وہ شخص جسے

آپ کی ہمراہی نصیب ہوئی میری طرف سے اسے مبارکباد چاہتا رہے گا اور کہہ دیتے گا کہ وہ اپنی اپنی جلد لے  
 جائے گا نہ کہ آپ کو اپنی یاد رکھنے کے خواہے کہہ رہا ہوں۔“

قدروے رک کر کھانہ لفظوں میں اس نے اپنی بدعا عیاں کر دیا تھا۔  
 ”بچی۔“

”پلیز زمین وہ بہت فٹھڑ ک۔ آئی سیر میں آپ کو نہ اپنی زندگی سے نکال رہا ہوں نہ بے دخل کر رہا ہوں مگر  
 ایک ان جیٹھا معاملہ چاہتا ہوں کہ آدور نہ لپٹے اسے اور خود سے سوائے پورا کرنے کا وقت ”کیا ہے۔“

اس کے چہرے کے آثار کثیم یکدم آدور کی اس شریعہ کرنے لگے تھے ایڑی نے بے اختیار غلوس اور اپنا بیت سے  
 وضاحت کی۔

”متفاد ہوں کی بیخاف سے زمین کی آنکھوں کی سطح جھلکانے لگی تھی۔  
 ”پلیز آپ میرے پاس ایک بات کی طرح مجھے پر مکن کو کوشش کی ہے کہ آپ کو بہت کم کر۔ آپ

بہت قابل احترام ہیں میرے لیے ”میرا متعاقب آپ کی آپ کو کوشش کی ہے کہ آپ کو بہت کم کر۔ آپ  
 ”پلیز ایڑی بھینسے نہیں میں آپ کی بے حد شکور ہوں بیک شکر بہت معمولی لفظ ہے ”زندگی میں اگر میں کسی

کی سب سے زیادہ عزت کر لیں اور پوچھ آپ۔“  
 جھلکے ہوئے زمین مشکل ہو کر کہہ گئی تھی ”میرے دیاری سے مسکرایا۔“

”آپ کی ذہن فوری سے درنہ میں اس لاق تو نہیں۔“  
 ماحول پر چھانے لکھنے سے و جمل میں کو نوا کر کرنے کے لیے وہ قدرے خوشی سے ہنسا تھا۔

”آپ کس لاق میں ہیں ایڑی آپ مجھ میں سے کسی میں نے ان چند دہائیوں میں بہت کچھ سیکھا ہے آپ نے زندگی کا  
 مقابلہ کیا ہے کیا جانا ہے کہ اس کی بہترین مثال میں آپ سب سے پیسے لوگ نہیں جی ہمارا سکتے۔“

وہ چونکے سے ساہ لینے میں محول رہنے سے کہہ رہی تھی۔  
 ”اگر صہیب میری زندگی اوپر لیں میں نے اپنی وہ معمولی لاق میں جس میں اپنی زندگی میں شامل کرنے میں خرچ محسوس

کر مگر اب تو یہ تو دل اور دماغ دونوں ہی ابدان ہیں جسے اس انکڑا و صدی صہیب اکرام علی کے آگے جو بے حد  
 بد نظمی ہے۔“

”یہ شخص آپ کی صفی سے دور نہ ہو مجھے لوگ ایک ایک ضرور گھٹ کھاتے ہیں۔“  
 وہ سنی تجربے میں کہہ کر جیسے خود ہنسا تھا زمین قدرے چو غی۔

”کیا صہیب اب تک خفا ہیں آپ سے۔“  
 ”صرف بے سی نہیں اب تو میں آپ سے بھی بہت شکایت ہو گئی ہے۔“ وہ طرے مسکرایا۔

”نہ کہ کیا مطلب۔ آپ کیا نہیں سب سمجھ رہا ہوں۔“  
 وہ ساری سرت اور خودی محول کر کوشش سے اسے دیکھنے کی سعی







شامل نہیں تھی۔ سب وہاں آئے ان کے منظر *all of the sudden* وہاں پہنچے اس کا بھٹے بعد قتل ہے کہ  
صہیب نے بھٹے بھٹے کی کوئی نہیں کی۔

اندری اس احساسات اس وقت اس کے چہرے سے ہوا تھے۔ زبان نے متاثر ہو کر اسے دھکا۔  
”آپ صہیب کی لہنگو کو ٹھک سے نہیں کیا رہے اور بھائی۔ لڑکیاں بہت ذلیل کی بالک ہوتی ہیں  
خصوصاً شوہر سے متعلق ان کے احساسات صرف ایک لڑکی ہی سمجھ سکتی ہے صہیب ان لوگوں میں سے ہے جو  
رشتے کو اس بنا پر محبت کرتے ہیں اور بے محبت کرتے ہیں تو جتنی بھی کہتے ہیں اور اس کا اور ادراک بھی۔“

زولبے نے ہتھ جھٹکایا تو بڑے سادہ سی نظر سے اسے دیکھا۔  
”یہ میں اس لیے کہ میں ہوں اور بھائی کی ایک لڑکی ہوں۔ صہیب کی لہنگو اچھی طرح جرجر کر سکتی  
ہوں۔ آپ کی پلیر ساری رات اننگس کی دل سے نکال دیں۔ اس کی طرف سے میں آپ سے ایک کچھو کچھو لڑکی ہوں۔  
وہ بڑی لڑکی ہے اور وہ فعل کو لٹی اس نے آپ کے پاس پرے مدھرتھ مدھرتھ ہی رہا لیکن کریں مگر یہ بھی جے کہ وہ  
آپ کو کسی کے ساتھ شیر نہیں کر سکتی۔“

قد سے نظر رکھتا ہے وہ بڑے حقیقت بیان کر رہی تھی۔ ایرو کے چہرے پر اس کی باتوں کا واضح اثر نظر آ رہا تھا۔  
”میں اب تو کیا صہیب نے آپ کو سب کچھ۔“

”پلیر اور بھائی آپ اس بات پر خفا میں ہوئے گئے ہیں۔ خود اس سے زبردستی ہو چکا تھا تو میں تو ہرگز تیار  
نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے خود اس کے لیے سے کچھ اور سی سمجھا تھا ہے اختیار معافی دینے کی تھی۔“

”میں نے آپ کو ڈانٹا تو میں نے نہی صہیب سے شکایت کی ہے ذل۔“ نے خود کا انکار کیا گا کہ ارا اور وہ کہہ  
گیا تھا وہ مجھ پر کر رہا تھا۔

”جی تو ہے۔ تم میں دراصل آپ سے کچھ اور کرنا چاہتی تھی اگر آپ مایہ ناز نہ کریں تو۔“

”جی کچھ۔“  
”آپ نے نہیں کی چلی کے ساتھ جو دہری کی وہ قابل حسین ہے۔ بلوچی میں اور صہیب خود متاثر ہوئی  
ہے مگر اب جبکہ یاد اور لڑکی کی طبیعت بہتر ہوئی ہے آپ کو اس سلسلے میں فاضل بڑے بڑے لینا چاہیے۔ شاید آپ  
کو مطمئن ہو مگر یاد رکھ لیں کہ صہیب نے نہیں کے لیے سمعان بھائی کا پورے نکل کر لیا ہے۔“

مغرب انداز میں کہتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اسے معلومات فراہم کیں تو کچھ مختصر کیا۔  
”میں۔“ وہ دوسرا سا کرکٹ کر رہی تھی۔

”جی جی نہیں کہ چہرے پر کھٹکتی اور مسرت نے غائب کھلا دیے ہیں۔“  
”کیا نہیں اور سمعان کے درمیان کوئی کھٹ منہ نہ۔“ میں نے آپ کو کچھ جانتی ہیں ان کے متعلق۔“

”فراہم سمعان بھائی کے بہت قریبی دوست ہیں۔ ان سے سمعان بھائی بھی کچھ نہیں چھپاتے البتہ نہیں کا  
معاملہ الگ ہے غالباً ان کے درمیان ایک خاموش کھٹ منٹ ضرور ہے۔ وہ خاموشی پر زور دیتی ہے آپ تو  
انہیں جانتے ہیں۔“

”میں نے صاف کوئی سے کہا تو کیا۔“ وہ سرا کر رہا گیا۔ باقی بچے ہوئے صہیب نے نظر ڈالی وہ اب سوری تھی۔  
جانے اس نے کیا سنا تھا کیا میں اس لڑکی کو اس کے آنے سے صہیب پر شکوہ کر رہا تھا۔

”فراہم نے آج تک میری ہر بات کو یاد کیا ہے اور اس کا سارا کریڈٹ آپ کو جانا ہے انتہا شام۔ اسے اپنی  
چھوٹ کی مٹی سے خود سلمان سمیٹ کر لیا۔ خشک ہو گیا۔ نہ مجھ سے پوچھا نہ تیار سے ڈھنگ ہوئے ہیں گھروں  
میں رہنے کے کیا شادی کے بعد بھی والدین سے زیادہ بڑے ہو جاتے ہیں۔“

”مگر کچھ کاغذ سے آج بھی سائرس آٹمان پر خاموش روز سے فراوان ذہنیات میں سے کیا تھا ان کی شام آئی ذکر  
سے اپنی بات کر تھی۔“

انتہا شام صاب نے نیو کا پچھل بیوں کر رکھا تھا گاوری سے ان کی طرف دیکھ کر وہ لیے تھے سخت ہے

زادہ تھی۔  
”آپ کی شادی کے بعد پر تھکے صاب نے الگ لے کر اپنی قیاس اس وقت تو نے کسی سے اجازت لینا ضروری  
نہیں سمجھا تھا۔ جبکہ میں تو اپنی والدہ کا ٹوکنا یا بیٹا تھا مگر ہر کام ہمیں غلطی الگ رہا ہے جو کہ تم نے خود کیا  
ہے۔“

”اب میں ہر بات اسی طرح ہی ظاہر کریں آپ۔ گزے ہوئے اکھاڑے میں تو آپ کے خاندان کا جواب نہیں۔  
اپنی اولاد کی کوئی باتیں ان پر ظاہر کر کے مجھے نہ عزت میں ٹھیک لگاتے ہیں۔ آپ کی ان ہی باتوں کی وجہ سے بچوں  
نے اپنے بچے میں بیٹنا شروع کر دیا ہے۔“

”مگر یہ اس اندر صاف کوئی کی تحمل نہ تھیں مشتعل ہوا میں۔ انتہا شام صاب نے خطرے سے گریز کرنا بہت سیت  
ان کی طرف دیکھا۔“

”انسان اپنا بیوی کا کتا ہے۔ جو تو نے ہم نے کل کیا وہ آج ہماری اولاد ہمارے ساتھ کر رہی ہے۔ تو اس میں برا  
کیا۔ مکافات عمل کا یہ سلسلہ ذرا بڑی ہے۔ میں تم اس سے سخت تو نہیں کہتے۔“

”مجھے فعل انعامی میں مت ابھاریا کریں۔ بات فراہم کی ہو رہی تھی آپ لہو تو نہیں ٹھیک لگاتے ہیں  
دیکھنے میں کہ دیتی تھی مجھے فراوان زہا کو اس طرح گرتے جانا ایک آٹھ میں بھائی ہے۔ مجھ سے سہا نہیں  
آپ سے تو پوچھا جائے گا مگر یہ فراموش نہ جاتے آپ کی والدہ نے کیا تربیت کی تھی اس کی کوئی پونہ بیاتی  
امیدیں نہیں کی جاسکتی اس سے۔“

انتہا شام صاب کے طعنے کا فوری جواب کیا تھا۔ وہ جلتی ہوئی نظر ان پر ڈال کر لڑکی کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ  
پھر شروع ہو کر۔

”آپ کی ان کے لیے میں نہیں چاہتی تھی کہ سفید لاج کی لڑکی امریکی ہوئے۔ آپ نے بھی نیو کو میری  
مرضی کے خلاف ایک کام بھی کرتے ہوئے مگر یہ دیکھنا تھا یہ میری سیدھی جی ہے اپنی ہے نہیں۔ آخر کو بھیجی تھی تو  
آپ کی۔“

”پہلے ٹھیک کا تم نے بھیجی تو میری کہ تمہاری تو صرف ہوئے اسی لیے اس سے دوبارہ clashes شروع کر  
دیے ہیں تم نے نیو کو اس کی جگہ ہوئی تو تم خود اس کی ہر بات کو خیال و تھیں کرکٹ میں نے۔ کوئی بات کہ کہیں  
بدن اس سے ایک بار پھر سے راز ہوئے گی۔ تو۔“ لڑکی نے جی نہیں پوچھ کر نیو کیج کیا تھا وہ ایک بار پھر  
نکلے ہو گیا ہے غالباً۔ ہمیں اس بات کا کہہ کہ کہ تمہاری بھائی سے اس کو روک دینی میں مل کر نیو نے

پہلے دی ہے۔  
انتہا شام صاب کا تجویز یا انداز مگر تھیک کے چہرے کے رنگ کو متحیر کر دیا۔

”آپ بلاوجہ میری بھائی کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں اگر بھائی جی نہیں سمجھتا جاتا تو نیو کیا کر سکتی ہے۔“  
”پہلے تو اس میں زیادہ کیا تصور کہ اس نے آپ کی بھائی کو اس مقام پر بھیجے چھوڑ دیا ہے۔“ یہ لڑکی  
انتہا شام صاب نے کتاؤ مگر تھیک کیا کہ کوئی ہے تو میں اور اس خاموشی کا فائدہ اٹھا کر دیکھا کہ کتنے گتے تھے۔

”میں جانتا ہوں مگر کہ محبت ایک فطری اور غیر انتقادی جذبہ ہو نا ہے۔ جس میں اپنی بھائی سے ایک بچل  
انہیں چھٹے سے گراس کا مطلب ہے میں کہ انصاف کو نظر انداز کر دیا جائے غیر جانبداری سے سوچو تو ہمیں  
احساس ہو گا کہ نیو ہو یا زیادہ نیو تمہارے بیٹوں کی خوشی ہیں۔ ہمیں عزت اور محبت دے کر تم اپنے بیٹوں کی  
زندگی سوار کر سکتی ہو۔“

”میری عزت اور محبت دنیا میری فرض ہے اور وہ جو فراہم کی تھی کا کروا۔“ آپ کے والد کے گھر جا بھیجی  
اس نے ایک راکھ میں بچے سے کام لینا جاری ہوا۔ اجازت نہ سہی کر کے بیوں کو انعام دے کر لیا جا سکتا ہے کیا شاید  
سفید لاج والے اس روایت سے بھی واقف ہیں۔“

انتہا شام صاب کا فہم اور بڑا تاثیر کام بھی ان کے اندر کی آگ کو کھڑا نہیں کر سکتا تھا وہ خود نظریہ اور دیکھے  
تو وہاں سیت جھلا کر تھیں۔

اقتضام صاحب نے ان میں یوں دیکھا جیسے کہ رہے ہوں۔ "تمہارا کوئی علاج نہیں مگر نیک"۔  
 "سب اس طرح میری طرف آیا کہ وہ رہے ہیں میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے اپنے بچوں کا کسی اور کے گھر  
 جایاں رہنا ناگوار پسند نہیں تھا آپ فرما دو کہ میں گوارا دوں گا"۔  
 جب اس وقت سے کہے ہوئے ان میں ہمدردی سے فیصلہ بنا دیا تو مجھے سن کر اقتضام صاحب کی آنکھوں میں  
 کدمر میں اتر آئے۔

”مذہب تمہاری اولاد میں میرا بھی بیٹا ہے کرنا، نہ تو اسے میں نے لیا، کیساں، تمہیچا ہے مجھے ہے جو ہے کر گیا ہے۔ اسے اجازت دے دے میں اپنے پوتے کو دے دوں گا اس طرف اسے میری داری اور زندگی کے جنگ لڑنا نہیں دیکھ سکتا۔ تمہارے بیٹے کو بھیج دے، سرزد ہو گا کہ اس کا خدا اور میری ہے۔“

والد نے یہی ترید ہی ہے کہ ہر کرول کا خیال کر وائی مجھے ہے فیض انصاری نے کل وہ اس کا قائل ہوا۔

استانی نے یہ کہنے دے لے کر کہو دے کر چلا گئے تھے۔ مگر تمہیچا کے عمل کا کارہ نہیں لیتے یہ سرزد ہوا کہ وہ خاص ہوئی تھی۔

استقامت صاحب کے تیروں سے زیادہ ہونے کا قاعدہ اس شخص میں پتھر اور نئے کوڑا نہیں آسے بلکہ خوش کو کنٹرول کرتی ہے۔ آج بھی اس میں خوش دھن کو بے زاری سے دیکھ کر اس کے پاس یہی آئیں۔

کیا بات ہے۔ بلکہ یہ کہانیاں کی گری ہو رہی ہیں۔ کب سے کب سے ہے۔

”جی، آئی اور اس وجہ سے میں گرے سے باہر ہوں۔“ دوسرے صاف جواب آیا تھا تمہیں ایک لے کر کمرہ چکا سی رہیں۔ دنیو نے اس لیے میں کچل جا رہا ہوں کہ میں اس سے۔

کیا بات ہے۔ کب سے کب سے ہے۔ کب سے کب سے ہے۔

اسے غور دیکھتے ہوئے انہوں نے پریشانی سے سوال کیا تھا۔  
 ”اس پخت کے نیچے اور ہو بھی کیا سکتا ہے جس وہ مختلف سوچوں والے انسانوں کو جمع کر دیا گیا ہو۔ ساری زندگی ہی انہیں میں چلی رہتی ہے۔“

عصیدہ، بھڑ دھری کی علامت بنا ہوا تھا۔ پر تیکم نے شدید حیرت اور غصے سے ذنب کی طرف دیکھا تھا۔ اشتہام صاحب اور اپنی ذات پر یہ بسلا طعنہ تھا جو اشتہام کاؤس میں ان کے کالوں نے سنا تھا۔

”کس کسے میں بات کر رہی ہو زیندو؟ آریوان پور میں سب سے زیادہ“

[illegible]

دنیو کے درمیان بچوں کی بات کو لے کر جو اختلاف چل رہا تھا، اس نے اب نئے نئے رنگ دکھائے شروع کر دیے تھے۔ دنیو کو بھی بات بات پر غصہ آنے لگا تھا اور یہ اس کا رد عمل تھا کہ وہ اس وقت شدید بدتمیزی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

مکرمیت سے ہی صاحبِ مہر نے خود کو تسکین دلانی شروع کر دی اور جب ہمیں تو ایشام صاحب سنی کھڑے تھے سانس نہ لے سکتے تھے۔

*its never too late* یعنی کبھی بہت کم ہو کر گئے ہوں کے آنے سے پہلے اے گھر میں سارا بچا جا چکا ہے۔

526

تاجران کی آنکھوں میں عجیب سا ماتر تھا۔ ابرو چٹکی سے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

”اور سناؤ ابرو پر زور دیکھ کھنکھ سے کتنی شگفتگی رہی ہے۔“  
”یہ تو لڑکا! انتہاء اللہ جب آپ آئیں گے تو بڑا آؤر دیکھ کر آپ کو خوشی ہوگی۔“ بظاہر ان کی بات کا جواب دیتے ہوئے خود حقیقت اس کا فتنہ اچھا دکھا کر تھا۔ چار دیواری کی اس آواز پر بس کی باتیں ہوتی رہیں۔

”ابرو پر دیکھیں! ہمیں ایک کام سے بلایا تھا۔“  
”اور اگر کسی باتوں سے نکل آ رہا تھا کہ اور صاحب نے کہا تو ہنگامہ سے سر ہلایا۔“

”کوئی ضروری کام ہے انکل۔“  
”میں نے ضروری کام پہلے بتا دیا کہ آپ کا تم نے بھی یہ دانی یعنی اپنے بیاہور میرے احرام میں کوئی کی کر چکی ہے کوئی فرق دار کھا ہے؟“ عجیب سا سوال تھا۔

”میں انکل میں نے پیش بیاہی طرح آپ کی عزت کی ہے آپ کو اہمیت دی ہے۔“ بے ساختہ کہتے ہوئے اپنا کے لیے میں یقین اور چائی تھی۔  
”جو بھی مجھے ہے اس کی بڑی بات چپا ہے کبھی مجھے تنہائی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔“

”گوگن کی بات؟“  
”جی کہ ہماری بونہ صہیبہ بیار ہے اور اس کی اس خودوش حالت کے ذمہ دار بھی ہم تیرے ہیں۔“ اگلے کلمے پر

کچھ انہوں نے کامیاب ہونے سے بے ساختہ بیاہی کی طرف دیکھا جو مطمئن تھیں۔ بے جا جان الیبتہ بے حد عظیمہ اور تشویش زدہ نظر آ رہی تھیں۔

”میں خود بخود رونا بہا ہوا کہ میں انسان سخت پریشان ہو جاتا ہے۔ ہم بڑے ہی سہل سے فرار حاصل کرنے کی خواہش میں جان نزاری ہے جس میں کمال ہوا اور اس طرف فحش رکھیں رہے ہو۔“

ان کے ہلکے جھلکے لیے میں یہی کہانی بھی ابرو خود میں عجیب سا محسوس کرنے لگا۔ سب کی موجودگی میں اس تذکرے کو چھپنے سے ان کی کارواں بھی دیکھنا چاہتا تھا اس لیے بات بڑھاتے ہوئے بولا۔

”تو پھر اگر کیا کیا جائے انکل کہ ایک ہندو نڈی سے لڑنے کے بجائے صاحب فراق ہوئے کو اہمیت دے رہا ہے غیر معمولی حمایت کے یہی نتیجے ہوتے ہیں۔“

”میں سبیل میں مل کر ہاتھ ملانے سے بڑے آس پاس کی بنیاد پر ہی تیرے اور معذوبی حاصل کرتے ہیں انہیں کمزوری یا غالی کی سمجھنا بڑا ذات خود صاف ہے صہیبہ تمہاری مشکوچہ ہے اس کا حق ہے کہ احتجاج کرے۔“

انہوں نے کچھ کام سے ٹوٹنا تھا۔ وہ اب بول گیا۔  
”انسان کے کمزور اور بے اختیار ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ اس کے فیصلے کا بے قدر اس کی طرح رد کرتا ہے کہ وہ انفس تک نہیں لگتا۔ تمہاری زندگی کو بس طوفان نے اپنے صہار میں لیا دھار لایا ہو تھا۔“

میں اب چاہتا ہوں کہ تمہیں اس سے آزار نہ کہوں۔“  
اب کے ان کے لیے میں نے جیسے کہ کہانی کو کچھ تازہ ہوا تھا۔ ابرو نے قدور سے حیرت سے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے زہرہ کو اشارہ کیا۔ اگلے کلمے کا نکل ان کے حوالے کی گئی تھی۔

”اب پیپر پر سائن کر دینا۔ وہ خود انکس خود زندگی میں آزار اور بوجھ کی صورت لگے کا طوفان بنے رہیں ان کا تو ذہن بھر رہی ہے اس کو تو ہمارے جذبات ہوتے ہیں۔“

انہوں نے اس کی طرف رخ کر کے بڑی فاسق نظر آ رہی تھی وہ چہرہ کھینچ کر میرے ساتھ مارا گیا۔ کچھ کے دن سے کہ اس کے چہرے پر شکر اس کی اپنی وقت کا بے حد بے چینی سے انتظار کیا تھا مگر اس وقت وہ بے حد متعجب احاسات کا شکار محسوس کر رہا تھا خود کہ

اپنا انکسائی فرض پورا کرنے کی خوشی کی خود سوری طرف کچھ کھو دے گا احساس بھی تھا

شاید زمین کے پر غلوں اور معمور ساتھ سے اسے اندر کہیں ضرب لگائی تھی۔ یا شاید اپنے بے اعتبار ہو جانے کا دکھ تھا۔ صہیبہ کی نظموں اور دل میں اپنے لیے جو مقام اس نے بنایا تھا اس کے حشر و مل کے جانے کا باعث

یا غالی کی اپنی جان اور بیاہ کو ہر کرنے کا دکھ اور سفینہ لان کے کینوں کو پریشان کرنے کا غصا اور وقت خاموشی کی صورت پھیل گیا تھا۔

”کچھ کے وقت میں نے تم سے پوچھے تھے ابھی اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا تھا مگر آج یہ سب میں نے سب کی ایما پر کیا ہے۔ بھولی میرا دوست ہے اور اس رات سے میرے لیے اور صہیبہ سوچے ہیں سب کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لیے ہم سب کی زندگی میں جو کچھ اس کچھ کی صورت چھپی ہوئی ہے اس کو آج نکال دینا چاہتا ہوں۔ اس یقین کے ساتھ کہ آج میں نے تمہاری خوشی کو بھی مد نظر رکھا ہے۔“

اس کے کندھے پر کسی جذبے کے تحت اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے یاد اور صاحب کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی دھند پھیل رہی تھی۔

ابرو نے انہیں اندر دیکھا جنہیں اپنے فیصلے کے رائیگاں جانے کا دکھ تھا مگر بھیجی اور سب کی خوشی میں وہ خوش ہونا چاہتا ہے۔

”سائن کر دینا بڑا یاد اور کو اس ندامت سے نکلنے کا بھی واحد طریقہ ہے۔“ بیاہ بھی اس کی پشت پر تکی تو اس نے مگر اسے انداز میں اپنا تائید نہیں پتہ شرم کی اور ہی تھی۔ کچھ نکالنا فال کو حولی اور ہی رد خط کرنے لگا تھا نظریہ بے اختیار زمین کی جانب اٹھ گئی تھی۔ جس کے چہرے پر بالکل ایسے کے دل کی طرح متعجب اور اڑے ہوئے تھے۔

شاید لفظ طلاق ہو تا ہی اتنا رہا ہے۔ بیاہ کی جان کو اسی بات کا غصہ تھا خود وہ ہر یکم سمجھ جانتے ہوئے کچھ تیار دھو رہی تھیں۔

”مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم بے وقت تو جے قلم چلنے کی آواز سن کر بھی اور ہر یکم سکتہ نہیں کیا تھا۔ زمین کے بے آواز قدم دروازے کی طرف اٹھے تو اسے روکنے کی کسی نے کوشش نہیں کی۔“

”تھیں کس ابرو پر ہی دور پر بڑے بوجھ کو نہ لگا کر اور دیر نہ رہے کالے جا رہا تھا کہ میں نے اپنے عزیز دوست کے اکلوتے بیٹے کی زندگی کو طوفانوں سے بھینکار کر دیا ہے اور جاتا ہوں بکے ہوئے کو سونا رانا تھا آسمان میں ہوا میں دیر سٹھما کر اسے زمین کے نیچے کو ایک ڈھیر پائوڈ زراش بولے۔“

اسے راجحہ نظموں سے دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا تو اسے سب بھول کر مسکرا پڑا۔  
”زندگی حادثوں سے عبارت ہے انکل۔ قسمت پر ہی کا فزور میں چلا تو کچھ ہوا اس میں اب کچھ قصور تھا نہ میں نے آپ کو کچھ نصیحت نہیں کیا یہ سب شاید بوجھ ہو تھا قسمت سے متعلق اس طرح آنکھوں کی بجلی سے گزر کر نکلتے ہیں۔ آپ نے مجھے دیا تھا کہ بوجھ کو کچھ کیوں بھول جائے ہیں کہ اوندی زندگی بدل دے اللہ تعالیٰ کا حکم

قن ہو تا ہے۔“  
وہ خود بخود متوازن لیجے ہو بلا تو بلی جان نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر چمکی۔

”میں تو اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا۔ ابرو بھائی کی ذرا بھائی صاحبہ کو سنا میں تو جانا۔“ میرے شرم غصے نے احوال کو کچھ گھٹایا تھا۔

”تمہاری بھائی صاحبہ جیسے یہ میرے بھائی بالکل راضی کے سوال کی مانند اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ریاضی کی مشقیں کرنے کی پریش آ رہی ہے۔“

”چوتھ چلی ہے۔“  
اس نے ذہن کو اب ایک مرکز پر لگا دیا تھا کہ وہ ہوتا ہے جو چکا ہے اور یہی ستر ہے اس لیے گفتہ موڑے کہ

”بہا تھا سب میں بڑے۔“  
”کوئی بات نہیں ابرو بھائی، ہم جس بات آپ کے ساتھ آپ کے لیے کیس بھی بھر کر دیاں گے آپ کو اچھا میں بھیجے کے لیے تیار تو کس خود کہ۔“ شرمین نے بھی ہنس کر گھبرا کر سر جھکا دیا وہ متعجب پریشانی

کا اظہار کرتا تھا کہ طہوراً۔

”تھیں کھسکے فار پور آفریضے برادرانہ سسر آپ لوگوں کی گدول و شتر میرے ساتھ ہیں انشاء اللہ اور مسئلے بھی حل ہوئی جا میں گئے“

اس نے کچھ سوچ کر کہا اور اپنی جان کی طرف دیکھا تھا اور یہاں تو جیسے اس کے اندر اتارے ہوئے تھے یقین دلانے کے اس زمانہ میں مسکرا کر اسے ”سوہ“ مٹھن سلاہا پر نکل گیا۔

کوئی دیر کے آخری سرے پر اپنی مخصوص جگہ پر نیشن اسے مل گئی تھی اس کی آنکھوں میں بھی نمی کی ہلکی سی ہلکی اور سرے پر احساسات کی دبیز بھون۔

”میں نے اپنا بیویہ پورا زور کھانا نہ کیا ہم ایک بات پوری نہ کر سکا۔ اور مگر اسے ملنے وقت میں نے آپ سے کہا تھا کہ پاکستان میں ہم ایک دبلیس کے ذوق پر اپنی حیثیتوں کے ساتھ ملیں گے مگر اس میں کچھ ہٹ لگ گیا۔“

”مگر اسے کل رائیٹ ایئر آپ نے اپنی اور ہماری فیملی کے لیے جو کچھ کیا وہ اس قدر عقلمند ہے کہ ہم اس کا رخیان دے ہی نہیں سکتے۔“

”میں اس میں ایسی ہی بات نہیں۔ جو کچھ میں نے کیا وہ میرا انفرادی فرض تھا یہ آپ کیوں بھول جاتی ہیں زمین کو انکل سے میرا بھی ایک رشتہ ہے جس کے تعلق آپ سے ایک مضبوط تعلق تھا اور اب یہ تعلق بہت مضبوط رشتے میں بدل گیا اس کا فکری رشتہ ہے بھی زیادہ اور رشتہ میں۔“

”مگر یہ فائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ زمین پر کسی سربراہ کر اسے دے گا۔“

”ہر طلوع اور یہ رات سوئی کا ہم ابھی اچھے دوست ہیں زمین اور جویشہ وہیں گے“ وہ تھیں سے کہہ رہا تھا زمین کو مسکراتا پڑا۔

”بڑا ٹھیک صہیبہ سنڈن کر سہ تو۔“

”بڑا ٹھیک مسعود بھی سنڈن کر سہ تو۔“

اس کے گفتگو جیتلے کا پورا واضح جواب آیا تھا زمین ہی طرح جو گئی۔

”آپ سے سب باتیں آتی ہیں۔“

”میری دوسرے آقا انفرادی بھی نہیں خاص ایکلو ہے زمین، آپ نے تو دوست سمجھ کر بھی نہیں بتایا مگر مجھے بھی آپ کے چرے پر غلطیوں کا مکمل شکر“

اس وقت وہ اپنے مخصوص رنگ سے بہت کرناٹے تھے شگفتہ اور فریش موز میں تھا۔

زمین نے اپنا اس صہیبہ سے نکاح کے بعد کیا تھا کہ جب سے یاد صاحب نے اپنے فیصلے کا اس پر کیا تھا اپریل کی رات کا یہ رنگ نہ میں کہیں چھپ گیا تھا۔ اس نے بات ہی ایسی کی تھی کہ زمین کا سمجھنا غلطی تھا۔

”میں نے دوش پڑو لنگ نہ زمین۔ آئی ہو آپ کی زندگی میں کوئی ناخوشگوارت نہیں آئے گی۔“ وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

”جانتا رہا ہو سکے۔“

”جی ہاں۔“

”پلیئر بڑوں میں نے آپ سے کہا تھا کہ زندگی گزارنے کا طریقہ میں نے آپ سے سیکھا ہے تو یہ اصول بھی میں نے آپ سے ہی اپنایا ہے کہ ریح اور نعمان سے بے پروا ہو کر سچائی پر قائم رہنا چاہیے“

حقیقت سے باخبر جو مسعود کیا اور مکمل ظاہر کریں گے مگر میں اس کے دھوکے میں رہنا بھی نہیں چاہتی۔ اس نے نہ تانت سے جواب دیا تھا۔

”کیا آپ نے انکل آئی سے بچھا ہے۔“

”میری زندگی کے تمام فیصلے دھوکوں نے کیے ہیں آج تک ایک فیصلہ تو میرا ہی ہونا چاہیے۔ تا تو یہ فیصلہ میرا ہے یہ رہا اپنا۔“

”تو کیا آپ مسعود کو اتہار ہیں۔“

”میں میں خوشیہ خود کو ہی اتہار ہی ہوں اب غالباً“

”مگر آپ برا نہ منائیں تو میں بھی مسعود سے بچھ کر رہا۔“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں گلینز“

”میں اپنی بیوی کے رشتے میں ایک بار دروازہ آجائے تو اسے کسی چھوٹے کی بھڑا اور کئی بچھڑا سے بھر انہیں جاسکے ہر گناہ کی محاف اور ہر نقصان کی تلاقی ہوئی بنا فریاد بغیر رشتے کیسے طے ہوئے ہیں ہاتھ سے کر کے چٹکا چرو چرو جا میں تو ان کی کڑیاں سننے کی کوشش نہیں اٹھتا ہوا چلا گیا ہے۔“

”لوگوں کی موجودگی کے خلاف راز تو نہیں کیا جا سکتا ان کے چہرہ ہاتھ صحت اور داری جان تک اگر رکھ جاتے ہے تو قید کو کو آپ کے بیٹوں اور بیوی کو کس بات کی سزا مل رہی ہے کیا آپ نے بھی سوچا ہے داجان کے سفیر لاج کے کیٹوں کو آپ کی ضرورت رہی ہے وادی جان کو نہ کسی آپ کی اولاد اور ان کی اولاد کے تو آپ کی کمی کو محسوس کیا ہے نہ۔“

وہ آج جیسے داجان کو بلاد کرانے پر تلی کیا تھا۔ ذہان دوسرے سے نظر بھٹکا حتیٰ کہ اپنے والد اور چچا نکالیا کو اس نے اپنی باراس کی اسے احساس ہے لڑتے دیکھا تھا۔ جگہ مسجد پہنچو تو بھی کھاروا احکاف کہہ بھی دیتی تھیں۔ داجان نے اس کی بات پر غصہ منی کے سر ہوا اڑا تھا۔

”یہ دو کہ اور یہ ساف میں زندگی کے ہر لمحے میرا چچا کرنا ہے فریاد میری ہی میری سزا ہے دوسری شادی گناہ نہیں مگر انصاف اور عدل قائم نہ رکھنا میرے اور اس کی سزا میں نے اسے سمجھ کر ہی مجھ پر کچھ بھی کرتی ہے میں نے بھی جانتا ہوں کیا کہہ کرنا ہے۔ یہ طویل کی طرح طے ہوئے ہیں۔ چینی کی راہ نہیں ہوئی اور اس کی کوئی منزل نہیں ہوئی۔ میں نے بھی کسی ایسی راہ کا اختیار کر لیا تھا سو اب اسے ہی بھٹکتا ہے۔“

وہ ات آزاد دل فکشی سے اپنے تئوں کا اعتراف کر رہے تھے۔

”لیکن اس سارے قصے میں صہیبہ کا کیا بدل ہے داجان اسے تو آپ کی محبت ملنی ہی چاہیے کہ آپ کی ہر بنیاری میں وہ سفیر لاج کے کیٹوں کے طور نظر انداز کر کے میان بھائی آتی تھی آپ اب آپ کی بیاری ہے اصولاً آپ کو اس کی حمایت کے لیے جانا چاہیے۔“

آج ہی احتشام صاحب نے فریاد سے اطلاع کیا کہ سفیر لاج کا چکر لگا تھا اس کے بعد سے ہی فریاد کو اجان کے دویہ کا احساس ہونے لگا تھا۔ صہیبہ نے بھی احتشام صاحب کو دیکھ کر بڑی آس سے دروازے کی جانب دیکھ کر تھپتھپا کہ وہ کسی ایسی شہر کی ہے۔

داجان اس کی بات پر دوسرے سے مکرانے مکرانے میں بے حد ملال دکھا ہوا تھا۔

”اس والد کے بعد اگر میں نے کسی کو بے حد چاہا ہے تو وہ کم اور صہیبہ ہی ہو گا اور جس چاہا تھا ہے انہیں باپوں کرنا تھا مشکل اور دشوار ہوتا ہے تم جانتے ہو میں بھی صہیبہ سے ملنا چاہتا ہوں مگر سفیر لاج میں نہیں۔ یہ کہہ بے حد ہے کہ میرا کون سفیر لاج کا کہیں کوئی بھی نہیں بٹا۔ مگر میری شادی کی بات اور اس کی جب میں تمہاری طرف سے شریک ہو گیا تھا مگر اب تو یہ ہے کہ میں سفیر لاج سے نظریں ملا سکتا ہی اپنے بچوں کی عروسی کا راز لے کر سنا ہوا اس لیے اس راہ چلتا ہی میں چاہتا ہوں کہ میں ان کی نیامیں بے جا رہی ہے۔ پولیٹر آگے دھکے سے اپنی توقع میں رکھتا ہوں جانتے میں پوری نہ کر سکوں۔“

”یہ بے ہوشی سے بے گتے نہ وہ کفر ہے ہوئے تو فریاد مل نظروں سے انہیں دیکھنے کا جو فریاد قدم اٹھاتے تھے۔“

”میت عجیب ہے داجان کی کہانی بھی۔“ ان کے جانے کے بعد اس نے کسی یہاں بھر کر کما تو ذہان نے سنجیدی اور شاکی نظروں سے اسے دیکھا اور تاحانہ لہجے میں بولی۔

”آپ نے بھی تو آج حدی کر دی تالی ہو داجان کو تلی وے دیتے صہیبہ اب کافی بہتر ہے۔“

داجان کی بھوری بھی سمجھتا ہے نہ ناخن انہیں نہ امت میں جھٹا کیا۔

ذہان کے ہاتھوں انتہائی راز داری کے ساتھ گھر سے فاصلہ اس تک پہنچ چکی تھی اور ایک ایک صفحہ پلٹتے ہو۔ اس کے قیامت کے کہتے ہوئے ساتھ اور بھی کر رہے تھے۔

ذہان نے محسوس کیا کہ وہ شدید اعصابی تازہ کا کلاس ہے تو اس کے نزدیک آج بھی۔

”تم نے کہا تھا صہیبہ کہ جس اس وقت تک نہیں نہیں آئے گا جب تک نہیں ان میں ان بھائی کی زندگی سے نکل نہیں جاتی۔ تو دیکھو انہوں نے اپنی محبت اور حقیقت کا ثبوت پیش کر دیا ہے اگر تم نے گور کیا ہو تو ہمیں بتا چلا ہو۔“

گاگن اس مطلقانے پر زمین کے والد اور داری بھائی کے والد بھائی ان اٹھل گئے بھی مدخل موجود ہیں جو اس بات کے گواہ ہیں کہ ایزد بھائی کیجے ہو رہے تھے۔“

ذہان رمانیت سے بچنے کو داریا ہوا دھار کر گئی تھی جسے اس وقت بھی ہلکی ہلکی حرارت تھی۔

صہیبہ نے خاموش نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

”چوہ کو نا صہیبہ کیا نہیں اب بھی لیکن نہیں کیا ہے کیا اب بھی ایزد بھائی کی طرف سے ہمدردی صاف نہیں ہوا۔“

اس کی خاموشی پر ذہان بے چین مل گئی تھی صہیبہ کے بول پر چٹکی اسے مگر اب تیرم گئی تھی۔

”میں اس صاف ہو جانے تو بھی جو کہہ ایزد کو میں نے اپنے انھوں سے پہنچایا ہے اس کا زائد کسی طور ممکن نہیں ذہان۔“ وہ بھٹک کر بولی تھی۔

ذہان نے خلاف توقع اس کے کہنے میں شبہائی محسوس کی تھی چونکہ کر تھا ہوا چراہو اچھا نکالیا۔

”نہیں صہیبہ ایزد بھائی تو بیت اٹھتے ہیں۔ تمہارے رد عمل کو انہوں نے تمہاری محبت اتھنا سمجھ کر نظر انداز بھی کر دیا ہو گا۔“

خوش آئند اور مثبت سوچ کا عکاس تھا اس کا فکرو مگر صہیبہ اس وقت بہت سے خدشوں کے تاریک قاعوں میں گھمبیر ہی تھی اس کی بات پر بے اثر کی نگاہ اس پر پڑی۔

”مگر یہ میری کسی بھی بات کو بھولنا نہیں اور شاید قصور اس میں میرا بھی ہے میں نے سوچا ہی نہیں کہ ایزد کی بھی کوئی سوچ ہے کوئی احساس ہے۔“ وہ بے درپے صہیبہ کی حالت میں تھی۔ بس اس وقت تو کھٹل ایک ہی خیال حاوی تھا کہ انہوں نے مجھے دھوکا دیا ہے چھٹے کیا ہے مجھے۔ مگر اب میں سوچتی ہوں کہ زمین کے اعتبار اور میری اعتراضی نے انہیں یقیناً دو خدشوں میں پھنسا دیا ہو گا ذہان اور شاید کسی دوسرے۔

”تمہاری سوچ سے مجھے اختلاف نہیں کہیں گھر میں کسی طرف سوچ بھی ہو سکتی ہے صہیبہ کیونکہ جب ایزد بھائی سے فاصلہ نہیں ہے، نہ زمین کو روانی ان کی آکھوں میں خوشی کی گھر سے کہ وہ ہوتے تو شاید یہاں آکر دس بائیں سناتے یہ فاصلہ کسی نے طے کی طرح تمہاری طرف اچھا لے دیتے مگر انہوں نے پوری کی پوری سے ہمیں سوچنے اور مجھے کا سوچ رہا ہے یقیناً وہ کھتر ہوں گے اس وقت کے جب تمہل سے ساری دعورت نکال کر ان کی طرف دھوکہ۔“

اس کی بات پر ہی سے قطع کر دے تو ذہان کو ایسی مضبوطی کے گھمکی کہ صہیبہ کھل میں امید کے کابل گھر نے ملنے سے بھی کے دشت کو سراپ کر سکتا ہے تھے۔

”وقت کتابدیل جائے تاؤ ذہان کل تک میں نہیں کھلی اور ذہان کی تھی اور آج میں خود اپنے مقام پر اٹھی ہوں۔“

”جس جہاں سوچ اور فطرت کرنے کے لیے جہاں بھائی ماحول کی تلاقی ہوئی ہو۔“

اس کی طرف بھٹتے دیکھتے ہوئے وہ ایک بے پروا ذہان ہو گئی تھی۔

اس کی بات پر ہی سے بھٹتے اس نے خوشی سے کہنے لگا کہ ذہان اور یوں ان سب کی خوشی کو ذہان اور مکر ہاتھوں نے کسی حد بعد ذہان نے اسے ایک مٹ کے لیے بھی بچا ہوا سوچے نہیں دیا۔

ذہان پر بعد سے صہیبہ کی فکری اور شفقت بھی اندر مل گئی تھی تو ذہان نے گھر سے فاصلہ واپس اپنے تنگ میں رکھتے ہوئے ان سب کو صہیبہ کا راز لگا دے گا کہ ذہان اور یوں ان سب کی خوشی کو ذہان اور مکر ہاتھوں نے کسی حد تک اس کا مل ملٹ کر لیا۔

خصوصاً اس کی بنیادی پر ایزد کی متوشیل اور پریشانی کا جو نقشہ دھت نے کچھ تھا اس نے اس کے اندر دھرتک پھول کھلا دیتے تھے اور اس بات کی تو سمجھا بھی نہیں گواہ نہیں ہنس ہنس کر اسے پھینچتی رہیں۔

”یہ تم کیا کر رہی ہو زمین؟ یہیں اپنے بیروں پر کھڑی ہمارے پر تکی ہو۔“ شرمین وجہ سے اس کے نیلے کانچا چلا وہاں سے تھمبلاٹ کاٹ کر رکھی۔

”تو صواب کو دیکھ کر غصہ کر رکھتے ہو تو کی بات کرتے ہو؟“ شرمین نے

وہی بات ہی سوچ کر اپنے سر پر کھڑی تھی اس کے شرمین سے بیوں والی کے لیے پر ہیڑی کھانا کھانے دو دھونج جلدی کر رہی تھی۔

پہلے اس کا قصہ لکھنا تھا اور کوئی مضمون لکھنا کہ تیسرے دن کچھ عاصی شہنشاہ کی تھی کہ اگر میر نے اسے کال نہیں کیا تھا تو اب بھی نہیں تھا مگر اس کے دل میں وہی پرانی پھیلائے خدشہ سرور پڑنے لگے تھے۔ شاید اس کے کچھ سچائی واقعی آپا پانچاں ہوئی ہے۔

اس کے دوران ہی بی بی جان رہا تھا جسے آئے اس نے انہیں مطمئن دیکھا تھا وہ بے یس میں بی بی جان بہت سمجھا تھا ابھی خائبہ پایا ہے کہ اس کے سر پر رست شہنشاہت رکھ کر تینوں الفاظوں کی اپنی پوری کر دی تھی۔

نرم تاثرات اور سنجیدہ سی مسکراہٹ ہونوں پر بجائے زمین اس تک آ کر کی تھی۔  
 بہت عجب سے احساسات میں گھرتے ہوئے اس نے بلارا راہہ کرکرن ہلائی تھی۔ اس لڑکی سے کل تک اسے



دیکھ کر مرنے ہی جیسے لگی گمراہ حالات مختلف ہو چکے تھے۔

ایزہ کے خدشوں کے برخلاف صہیبہ تو خود ناام نہ تھی بے ساختہ اس نے صہیبہ کے کندھے پر زنی سے ہاتھ رکھ دیا تھا۔

”جی محبت ملانی تو خوش فہمی ہے۔“  
وہ اس کی نہایت تو کم کرنا چاہ رہی تھی۔

”ہاں مگر میرے درشت رویے سے آپ بھی تو بہت ہرٹ ہوئی ہیں تاثر میں اور مجھے اس بات کا سخت تاثر ہے۔“  
کڑواہ نے اس وقت میں ایزہ سے آپ کو اگل کا ساتھ دیا تو کھنچا آپ کا منہ نے جو دہری کو شک کے ذہرے کو آگے کر دیا۔

”ہاتھ سٹپے ہوئے ایک بار پھر آذر کی گھنٹی بجی تھی۔“  
”لیکن اتنی نہیں صہیبہ ہم نے ایسا نہیں سوچا۔ آپ کا رویہ بالکل بچل تھا۔ تاہم میں یہ ضرور کہوں گی کہ اگر بہت اچھے ہیں بہت اچھے۔ ایسے لوگ تعبیدوں والوں کے سی کا بھی بے ہیں اور آپ ان ہی کی لوگوں میں سے ایک ہیں۔“

وہ غلوس سے ہوئی تو صہیبہ نے چونک کر اس کے چہرے پر تفصیل نظر ڈالی تھی مگر وہ اس کی قسم کا احساس محرومی یا دکھ کا شائبہ نہیں تھا۔

”اور آپ کیا آپ کو دکھ نہیں کر رہیں۔“  
”نہیں صہیبہ اگر امی کی بیماری کا مسئلہ سمجھ نہ آتا تو شاید اب تک میری شادی بھی ہو چکی ہوتی۔“

آپ کی بات نے بالکل اٹھارہ کر دیا ہے ایزہ کو اب بلیڈر پارا افسانہ بنا رہی تھی نہ کریں اور نصیحت کی تیار کریں۔

اس کی بات قطع کرتے ہوئے زمین اٹھینا سے بولتی چلی گئی تھی پورے راستے لفظ حق کرتی آتی تھی صہیبہ کے رویے نے اور جی حوصلہ افزائی کی تو وہ خوشی سے کہہ گئی تھی۔

صہیبہ جتنے کے اختتام پر بے ساختہ جھنجھی گئی۔ نظر اٹھائی تو ایزہ بالکل یاد کو سارا دیتے ہیں چلا آ رہا تھا۔ وہ بلیڈر کا گٹھ کھڑی ہوئی۔

یاد صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ بچھ کر اس کی آنکھیں ڈھانپ گئیں۔  
”بیٹائی ایم سو رہی آئی ہو جتنے اچھے عرصے بعد آیا ہوں مگر کیا بات سی چھپو گی اس پید کردی تھیں اپنی ٹانف سے تھی اس میں لے کر نہ سے بلکہ تمہارا سامنا کرنا دشوار تھا میں واقعی مسرت تو ہوں۔“

وہ بڑی حلاوت سے کہہ رہے تھے اس کے آنسو بہ کر رہا ہوں پر اسٹک آئے۔  
”بلیڈر اٹھ کر صدمہ مت کریں۔“

بھٹک رہی تھی ایزہ کے اندر تک اطمینان اتر رہا تھا۔  
”تم کن بیٹا۔“ روئے میں غلطی انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔ ہمیں دیکھو جو چاہے تک خطائیں کرتے چلے آ رہے ہیں۔ تو پھر اپنی ہی ہو۔“

انہوں نے اس کا سر تپکا تو زمین نے آگے بڑھ کر اس کے آنسو صاف کر دیے تھے ایزہ کا پس چلا تو انہو نفوس کی پر دانہ کرتے ہوئے صہیبہ کے آنسو اپنی پودوں پر آتا تھا کہ وہ اس وقت تخت نہایت کے باعث سر جھکا کر اس سے قائل ہو کر بیٹھی تھی۔

اس کے دل میں کوئی خدشوں کی ساری دیواریں ایک ساتھ مدمدم ہوتی تھیں۔ یہ نصیحت کرانے کا فیصلہ اس کے اندر بڑی شدت سے پیدا ہوا تھا سو اس کے لیے دیوار کی مسکراہٹ چیل گئی تھی۔

یاد صاحب نے صہیبہ کے ہاتھ میں زبردستی محبت سے لگی ٹیپ نوٹ تمنا سے توہ شو کی گئی۔

”چھوہا روشن دل باشد مجھے یقین نہیں آ رہا نہیں کہ آپ نے مجھے فون کیا ہے۔“  
سمعان کا کالج پھول کھلا رہا تھا۔ شرمین کی کال اس قدر غیر متوقع تھی کہ وہ بے خود ہے جا رہا تھا۔ ایک سے کو اس کا دل ٹھہر گیا۔

حقیقت سے واقف ہو جانے کے بعد اگر یہ لہجہ غار وار ہو گیا تو؟؟ خدشے اسے ہولانے لگے تھے بمشکل وہ خود کو سنبھال سکے۔

”کیا آپ ابھی مجھے گھر پر لے آئے ہیں۔“  
اس کی شوخی کے جواب میں پورا سمجھ لہجہ تھا اس کا ”سمعان قدر ہے چونکہ اس کا یہ انداز بالکل انجان اور اچھی تھا اے تو اس نے بھی نہایت سہیلی کی بھی اس سے پھر کجی نہ دعوت تھی۔“

”اور پوری تھک لال رہا نہیں۔“ تشریف فطری تھی۔  
”ہاں شاید۔“ مگر ساس بھر کر اس نے بے یقینی سے کہا تھا۔

”تو پھر میں آپ کا انتظار کروں۔“ سمعان کی بیوی کو اس نے گھر پر کھینک دیا تھا قدرے غصہ کا کچھ سوچ کر ”ہوں“ کہا تو وہ دوسرے فوراً لالائی کا دہی گئی تھی۔

”ایک بار پھر سوچ کر اپنے جوتھم کر لے کر نہ جا رہی ہوں اس کے نتیجہ ہو انک بھی نکل سکتا ہے۔“  
رہیو رہ کر کتنی ہی دیر وہ اپنے ہونٹ کاٹنے ہوئے آنسو بہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ شرمین نے بے حد دکھ سے اسے دیکھ کر کہا تو جواب ”وہ اس کے کندھے سے سر ہٹا کر بے قیاد دہی گئی۔“

”مجھے کمزور مت کر شرمین۔ بڑی مشکل سے یہ فیصلہ کیا ہے میں نے۔“  
آنسوؤں سے بھیجا جو بدو سے چور تھا شرمین خاموش ہو گئی۔

وقت جیسے رک رک کر گزر رہا تھا اور سر کے گھوموں کے ساتھ ساتھ زمین کا چوم بھی جیسے اپنی رحمت کو مٹا جا رہا تھا۔

شرمین کا سارا تھا تو وہ تو بک کی خواہش کو چھو چکی ہوئی۔  
قسمت کیسے عجیب ہر اسے پر لے آئی تھی اسے تھے کو بیٹے کا سامان کیسے وہ بیٹھی تھی اس سے بچھڑانے کا خوف سانس لے کر کیے جا رہا تھا۔

”کیا ایزہ نہیں انشاء اللہ جو وہ گھر ہو گا تم خدا پر مجبور نہ رکھو۔“ یقین ہے اس بار اللہ تعالیٰ تمہیں بایوں میں کرے گا۔

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بلکا بلکا ڈال دے تو اس نے کہا تھا۔ ”جواب“ زمین نے اسے پلٹ کر دیکھا جیسے اس کے جتنے کی تعداد کی چاہ رہی ہو مگر اس سے پہلے کہ شرمین کچھ کی ڈور تکل بن گئی تھی۔

”اوہ۔“ دونوں ہی کی طرف بوجھ گئیں۔  
”کیا غار وار چلنا تو انہو۔“

شرمین نے اسے میں سے پھل کی جگہ زمین اپنی جگہ سارے بیٹھی رہ گئی تھی۔  
”تم کن زمین اٹھو مجھے یقین ہے سمعان بھائی آگے ہیں۔ اب انہیں بلایا ہے تو سامنا کرنے کی بھی اہت کرو۔“

شرمین کی بات پر چند سیکنڈ وہ اسے اپنی طرف سارے نظروں سے دیکھتی رہی۔ ہتھ کر کے اٹھ رہی گئی۔  
”سمعان ڈور انک دو دم میں بھائی گئی۔“

”تم ہاؤ میں کالی اور ریشمٹ تیار کر کے لائی ہوں۔“  
اسے خنجر نظروں سے اٹھایا وہ دیکھا کہ شرمین نے بھیجی کے کامزائے ڈرا کر دم کی طرف اٹھ رہی۔

”دل میں ہی جو حشر کے جا رہا تھا کہ جانی جانی کر اسے اس بل صراط سے اکیلے گزرا ہے۔ سوئی کر اکر اکر اکر اکر اکر۔“

سامنے ہی صوفے کے نزدیک سمعان کارنر پر رکھے فریج کے مٹلے شوپس دیکھتے ہوئے اس کے انقار میں کہہ اٹھا۔ اسے اندر داخل ہونے کی بجائے باہر تھپتھپانے والی طرف دیکھ کر مسکرا اٹھا۔  
 ”السلام علیکم“

و قدم اُٹھے بھاگ کر وہ اس کے نزدیک آ گیا تھا۔ سبھی حضاروں کا بخوبی تصور تھا کہ اس کی طرف بڑھایا تو وہ قدرے چونکی۔ حیرت سے کشادہ ہوئی سحرانگیز آنکھیں اس پر مرکوز کیں۔

”ہاں تاکہ نامعرب۔“  
”بلکہ آپ ہی نہ جائیے۔“

اس کی مسکرائی گئی آنکھوں سے پروالمانہ نظریں خود پر مرکوز محسوس کر کے سخت فرسوس ہو رہی تھی۔

”ہمیں اس ملاقات کی یاد کو مٹ گئی“ ”جی“ سے خراب نہیں کرنا چاہتا۔ آج تو آپ کو انجی سی سوئیٹ شوٹ

”کون جانے“  
 سمیعاً کے مغرب اور قدرے شورخ لمحے رے ساختہ اس کے لبوں سے پھسلا تھا۔ کچھ تھا اس کے انداز میں

”ہمرا مطلب ایسی کیا بات ہے زمین۔ کیا آپ کو اب بھی میرا اعتبار نہیں۔“ وہ جواب طلب کر رہا تھا۔ سرمن کی پکلوں سے نئے نئے آبی جلتو جھپکنے لگے۔

پیشانی نظر آ رہی ہیں۔  
اس کا جملہ اس اندر دوس میں ڈوبا ہوا تھا کہ سمعان بے اختیار اٹھ کر اس کے پاس آ گیا۔ لمبے میں کچھ ایسا تھا جس سے کہ ابھی تک وہ سوئے ہوئے جسموں پر غصے سارے تھے مگر تمہارے ہوتے۔

”بعض مرتبہ حالات کچھ ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں سمعان صاحب کہ انسان چاہے پر بھی اپنی صفائی

پیش میں کر سکتا۔ اس فائنل کو پڑھ میں پھر پیکل کیجیے۔ لیکن ہے آپ کے پیچھے سے یہ ہو سکتا ہے۔  
 کی خوشی ہو کہ میں نے آپ کو جو کچھ کہیں دیا۔“  
 حجاز، نظروں اور جھکے لہجہ کو بھٹکا سکتا، اس نے کہا: ”اے اللہ تعالیٰ۔“

”اس میں کیا لکھا ہے زمین میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔“

”ہاں زمین کہے۔ آخر ایسی کون سی بات ہے۔ ایسے کون سے حقائق ہیں جن کو تحریری طور پر دکھانے کی آپ کو ضرورت پڑتی ہے۔ میرا خیال ہے میرے اور آپ کے درمیان جو غیر ملکی رشتہ قائم ہے اسے ایسے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کا اعتبار کرتا ہوں۔“

اور ایک لمحے کو اسے یوں لگا جیسے جسم سے جان نکل گئی ہو۔

یہ سوال جیسے اندر توڑ پھڑ پھا رہا تھا۔

”نہیں“  
ایسے عیسائی سختی اور سر دین تھا۔ اس کی ہمت ہی نہیں ہوئی کہ نظر اٹھائے۔

جئے انوسال بن کرے اختیار ملاں پر چلتے چلے گئے تھے ویسی ہوا، اس کا اسے ڈر تھا۔ بہت دقت سے اس نے اسرا اٹھا تھا۔ جسے رہا سفاک دیکھ کر شرمین گن گن چھڑ کر رہ گئی۔

بھول گیا اس وقت ذہن میں صرف الہی کی زندگی اور موت کا فاصلہ تھا۔ میں نہیں جانتی کہ آپ مجھ سے اتنے قریب تھے۔

نوکی بھری سسکیوں میں اس نے بھٹک اپنی بات پوری کی تھی۔  
 ”تو کیا سوچے سینے میں دلی اور دماغ میں عقل نہیں ہوئی۔ کیا میں آپ کا اعتبار نہیں کرتا مگر آپ نے مجھے کبھی

اس قابلِ جاننا ہی نہیں۔ ” وہ مثلِ طور پر ناراضگی کے تیور لیے ہوئے تھا۔  
 نرمن نے بے اختیار نظر اٹھائی۔ سرخ انگارہ آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

سمعان کا دل ایک بار جیسے ڈل ہی گیا۔

کندھن دوا بارہ دیکھ لیجئے اور برداشت کرنے کے لائق ہیں۔  
ہم صلی کی پشت سے اس نے رخسار مرزا لے کر

[illegible]

حیرت نہ ہوں، شرم نہ ہوں مگر آپ کو تو عقل نام کو نہیں ہے میڈم! اچانک میری آگے کی زندگی کیسے گزرے گی۔“

غصے اور جھنجھٹ میں کہتے کہتے وہ گریا تھا جبکہ زمین اپنی جگہ پر یوں ساکت بیٹھی تھی جیسے شادی مرگ نے اسے بھٹکانا دیا ہو۔

”سک سمعان آپسے“

حیرت اور بے چینی کے لنگے کو ڈالا تھا۔

سمعان زیادہ دیر اسے ستاندہ سکے۔ اعتبار اس پر ترس گیا تھا۔ اس کی جانب دو قدم اوپر بھاڑا اور پلا ارادہ

جبکہ اس کے ساتھ تھامے ہوئے اسے اپنے متقابل کو لڑا اور وہ اس قدر حواس باختہ ہو رہی تھی کہ چاہنے کے

باوجود اپنے ساتھ چھڑا کر کسی بلکہ اس درجہ قہر سے جیسے ہنگامی جاری تھی۔

”ہوں آپ کہیں کیا بات ہے“

زور اور پیکلے ڈول پر اڑ پڑا اور کیا تھا اس کا کیا کیا ہو وہ خود بخود ہوا تھا۔

زمین نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اب بھی کسی کی کہ سمعان اسے تنگ کر رہا تھا۔

”تو آپ کیا ہی رہے مجھے یہ خوف بتا رہے تھے۔“

دل پر سے جیسے کوئی ہل سی ہوئی اس کی سرکشی اس کا عذر بھال گیا تھا۔

”یہ بزم اس کے لیے جیسے کسی کو شش کی ضرورت میں تھی کہ آپ اشاء اللہ بنی بھائی ہیں۔ مجھے تو فکر ہوئی

ہے کہ کہ آپ۔“

”وہ جھانچا۔ اب بس یہی کریں۔“

وہ جینے پر گرا تھا نہ چھڑا کر اسے بڑھ گئی تھی۔ پھر جانے کیا سوچ کر مڑی تو سنجیدہ تھی۔

”یہ آپ کی بنا کوئی پتا ہے۔“

”نہیں۔“ جواب دہ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ ”دعائیں پڑھنے کی ضرورت ہے کہ خواتین ہاتھ دھو کر مائیں دہلی

سینسٹو ہوئی ایسے معاملات میں۔“

اس کے اندر آواز دھچکے پر زمین کا بل بھی کسی اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ ہونٹ کاٹنے ہوئے اسے دیکھا۔

”مگر یہ بالکل غلط ہے۔ شس ساری زندگی ان کے ہاتھ سے زمین افسوس کی۔“

”یہ تو میں جانتا ہوں۔ یوں بھی یوں سر جھکا کے ہونے کی جتنی ہیں۔ ویسے ہائی داوے“

”ساری زندگی“

”آپ کا مطلب کیا داوئی آپ نے ساری زندگی میرے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

وہ اسے زچ کے دے رہا تھا۔ بات یہی تھی کہ وہ اپنا بے اختیار روی اور اس کی خوشی پر کلکی لکوں تک سرخ

پڑ گئی تھی۔

”کئی کئی کہ اس وقت میرے پاس کسی کو وہ بات تو یہ منظر میں کہیں نہ جاتے نہ تھا۔“

”لڑاؤ کی یہ جوں جوں ساتھ ڈالتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔“

”وہ تو میں سمعان بھائی کی کا نظارہ بھی کیا جا ہے۔ آپ کو تو یہ یوں ہوا ہوں آپ کے لیے“

”اچانک زمین روا رہا ہے۔ دھلے ہوئے ہوئے شرمندہ اور بے خودی سے ہوئی ہل گئی تو وہ یہی طرح شرم

گئی جبکہ سمعان کا خوبصورت قد بڑا رنگ و روں میں گرج گیا تھا۔“

”میرے نہیں تو یہ تو بہت جلد بٹھولے ہیں۔ بس ذرا اٹکل کو کھرتے ہو۔“

”سرواں کی بات ہے آپس کے۔“

”زمین نے جملہ ایک اپنا تھا سمعان ایک بار پھر بنی۔“

”نہیں بڑے سسر۔ چلو ای بات پر آئیں آپ کو ہوں کو بہت ترشہ دیا ہوں۔ کہیں کل میں گئی۔“

وہ کل آفرود رہا تھا۔ شرمین کو بیچ کوٹنے کی ہلک سی زمین نے اسے اختیار سے ڈھونڈا۔

”یہ تو ہمیں ہے اپنے مجاز خدا کے خیر کی فکر لگ گئی ہے۔ ہمیں کیا اگر وہ نہیں ہے جا رہے ہیں۔“

”شمین نے بلند آواز میں کہہ اس سے کہ تو سمعان کی نظریں محسوس کر کے شرم سے جیسے کئی کئی بار

پھر ان دونوں کی شرمی نے اسے گھر میں کھٹے نہیں کیا۔“

”بہت تازہ کہ میری بہن سمعان بھائی اس کا خیال رکھیے گا۔“

زمین کے اس طرح نہیں ہو جانے کے بعد شرمین نے بہت تنبیہ کی اور اس سے کہا تھا۔

”مجھے اندازہ ہے کہ شرمین گریز بیوی زمین میری زندگی کی اس سے بددعا اور کوئی تو نہیں کرنا مگر جوں میں

لے لے کر انہیں دیکھ کر ہوا جاسکتا اور زمین شرمین کے بل میں بیٹھی بلکہ وہ تو سرپا میرا دل ہے۔“

وہ متانت سے اپنا اپنا تھا۔ شرمین کا دل خوشی سے ہلکا تھا تھا۔

”تھیں جنکس سمعان بھائی میری دعا ہے آپ دونوں آخر خوش رہیں ایک دوسرے کے ساتھ۔“

”اور تم کسی کے ساتھ خوش رہو گی۔“

”نہیں تم بھی نہیں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور وہ میرے لیے سفیان جیسا ہے۔ میری بھابی ہوگی تو مجھے بے حد

خوشی ہوگی۔“

”سمعان بھائی بس یہی کریں۔ آپ کی بس۔“

وہ بولتا اور کافیہ زندگی لڑاؤ کی اس نے بری طرح شرمائی تھی۔ سمعان ہنستا چلا گیا۔

”کمال ہے میں سمجھتا تھا کہ تم اور زمین ایک دوسرے سے مختلف ہو مگر آج چلا چلا خصوص معاملات میں

تمام لڑکیوں کا ایک سن ہو جائے۔“

”اچھا جس۔“ اور دوسری باتوں میں بات نہ بنائیں۔ میرا رنگ نکلیں۔ آپ کا سینٹ پسنٹہ نکل گیا ہے میں

نے۔“ گھٹے گھٹے اپنے لڑکے دل میں پوچھا اپنی تھی۔ سمعان جس کر اسے دیکھنے لگا۔

”آج کی بار بونو بیوی کی تھی۔ وہ فاسک سینسٹو اٹھ گیا ہے شروع ہو رہے تھے۔ بخار نے اس کو کافی

کمزور کر دیا تھا۔ داجاں کے سہاگلہ کی لڑکی کھینچنے کے لیے گئی تھی مگر دلہا واپس آئی کہ آج کل رادی اور رخسانہ

بیکم اس کے لیے بہت دھبی ہوئی ہیں۔“

”اہ سلام۔“ بھیکر بھابی۔“

”سرواں بھائی اسے لاؤ زمین میں مل گئی تھیں۔“

”وہ عظیم السلام۔“ بہت رشتہ دار کھائی تھے کہ بے تازہ بھائی کی ای آئی بیٹھی تھیں۔ تمہارا بہت پوچھ رہی

تھیں۔ ابھی ابھی کی ہیں۔“

”بھابی شرمین نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہ رہی تھیں۔ وہ مسکرا دی۔“

”خیریت آپ کیسے آنا ہوا ان کا۔“

”جو کہ بڑے بندہ کھینچے ہوئے اس نے جبکہ پوچھا تھا۔“

”تم سے۔“ نے آئی تھیں غالباً۔“ دیکھے کلے اور رادی جان کے پاس بیٹھی رہی ہیں۔ تمہاری صحت کی خاصی فکر

ہے انہیں غالباً۔“ پوچھتے پوچھتے کی تیوں کی مانتھ کے لیے ابھی سے۔“

”خلف بھابی۔“ دوسری طرح چل ہوئی تھی۔ خیری سے ان کا جملہ کا۔“

”سرواں بھابی۔“ قد بڑا بھائی میں ہیں شرمین کے اس کے بعد سب بے شرم بن جاتے ہیں۔“

”شرما بھائی ابھی میں ان ہیں شرمین کے اس کے بعد سب بے شرم بن جاتے ہیں۔“

”بھابی ابھی ابھی کی ہیں۔“

وہ جینے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سامنے نظری تو دھت بیڑیاں اتڑتی جاتی آ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر

مسکرا دی۔“

”اشماؤد غالباً۔“ اس صاحب کی سواری یا دوسری کی آمد کاں کر چرے پر گھلاں بکھر گیا ہے۔ تمہارے اپوزدہائی

کے شرمین کا کھل ہو گا۔“

”بھابی کی معنی خیر شرمین نظروں سے دھت کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ”اطلاع“ دی جا چکی ہے۔ بھابی کے بعد

دھت کا جملہ اٹھ کھڑا نہ رہا۔ تھی شرمین سے اسے گھورنے لگی۔“

”جس میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“  
 وہ نہ کہہ کر ہی وہ شخصیت ہو کر چلے سارے سے نکالی۔ جانے والا ہو۔ تمہاری ساس صاحبہ شادی کے لیے کوئی  
 اچھا سا دن منتخب کرنے کا مشورہ دے گی۔“

”جس نے مزید معلومات طلب کیں اور وہ کچھ تجویز بھی دی ہو گی۔“  
 ”مگر اگلے ماہ میرے سسٹر ہیں۔“  
 ”سو اب وہ کوئی برس تو بارات کے نہیں آ رہیں ہاں۔ تیار کر کے میں کچھ دھت تو لگے گا دیے اگر تم  
 ہوائی ہاؤس کا احسان دینا چاہو تو اس کے لیے وادی جان سے بات کر لو۔ وہ آج کل تمہاری ہریات سننے کو تیار  
 رہتی ہیں۔“ اچھا ہے اور ہوائی کی وجہ سے لگ جاتی ہیں۔“  
 ”دھت پھر چھوٹی دھت خوش نظر آ رہی تھی۔“  
 ”مگر تم سب لوگوں کو نہ جانے لایا ہو کیا ہے۔“  
 ”ابو کے ذکر پر اس کے رخسار کی رنگ بدلت گئی۔ وہ بھی اسی مزید شوخ نظروں سے دیکھنے لگیں تو اس سے وہاں

سے اٹھ آئے میں ہی حالت خالی۔“  
 ”جس وقت وہ وادی جان کے کمرے میں آئی وہ نہایت ہی نہ جانے کس خیال میں تھیں۔ چہرے سے غیر معمولی  
 یوں کا احساس ہو رہا تھا۔“  
 ”چٹھی جس نے اس کے قدم ست کر دیے۔ حلاشی نظریں اُدھر اُدھر دیکھنے لگیں اور اچانک ایک مرکز پر  
 آکر کھینک کرے فائل کو دھس کر رکھے اس پر دووں ہاتھ دھرے وادی جان نہ جانے ضبط اور برداشت کی کن کر لی  
 منظر سے گزر رہی تھیں۔“  
 ”اس کے اعصاب پر یہ منظر کسی کو بے طری طرح چڑا دے۔ سارے پانچ گھنٹے گزرے۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“  
 ”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”یوں بھی پریشان کیا ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“  
 ”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

”وادی جان! آپ نے مجھے بلایا تھا۔“  
 ”مرغش! آواز مزید ہلکا ہو کر وادی جان نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔“  
 ”اسے کچھ نظر نہیں آتا۔“  
 ”کوئی ہمارے دکھ میں دلچسپی ہو۔“  
 ”اسے لگا رہا وادی جان کے لیے باث آواز آ رہی ہے۔“  
 ”جس سے میرے پیچھے کیل رہ گئے ہو۔“

ہوں وہی شہزاد علی خان۔" وہ سوالیہ ہو گئیں۔

"کیا نہیں؟"

"میں نہیں ہیں ان کی۔" میرے چہرے پر شرمین سے بڑی نرمی تھی جو کہ مسلمان بھائی سے منسوب ہیں۔  
"دوسرا ایک بیٹا بھی ہے میرے چہرے پر شرمین سے بڑی نرمی تھی جو کہ مسلمان بھائی سے منسوب ہیں۔  
اس نے اطلاع دینا تو میرے لیے بہتر ہی تھا۔ میں نے کہا کہ یہ ایک مسلمان ہے۔  
"تو تمہارے یہ ایک مسلمان ہے۔" میں نے کہا کہ یہ ایک مسلمان ہے۔  
افغان شرمین نہیں تھی۔

مسلمان کی نسبت کامن کروہ افغانی جڑان ہوئی تھی۔  
"بھائی! مسلمان بھائی کے انٹرنٹ کا مطالعہ تھا البتہ رش تو ابھی اسے ہنسنے ہے وہ اس لیے باقاعدہ کلینر نہیں کیا ہے سب اس کے لیے یاد رکھ لیں کہ بعد وہ لوگ کوئی فکشن انگریز نہیں لے آئے۔" آپ نے مجھے کہل دیا تھا۔

بات عمل کر کے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔  
"وہاں ان فیکٹ بھی نہیں جانتا تھا۔ سوچا تھا وہ آپ کروہ سب بار اور تمہارے پیلہ اپنی اپنی گناہوں کے لیے گئے ہیں۔ دوسرے بار اور تیرے گناہ کے لیے۔"

"وہاں والا فیکٹ تو سب امدادیں آپ کو کیا کام ہے؟"  
اس کے سوال میں آپ کی حیرت تھی کہ ٹریڈ کرشنڈ ہی ہو گئیں۔ واپس جانے کے لیے وہ شافہ دار ہی جایا کرتی تھیں۔ پچھلے دنوں میں کسی یادگار گھر سے گھر سے پہلے جانکر عیادت کرتی تھیں۔  
"تمہارے واپس جانے کے لیے اس کے علاوہ زہد کو بھی رکھنا ہے کسی کنڈیشن میں اسے تو خود رست کی ضرورت ہے۔ فرماؤ کہ کس قدر بیکریں ہیں۔ سب امداد کام کے لیے اٹھا کر لے گیا ہے اس لوگ کو پوری لائف کوئی سبب نہیں آئے گا۔"

وہ فقیر کے متعلق شکر نظر آ رہی تھیں۔ امداد کے لیے جوت کا خاتم تھا۔  
"کیسے بہت کسمپرسن ہو رہی ہیں بھائی کے لیے ان زادیوں کی تھنک گل ریٹھلما؟" امداد سنجیدہ قاسم نے اس کا سوال انہیں بڑھا دیا۔

اس کا سوال انہیں بڑھا دیا۔ میں نے جواب دیا تھا۔ اس لیے جوابی ہو گئیں۔  
"اب سب ٹھیک ہے۔ بس ہمارے گھر میں وہ پہلا ہے جو گئے زہد جوت ہے۔ مجھے اس اور پہلے دونوں کی فکر ہے۔ فرماؤ کہ واپس لوٹنا یا ٹھکانا کھڑے کرتے ہیں۔"  
"فرماؤ امان کو کسی نہ کسی کی ضرورت ہے۔ اس لیے ان کو کھڑے کرنا ہے کہ ختمی اور بے حاشا سوجھنے انہیں تیار کر دیا ہے۔ اسی لیے یہاں سے فرما دیا تھا کہ وہاں بھی اس کو بھیجا ہے۔"

امداد کی اطلاع دہانہ ہی ہو گئی۔ اولاد کے ہونے کے لیے کیا ہے انہوں نے ختم کر دیا تھا۔  
"تو ٹھیک ہے تمہارے واپس جانے کو کہاں دیتے۔ زہد کو کہاں بھیجے گی کیا ضرورت تھی۔ ہمارے گھر کی پہلی خوشی ہے اس کے دامن میں۔ ہمیں اس کا خیال رکھنا ہے۔"

"تو کیا صرف اس وجہ سے آپ بھائی کے لیے وہی دینی ہیں ملہ۔"  
اب کے امداد کے لیے میں بآواز اور اختیار تھا۔  
فرہنگ اس کی طرف سنجیدہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔  
"میں بلکہ اس کے بھی کہ وہ میرے لیے خوشی ہے اس کے دل کا اطمینان ہے۔ وہ توئی محض فرما دے گئے کے جوابی ہے۔ میں فرما دے کہ وہ میرے لیے بھی عزیز ہوئی ہے مجھے۔"  
آج تک یہاں انہوں نے زبان سے اقرا کیا تھا اس بات کا وہ بھی امداد کے سامنے امداد کا دل مال کے اس بدلے ہوئے بہت مدد ہے۔ مکمل مالا مال۔

"ہوں تو کیا میری اولاد کا کونج بھی برا ٹھ ہے اب۔" وہ خوشی سے چکا تھا۔  
"مالی ڈیڑھ سن سے خوراک کا مطالعہ بھی کرتے ہیں بھائی۔"

فرہنگ اس کی بات سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خوشی میں خوشی سے مسرور ہو گئیں۔ تمام اسے ابھی ہی چپت لگا کر معنوی تجزیہ نظروں سے گھورا۔  
جواباً "میرے چہرے پر شرمین سے بڑی نرمی تھی جو کہ مسلمان بھائی سے منسوب ہیں۔"

"سوری ملہ! آج تک میں انہوں بعد آپ سے مکمل کر بات کرنے کا موقع ملا تو میں مکمل کر گیا ہوں۔ بلوئی ملہ! آج مجھے بھی خوشی ملی ہے اب سے دل کی بات کرنے میں کا بھائی ہوں۔ زہد بھائی اور زہد بھائی۔ وہاں بہت اچھی ہیں۔ میں نے ان کی اپنی فیکشن بھی شہر میں ہی کر آپ کی بات اور آپ سے بات کرنے میں ایک طرح کی Satisfaction ہے۔"

کتنے کتنے وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ فرہنگ اس کے لیے احساس ہوا کہ اگر اوقات ان سے کیا کہو مجھ سے دیکھا ہے ان کی اپنی اولاد ان کے قریب ہوتے ہوئے ان کی قربت کی انشوری طور پر مستحاضا رہی۔ شاید اس لیے فرماؤ اور بار بار کے لیے خاص شدت پسند ہیں۔

"چھاننا دیکھو کسی ضرورت نہیں۔ ہری اپنا بار لنگو اور ڈرائیو ٹیک سیٹ سنبھالو۔"  
"تھنکس ملہ۔"

ان کے رشتہ کو عقیدت سے جوم کر دیا ہوا زہد زہد تھا۔  
زندگی کو اپنی شاد اور خوشی سے گزارنا سب کا حق ہے۔ امداد کی خوشی میں ان کی خوشی تھی۔ اسے اس وقت تک اور ذاتی سے سرگرم نہ کر دیا تھا۔ انہوں بہت سنا کر رہی تھیں۔  
پھر تمام راستے امداد کو بتا دیا اور وہ اسے سٹی رہیں۔ شرمین اس کے لیے کیا ہے۔ اس کا انداز اس کے لیے ہے چھلکے خمار انہوں سے چھلکے پنے ہوا تھا۔

زہد فرہنگ کے لیے ان کی امداد سے حد ڈھکوا رہی تھی۔  
فرہنگ کامیاب آئی ہو۔ امداد اور وہاں موجود تمام لوگوں کو مطمئن کر گیا۔ خاص طور پر یاد صاحب نے امداد سے امداد کی باتوں میں اس کی شخصیت کا خاطر خواہ انداز لگایا تھا۔ وہ خوش طبع ہو جانے میں پس پند آیا تھا۔  
مسلمان امداد اور وہاں انہوں سے پھر پند آئے تھے۔

جذبہ فکرت سے ان کی آنکھیں شگ ہو گئیں۔  
"اب میرے سبک تر لالہ لاکھ شکر ہے بلاشبہ میرے فیصلے عظیم ہیں۔ میں نادان اپنی دانست میں اپنی بچیوں کا مستقبل محفوظ کرنے چاہتا تھا۔ میری غلطی ثابت کر دی۔ یہ شاید زہد کے ممبر اور کوئی کامیاب ہے کہ آج اس کی بچیوں میں اس کا چاہا ہو رہی ہیں۔"

فرہنگ سے اظہار ہو گیا تھا کہ وہ بڑے دل میں سوچ رہے تھے۔  
شرمین نے کہا کہ اپنی تو فیملی کے سب طرح امداد نے شرمین سے کروہ اس کے ملنا چاہتا ہے۔

"آپ نے امداد سے آپ کو ملنا چاہتا ہے۔ یہ وہم میں ہے۔ شرمین کے لیے بہانہ بننا ہے۔ مشکل کا قہر تھا کہ وہ اس وقت بچوں ہی تھی۔ کرے میں موجود تھیں۔ انھوں اس حق اور نادان نہیں تھے۔ فرہنگ امداد کے لیے رہے تھے کہ وہ وہاں بھی رہ چکے تھے۔"

"امداد میرا سب سے چھوٹا بیٹا ہے۔ شروع سے بہت بلوئی بہت کیرفل اور آؤٹ ہے۔ میرے دلوں بڑے بڑوں کی بھی کو بھرتی ہے۔ ان کی فیکٹ میں لوگ آتے ہیں۔ بچوں کو زندگی گزارنے سے تو سب کو بھی ان ہی کا بوجھ ہے۔"

ان کے جانے کے بعد وہی تھی۔  
زہد فرہنگ اور یاد صاحب نامی اپنا دامن مسکرا دے۔

وقت اور حالات نے سنجیدہ اور مل کے خیالات میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

"کہاں ہیں مجھ سے اندر تو انہوں نے بولا تھا ہٹ گھر رہا کار کا تم کے کہیں کہ اللہ!"  
اس نے اسے سلاخی نظروں سے ڈھونڈا تو زمین نے مسکرا کر لوگ دھم کی طرف اشارہ کر دیا تو وہ تیزی سے  
آگے بڑھا چہرہ کہ سوچ کر گادور ملا۔

"تپ میرے ساتھ نہیں آئیگی۔" ہوا لہے نظریں بڑی سادہ تھیں۔ زمین کل کر ہنسی پڑی۔  
"نہیں کیونکہ میں یہ یوسف نہیں ہوں۔ یہ بڑی اگلا تپ بند کر گئی ہوں۔"  
"بہن دیری گڈ۔ سونا کس آپ ہے۔" ہوا لہے بھی خوشی سے ہنس دیا تھا۔ شرمین اس کی آمد کی شکر میں تھی  
اس نے اسے سامنے کیا کر جان رہی اور کمر کا رتھ لکڑی ہوئی۔  
"آپ امداد تم کہاں آگے ہوئے جاتے ہو ابلی ہر ہر ہیں۔" وہ سخت خوش ہو گئی تھی۔  
"ڈورڈوری کی خبر کان کی اجازت ہے میں آیا ہوں۔"

اسے ہر سکون ہوئے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ زمین سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔  
"رات آگئی ہے۔" شرمین کی لاش آٹھویں جیت سے پھیل گئی تھی۔  
"آپ کو رس میڈم۔" آخر کو خاطر قراؤن شو کی جاتی ہیں تاہم ہمارے الٹی بہت اچھی طرح  
جانتے ہیں کہ میری بظرف شریف تھوہ۔ مجھ کو کئی اصحاب جلدی سے بلو میرا سارا قریل ہے۔"  
"پڑیہ امداد اچھے بہت مل کر دے اس وقت میں سخت مضرب ہوں۔" شرمین نے جواب دیا۔  
"ہوئے۔" بلورڈ کی پر سنطی سے ہی اس قدر ڈرنیک۔ تم جی کیا لاہوں لڑکیوں کو مضرب کر دکھا ہے میری  
وجاہت ہے۔"

"اوہ خوشی فنی بڑی ہے جناب کو۔" بھی آئینے میں بغور دیکھا ہے خود کو۔"  
اس کے پیش ہوا لہے اسے لے کر حسب توقع ایک کھٹکے سے مرکز ہوئی۔  
"میں وقت دیکھ تو رہا ہوں۔" ہمداری آنکھوں کی شفاف جھیلیں بھی کسی آئینے سے نہیں اور ان میں صاف  
لکھا نظر آ رہا ہے کہ میں نہیں قبول ہوں۔"  
اس کے رخسار پر کئی گوشادرت کی نگلی سے چمپڑے ہوئے وہ بولا تو شرمین ساری طراری بھلا کر بے ساختہ  
خوش مسٹ گئی۔

(تپ یہ امداد کی اس۔)  
جبکہ اسے اسے نروس کر دینے والی نظروں سے دیکھا رہ گیا تھا۔ جی کہ اس کی سامنے سے نکلی کر جانے لگی تھی  
کہ اچانک امداد کے مضبوط سناٹو لہا تھ کی گرفت اپنے بازو پر محسوس کر کے اسے رکنا پڑا۔ وہ یہی کہانی سے  
اسے اپنے قاتل سے آیا تھا۔  
"سچ کو کیا رہا زمین جھوٹ ہے؟" بڑا گمراہ اور گھیدہ ہوا تھا۔

"پڑیہ قراؤن انکار مت کیجیے گا۔ آج اشتہا ہاؤس چلتے ہیں۔ چچا جان اور تم آئی لاؤں آپ سے ملنے کو بے  
جین ہوں کہ۔"  
اس رات تو ہر ہیکم اور اور صاحب نے انہیں آنے میں نہیں دیا تھا سورات کو وہ یاسی لٹ ہو گئی تھیں اس  
لیے وہ سر سے باؤ ریا نہیں یہاں پہنچو دیا تھا۔  
چھٹی کا دن تھا۔ یوں بھی وہ فی سالوں بعد اس طرف آئی تھیں۔  
لاؤج کی بجائے کیسٹ روم والے وردہ اسے سے اندر داخل ہوئے کا راز تھا کہ اندر سے آئی تو اڑیں سن کر  
رک کر کھڑی ہو گئی۔

نوبال کی کچی گناہیں بدست وضع تھیں۔  
"یہ کو کہ تم ان لوگوں سے ملنے کو بے چین ہو۔ جانے کیوں جہیں خود کو جا رہا رو کر دے میں مڑا آتا ہے۔"

قراؤن کا لہجہ بے ڈاری سے بھر پور تھا۔ کچھ حقیقت کے اس واقعہ اٹھارے جہاں نوبال کو ایک لمحے کے لیے  
خاموش کر دیا وہیں بار کھڑی مرتبہ میں بیٹھیلی محسوس کیے باندہ رہ گئی تھی۔  
"آپ ایسا کیا کر رہے ہیں؟" پند نہ لینا ہو کہ اس کا اقتدار نہیں ہو۔ آئی کا بل اور گھر سے صاف نہیں تو  
اس میں کچھ کٹاؤ پیدا کر کے اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں تو قراؤن کے اس لیے شکایت نہیں۔  
وہ میری بڑی ہیں۔ میں نے انہیں اپنا ہر گ سمجھا تھا۔" میری خواہش ہے کہ میرے بچے کو وادی کی  
شفقت آئیز کو ضرور میرے ایک نیکو میں جاتی ہوں وہ مجھ سے لاکھ خاصی آپ سے اور ہمارے بچے سے  
بازا نہیں نہیں ہوں گی۔"

رک کر گھر کے کچھ میں نوبال نے مت یقین سے اس کا تھا قراؤن اس کے لیے ہر شرمندہ سا ہو گیا۔  
"آئی اہم سوئی زونا اہم قراؤن جہیں ہٹ کر بائیں تھا کر تپ ہے کہ جب ہمارا فیصلہ کرتی جہیں  
نظر انداز کر لی ہیں تو مجھے ان کا رویہ سخت چوٹ پہنچا ہے۔ میں جہاں کیل وہ آج تک بابت نہیں مجھ میں نہیں کہ تم  
مجھ سے صلہ نہیں ہو۔"

آگے بڑھ کر قراؤن نے اسے انڈوں میں جکڑا لیا تھا جو اس کے پتلے پر پیچیدہ سی ہو گئی تھی۔  
"میرا سارا بندہ من تو اس رات اٹھ نظریں سے لے لیا پانچواں تھا۔ اس وقت جب میں وہ لڑکی ہی ہست و نیست  
کے دور میں تھی مرحلے میں۔ میں نے جہیں کیا نہ مجھے نہیں جانتا کہ مجھ میں جہاں تک ہماری قدر ہے میں ملایا ہے۔ تم میری  
جہیں سوچتے ہی جی تھے۔ تم میری خوشی میری زندگی ہو۔"

اسے خود سے قریب کرتے ہوئے وہ بہت محبت سے کہہ رہا تھا۔  
"ہاں ماما نے اس مجھے پر غور کیا ہو کہ تم "میری؟" خواہش "میری" خوشی ہو تو شاید وہ اپنی فطرت پر قابو  
پالیتھ۔"

"وہ کتنے شاف سے بولا تھا۔" نوبال نے سرشار ساہو کر اس کے کندھے سے سر نہا دیا۔  
"آپ کی محبت مجھے مل گئی تو مجھے اور مجھ جیسے بھی میں البتہ میں چاہتی ہوں مگر آئی میری وجہ سے آپ  
سے دور ہو جائیں جو نیک مجھے علم ہے کہ آپ انہیں بہت چاہتے ہیں۔ اسی لیے جب سے ہم یہاں آئے ہیں  
آپ بہت بے چین ہیں۔ بات بہت سلیبت ہو جاتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ آج کل میرا دل اس قدر کمزور ہو گیا  
ہے کہ مجھ پر مل چاہتے ہیں۔ سائے مجھے بھی مگر آئی۔ یہ سب کیا یاد آئی ہیں۔ میرے بچے کی وجہ سے ہی انہیں  
میرا خیال آتا تھا۔"  
محبت سے کہتے کہتے وہ حقیقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنے لگی تو قراؤن نے عزامت سے ہنسنے  
ہوئے اسے مزید قریب کر لیا۔

"آئی اہم سوئی جان فرما دیو مجھے احساس ہی نہیں کہ کب میں تم سے ہارش Hareh ہو گیا۔ کچھ کو تو  
واقعی ملنے کے لیے وجہ سے مجھے اپنی کمزور زندگی میں ایک کی کاشت سے اس میں ہوئے۔ کاش پھر بھی کی  
طرز ملنے مجھے بھی اپنی خوشی سیت قبول کر لیا ہو تو شاید یہ خطیں نہ ہوتی۔"  
اس کے لیے بھی اپنی اپنی محسوس کر کے بعد ان وقت نوبال نے وہی سبب اختیار کیا کہ اس کے ہاں میں انگلیاں  
چلائے وہ نکل داری سے مسکرائی۔ اس مسکراہٹ میں یہ بیان تھا۔  
"آئی اہم سوئی قراؤن میں نے اجماعے میں آپ کے ذہم چھوڑ دیا۔"

"اے میں نہیں سمجھ۔"  
اسے ٹام سا دیکھ کر وہ غور پر کنٹرول کر گیا تھا۔ مسکرا کر شرمین کو اس قدر خوشی سے انہوں نے اسے دیکھنے لگا۔  
"مجھے تو میرے زخموں پر مزید کر دکھا ہے۔" آج کتنے عرصے بعد تم یوں میرے نزدیک آئی ہو ورنہ تو  
داجان کا مہمان کر کے دوا کر دیا تھا کہ میں تمہارا خانی میں تھا۔ رات کو اتنے دیر سے کہ میں کو تین کہ میں سو  
چکا ہو تھا۔"  
وہ امانتد نظروں سے اسے دیکھا اس پر جھٹکے ہوئے بولا تو وہ فراڈ کی ساوی راہیں مسدود کر کے اختیار اس کے  
پینے میں سرچھائی کی۔





ایزید کے ڈھکوارو دیے دیوالا کردی تھی۔

دوسرے روز شادی تھی۔ داوی جان اور خزانہ بیچ کر لاکھ قلیوں کے باوجود اس کے آسودہ نہیں رہے تھے۔ ایزید نے پچھلے دنوں میں ایک بار بھی اس کے پاس نہیں آیا تھا۔ نہ کسی خواہش کی تھی کسی کے در لیے کوئی

چٹا بچہ آیا تھا۔  
سکون اور فغان کر کے دیکھ کے اور تے کے نہیں کام سے جو محل عوی جوڑے میں نہائی شیل کے خانہ عالی ملائی  
زیورات سے آراستہ خوب صورت نگار اور جڑوں سے مزین بہت حسین — لگ رہی تھی۔ اعلیٰ اعلیٰ  
رو بہ راز تھا اس پر کہ جس نے دیکھا اپنے پتے نظر اٹھا کر دی۔

سفید چمڑے اس کا فورا ہمدرد کرنا تھا۔  
ہلڈے کر اؤن پانڈ کے خوب صورت پورے متاحول میں تمام مہمان آچکے تھے کہ بارات کا شورا اٹھ کھڑا ہوا۔  
شاد بارات کا استقبال بھی شاندار تھا۔  
آٹک واٹ پیش قیمت شادی پانڈ اور سفید گاہ میں ایزید کی شان کسی شہنشاہ جیسی ہی لگ رہی تھی۔

خانہ ان کا کشادہ ہی کوئی فردوس جس نے ان کی جوڑی پر رنگ نہ کیا ہو۔  
لی لی جان نے آتے ہی اسے بھی اس طرح لائے کے لیے کہ دیا تو زور اور بعد میں وہ وہاں لی جا رہی تھی۔ ایزید نے  
ساتھ سے آئی تھی۔ پر ظریفانہ جھیل پر کھلے بندوں کا پرانا۔

اس کے لیے نظرمشاہد میں ایک تاج باندھے تھیں۔ سر پر لے اور عجب پا کر دے والی جھپٹے بے فرخت  
نزد اس کو رسم پوری تھی۔ چاروں طرف ریشمی لہار ڈھکوارو ریشمی کی برسات بکھری تھی۔  
حسین سر کو میاں۔ مہتی خیز خوشیاں، شرار میں میں مرقہ ایک کسے کے لیے بھی کی بات کو اتھوئے نہ کر سکی  
تھی۔ ایزید کے ساتھ جہاں ہی اسے تھا اس کے بقعہ اصحاب بھی تھے۔

ایزید پر حق و العائن نظریں بھی پھراے جو چہ نہ کر سکی تھیں۔ سوئی نہ لے والے نے پھر جو بھی وارن کش دی  
دھت اور زندا اس کے مطابق کس کر دیا رہیں۔

اسے ہوش اس وقت آیا جب ریشمی کا وقت آگیا۔ کس نے اسے سراہا کس نے رنگ و حد سے دیکھا  
اسے یہ تک نہ چلا۔ پورے کئی ساری روز خیزد زونہ خوب اس پر رنگ کردی تھیں۔ کھنچ گیا کی گانڈاز  
میں مگر آئی رہی۔ ساتھیں بہت جذب نہیں کر رہی تھیں۔

البتہ جب اسے رخصت کیا گیا اس کی سسکیاں بول رہی تھیں۔  
داوی جان کیا اور اسی سے کہ وہ وہاں کے سینے سے جا لگی تھی۔

”مدا خوش ہو میری بیٹی۔ حسین خدا کیا ان میں سونا“  
واہان کی حرش تو آواز اس کے اندر تک گونج گئی تھی پھر ایزید کی طرف مڑے تھے۔

”اسے بہت خوش رکھنا ایزید۔ کس بھی کی درخواست سے“  
اس کے شانے پر لڑتا تھا یہ دھک کر انہوں نے بہت امید سے کہا تھا۔ ایزید نے مضبوط ہاتھوں میں اس کا ضعیف

ہاتھ تھام کر دیا ڈالتے ہوئے کئی کس احساں دلا تھا۔  
زہا اور دھت کی حالت دیکھتے والی تھی۔ سرور بھی بھی جو کہ بعد وقت مسکرائی رشتی تھیں اس وقت ضبط نہ

کر سکی تھیں۔  
ایزید کے لیے مہر کچھ عجیب تھا۔ انہی شرعی منکوحہ کو ساتھ لے جاتے ہوئے سب کو آسودا کر دیکھ کر وہ

منجید ہوا تھا۔ اپنی کوئی کس نہیں تو بھی نہیں کیا کیا کوئی احساس نہیں تھا۔ آ۔  
آہو سب کو کئی لامقصد ہو گئی تھی۔

”پلیز آئی خود کو سنیں۔ یہاں خوش ہے۔ کجی ملی۔“  
رخسانہ بیٹھے جب تیری بارات سے خود سے لپٹا ہوا تو بول پڑا تھا۔  
”اوہو بھی دوسرا کوڑھ بھی کی جلدی ہے۔“

کسین سے فخر ہو گیا تھا۔ ایزید نے جینپ سا کیا۔ آہو اس کے بعد جلد ہی رخصتی کا سین عمل کر دیا گیا  
تھالی میں جان دینی سکتی جینپ کو سنے سے لگے کار میں آج بھی۔  
مندی کیو آتے ہوئے تک کار میں بیٹھی رہی اس کے بعد اسپینے پلائی تو وہاں پاس جا کر ہی رہی تھی۔ وہاں بھی  
رکوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ایزید کی خوشیاں عودن رہیں۔

ایزید کی کزنو بیٹھوئے خوب روٹی کھا تھی۔ زہن اور شہین بھی تھیں۔  
خدا خدا کر کے وہ سلسلہ بھی منقطع ہوا تو اسے جلد عوی میں لایا گیا۔ ایزید کے امانوں کا منہ پورا جوت اس  
کرے کہ جو کار میں کیا گیا تھا۔

اصلی گلاب اور دو کھلی لڑائیوں کے دیواروں کے رنگ چھپا دیے تھے۔ ڈھکوارو میں اور خوبصورت منظر لے  
اسے محبت کا کرنا اور اس کے لیے ایزید اور اصل جو اس کی سراسر ہی تھی۔ کھنچ اس کے قدموں  
کی بہت شاندار تھی۔ یہی اس کے گانچے میں کاہل بھی پھرنا تھا۔  
پہلے کلاہ انداز کر اس کے چپ لڑکھا گیا تھا اس کے بعد ایزید اکیلیں کے بعد سے بال سنوار تھیں اس کے  
پاس آگاہ قدری طور پر دست کی تھی۔ ایزید نے پلا تو نفس کا وہ پتہ چھپے کھٹا تو وہ بعد خود کو کش کے خوب  
قابو کیا۔

دونوں ہاتھوں میں جو چھپا کر بے اختیار سک اٹھی تھی۔  
”سرا۔۔۔ جینپ اور اس نے۔“

ایزید کے لیے بہت ہی غیر متوقع صورت حال تھی۔ ابھی تو اس نے شکایت کی کوئی قسمت بھی مرتب نہیں کی  
تھی کہ دوسرے آسودگی کی بارات شروع ہو گئی تھی۔  
بے اختیار اس نے اسے کہہ کر اس کے ہاتھ چرے سے مٹا دیے تھے۔ جس کا منہ دو آنسو ہو گیا تھا۔ گلاب

کے چہلوں پر جینپ کی کس کا منظر تھا۔ ایزید محبت سارا دیا گیا کھنچے کو۔  
”اوہو اچھی ہے اس طرح کیوں دینی ہو تم۔“

لہجہ جہوں کی آنکھ سے جو کھل ہو گیا تھا۔ کئی ٹکڑا کر دیا۔ شہراز ماہو گیا تھا۔  
”جینپ نے شکریہ ادا کیا۔“

ایزید نے کھنچ کے ہاتھوں کو ہڈی۔ کھنچ اٹھا تھا۔ ایزید نے اس کے دونوں ہاتھ بٹھے  
”جینپ کی زندگی کی سحریات اس طرح کی جاتی ہے۔“

”جنگ کراس کی گھائی آج کھنچوں میں جھانکا تھا اس نے۔“  
”جینپ کا بطنوں کی صفرت کر کے کئی زندگی کا قاتل کر کے کی خوشی ہے میں نے۔“

”جنگ کے لیے میں اس نے اعتراف کیا تو ایزید نے اختیار مسکرا دیا تھا۔“  
”جینپ صرف اس وجہ سے پچھلے مہمان تم کو آپ بیٹھ رہی ہو۔“

”بڑے جذب سے سوال۔ وہ تھا۔ لہجہ کی طرح جی۔“  
”جینپ کو بہت۔“

”کلی کی خول کو بوی جاتی ہے۔ غالباً۔۔۔ دل کو روا لا مقولہ سنائیں تم نے۔“  
”وہ اس کا تھا۔ دار رشتی سے اسے دیکھ کر تھا اس کا ذہن۔ میں۔“

”پلیز جینپ۔“ آپ کو یہ کہیے جو اور اگر بٹھا تو جینپ اسے تن سنایا کیوں آپ نے نہیں کاٹھکے نہیں کیا  
جینپ نے۔

”وہ اپنے دھب پر پوزیشن کی پروا کے بغیر فکری سے بول رہی تھی۔“  
”میں نے کہ جینپ بھی ٹھوڑی بہت تو عمل آئے۔ چاہے کہ بے اعتنائی کیا ہو تو ہے۔“

ایزید اب کے اٹھ بیٹھا تھا۔ لہجہ عجیب تھا۔  
”میں نے کہ جینپ بھی ٹھوڑی بہت تو عمل آئے۔ چاہے کہ بے اعتنائی کیا ہو تو ہے۔“

اس کے جملے نے جانے کہاں ضرب لگائی تھی کہ وہ پھر رو پڑی۔  
 ”اقتیت صرف آپ نے نہیں، میں نے بھی اٹھائی تھی ایزد۔ کس طرح لمحہ لمحہ جی جی کر مری ہوں میں۔ آپ کو  
 لیا پتا۔ ایک ایک پل میرے دل پر پاؤں رکھ کر گزر رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے سزا دی تھی۔ کیا آپ  
 کی آفات میں میری سزا نہیں تھی۔ کیا اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود کوئی حسرت رہ گئی تھی آپ کے دل میں۔ کیا  
 پھر تیار کر بھی دل کی آگ نہیں بجھی تھی آپ کی۔“

وہ ٹوٹ کر روئی تھی۔ جو کچھ کہا ایزد کو پسیمانی کے دشت میں گھسیٹ لے گیا تھا۔ بے اختیار آگے بڑھ کر اسے  
 خود سے قریب کر لیا اس نے صہبہ اس پیش قدمی کے لیے تیار نہ تھی، پری طرح پٹائی تھی۔ پچل پچل گئی۔  
 ”آئی ایم سوری صہبی، ایکسٹریملی ویری سوری اپنی ہر خطا اور ہر قصیر کے لیے، بیوی، تم کو سزا کر خوش تو  
 میں بھی نہیں رہا۔ جانتی ہو کبھی کبھی دل نہیں دیکھنے کو اس قدر پچل جاتا تھا کہ میں یونیورسٹی رڈ کے چکر لگا لگا کر  
 پٹیول پھونک ڈالتا ٹرکس ایک ضد سی ہو گئی تھی۔ اگر ذرا تمہاری ”حالت“ کا نقشہ نہ کھینچتی تو سمجھو میرے تو  
 جا رہا تھیں عوام بہت سی خطرناک تھے۔“

وہ جذبول سے گندھے کچے میں کہہ رہا تھا۔ صہبہ نے بمشکل نظر اٹھائی۔ وہ اس کے بے حد نزویک تھا۔ اس کا  
 دم اٹھنے لگا۔ بے اختیار رخسار پر ہاتھ آ رہا۔ ایزد سمجھ رہا تھا بے تحاشا شرمندگی نے اسے گھیر لیا۔  
 ”کہنا نامعاف کر دو۔ اس رخسار پر میری انگلیوں کے نشان بنے تھے، کو تو مشاویں انہیں۔“  
 وہ شرارت پر آمادہ ہوا تو وہ اپنے بچاؤ کے لیے تیزی سے اس کی گرفت سے نکل گئی۔  
 ”منہ دھو رہیں۔ اب میری ٹٹن ہے۔ اپنے ایک ایک آسو کا بدلہ نہ لے لیا تو صہبہ نام مت لیجیے گا  
 میرا۔“

وہ خاصے فاصلے پر جا رہی تھی۔ ایزد خوشگوار تھمہ لگا کر اٹھ کھڑا ہوا۔  
 ”کوئی پروا نہیں، تمہارے میں نے بہت سے نام سوچ رکھے ہیں۔ مثلاً ”منے کی اماں، پوپ کی والدہ، گڑیا  
 کی۔“

”بس بس۔“ کانوں پر ہاتھ رکھ کر چلائی۔  
 (اف تو یہ کس قدر بے شرم ہیں ایزد۔ یہ ایسے تو کبھی نہ تھے، سارے جسم کا خون چہرے پر آ رہا تھا۔  
 ”اے تم ابھی سے گھبرا گئیں ابھی تو میں نے شروعات کی تھی۔“  
 وہ فاصلے کھٹا تا چلا آ رہا تھا۔ صہبہ نے اس کے عراظم محسوس کیے تو تیزی سے ہاتھ روم کے دروازے پر جا  
 ٹہری۔

”اسی کو انتہا سمجھ لیں، یہ ہی کافی ہے۔“  
 دوسرے لمحہ وہ غراب سے ہاتھ روم میں گھس کر دروازہ لاک کر چکی تھی۔  
 ”اور وہ تمام قصیدے جو پیچھے تمہاری شان میں کہے تھے۔“  
 وہ دروازے کے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اندر سے اس کی مدھرنسی کی آواز سنائی دی۔  
 ”کتنے سہیے، آواز آرہی ہے۔“  
 برجستہ جواب آیا تھا۔ ایزد کی انگلیاں تیزی سے دروازے پر دستک دینے لگیں جسے کھلتی تھا۔

(ختم شد)